جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

بحار الانوار

۵

علامہ محمد باقر مجلسی

ترجمہ

مولانا سید حسن امداد ممتاز الافاضل

در حالات

حضرت امام علی رضا علیہ السلام

محفوظ بک ایجنسی ❁ مارٹن روڈ کراچی
Tel:4124286 - 4917823 Fax: 4312882

بحار الانوار (جلد پنجم)

درحالات حضرت امام علی ابنِ موسیٰ الرّضا علیہ السّلام

عنوانات	صفحہ نمبر
باب اوّل	
ولادت، القاب، کنیت، نقشِ نگین اور آپؑ کی مادرِ گرامی کے مختصر حالات	
نقشِ نگین	۱
تاریخِ ولادت و وفات	۱
جائے ولادت و مقام دفن وغیرہ	۱
آپؑ کے لقب "رضا" کی وجہ تسمیہ	۳
آپؑ کی والدۂ گرامی کے حالات	۳
تاریخِ ولادت میں اختلاف	۷
کُنیت و القاب	۷
باب دوم	
آپؑ کی امامت پر خصوصی نصوص	
نصِ رسول اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم	۱۰
جانشینی کے بارے میں نصِ حضرت امام موسیٰؑ	۱۱
اولادِ علیؑ و فاطمہؑ کی گواہی	۱۴
عمائدینِ مدینہ کی گواہی	۱۵
حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام کی نص	۱۵
کتاب جفر و جامعہ کا مطالعہ	۱۸

عنوانات	صفحہ نمبر
عہدِ طفلی ہی میں نظرِ انتخاب	۱۸
عراق جانے سے قبل اعلانِ جانشینی	۱۸
آپؑ کے متعلق تحریری نص	۱۹
ہر امام اپنے وقت کا قائم ہوتا ہے	۲۲
خوش قسمتی کی علامت	۲۳
اللہ تعالیٰ کو منظور نہیں کہ سلسلۂ امامت منقطع ہو	۲۳
صاحب الامرؑ اسی نسل سے ہوں گے	۲۳
علی بن جعفرؑ کی گواہی	۲۳
جسم میں شکر کی کمی کی علامت	۲۴
کتابِ جفر کا مطالعہ	۲۴
باب سوم	
شانِ امامت و معجزات	
ریّان کے دل کی بات زبانِ امامت پر	۲۷
بغیر دریافت کیے ہر مسئلے کا جواب	۴۰
حکمِ امام سے اعراض کی سزا	۴۱
زمین نے سونا اُگل دیا	۴۳
امام کو ہر زبان کا علم ہوتا ہے	۴۳
محرم کیلئے نیم ریشمیں لباس جائز ہے	۴۴
آپؑ نے اپنے بارے میں پیش گوئی فرمائی	۴۶

عنوانات	صفحہ نمبر
آپؑ کے بُلانے پر صحرا کا ہرن آگیا	۴۶
امامؑ نے خواب میں ہدایت فرمائی	۴۷
امامؑ کو سونے کے ذخائر کا علم ہوتا ہے	۴۸
امامؑ کی ایک خارجی سے گفتگو	۴۹
دعبل کو انعام عطا فرما کر ہدایت فرمائی	۵۰
ہارون الرشید کے بارے میں پیش گوئی	۵۰
قبل از وقت جنگ کے نتیجے کی پیش گوئی	۵۱
امامؑ کے سامنے بطائنی کی قبر میں نکیرین کے سوال وجواب۔	۵۲
میری اور ہارون رشید کی قبر برابر برابر ہوگی	۵۳
جناب رسالتمآبؐ کے موئے مبارک کی شناخت	۵۴
آبِ رضاؑ یا گرمابۂ رضا در نیشاپور	۵۴
آپؑ کے ہاتھوں کی انگلیاں شمع کی طرح روشن تھیں	۵۵
زینب کذابہ کا واقعہ	۵۶
ایک کنیز کا واقعہ	۵۷
ائمۂ طاہرینؑ کے لیے خواب اور بیداری یکساں ہیں۔	۵۸
شک کا کوئی علاج نہیں	۵۹
کُلُّنَا محمدؐ کے مصداق	۶۰
ایک وقت میں دو امام ہوں گے تو ایک خاموش ہوگا	۶۱
میرے والدِ بزرگوار کے تبرکات میرے حوالے کرو	۶۳
موت کی قسمیں	۶۵

باب چہارم

بصرہ وکوفہ میں ورود

عنوانات	صفحہ نمبر
امام رضاؑ اپنے آباؤ اجداد کی طرح علمِ غیب جانتے تھے	۶۷
راس الجالوت یہودی سے امامؑ کا خطاب	۷۱
امامؑ کی مدینہ روانگی اور واپسی پر رومی کنیز سے گفتگو	۷۲
امامؑ نے سندھی زبان میں گفتگو فرمائی	۷۳
امامؑ کی کوفہ میں تشریف آوری	۷۴
غیر مذاہب کے علماء سے امامؑ کی گفتگو	۷۴
امامؑ ہر علم وکمال میں سب سے افضل ہوتا ہے	۷۵

باب پنجم

امامؑ کے چند منتخب اشعار

عنوانات	صفحہ نمبر
امامؑ کی اہانت کا نتیجہ اور بددعا کا اثر	۷۸
مامون رشید کے لیے بد دُعاء	
بکّار کے لیے بد دُعاء	
آلِ برمک کے لیے بد دُعاء	

باب ششم

امام ہر زبان سے واقف ہوتا ہے

عنوانات	صفحہ نمبر
امامؑ کو صقلبی اور رومی زبانوں پر عبور حاصل تھا	۸۴
فصل الخطاب سے کیا مراد ہے؟	۸۴
چڑیوں کی زبان سے واقفیت اور انھیں ہدایت	۸۵

باب ہفتم

مکارم الاخلاق وریاضتِ امامؑ

عنوانات	صفحہ نمبر
امامؑ کا لباس	۸۸
کنیزوں سے سلوک	۸۸

عنوانات	صفحہ نمبر
امامؑ ہر سوال کا جواب قرآن سے دیا کرتے تھے	۸۹
آپؑ کا طرزِ زندگی	۸۹
قید خانے میں عبادت	۹۰
نمازہائے یومیہ میں فرائض و نوافل کی تفصیل	۹۰
معیارِ شرف تقویٰ اور اطاعت	۹۴
دسترخوان کی بہترین غذا میں سے مساکین کا حق	۹۵
مشایعتِ جنازہ	۹۵
پانی اور روٹی کی افادیت	۹۶
ایک خواب کی تعبیر	۹۶
کسرِ نفسی	۹۶
آپؑ عالمِ آلِ محمدؐ ہیں	۹۷
پوشیدہ طور پر خیرات دینا	۹۸
ائمۂ طاہرینؑ کو کھجوریں بہت پسند تھیں	۹۹
خوشبو کا استعمال	۱۰۰
اللہ کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرو	۱۰۱
اللہ کب سے ہے اور کیسا ہے ؟	۱۰۱
جن کے رتبے ہیں سوا اُن کو سوا مشکل ہے	۱۰۲
عیدین کی حیثیتوں میں فرق	۱۰۲
مزدور سے مزدوری طے کر کے کام لو	۱۰۳
باب ہشتم	
امامؑ کے چند منتخب اشعار	
بے ثباتئ کائنات	۱۰۵
حلم کے بارے میں	۱۰۵
دوست کیلئے ترکِ عتاب ہی عتاب ہے	۱۰۶
بلند اخلاقی	۱۰۷

عنوانات	صفحہ نمبر
رازداری	۱۰۷
مروان بن ابوحفصہ کے اشعار سے اذیت	۱۰۸
موت کا ایک دن معین ہے	۱۰۹
عیوب کی پردہ پوشی کرو اور ظالم کو اللہ کے حوالے کرو۔	۱۱۰
سخاوت اور بخیل	۱۱۰
اشعارِ حضرت عبدالمطلب بزبانِ امام رضاؑ	۱۱۱
اپنی خوشحالی پر نہ اتراؤ	۱۱۱
مامون رشید کو نصیحت	۱۱۲
باب نہم	
دورِ امامت اور حاکمِ وقت	
ہارون رشید نے کہا کہ . . . ؟	۱۱۴
باب دہم	
امامؑ کا دربارِ مامون میں طلب کیا جانا	
آغازِ سفر سے نیشاپور تک کے حالات	۱۱۸
قبرِ رسولؐ سے رخصت ہونا	۱۱۹
ایک بوٹی کی نشاندہی پر طبیب کو حیرانی	۱۱۹
اگر میرے جد نے اور دیا ہوتا تو میں بھی دیتا	۱۲۰
بیت اللہ سے امامؑ کی آخری رخصت	۱۲۲
باب یازدہم	
نیشاپور میں امامؑ کی آمد اور معجزات کا ظہور	
لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ، اللہ کا قلعہ ہے	۱۲۴
امام رضاؑ کے دستِ مبارک کا لگایا ہوا درخت بابرکات	۱۲۴

عنوانات	صفحہ نمبر
حمام رضاؑ اور چشمۂ کہلان	۱۲۶
خواب میں نسخے کی تجویز	۱۲۶
امامؑ نے اپنا دستِ مبارک زمین سے مَس کیا	۱۲۷
باب دوازدہم	
امامؑ نے ولیعہدی کیوں قبول فرمائی ؟	
ولی عہد ہونے پر بنی ہاشم کو حسد	۱۳۰
مامون کی دھمکی	۱۳۰
وضاحتِ امامؑ	۱۳۲
یومِ ولادت و شہادت	۱۳۳
مامون کا تصنّع	۱۳۴
امامؑ اور نمازِ عید	۱۳۶
اور فضل بن سہل نے کہا ؟	۱۳۹
ولیعہدی کا اصل سبب بقول مامون	۱۳۹
ولیعہدی سے نجات کیلئے موت کی دعاء	۱۴۲
خطبۂ امامؑ بوقت تہنیتِ ولی عہدی	۱۴۴
خطبۂ امامؑ بروایتِ دیگر	۱۴۵
فضل نے مامون کو امامؑ کی ولیعہدی کا مشورہ کیوں دیا ؟	۱۴۵
ہم دونوں کیلئے شرائط کی پابندی ضروری ہے	۱۴۷
عقدِ بیعت اور فسخِ بیعت کے طریقوں میں فرق	۱۴۷
میری آخری منزل تو خراسان ہی ہے	۱۴۸
تقریبِ ولیعہدی	۱۴۹
امامؑ کے ولیعہد ہونے پر عبّاسیوں کے تاثرات	۱۵۲
عہدنامۂ ولیعہدی کی اصل عبارت	۱۵۲
عہدنامے کی پشت پر حضرت امام رضاؑ کی تحریر	۱۵۷

عنوانات	صفحہ نمبر
دائیں جانب کے گواہ	۱۵۹
بائیں جانب کے گواہ	۱۶۰
موئے مبارک رسولؐ اور چوبِ آسیائے فاطمہ زہراؑ	۱۶۰
مدینہ میں ولی عہدی کا بیان	۱۶۱
باب سیزدہم	
امام رضاؑ اور دَورِ مامون رشید	
امام علیہ السلام کا خطاب	۱۶۳
حسن بن سہل نے مامون کی طرف سے یہ تحریر کیا۔	۱۶۹
حضرت امام رضاؑ کی تحریر توثیق بخطِ خود	۱۶۹
مجھ پر ولیعہدی کا احسان نہ جتاؤ	۱۷۰
فضل بن سہل کا امامؑ کو ورغلانا	۱۷۰
فضل بن سہل کا قتل	۱۷۱
آپؑ حکومت کریں مَیں دُعا کروں	۱۷۷
بندہ نہ بالکل مجبور ہے نہ بالکل مختار	۱۷۷
عفو کرنے سے عزّت بڑھتی ہے	۱۷۸
حضرت علیؑ قسیم الجنّۃ والنّار کیونکر ہیں	۱۷۹
وارثِ کتاب کون ہیں	۱۷۹
امامؑ کا علماء سے مناظرہ	۱۸۰
عمران صابی کا ایمان لانا	۱۸۱
سلیمان مرزوی سے مناظرہ	۱۸۵
عصمتِ انبیاءؑ پر مناظرہ	۱۸۷
مامون اور عصمتِ انبیاءؑ کے متعلق سوالات	۱۸۸
حضرت امام رضاؑ اور طلبِ باراں	۱۸۹

صفحہ نمبر	عنوانات
۱۹۳	شیر قالین کا مجسم ہونا
۱۹۵	شکریے کی اہمیّت
۱۹۵	امامؑ کے قتل کا ناکام منصوبہ
۱۹۷	سادات اور غیر سادات میں بنیادی فرق
۱۹۸	حضرت علیؑ از روئے قرآن نفسِ رسولؐ ہیں
	باب چہاردہم
	مامون کا اہلِ بیتؑ کے مخالفین سے بحث و مناظرہ
۲۰۱	مامون کے متعلق امامؑ کا ارشاد
۲۰۱	مخالفینِ اہلِ بیتؑ سے مامون کا مناظرہ
۲۱۰	مامون کے محدثین سے سوالات
۲۱۲	سورۂ دہر کی تلاوت
۲۱۳	کچھ حدیثِ طیر کے متعلق
۲۱۴	آیتِ غار (سورۂ توبہ)
۲۱۶	بسترِ رسولؐ پر شب بسری
۲۱۷	حدیثِ ولایت
۲۱۸	حدیثِ منزلت
۲۲۰	متکلمین سے گفتگو
۲۲۷	محدثین و متکلمین سے مامون کے سوالات
۲۳۱	مامون کا بنی ہاشم کو جواب
	باب پانزدہم
	آپؑ کی ازواج و اولاد
۲۴۱	زید النّار
۲۴۳	اولادِ فاطمہؑ اور نارِ جہنم
۲۴۴	حسین بن جعفرؑ
۲۴۴	محمد بن جعفرؑ
۲۴۵	محمد بن سلیمان علوی
۲۴۵	جعفر بن عمر علوی
۲۴۶	رشتۂ اُخوّت
۲۴۶	تعدادِ اولاد
۲۴۷	احمد بن جعفر
۲۴۷	علی بن عبید اللہ
۲۴۸	حضرت موسیٰ بن جعفرؑ کا وصیت نامہ
۲۵۲	علی بن عبید اللہ اور ان کی زوجہ جنّتی ہیں
۲۵۲	حضرت موسیٰ بن جعفرؑ کی وفات میں اختلاف
۲۵۳	نصیحت ہمیشہ تلخ ہوتی ہے
۲۵۳	سفیان بن عیینہ
۲۵۴	عبّاس بن الحسن کی فصاحت و بلاغت
	باب شانزدہم
	ولیعہدی اور شعراء کا نذرانۂ عقیدت
۲۵۶	شعراء کی خدمتِ امامؑ میں حاضری
۲۵۷	ابو نواس کے چار اشعار
۲۵۸	دعبل کے دو الہامی اشعار
۲۵۹	دعبل کے قصیدے میں امامؑ کی طرف سے دو اشعار کا اضافہ۔
۲۶۲	دعبل پر امامؑ کی عنایات
۲۶۲	ابو نواس کو رسولؐ کی شفاعت پر بھروسہ
۲۶۲	دعبل کا عالمِ نزع
۲۶۳	دعبل کی لوحِ قبر

عنوانات	صفحہ نمبر

باب ہفدہم
آپؑ کے اصحاب اور معاصرین

حضرت علیؑ سے احمد بن حنبل کی مخالفت کا سبب۔ ۲۶۶
ابنِ یقطین کے غلام یونس کی جسارت ۲۶۶
آپؑ کے اصحاب اور رواۃ ۲۶۷
حضرت معروف کرخی اور خدمتِ امام رضاؑ ۲۶۷
نورِ خدا کو ہر دور میں بجھانے کی کوشش کی گئی ۲۶۷
حرمتِ غنا کی ایک دلیل ۲۶۸
ہشام بن ابراہیم عباسی زندیق ۲۶۸
بزنطی کے خطوط اور اُس کے جوابات ۲۷۰
"لیس جب" کا مطلب ۲۷۴
فخر کی کیا بات ہے تواضع ہمارا شیوہ ہے ۲۷۵
ایک قیدی کے خط کا جواب ۲۷۶
مجنونوں کے لیے نسوار ۲۷۶
دَورِ متوکل ۲۷۷
ادائیگیٔ قرض کیلئے مکان کے فروخت کی ممانعت ۲۷۸
ایسے ایسے دوست ۲۷۸
کسی کی طرف سے بدگمانی میں عجلت نہ کرو ۲۷۹
آپؑ کے لائقِ ستائش اصحاب ۲۷۹
رواۃِ نصِّ امامت ۲۸۰
عفو و درگذر ۲۸۱
لباسِ حکمران ۲۸۱
مدحِ محمد بن سنان ۲۸۲
شرائطِ شاہی نوکری ۲۸۳
ثقہ اصحاب ۲۸۳
ابو جویر ۲۸۳
گھر چھوڑنے کی ممانعت ۲۸۴
دینی مسائل کی دریافت ۲۸۴
صفوان اور محمد بن سنان کا کردار ۲۸۴
امامت و خلافت پر بحث ۲۸۵
دین کامل ہونے کا مطلب ۲۸۸

باب ہیجدہم
شہادت کے متعلق پیشینگوئیاں

شیطان کسی نبی یا امام کی شکل میں نہیں آسکتا ۲۹۰
ہر امام قتل ہوگا یا شہید (بزہر) ۲۹۰
ثوابِ زیارتِ روضۂ رضویہ ۲۹۱
قاتل کے بارے میں پیش گوئی ۲۹۱
حضرت امام جعفر صادقؑ کی پیش گوئی ۲۹۲
حضرت امیر المومنینؑ کی پیش گوئی ۲۹۲

باب نوزدہم
اسبابِ شہادت

ایک صوفی کی حکایت ۲۹۴
ابو صلت ہروی کا بیان ۲۹۵
ابراہیم بن عبّاس کا بیان ۲۹۶

باب بستم
شہادت اور تجہیز و تکفین کی تفصیل

روایت دربارۂ شہادت ۲۹۹

عنوانات	صفحہ نمبر
جائے دفن	۲۹۹
ہرثمہ کو ہدایاتِ امام علیہ السلام برائے تجہیز و تکفین۔	۳۰۰
امام محمد تقی علیہ السلام کا مدینہ سے آنا۔	۳۰۵
ابوصلت کی روایت	۳۰۶
کیا سببِ موت مرضِ اسہال تھا ؟	۳۱۰
خواب میں رسولِ خداؐ کا موت کی خبر دینا	۳۱۱
زہر دینے کے اسباب	۳۱۳
مامون کی تشویش	۳۱۴
حضرت امام محمد تقیؑ کا باعجاز خراسان پہنچنا۔	۳۱۵
اہلِ خاندان کو گریہ و ماتم کا حکم	۳۱۵
باب بست و یکم	
شہادتِ امامؑ پر شعراء کی مرثیہ نگاری	
ابوفراس اور دعبل خزاعی	۳۱۷
ابن مشیع مرقی اور علی ابن ابی عبداللہ خوانی	۳۱۸
دعبل خزاعی کا ایک طویل مرثیہ	۳۱۸
ابومحمد یزیدی اور محمد بن حبیب ضبی	۳۱۸
مامون پر دعبل کے مرثیہ کا اثر	۳۱۹
ابوالعیناء	۳۱۹
عبداللہ بن ایوب خیریتی	۳۱۹
باب بست و دوم	
معجزات و کرامات در روضۂ حضرت امام رضاؑ	
روضۂ اقدس سے نور کا بلند ہونا اور مقفل دروازے کا کھلنا۔	۳۲۲
روضۂ اقدس پر استجابتِ دعاء	۳۲۳
نشاندہیٔ مقامِ دفنِ امانت	۳۲۳
دیوار پر معجزانہ تحریر	۳۲۴
احترامِ اسمِ امام علیہ السلام	۳۲۵
بازگشتِ تلاوت	۳۲۶
غلام کی دعا کی فوری قبولیت	۳۲۷
لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کی کرامت	۳۲۸
سیلاب اور روضۂ اقدس	۳۲۸
مسروقہ رقم کی برآمدگی	۳۲۹
احاطۂ امامؑ پناہ گاہِ وحوش	۲۳۱
حمویہ کی خراسان کی حکومت کیلئے دُعا	۳۳۲
گُم شدہ فرزند کی بازیابی	۳۳۳
مسجدِ زرد	۳۳۴

بحار الانوار

باب ۱

ولادت، القاب، کنیت
نقش نگین اور آپ کی مادرِ گرامی کے مختصر حالات

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

(۱) ــــ نقش نگین

آپ کے رواۃ میں سے یونس کا بیان ہے کہ حضرت امام رضا علیہ السلام نے مجھ سے خود فرمایا کہ میری انگوٹھی کے نگینہ پر "ماشاء اللہ ولا قوۃ الا باللہ" کندہ ہے۔

(الکافی جلد ۶ صـ ۴۷۳)

نیز حسین بن خالد نے بھی امام علیہ السلام سے ایسی ہی روایت نقل کی ہے۔

(۲) ــــ تاریخ ولادت و وفات

کتاب کافی میں ہے کہ آپ کی ولادت ۱۴۸ھ میں اور وفات ماہ صفر ۲۰۳ھ میں ہوئی، وقتِ وفات آپ کا سنِ مبارک پچپن سال کا تھا۔ اگرچہ آپ کی تاریخہائے ولادت و وفات میں اختلاف ہے، مگر انشاء اللہ تعالیٰ مندرجہ بالا تاریخیں معتبر ہیں۔ آپ کی والدۂ گرامی ام ولد تھیں اور ان کو ام البنین کہہ کر پکارا جاتا تھا۔ (الکافی جلد ۱ صـ ۴۸۶)

(۳) ــــ جائے ولادت و مقامِ دفن وغیرہ

کمال الدین ابن طلحہ کا بیان ہے کہ آپ کی ولادت آپ کے جدِ بزرگوار حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی وفات کے پانچ سال بعد ۱۱ ذی الحجہ ۱۵۳ھ میں ہوئی، آپ کی والدہ امِ ولد تھیں جن کا اسمِ گرامی خیزران مرسیہ تھا، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اسمِ گرامی شقرا نوبیہ تھا

بعض کہتے ہیں کہ آپ کا نام اروی اور لقب شقرا تھا۔ نیز خود امام علیہ السلام کی کنیت ابوالحسن تھی اور آپ کے القاب، الرضا، الصابر، الرضی، الوفی ہیں جن میں سب سے زیادہ مشہور الرضا ہے۔ (کشف الغمہ جلد ۳ ص ۸)

چونکہ آپ کی وفات ۲۰۳ھ یا ۲۰۲ھ کے اندر عہد مامون میں ہوئی۔ اس حساب سے آپ کی عمر، وقتِ وفات ۴۹ سال کی تھی۔ آپ کی قبر مبارک خراسان کے ایک خطہ طوس میں ہے جو مشہدِ مقدس کے نام سے مشہور ہے۔ آپ نے اپنی زندگی کے چوبیس سال اور چند مہینے اپنے پدر بزرگوار حضرت امام موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کے ساتھ بسر کیے اور رہکر اُن کی وفات کے بعد پچیس ۲۵ سال زندہ رہے

حافظ عبدالعزیز کا بیان ہے کہ آپ کی ولادت ۱۵۳ھ میں اور وفات ۲۰۶ھ عہدِ مامون میں مقامِ طوس پر ہوئی اور قبرِ مطہر بھی وہیں طوس میں ہے اور آپ کی مادرِ گرامی سکینہ نوبیہ تھیں اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آپ مدینہ منورہ میں ۱۴۸ھ کے اندر پیدا ہوئے اور طوس کے اندر ہی ۲۰۳ھ میں وفات پائی۔ اس طرح وقتِ وفات آپ کی عمر ۵۵ سال کی تھی۔ آپ کی مادرِ گرامی اُمِ ولد تھیں جن کا اسمِ گرامی اُم البنین تھا۔ (کشف الغمہ جلد ۳ ص ۹۰)

(۴) ——— حضرت امام رضا علیہ السلام مدینہ منورہ میں ۱۴۸ھ کے اندر پیدا ہوئے اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آپ اپنے جدِ بزرگوار حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی وفات سے پانچ سال بعد ۱۱ ذی القعدہ روزِ پنجشنبہ یا جمعہ ۱۵۳ھ میں پیدا ہوئے۔ آپکی والدہ اُم ولد تھیں جن کا اسمِ گرامی تجمہ تھا۔ مگر کوئی ان کو ام البنین کہتا، کوئی سکن نوبیہ کہتا اور کوئی تکتم کہتا تھا۔

امام علیہ السلام کی وفات ماہِ صفر کے آخری دنوں میں طوس کے اندر ایک قریہ میں ہوئی جس کا نام سناباد تھا۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپ کی وفات یوم جمعہ ۲۳ رمضان ۲۰۳ھ میں ہوئی اور وقتِ وفات آپ کی عمر ۵۵ سال تھی۔ آپ کا دورِ امامت اور اپنے پدرِ بزرگوار کی جانشینی کی مدت بیس ۲۰ سال ہے۔

آپ کے دورِ امامت میں ہارون رشید کی حکومت کا بقیہ حصہ تھا۔ اس کے بعد محمد امین کی تین سال پچیس ۲۵ دن کی حکومت، پھر اس کو معزول کر کے اس کا چچا ابراہیم بن مہدی المعروف بہ ابن شکلہ ۲۴ دن حکومت پر قابض رہا۔ مگر جب محمد امین نے دوبارہ چڑھائی کی تو لوگوں نے اس کی بیعت پھر کرلی۔ مگر اس کو دوبارہ عنانِ حکومت ہاتھ میں لیے ہوئے فقط ایک سال سات مہینے ہوئے تھے کہ طاہر بن حسین نے امین کو قتل کر دیا۔ اس کے بعد مامون عبداللہ بن ہارون نے بیس سال تک حکومت کی اور اسی کے دورِ حکومت میں آپ نے شہادت پائی۔

⑤ ـــ آپ کے لقب "رضا" کی وجہ تسمیہ

البزنطی کا بیان ہے کہ میں نے امام نہم حضرت امام محمد تقی جواد علیہ السلام سے عرض کیا کہ آپ کے مخالفین کے ایک گروہ کا خیال ہے کہ آپ کے پدرِ بزرگوار کو مامون نے رضا کا لقب اس لیے دیا تھا کہ آپ اس کی ولیعہدی پر راضی ہو گئے تھے۔ آپ نے فرمایا خدا کی قسم وہ لوگ یہ جھوٹ بول کر گناہ میں مبتلا ہوتے ہیں۔ ایسا نہیں ہے، بلکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس نام سے موسوم کیا تھا۔ اس لیے کہ آپ آسمانوں پر خدا کی خدائی اور زمین پر رسولِ اکرم اور ان کے بعد ائمۂ طاہرین کی خلافت پر راضی اور خوش تھے۔

راوی کا بیان ہے کہ میں نے آپ کا یہ جواب سن کر پھر عرض کیا کہ، کیا آپ کے گزشتہ آباء و اجداد میں سے ہر ایک خدا کی خدائی اور رسولِ اکرم اور اُن کے بعد ائمۂ طاہرین کی خلافتِ ارضی پر راضی و خوش تھے؟... آپ نے فرمایا، ہاں ہاں سب راضی و خوش تھے..... میں نے عرض کیا، پھر ان سب کے اندر صرف آپ کے پدرِ بزرگوار کو رضا کا نام دیا گیا۔؟.... آپ نے ارشاد فرمایا، اس لیے کہ جس طرح آپ کے موافقین اور دوستدار آپ کی امامت پر راضی تھے اسی طرح آپ کے دشمن اور مخالفین بھی آپ کی ولیعہدی پر راضی ہو گئے تھے اور یہ بات آپ کے آباءِ کرام میں سے کسی کو میسّر نہ تھی، اس لیے ان سب میں سے صرف میرے پدرِ بزرگوار رضا کے نام سے موسوم ہوئے۔

(عیون اخبار الرضا جلد ۱ ص۱۳)

- علل الشرائع جلد ۱ ص۲۲۶ پر علی بن ابراہیم سے اور معانی الاخبار ص۶۵ پر مرسلہ اسی کے مثل روایت مذکور ہے۔

⑥ ـــ سلیمان بن حفص کا بیان ہے کہ حضرت امام موسیٰ بن جعفر علیہ السلام بھی اپنے فرزند علیؑ کو رضا کے نام ہی سے پکارتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ میرے فرزند رضا کو بلاؤ یا میں نے اپنے فرزند رضا سے یہ کہا، یا میرے فرزند رضا نے مجھ سے یہ کہا اور جب آپ اپنے فرزند کو مخاطب کرتے تو فرماتے یا ابوالحسن! (عیون اخبار الرضا جلد ۱ ص۱۴)

⑦ ـــ آپ کی والدۂ گرامی کے حالات

عون بن محمد کندی کا بیان ہے کہ میں نے ابوالحسن علی بن میثم کو یہ کہتے ہوئے سنا ائمۂ طاہرین اور ان کے مناکحات کے متعلق مجھ سے زیادہ جاننے والا کوئی نہیں ہے اس کا بیان ہے کہ حضرت امام موسیٰ بن جعفر علیہما السّلام) کی والدۂ گرامی حمیدہ مصفاۃ نے جو

خود اشرافِ عجمؑ سے ایک معزز خاتون تھیں، ایک ایسی کنیز خریدی جو عرب ہی میں پیدا ہوئی تھی اور ان ہی کے بچوں میں پلی بڑھی تھی، ان ہی کے آداب و اطوار سیکھے تھے۔ اس کا نام تکتم تھا۔ وہ عقل و فہم، دین و دیانت کے لحاظ سے بہترین عورت تھی، نیز اپنی مالکہ حمیدہ مصفاة کی اتنی تعظیم و عزت کرتی کہ جب سے اُنھوں نے اس کو خریدا اُن کے سامنے کبھی نہیں بیٹھی۔ ایک دن حمیدہ مصفاة نے اپنے فرزند حضرت امام موسیٰ بن جعفر علیہ السلام سے کہا۔ اے فرزند میں نے اس کنیز سے بہتر کوئی کنیز نہیں پائی، مجھے یقین ہے کہ اگر اس سے نسل کا سلسلہ قائم ہو تو اللہ اس کی نسل کو پاک و طاہر بنائے گا۔۔۔۔ لو! یہ کنیز میں تمھیں ہبہ کرتی ہوں، اور تم سے وصیت کرتی ہوں کہ اس کا بہت خیال رکھنا۔ جب تکتم کے بطن سے حضرت امام علی رضا علیہ السلام پیدا ہوئے تو تکتم کا نام طاہرہ ہوگیا۔

راوی کا بیان ہے کہ حضرت امام رضا علیہ السلام ایامِ رضاعت میں اپنی والدہ کا دودھ بہت پیا کرتے، اور ہر طرح سے صحت مند و تنومند تھے، تو ان کی والدہ تکتم طاہرہ نے کہا کہ میری مدد کے لیے ایک دودھ پلانے والی چاہیے۔۔۔ کہا گیا کہ، کیوں، کیا تمھارے دودھ میں کمی ہے؟۔۔۔۔ اُنھوں نے جواب دیا نہیں، خدا کی قسم میں جھوٹ نہ بولوں گی۔ میرے دودھ میں کمی نہیں ہے، بلکہ بات یہ ہے کہ میں چند اوراد و وظائف اور نماز و تسبیحات کے پڑھنے کی عادی تھی، لیکن جب سے یہ بچہ پیدا ہوا ہے اس میں کمی آگئی ہے۔ (عیون اخبار الرضا)

(۸) ـــــ علی بن میثم نے اپنے باپ سے روایت کی ہے کہ جب حضرت امام موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کی والدہ حضرت حمیدہ نے حضرت امام رضا علیہ السلام کی والدہ نجمہ کو خریدا تو حمیدہ کا بیان ہے کہ میں نے ایک دن خواب میں دیکھا کہ حضرت رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ "اے حمیدہ! یہ تیری کنیز نجمہ تیرے فرزند موسیٰ کے لیے مخصوص ہے۔ اس کے بطن سے ایک ایسا بچہ پیدا ہوگا جو تمام اہلِ زمین میں سب سے بہتر ہوگا۔۔۔۔ تو حسبِ ہدایت حضرت رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، میں نے نجمہ کو اپنے فرزند موسیٰؑ کو ہبہ کردیا اور جب اس کے بطن سے امام رضا علیہ السلام پیدا ہوئے تو نجمہ کا نام طاہرہ رکھدیا گیا۔۔۔۔ الغرض، اُن کے بہت سے نام ہیں جن میں نجمہ۔ اروی۔ سکن۔ سمان اور تکتم بھی ہیں اور تکتم ان کا آخری نام ہے۔

علی بن میثم کا بیان ہے کہ میں نے اپنی ماں کو کہتے ہوئے سُنا ہے کہ جب جناب حمیدہ نے جناب نجمہ کو خریدا تو نجمہ باکرہ تھیں۔ (عیون اخبار الرضا ص ۱۶-۱۰)

(۹) ـــــ صولی کا بیان ہے کہ حضرت ابوالحسن الرّضا کا اصل نام نامی علیؑ بن موسیٰ بن جعفر بن محمّد بن علی بن حسین بن علیؑ ابن ابی طالبؑ ہے۔ آپ کی والدۂ گرامی اُمِ ولد تھیں جن کا نام تکتم تھا اور

جب یہ حضرت ابوالحسن بن موسیٰ بن جعفر کی ملکیت میں آئیں، آپ کا یہی نام قائم رہ گیا۔
(عیون اخبار الرضا جلد اص ۱۴)

(۱۰) ــــ حضرت امام رضا علیہ السلام کا نقشِ خاتم " ولی اللہ " تھا۔

(۱۱) ــــ ہشام بن احمد کا بیان ہے کہ حضرت ابوالحسن اول (یعنی حضرت امام موسیٰ بن جعفر علیہ السلام) نے مجھ سے پوچھا کیا تمھیں معلوم ہے کہ یہاں اہلِ مغرب کا تاجر آیا ہے۔ میں نے عرض کیا نہیں، مجھے تو نہیں معلوم...... آپ نے فرمایا کہ ایک تاجر آیا ہے تم میرے ساتھ اس کے پاس چلو۔ یہ فرما کر آپ اپنی سواری پر بیٹھے اور میں بھی سواری پر سوار ہو کر آپ کے ساتھ چلا۔ جب ہم اُس تاجر کے پاس پہونچے تو دیکھا کہ واقعاً وہ مغرب کا رہنے والا ایک تاجر ہے اور اس کے پاس فروخت کے لیے چند کنیزیں ہیں۔ حضرت موسیٰ بن جعفر علیہ السلام نے اُس تاجر سے فرمایا، اپنی کنیزیں ہمیں بھی دکھاؤ..... تو اُس نے ہمارے سامنے یکے بعد دیگرے نو کنیزیں پیش کیں۔ مگر آپ ہر ایک کو دیکھ کر یہی فرماتے رہے.... یہ مجھے نہیں چاہیے..... پھر اُس تاجر سے فرمایا، کوئی اور دکھاؤ.... اُس نے کہا، اب تو میرے پاس کوئی کنیز نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا، ہاں ابھی اور کنیز بھی ہے وہ بھی مجھے دکھاؤ..... اُس نے کہا، اب خدا کی قسم صرف ایک کنیز ہے۔ مگر وہ بیمار ہے..... آپ نے فرمایا..... تمہارا اُس کے دکھلانے میں کیا حرج ہے..... آپ نے بہت اصرار فرمایا مگر وہ انکار ہی کرتا رہا۔ بالآخر، آپ وہاں سے واپس تشریف لے آئے۔

پھر آپ نے دوسرے دن مجھے روانہ کیا، اور فرمایا کہ اس تاجر سے جا کر پوچھو کہ آخر وہ اس کنیز کی کیا قیمت چاہتا ہے... اور جب وہ قیمت بتا دے تو اُس سے کہنا کہ میں نے تمہاری منھ مانگی قیمت پر اس کو خریدا....... امام علیہ السلام کی اس ہدایت پر میں اُس تاجر کے پاس گیا... اور اُس سے قیمت معلوم کی۔ اُس نے جو قیمت مجھے بتائی، اُسی قیمت پر میں نے اُس کنیز کو خرید لیا۔ تاجر نے کنیز کو میرے حوالے کیا اور دریافت کیا کہ کل جو بزرگوار آپ کے ہمراہ آئے تھے وہ کون تھے۔؟..... میں نے کہا، وہ قبیلۂ بنی ہاشم کی ایک بزرگ ترین ہستی ہیں..... اُس نے آپؑ کا حسب و نسب پوچھنا چاہا، لیکن میں نے انکار کیا۔

اُس نے کہا، اچھا، اب اس کنیز کے متعلق بھی تھوڑا سُن لو۔ جب میں نے اسے ملک مغرب کے انتہائی دور دراز مقام سے خریدا، تو میرے پاس اہلِ کتاب میں سے ایک عورت آئی اور بولی؛ یہ کنیز تیرے پاس کیسی ہے؟ میں نے کہا، کہ میں نے خود اپنے لیے اس کو خریدا ہے۔ اُس نے کہا، نہیں نہیں، یہ کنیز ایسی نہیں جو تجھ جیسے کے پاس رہے۔ یہ تو اس قابل ہے کہ کسی ایسے

شخص کے پاس رہے جو ساری روئے زمین پر سب سے بہتر ہو اور اُس کے پاس بھی تھوڑے ہی دنوں میں اِس کے بطن سے ایک ایسا بچہ پیدا ہوگا جس کے سامنے شرق سے غرب تک تمام روئے زمین کے لوگ پست اور کم رُتبہ نظر آئیں گے۔

راوی کہتا ہے کہ میں اس کنیز کو لے کر امام ع کی خدمت میں حاضر ہوا اور کچھ ہی عرصہ بعد اُس کنیز کے بطن سے حضرت امام رضا علیہ السلام پیدا ہوئے۔ (عیون اخبار الرضا ص۱۷)

کتاب الخرائج والجرائح ص۲۳۵ پر ہشام بن احمر سے اور کتاب الارشاد میں ص۲۸۷ ص۲۸۸ پر بھی ہشام بن احمر سے اسی کے مثل روایت ہے۔

(۱۲) ـــــــ محمد بن سنان سے روایت ہے کہ حضرت امام رضا علیہ السلام کی وفات ۲۰۶ھ میں اُس وقت ہوئی جب آپ ۴۹ سال چھ ماہ کے تھے۔ اس لیے کہ آپ کی ولادت حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی وفات کے پانچ سال بعد ۱۵۳ھ میں ہوئی تھی۔ آپ نے اپنے والد کے ساتھ دو ماہ کم پچیس سال گذارے۔ اس حساب سے آپ کی عمر ۴۹ سال چند مہینے بنتی ہے۔ آپ کی قبر مطہر خراسان کے شہر طوس میں ہے۔ آپ کی والدہ خیزران مرسیہ اُم ولد تھیں۔ انھیں شقرا نوبیہ بھی کہا جاتا ہے۔ ان کا نام اروی ام البنین بھی تھا۔

(۱۳) ـــــــ امام رضا علیہ السلام کو رضا، صادق، صابر، فاضل، قرۃ اعین المومنین اور غیظ الملحدین بھی کہا جاتا ہے۔ (عیون اخبار الرضا جلد۲ ص۲۵)

(۱۴) ـــــــ علی بن میثم نے اپنے باپ سے روایت کی ہے ان کے باپ کا بیان ہے کہ میں نے اپنی والدہ کو یہ کہتے ہوئے سُنا کہ حضرت امام رضا علیہ السلام کی والدہ نجمہ بیان کرتی تھیں کہ جب میرا فرزند علیؑ (رضا) میرے شکم میں تھا تو مجھے حمل کا بوجھ محسوس نہیں ہوتا تھا، مگر نیند کے عالم میں اپنے شکم سے تسبیح و تہلیل اور تمجید کی آوازیں سُنتی تو خوف سے چونک پڑتی اور بیدار ہو جاتی تو کوئی آواز نہ سُنتی تھی۔ جب میرا یہ فرزند پیدا ہوا تو اس نے فوراً اپنے قدم زمین پر رکھے اور دونوں ہاتھ زمین پر ٹیک دیے، سر آسمان کی طرف بلند تھا، دونوں لبوں کو حرکت تھی معلوم ہوتا جیسے کچھ کہہ رہا ہے۔ پھر میرے پاس اس کے والد حضرت امام موسیٰؑ بن جعفرؑ تشریف لائے اور فرمایا، اے نجمہ! تجھے یہ اللہ کا کرم مبارک ہو۔ میں نے اس بچّے کو ایک سفید پارچے میں لپیٹ کر انھیں دیدیا۔ آپ نے داہنے کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت کہی۔ پھر آپ فرات منگوا کر اس کے تالو میں لگایا اور مجھے دے دیا اور فرمایا، اسے لو، یہ زمین پر اللہ کی بقیہ امانت ہے۔

(۱۵) تاریخِ ولادت میں اختلاف

عتاب بن اسید کا بیان ہے کہ میں نے اہلِ مدینہ میں سے ایک جماعت کو کہتے ہوئے سُنا کہ حضرت امام رضا علیہ السلام اپنے جدِ امجد حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی وفات کے پانچ سال بعد یوم پنجشنبہ شبِ یازدہم ماہ ربیع الاول ۱۵۳ھ کو پیدا ہوئے۔

(عیون اخبار الرضا جلد ۱ ص ۱۸)

(۱۶) ــــ کتاب کفایۃ الطالب میں تحریر ہے کہ حضرت امام رضا علیہ السلام کی ولادت یوم پنجشنبہ ۱۱ ذی القعدہ ۱۴۸ھ کو ہوئی۔

(۱۷) ــــ ایک روایت میں ہے کہ آپ کی ولادت یوم جمعہ میں ہوئی۔ دوسری روایت میں ہے کہ آپ بروز پنجشنبہ ۱۱ ذی القعدہ ۱۴۸ھ میں پیدا ہوئے۔

(۱۸) ــــ کتاب الدروس میں ہے کہ آپ مدینہ میں ۱۴۸ھ میں پیدا ہوئے اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آپ روز پنجشنبہ ۱۱ ذی القعدہ کو پیدا ہوئے۔

(۱۹) ــــ تاریخ الغفاری میں لکھا ہے کہ آپ یوم جمعہ ۱۱ ذی القعدہ میں تولد ہوئے۔

(۲۰) ــــ "ارشاد" شیخ صدوق علیہ الرحمہ میں تحریر ہے کہ حضرت امام رضا علیہ السلام ۱۴۸ھ میں بمقام مدینہ منورہ پیدا ہوئے۔

(۲۱) کنیت والقاب

کتاب المناقب میں تحریر ہے کہ حضرت علیؑ ابن موسیٰؑ بن جعفرؑ بن محمدؑ بن علیؑ بن الحسینؑ بن علیؑ بن ابی طالبؑ کی کنیت عام طور پر تو ابوالحسن تھی مگر خاص کنیت ابوعلی تھی

اور آپ کے القاب۔ سراج اللہ، نور الہدیٰ، قرۃ اعین المومنین۔

مکیدۃ الملحدین، کفو الملک، کافی الخلق، رب السریر، رئاب التدبیر، فاضل۔

صابر، وفی، صدیق اور رضی ہیں۔

احمد بزنطی کا بیان ہے کہ آپ کو "رضا" اس لیے کہا جاتا ہے کہ آپ آسمانوں میں خدا کی خدائی اور زمین میں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت اور ائمۂ طاہرین علیہم السلام کی امامت پر راضی تھے۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپ کا نام "رضا" اس لیے ہو گیا کہ موافق و مخالف دونوں سے آپ سے راضی تھے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ آپ کا نام "رضا" اس لیے ہوا کہ مامون رشید آپ کی

ولیعہدی پر راضی ہو گیا تھا۔

آپ کی والدہ اُمِ ولد تھیں۔ جن کو کبھی سکن نوبیہ کہا جاتا، کبھی خیزران مرسیہ کہا جاتا اور کبھی نجمہ کہہ کر پکارا جاتا تھا۔ یہ روایت میثم کی ہے کہ ان کو صفرا بھی کہا جاتا۔ ان کا نام اردی اُم البنین تھا، مگر جب حضرت امام رضا علیہ السلام کی ولادت ہوئی تو اُن معظمہ کا نام طاہرہ ہو گیا۔

آپ بروز جمعہ بمقام مدینہ منورہ پیدا ہوئے۔ اور کہا گیا ہے کہ آپ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی وفات کے پانچ سال بعد بروز پنجشنبہ ۱۱ ربیع الاول ۱۵۳ھ میں پیدا ہوئے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپ ۱۵۱ھ میں پیدا ہوئے۔

اس طرح آپ کا عہدِ امامت ہارون رشید کا بقیہ دورِ حکومت میں رہا، اس کے بعد امین کی حکومت تین سال اٹھارہ دن۔ پھر مامون کی حکومت بیس سال تین ماہ بیس دن رہی، اور اس نے اپنے اسی دورِ حکومت میں ۵ ماہ رمضان ۲۰۱ھ کو حضرت امام رضا علیہ السلام کی مرضی کے خلاف آپ کی ولیعہدی کی بیعت لی۔ اور ۲۰۱ھ کے ابتدا ہی میں اپنی دختر اُمِ حبیب کا عقد آپ سے کیا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ عقد ۲۰۳ھ میں ہوا اور اس وقت آپ کا سنِ مبارک پچپن سال کا تھا۔

ابنِ ہمام کا بیان ہے کہ آپ کا سنِ مبارک اُس وقت اُنچاس ۴۹ سال چھ ماہ یا چار ماہ کا تھا۔ اور جب آپ نے امرِ امامت سنبھالا تو اُس وقت آپ کی عمر اُنتیس ۲۹ سال دو ۲ ماہ تھی۔ آپ نے اپنے والدِ بزرگوار کے ساتھ اُنتیس ۲۹ سال کچھ ماہ گذارے۔ اُن کی وفات کے بعد آپ کی امامت کا عہد بیس ۲۰ سال رہا۔ اور آپ کے صرف ایک صاحبزادے حضرت امام محمد تقی جواد علیہ السلام تھے۔

آپ کی قبرِ مطہر خراسان کے ایک شہر طوس میں ہے اور اُس قُبہ میں ہے جہاں ہارون رشید مدفون ہے۔ آپ کی قبرِ مطہر ہارون رشید کی قبر کے پہلو میں قبلہ کی جانب ہے۔ دراصل یہ جگہ پہلے حمید بن قحطبہ طائی کا مکان تھا جو اس قریہ میں واقع تھا جس کا نام سناباد تھا اور یہ قریہ نوقان کے قریوں میں سے ایک قریہ تھا۔

بحار الانوار

باب ۲

آپؑ کی امامت پر خصوصی نصوص

(۱) نصِ رسولِ اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم

یزید بن سلیط زیدی کا بیان ہے کہ ایک دن میں حضرت امام موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ جس طرح آپ کے پدر بزرگوار نے اپنے بعد کیلئے آپ کی امامت کے متعلق نص فرما دی تھی اسی طرح آپ بھی بتائیں کہ آپ کے بعد امام کون ہوگا ۔ ؟

آپ نے ارشاد فرمایا، سنو! میرے والد بزرگوار کا زمانہ اور تھا لیکن یہ زمانہ اور ہے —— یزید کا بیان ہے کہ میں نے عرض کیا کہ آپ کے اس جواب کو جو مان لے اور خاموش ہو جائے اُس پر خدا کی لعنت —— یہ سُن کر آپ نے تبسّم فرمایا اور کہا، اچھا اے ابو عمارہ! میں تمھیں بتائے دیتا ہوں۔

جب میں اپنے گھر سے نکلا تو ظاہری طور پر میں نے اپنے فرزند کی وصایت میں اُن لوگوں کو بھی شریک کر دیا، مگر پوشیدہ طور پر میں نے تنہا اپنے فرزند علیؑ کو اپنا وصی بنایا ہے کیونکہ میں نے خواب میں دیکھا تھا کہ حضرت رسولِ اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم تشریف فرما ہیں، آپؐ کے ساتھ حضرت امیرالمومنین علیہ السلام بھی ہیں اور آپؐ کے پاس ایک انگوٹھی ہے، ایک تلوار ہے، ایک عصا ہے، کتابِ خدا ہے اور عمامہ ہے —— یہ دیکھ کر میں نے عرض کیا، کہ یہ سب کیا ہے۔

آپؐ نے ارشاد فرمایا، یہ عمامہ اللہ کی سلطنت کی علامت ہے، یہ تلوار اللہ کی عزّت وقوّت کی پہچان ہے، یہ کتاب اللہ کا نور ہے، یہ عصا، اللہ کی طاقت کا نشان ہے۔ اب رہ گئی یہ انگوٹھی، تو یہ مجموعی طور پر اِن سب چیزوں کی شناخت ہے —— اس کے بعد جناب رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ، اب یہ عہدۂ امامت تمہارے بعد تمہارے فرزند علیؑ کے پاس جائے گا۔

راوی کا بیان ہے کہ پھر آپؑ نے ارشاد فرمایا، اے یزید! دیکھو یہ بات تمھارے پاس ایک امانت ہے۔ یہ اُسی کو بتانا جو مردِ عاقل ہو، اللہ نے جس کے قلب کا ایمان سے امتحان لے لیا ہو، صادق ہو۔ نیز دیکھو! کبھی اس نعمتِ الٰہی سے انکار نہ کرنا۔ اگر کوئی گواہی چاہے تو گواہی دینا، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ "اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓى اَهْلِهَا" (سورۂ نساء آیت ۵۸) "اللہ تم لوگوں کو حکم دیتا ہے کہ امانتوں کو اُس کے اہل تک پہونچا دو"۔ —— اور دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ یہ ارشاد فرماتا ہے۔ "وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَتَمَ شَهَادَةً عِنْدَهٗ مِنَ اللّٰهِ ؕ" (سورۂ بقرۂ آیت ۱۴۰)

"اور اس شخص سے بڑھ کر ظالم کون ہے جو شہادت کو چھپائے جو اللہ کی طرف سے اُس کے پاس ودیعت ہے"۔ —— راوی کہتا ہے کہ پھر حضرت امام موسیٰ بن جعفر علیہ السلام نے بیان

کیا کہ اس کے بعد جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے میرے فرزند کے اوصاف بیان فرمائے اور ارشاد فرمایا کہ تمہارا فرزند علیؑ وہ ہے جو اللہ کے عطا کردہ نور سے دیکھتا ہے، اُس کے دیے ہوئے فہم سے سنتا ہے، اُس کی عنایت کردہ حکمت سے بولتا ہے، اُس کی رائے صائب ہے، وہ کبھی خطا نہیں کرتا۔ اُس میں علم ہے جہالت نہیں ہے۔ وہ علم و حلم سے لبریز ہے، اور اب بہت کم عرصہ تک تم اُس کے ساتھ رہو گے۔ یہ وہ بات ہوگی جو ابتک نہیں ہوئی تھی۔ لہٰذا اب جب تم اپنے سفر سے واپس جاؤ تو اپنے تمام اُمور کا دروبست کردو اور جو کچھ کر لینے کا ارادہ ہے اُسے کر لو۔ اس لیے کہ اب تم وہاں سے منتقل ہو کر دوسرے مقام پر جانے والے ہو۔ اپنے تمام بچوں کو جمع کرو، اُن کو بتاؤ اور ان پر اللہ کو گواہ بناؤ اور اللہ گواہی کے لیے بہت کافی ہے۔

پھر آپؑ نے فرمایا، اے یزید! میں اسی سال اُٹھا لیا جاؤں گا اور میرا فرزند علیؑ جس کا نام حضرت علیؑ ابن طالبؑ اور حضرت علیؑ ابن الحسینؑ کے نام پر رکھا گیا ہے۔ اس کو علیؑ اول کا فہم، اُن کا علم، اُن کی بصارت اور اُن کی رداعطا کردی گئی ہے۔ مگر فی الحال اُس کے لیے بولنا مناسب نہیں ہے۔ وہ ہارون رشید کی وفات کے چار سال بعد گویا ہوگا۔ جب یہ چار سال گذر جائیں تو اُن سے جو چاہنا دریافت کر لینا، وہ انشاء اللہ سب کا جواب دیں گے۔ (عیون اخبار الرضا جلد ۱ ص۲۳-۲۶)

• — کتاب کافی میں کلینی علیہ الرحمہ نے جلد ۱ ص۳۱۱ و ص۳۱۶ پر ابو الحکم سے اسی کے مثل روایت کی ہے۔

• — کتاب الامامۃ والتبصرہ میں علی ابن بابویہ نے بھی عبداللہ بن محمد شامی سے اسی کے مثل روایت کی ہے۔

(۲) — جانشینی کے بارے میں نصِ حضرت امام موسیٰؑ بن جعفرؑ

محمد بن اسماعیل بن فضل ہاشمی کا بیان ہے کہ میں حضرت امام موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کی خدمت میں بغرض عیادت گیا، آپ شدید بیمار تھے۔ میں نے عرض کیا ....."مولا! یہ فرمائیے کہ خدانخواستہ اگر وہ امر واقع ہو جائے جس کے نہ ہونے کی ہم لوگ اللہ سے دعا کرتے ہیں، تو پھر اس کے بعد ہم کس کی طرف رجوع کریں؟ ..... آپ نے ارشاد فرمایا۔ میرے فرزند علیؑ کی طرف۔ اُن کا لکھا، میرا لکھا ہے۔ وہ میرے بعد میرے جانشین اور وصی ہیں۔

(عیون الاخبار الرضا جلد ۱ ص۲۰)

(۳) — علی بن یقطین کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں حضرت امام موسیٰؑ بن جعفر علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا تو وہاں آپ کے فرزند علیؑ بھی موجود تھے۔ آپ نے مجھ سے فرمایا؛

اے علی بن یقطین! یہ میرا فرزند میری ساری اولاد کا سردار ہے۔ میں نے اپنی کنیت اِن کو دے دی...... یہ سُن کر ہشام بن سالم نے اپنا منہ پیٹ لیا اور کہا۔
"انا للہِ وانا الیہ راجعون" خدا کی قسم اس طرح مولا نے اپنی موت کی خبر دیدی۔
(عیون الاخبار الرضا جلد ۱ صـ ۲۱)

(۴) ـــــــ حسین بن نعیم صحاف سے روایت ہے کہ میں اور ہشام بن حکم اور علی بن یقطین بغداد میں تھے اور علی بن یقطین نے وہیں پر یہ واقعہ بیان کیا کہ ایک مرتبہ میں حضرت عبدالصالح امام موسیٰؑ بن جعفر علیہ السلام کی خدمت میں بیٹھا تھا کہ آپ کے فرزند حضرت علی ابن موسیٰ رضا علیہ السلام تشریف لائے۔ آپ نے فرمایا 'اے علی بن یقطین یہ میری اولاد میں سب کے سردار ہیں' میں نے اپنی کنیت تک ان کو دے دی ہے۔ یہ سُن کر ہشام نے اپنی ہتھیلی اپنی پیشانی پر ماری اور کہا' وائے ہو تم پر یہ تمھارے منھ سے کیسے نکلا..... علی بن یقطین نے کہا خدا کی قسم' میں نے تو جو کچھ سُنا تھا وہی تم سے کہا ہے۔ (اپنی طرف سے تو نہیں کہا ہے)....
ہشام نے کہا' تو پھر سنو! اس کا مطلب یہ ہے کہ اب امرِ امامت اُن کے بعد اُن کے صاحبزادے علیؑ کو منتقل ہونے والا ہے۔ (عیون الاخبار الرضا جلد ۱ صـ ۲۱)
غیبۃ شیخ طوسی صـ ۲۷ اور کافی جلد ۱ صـ ۳۱۱ میں ابن محبوب سے اسی کے مثل روایت ہے۔
کتاب الارشاد ابن قولویہ صـ ۲۸۵ میں کلینی سے اسی کے مثل روایت مرقوم ہے۔

(۵) ـــــــ علی بن یقطین کا بیان ہے کہ حضرت امام موسیٰؑ بن جعفر علیہ السلام نے ابتدا بہ کلام فرماتے ہوئے کہا' دیکھو! یہ میری اولاد میں سب سے بڑے فقیہ ہیں اور یہ فرما کر آپ نے اپنے ہاتھ سے حضرت امام رضا علیہ السلام کی طرف اشارہ فرمایا اور کہا' میں نے اپنی کُنیت تک ان کو دے دی ہے۔ (عیون الاخبار الرضا جلد ۱ صـ ۲۲)

(۶) ـــــــ منصور بن یونس کا بیان ہے کہ میں ایک مرتبہ خدمت بابرکت حضرت ابوالحسنؑ یعنی حضرت امام موسیٰ بن جعفر علیہ السلام میں حاضر ہوا..... آپ نے ارشاد فرمایا۔ اے منصور! تمھیں نہیں معلوم کہ آج میں نے کیا کیا؟...... میں نے عرض کیا نہیں۔....... آپ نے ارشاد فرمایا' آج میں نے اپنے بعد کے لیے اپنے فرزند علیؑ کو اپنا وصی اور ولیعہد بنا دیا تم اُن کے پاس جاؤ اور انھیں اِس کی تہنیت دو' اور انھیں یہ بھی بتا دو کہ میں نے تمھیں اس تہنیت کا حکم دیا ہے۔
راوی کا بیان ہے کہ پھر میں حضرت امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں پہونچا اور عرض کیا کہ آپ کے پدر بزرگوار نے مجھے اس تہنیت کے ادا کرنے کا حکم دیا ہے۔

مگر اس کے بعد ہی منصور حضرت امام رضا علیہ السلام کی امامت کا منکر ہو گیا اور امامؑ کے جو اموال اس کے قبضہ میں تھے ان کو اُس نے خورد برد کر لیا۔ (عیون الاخبار الرضا جلد ا صـ۲)

• رجال کشی میں خشناب سے اسی کے مثل روایت ہے۔ (رجال کشی صـ۲۹۸)

(۷) ـــــ داؤد رقی کا بیان ہے کہ میں نے حضرت ابوابراہیم (حضرت امام موسیٰؑ بن جعفرؑ کی دوسری کُنیت) سے عرض کیا کہ میں آپ پر قربان، میں کبیر السّن ہو چکا ہوں، مجھے یہ تو بتا دیجیے کہ آپ کے بعد امام کون ہوگا؟ راوی کا بیان ہے کہ آپ نے حضرت امام رضا علیہ السلام کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ میرے بعد یہ تم لوگوں کے امام و آقا ہوں گے۔ (عیون الاخبار الرضا جلد ا صـ۲۳)

(۸) ـــــ یہ دوسری روایت بھی داؤد رقی کی ہے۔ اس کا بیان ہے کہ میں نے حضرت ابوابراہیمؑ سے عرض کیا کہ میں بہت بوڑھا ہو چکا ہوں اور ڈرتا ہوں کہ کہیں اچانک حادثۂ موت کا شکار نہ ہو جاؤں اور آپ سے ملاقات نہ کر سکوں، لہٰذا، یہ ارشاد فرمائیے کہ آپ کے بعد امام کون ہوں گے؟... آپ نے ارشاد فرمایا کہ میرا فرزند علیؑ"۔ (عیون الاخبار الرضا جلد ا صـ۲۳)

(۹) ـــــ سلیمان مرزوی کا بیان ہے کہ میں ایک مرتبہ حضرت ابوالحسن موسیٰؑ بن جعفرؑ کی خدمت میں حاضر ہوا، اور یہ دریافت کرنے کا ارادہ کیا کہ اُن کے بعد خلق پر حجّتِ خدا کون ہوں گے۔ مگر اُنھوں نے میرے دریافت کرنے سے پہلے خود ہی فرمایا کہ اے سلیمان میرا فرزند علیؑ میرا وصی ہے اور میرے بعد لوگوں پر حجّتِ خدا ہے، وہ میری اولاد میں سب سے افضل ہے۔ اگر تم میرے بعد زندہ رہو تو میرے شیعوں، میرے دوستوں اور اُن لوگوں کے سامنے گواہی دینا جو یہ معلوم کرنا چاہتے ہوں کہ میرے بعد میرا جانشین کون ہے؟

(عیون الاخبار الرضا صـ۲۶ ج ۱)

(۱۰) ـــــ علی بن عبداللہ ہاشمی کا بیان ہے کہ ہم، ہمارے قرابتداروں اور دوستوں میں سے تقریباً ساٹھ افراد قبرِ رسولؐ پر موجود تھے کہ اسی اثنا میں حضرت ابوابراہیم موسیٰؑ بن جعفرؑ اپنے فرزند علیؑ کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیے ہوئے تشریف لائے اور فرمایا۔ تم لوگ جانتے ہو میں کون ہوں؟ ہم سب نے عرض کیا، آپ ہمارے سید و سردار ہیں۔ فرمایا، میرا نام و نسب بتاؤ۔؟ ہم نے بیک زبان عرض کیا، آپ حضرت موسیٰؑ بن جعفرؑ ہیں۔ پوچھا کہ اور یہ میرے ساتھ کون ہیں۔ ہم نے عرض کیا، یہ حضرت علیؑ بن موسیٰؑ بن جعفرؑ ہیں۔ پھر آپ نے ارشاد فرمایا کہ تم لوگ گواہ رہنا کہ یہ میری زندگی میں میرے وکیل اور میری وفات کے بعد میرے وصی ہیں۔ (عیون الاخبار الرضا صـ۲۶)

(۱۱) ـــــ عبداللہ ابن مرحوم کا بیان ہے کہ میں مدینہ کے ارادے سے بصرہ سے نکلا۔ ابھی راستہ ہی میں تھا کہ اتفاقاً حضرت ابوابراہیم علیہ السلام سے ملاقات ہوگئی۔ آپ بصرہ تشریف لے جا رہے تھے۔ اُنھوں مجھے آدمی بھیج کر بُلایا، میں حاضرِ خدمت ہوا، تو آپ نے مجھے ایک خط دیا، اور فرمایا کہ اسے مدینہ

پہونچا دینا . . . . میں نے عرض کیا کہ میں آپ پر قربان ۔ یہ آپ کا خط میں کس کو دوں ؟ . . . فرمایا میرے فرزند علیؑ کو دینا ، وہ میرے وصی ہیں ، میرے اُمور کے انجام دہندہ اور میری اولاد میں سب سے بہتر و افضل ہیں ۔ (عیون الاخبار الرضاج ۱ ص۲۷)

(۱۲) ═══ عبداللہ بن حارث جن کی ماں اولادِ جعفرؑ بن ابی طالبؑ سے تھیں ، کا بیان ہے کہ : حضرت ابوابراہیم علیہ السلام نے ہم لوگوں کے پاس اپنا آدمی بھیجا اور ہمیں جمع کیا ، پھر فرمایا . . . . کیا تمھیں معلوم ہے کہ ہم نے تمھیں کیوں جمع کیا ہے ؟ . . . . . ہم نے جواب دیا ، نہیں ۔ . . . فرمایا کہ تم سب گواہ رہو کہ میرا یہ فرزند علیؑ میرا وصی ، میرے اُمور کو انجام دینے والا اور میرے بعد میرا جانشین ہے ۔ اب اگر مجھ پر کسی کا قرض ہے تو وہ میرے اِس فرزند سے لے ، اگر میں نے کسی سے کوئی وعدہ کیا ہے تو وہ اِس سے پورا کرائے اور اگر کسی کو مجھ سے بغیر ملے چارہ نہ ہو ، تو وہ بغیر اس کی تحریر کے مجھ سے نہیں مل سکتا ۔ (عیون الاخبار الرضا جلد ۱ ص۲۷)

الارشاد ص۲۸۶ ۔ کافی جلد ۱ ص۳۱۲ اور غیبۃ طوسی میں مخزومی سے جن کی ماں اولادِ جعفرؑ بن ابیطالبؑ سے تھیں اسی کے مثل روایت ہے ۔

(۱۳) ═══ محمد بن زید ہاشمی سے روایت ہے کہ اُنھوں نے کہا کہ اب شیعہ حضرت علیؑ ابن موسیٰؑ (رضا) کو اپنا امام تسلیم کریں گے . . . . میں نے پوچھا وہ کیسے ؟ . . . . تو جواب دیا کہ حضرت موسیٰؑ بن جعفرؑ نے اُن کو بُلا کر اپنا وصی بنا دیا ہے ۔ (عیون الاخبار الرضا جلد ۱ ص۲۷)

(۱۴) ═══ اولادِ علیؑ و فاطمہؑ کی گواہی

حیدر بن یعوب کا بیان ہے کہ ہم لوگ مدینہ کے ایک معروف مقامِ قبا میں تھے اور وہیں محمدؑ بن زیدؑ بن علیؑ بھی رہتے تھے ۔ ایک دن وہ جس وقت معمولاً ہمارے پاس آیا کرتے تھے ، تاخیر سے آئے تو ہم نے پوچھا ، آقا ہماری جانیں آپ پر قربان ہوں ، تاخیر سے آنے کا کیا سبب ہے ؟ فرمایا کہ آج اولادِ علیؑ و فاطمہؑ میں سے ہم سترہ آدمیوں کو حضرت ابوابراہیمؑ نے بُلایا تھا ، اور آپؑ نے اپنے فرزند علیؑ کو اپنی زندگی میں اپنا وکیل اور مرنے کے بعد اپنا وصی مقرر کرنے پر ہم سب کو گواہ بنایا ہے ۔ اور یہ امر اُنؑ کے اور علیؑ کے لیے مناسب و جائز تھا ۔

پھر محمد بن زیدؑ نے کہا ، اے حیدر آج اُن کے فرزند کے لیے بیعتِ امامت ہو گئی ۔ اب اُن کے بعد شیعہ اُن کے فرزند علیؑ کو اپنا امام کہیں گے . . .

میں نے عرض کیا ، اللہ حضرت ابوابراہیمؑ کو سلامت رکھے یہ تو کوئی بات نہیں ہے ۔ اُنھوں نے جواب دیا ، اے حیدر ! جب اُن کو وصی بنا دیا گیا تو اس کا مطلب یہی ہے کہ

امامت بھی اُن کے سپرد کردی گئی ۔ ۔ ۔ علی بن حکم کا بیان ہے ، مگر حیدر کو مرتے دم تک اس میں شک ہی رہ گیا۔ (عیون الاخبار الرضا جلد ۱ صـ ۲۸)

(۱۵) ــــــ عمائدینِ مدینہ کی گواہی

عبدالرحمٰن بن حجاج کا بیان ہے کہ حضرت ابوالحسن موسیٰ بن جعفرؑ نے اپنے فرزند علیؑ کو اپنا وصی بنایا اور اس کے لیے ایک تحریر لکھی اور اس تحریر پر مدینہ کے عمائدین میں سے ستر آدمیوں کو گواہ بنایا۔ (عیون الاخبار الرضا جلد ۱ صـ ۲۸)

(۱۶) ــــــ حسین بن بشیر کا بیان ہے کہ حضرت ابوالحسن موسیٰ بن جعفرؑ نے اپنے فرزند علیؑ کو اپنا قائم مقام بنایا، جس طرح حضرت رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام کو یومِ غدیرِ خُم اپنا قائم مقام بنایا تھا۔ (عیون الاخبار الرضا جلد ۱ صـ ۲۹-۲۸)

(۱۷) ــــــ حسن بن علی الخزاز کا بیان ہے کہ ہم لوگوں کا قافلہ مکّہ سے نکلا تو ہمارے ہمراہ علی بن ابی حمزہ بھی تھا اور اس کے ساتھ بہت سا مال و متاع بھی تھا۔ ہم نے پوچھا یہ کیا ہے ؟ ۔ ۔ ۔ تو اس نے جواب دیا کہ یہ حضرت عبدالصالح علیہ السلام (امام موسیٰ بن جعفرؑ) کا سامان ہے۔ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں اسے اُن کے فرزند علیؑ کو پہونچا دوں۔ اُنھوں نے اُن کو اپنا وصی مقرر فرمادیا ہے۔

• صدوق علیہ الرحمہ کہتے ہیں کہ، مگر علی بن ابی حمزہ حضرت امام موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کی وفات کے بعد اس سے منکر ہوگیا اور اُس نے وہ مال حضرت امام علیؑ رضا کو نہیں دیا۔ (عیون الاخبار الرضا جلد ۱ صـ ۲۹)

(۱۸) ــــــ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی نص

مسلمہ بن محرز کا بیان ہے کہ میں نے حضرت ابوعبداللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام سے عرض کیا کہ ایک مرد عجلی[۱] مجھ سے کہتا تھا کہ یہ بوڑھے بزرگ اب تم لوگوں کے لیے

---

[۱] بیان کیا جاتا ہے کہ عجلیہ نام کے دو فرقے ہیں پہلا مغیریہ ہے۔ جو مغیرہ بن سعید عجلی سے منسوب ہے، وہ اس کے قائل ہیں کہ اللہ تعالےٰ ایک نورانی انسان کی شکل کا ہے جسکے سر پر تاج ہے۔ وہ اس کے بھی قائل ہیں کہ امام منتظر زکریا بن محمد بن علی بن حسین بن علی علیہم السلام ہیں۔ وہ زندہ اور جبلِ حاجز میں مقیم ہیں۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ دوسرا فرقہ منصوریہ ہے جو ابومنصور عجلی کیطرف منسوب ہے۔ پہلے تو یہ شخص حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کا معتقد تھا، پھر انھیں چھوڑا اور خود دعویٰ امامت کرنے لگا۔ اس کے ماننے والوں کا خیال ہے کہ وہ آسمان پر چلا گیا۔
بہر حال روایت نمبر ۳۴ میں آئندہ آئے گا کہ ملا ودن بن سعید عجلی زیدیہ فرقے سے تعلق رکھتا تھا۔

کب تک باقی رہیں گے، بس یہی ایک یا دو سال میں تو مرہی جائیں گے، پھر ان کے بعد کوئی ایسا نہیں جس کی طرف تم لوگ نظر اُٹھا کر دیکھ سکو...... تو حضرت ابوعبداللہ علیہ السلام نے فرمایا، تم نے اس سے کیوں نہیں کہہ دیا کہ یہ موسیٰ بن جعفرؑ موجود ہیں اور سنِ بلوغ کو پہونچ چکے ہیں.... میں نے ان کے لیے ایک کنیز خریدی ہے جو ان کے لیے مباح ہوگی اور اس کنیز سے انشاء اللہ تعالیٰ ایک ایسا فرزند پیدا ہوگا جو اُن کا جانشین اور فقیہ ہوگا۔ (عیون الاخبار جلد ا ص ۲۹،۳۰)

(۱۹) ـــــــ اسمٰعیل بن خطاب کا بیان ہے کہ حضرت ابوالحسن (موسیٰ بن جعفرؑ) خود بغیر کسی کے دریافت کیے ہوئے اپنے فرزند علی رضا علیہ السلام کی مدح و ثنا کیا کرتے، اُن کی بہت تعریف کرتے، اور اُن کے ایسے فضائل اور خوبیاں بیان کرتے جو کسی اور کے لیے نہیں بیان کرتے تھے، غالباً وہ چاہتے تھے کہ لوگوں کو اُن کی طرف متوجہ کریں۔ (عیون الاخبار جلد ا ص ۳۰)

(۲۰) ـــــــ جعفر بن خلف کا بیان ہے کہ میں نے حضرت ابوالحسن موسیٰ بن جعفرؑ کو فرماتے ہوئے سُنا کہ بڑا خوش نصیب ہے وہ انسان جو اُس وقت تک نہ مرے جبتک کہ اپنا جانشین نہ دیکھ لے۔ اور اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنا جانشین اس فرزند کو دکھا دیا، اور یہ کہہ کر آپ نے حضرت امام رضا علیہ السلام کی طرف اشارہ فرمایا۔ (عیون الاخبار جلد ا ص ۳۰)

رجال کشی ص ۲۰۴ میں یونس سے بھی اسی کے ہم مضمون روایت ہے۔

(۲۱) ـــــــ حسین بن مختار کا بیان ہے کہ جس وقت حضرت ابوابراہیم موسیٰ بن جعفر علیہ السلام قیدخانہ میں تھے اُن کے پاس سے چند تختیاں ہمارے پاس آئیں جن پر لکھا ہوا تھا کہ میرا عہدہ اور منصب میرے بڑے فرزند کے لیے ہے۔ (عیون الاخبار جلد ا ص ۳۰)

(۲۲) ـــــــ حسین بن مختار کا بیان ہے کہ جب حضرت ابوالحسن (موسیٰ بن جعفرؑ) ہمارے ساتھ بصرہ تشریف لے گئے تو اُن کی طرف سے ہمیں چند تختیاں ملیں جس پر چوڑائی میں لکھا ہوا تھا کہ میرا عہدہ اور منصب میرے بڑے فرزند کے لیے ہے۔ (عیون الاخبار جلد ا ص ۳۰)

(۲۳) ـــــــ زیاد بن مروان قندی کا بیان ہے کہ ایک دن میں حضرت امام ابوابراہیم (موسیٰ بن جعفرؑ) علیہ السلام کی خدمت میں پہونچا تو وہاں اس وقت اُن کے فرزند علی بھی موجود تھے۔ آپ نے مجھ سے ارشاد فرمایا کہ 'اے زیاد اِن کو پہچان لو، اِن کی تحریر میری تحریر ہے۔ ان کا کلام میرا کلام ہے۔ جو یہ کہیں سمجھ لو کہ یہ میرا قول ہے۔ (عیون الاخبار جلد ا ص ۳۰)

ارشاد شیخ مفید علیہ الرحمہ ص ۲۸۶ کافی جلد ا ص ۳۲۱ اور غیبتہ طوسی علیہ الرحمہ میں بھی زیاد سے اسی کے مثل روایت ہے۔

شیخ صدوق علیہ الرحمہ نے مذکورہ بالا حدیث کے راوی کے بارے

ساف بیان کیا کہ زیادؒ بن مروان نے اس حدیث کی روایت تو کی ہے مگر حضرت امام موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کی وفات کے بعد اس سے انکار کر گیا۔ اور توقف کا قائل ہو گیا۔ اور حضرت امام موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کا جس قدر مال اس کے پاس تھا وہ سب اس نے دبا لیا۔

(۲۴) ـــــ نصر بن قابوس کا بیان ہے کہ ایک دن میں نے حضرت ابو ابراہیم موسیٰ بن جعفر علیہ السلام سے عرض کیا کہ میں نے آپ کے پدر بزرگوار سے بھی دریافت کیا تھا کہ آپ کے بعد امام کون ہوں گے؟ تو انھوں نے آپ کا اسمِ گرامی بتایا تھا۔ پھر آپ کے والد بزرگوار حضرت ابو عبداللہ علیہ السلام کی وفات کے بعد بہت سے لوگ داہنے اور بائیں بھاگ گئے مگر ہم اور ہمارے احباب آپ ہی کے ساتھ رہے۔ اب آپ یہ ارشاد فرمائیے کہ آپ کے بعد منصبِ امامت پر کون فائز ہوں گے؟ ..... آپ نے ارشاد فرمایا' میرا فرزند علی علیہ السلام۔ (عیون الاخبار جلد ۱ صـ ۳۱)

رجال کشی صـ ۳۸۳ پر سعید سے بھی اسی روایت کو نقل کیا گیا ہے۔

ـــــــ

لہ زیاد بن مروان ابوالفضل ہے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ ابو عبداللہ الانباری قندی تھا جو بنی ہاشم کے غلاموں میں سے تھا۔ اس نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام اور حضرت امام موسیٰ بن جعفر علیہ السلام دونوں سے روایت کی۔ مگر امام رضا علیہ السلام کی امامت میں اس نے توقف کیا۔

رجال کشی صـ ۳۹۶ ۱ھ پر اپنے اسناد کے ساتھ یونس بن عبدالرحمٰن نے روایت کی ہے اس کا بیان ہے کہ جب حضرت امام ابوالحسن موسیٰ بن جعفرؑ نے وفات پائی تو آپ کے کارپردازوں میں سے کوئی ایک بھی ایسا نہ تھا کہ جس کے پاس آنحضرتؑ کا کثیر مال نہ رہا ہو۔ اور اسی سبب سے ان لوگوں نے توقف کیا اور آپ کی وفات سے انکار کرنے لگے۔ چنانچہ زیاد قندی کے پاس آپ کے ستر ہزار دینار اور علی بن ابی حمزہ کے پاس تیس ہزار دینار تھے۔ راوی کا بیان ہے کہ جب میں نے یہ دیکھا تو مجھ پر حق ظاہر ہو گیا اور میں حضرت امام رضاؑ کی امامت کا قائل ہو گیا اور جو کچھ مجھے معلوم تھا وہ میں عوام الناس کو بتانے لگا۔ اور حضرت امام رضاؑ کی امامت کی طرف دعوت دینے لگا۔ راوی کا بیان ہے کہ یہ دیکھ کر ان دونوں (کارپردازوں) نے میرے پاس آدمی بھیجا اور یہ کہلایا کہ امام رضاؑ کی طرف عوام الناس کو دعوت نہ دو اگر تم کو مال چاہیے تو ہم تمھیں بھی دینگے اور ان دونوں نے دس ہزار دینار کا وعدہ کیا اور کہا کہ تم خاموش ہو جاؤ۔ خطیب کا بیان ہے کہ انباریوں کی مسجد ان کی طرف اس لیے منسوب ہے کہ وہاں زیادہ تر وہی لوگ سکونت پذیر تھے اور انہیں سب سے قدیمی ساکن زیاد قندی تھا۔ اور ہارون رشید کے دور میں بھی بیت المال پر اس کا تصرف تھا اس لیے کہ جب ہارون رشید نے ابو وکیع بن ملیح کو بیت المال کا داروغہ بنایا تو اس نے زیاد قندی کو اپنا نائب بنا لیا۔ زیاد ایک شیعہ غالی تھا۔ اس نے اور اس کے ساتھ بیت المال کے محرّروں نے مل کر خیانت اور غبن کیا جب ہارون رشید پر یہ بات ثابت ہو گئی۔ تو اس نے زیاد قندی کے ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا۔ زیاد نے کہا یا امیر المومنین میرا ہاتھ کاٹنا ضروری تو نہیں۔ میں نے خیانت ضرور کی ہے مگر پھر بھی آپ کا موتمن ہوں۔ تو ہارون رشید اس کا ہاتھ کاٹنے سے باز رہا۔

(۲۵) ـــــ کتابِ جفر و جامعہ کا مطالعہ

نعیم بن قابوس کا بیان ہے کہ حضرت ابوالحسن (موسیٰ بن جعفرؑ) علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ علیؑ میری اولاد میں سب سے بڑے ہیں وہ میری بات سب سے زیادہ سنتے اور میرے کہنے پر سب سے زیادہ عمل کرتے ہیں۔ وہ میرے ساتھ کتابِ جفر اور جامعہ کا مطالعہ کرتے ہیں اور ان کا مطالعہ وہی کر سکتا ہے جو نبی ہو یا وصیٔ نبی ہو۔ (عیون الاخبار جلد ۱ صـ۳۱)

• ـ بصائر الدرجات (جز ۳ باب ۱۴ جلد ۲۴) میں بھی خشاب سے اسی قسم کی روایت ہے۔

(۲۶) ـــــ عہدِ طفلی ہی میں نظرِ انتخاب

مفضّل بن عمر کا بیان ہے کہ ایک دن میں حضرت ابوالحسن موسیٰ بن جعفرؑ کی خدمت میں حاضر ہوا تو دیکھا کہ آپ کے فرزند علی آپ کی آغوشِ مبارک میں ہیں۔ آپ کبھی ان کے رخساروں کا بوسہ لیتے ہیں کبھی زبان منھ میں دیتے ہیں کبھی اپنے کاندھے پر بٹھاتے ہیں کبھی اپنے سینہ سے لگاتے ہیں اور فرماتے جاتے ہیں میرے باپ تم پر قربان ہوں۔ تمھاری خوشبو کتنی اچھی ہے، تمھارے عادات و خصائل کتنے پاک ہیں تمھارا افضل و شرف کتنا واضح ہے .... راوی کا بیان ہے کہ میں نے عرض کیا، مولا! میں آپ پر قربان ہو جاؤں۔ میرے دل میں بھی ان کی اتنی محبت پیدا ہوگئی ہے کہ جتنی آپ کے سوا کسی اور کی نہیں۔ ...... آپ نے ارشاد فرمایا، اے مفضّل! اس بچے کو بھی مجھ سے وہی نسبت ہے جو مجھے اپنے والدِ محترم سے تھی۔ پھر قرآنِ مجید کی اس آیت کی تلاوت فرمائی " ذُرِّيَّةً بَعْضُهَا مِنْ بَعْضٍ وَاللّٰهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ؀ (آلِ عمران ۳۴) " ذریت کے بعض افراد بعض سے ہیں اور اللہ سننے والا اور جاننے والا ہے۔" .... راوی کا بیان ہے کہ میں نے عرض کیا کہ کیا آپ کے بعد عہدۂ امامت کے درجے پہ یہ فائز ہوں گے؟ .... آپ نے ارشاد فرمایا کہ، ہاں ..... جو شخص ان کی اطاعت کرے گا ہدایت پائے گا، جس نے نافرمانی کی وہ گمراہ ہوگا۔ (عیون الاخبار صـ۳۲ ج ۱)

(۲۷) ـــــ عراق جانے سے قبل اعلانِ جانشینی

محمد بن سنان کا بیان ہے کہ حضرت ابوالحسن موسیٰ بن جعفرؑ کے عراق جانے سے ایک سال قبل میں آنحضرت کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوا اُس وقت آپ کے سامنے آپ کے فرزند حضرت علی رضا علیہ السلام تھے۔ آپ نے مجھ سے فرمایا۔ اے محمد! اسی سال میں عنقریب ہی کوئی سانحہ رونما ہوگا مگر تم اُس پر بے صبری کا مظاہرہ نہ کرنا ...... پھر آپ نے سرِ اقدس جھکایا اور اپنے دستِ مبارک سے

زمین کُرید نے لگے اِس کے بعد سرِ اقدس اٹھا کر مجھ سے ارشاد فرمایا، اللہ تعالیٰ ظالموں کو گمراہی میں ہی رکھتا ہے اور اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔...... میں نے عرض کیا، میری جان آپ پر قربان ہو جائے، ارشاد فرمائیے؟..... آپ نے فرمایا: جو شخص میرے اِس فرزند کے حق کو غصب کرے اور میرے بعد ان کی امامت سے انکار کرے وہ اُس شخص کے مانند ہے کہ جس نے علیؑ ابن ابی طالبؑ علیہ السلام (یعنی جدِ امجد) کے حق کو غصب کیا اور اُن کی امامت سے انکار کیا اور حضرت محمدؐ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حق کو بھی غصب کیا۔ یہ سُن کر میں سمجھ گیا کہ آپ اپنی وفات کی خبر دے رہے ہیں اور اپنے فرزند کی طرف رہنمائی فرما رہے ہیں۔

راوی کا بیان ہے کہ میں نے عرض کیا، کہ اگر اللہ نے مجھے زندگی دی تو میں یقیناً اُن کے حق کو تسلیم کروں گا اور اُن کی امامت کا اقرار کروں گا۔ اور میں آج بھی گواہی دیتا ہوں کہ وہ آپ کے بعد اللہ کی مخلوق پر اللہ کی حجت ہیں، اُس کے دین کی طرف لوگوں کو دعوت دینے والے ہیں۔.... آپ نے فرمایا اللہ تمھاری عمر دراز کرے تاکہ تم اُن کی امامت کی طرف عوام الناس کو دعوتِ حق دیتے رہو: بلکہ اُن کے جانشین کی امامت کی طرف بھی لوگوں کو بُلاؤ...... میں نے عرض کیا، مولا! ان کا جانشین کون ہوگا؟..... آپ نے فرمایا، ان کا فرزند محمدؐ........ راوی کا بیان ہے کہ میں نے کہا کہ میں مانتا ہوں اور مجھے تسلیم ہے۔........ آپ نے مزید ارشاد فرمایا؛ ہاں، کتابِ امیر المومنینؑ میں تمھارے متعلق یہ ہی لکھا پایا ہے۔ اور پھر تم میرے شیعوں کے لیے اندھیری رات میں بجلی کی چمک سے بھی زیادہ روشن بھی تو ہو۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا، اے محمد سنو! مفضّل تو میرے لیے باعثِ اُنس و راحت ہے۔ اور تم، ہم دونوں کے لیے باعثِ انس و راحت ہو۔ جہنم پر حرام ہے کہ وہ تم کو تا ابد چھو بھی سکے۔

(عیون الاخبار الرضاج ۱ صفحہ ۳۲-۳۳)

ارشاد صفحہ ۲۸۷، غیبۃ طوسی صفحہ ۲۷ اور اصولِ کافی صفحہ ۳۱۹ جلد ۱، میں ابن سنان سے اسی کے مثل روایت درج ہے۔

(۲۸) آپ کے متعلق تحریری نص

حضرت ابو عبد اللہ امام جعفر صادق علیہ السلام کے دو صاحبزادوں اسحاق اور علی کا بیان ہے کہ وہ دونوں مکہ میں عبد الرحمٰن کے پاس اُس سال گئے جس سال حضرت موسیٰؑ بن جعفرؑ کو گرفتار کر لیا گیا تھا۔ اُن دونوں کے پاس حضرت ابوالحسن (موسیٰ بن جعفر) علیہ السلام کا ایک خط تھا جو خود اُن کے ہاتھ کا لکھا ہوا تھا۔ اس میں بہت سی باتوں کا حکم تھا۔ ان دونوں نے اُس سے جا کر کہا کہ حضرت موسیٰؑ بن جعفرؑ نے اس تحریر کے ذریعے سے ان باتوں کا حکم دیا ہے۔ لہٰذا اگر اس کے پاس آنحضرتؑ کی کوئی چیز ہو

تو وہ اُن کے فرزند حضرت علی رضا علیہ السلام کے حوالے کر دیں اس لیے کہ وہ اُن کے جانشین اور اُن کے اُمور کے انجام دہندہ ہیں۔ اور یہ یوم تعز یعنی ۱۲ر ذی الحجہ کے دن کی بات ہے۔ اور حضرت ابوالحسن (موسیٰ بن جعفرؑ) کی گرفتاری کو تقریباً پچاس دن گذر چکے تھے اور اپنے اس بیان پر اسحاق اور علی نے بحیثیت گواہ کے حسین بن احمد المنقری اور اسمٰعیل بن عمر اور حسان بن معاویہ اور حسین بن محمد صاحب الختم کو پیش کیا کہ واقعاً حضرت ابوالحسن علی بن موسیٰ (الرضاؑ) اپنے پدر بزرگوار کے وصی ہیں اور اُن کے جانشین ہیں۔ چنانچہ ان میں سے دو حضرات نے تو اس امر کی گواہی دی اور دو نے یہ کہا کہ اُن کے جانشین اور وکیل ہیں اور یہ گواہی حفص بن غیاث[۱] قاضی کی عدالت میں قبول کر لی گئی۔ (عیون الاخبار الرضا جلد ۱ ص ۳۹)

(۲۹) ۔ ـــــ بکر بن صالح کا بیان ہے کہ ایک دن میں نے حضرت ابوالحسن موسیٰ بن جعفرؑ کے ایک صاحبزادے ابراہیم سے پوچھا کہ اپنے پدر بزرگوار کے متعلق تمھارا کیا خیال ہے ۔۔۔۔۔ اُنھوں نے جواب دیا کہ وہ زندہ ہیں: میں نے پھر پوچھا تمھارا اپنے بھائی ابوالحسن علی بن موسی الرضاؑ کے متعلق کیا خیال ہے، وہ کیسے شخص ہیں؟ انھوں نے جواب دیا کہ آپ نہایت سچے اور ثقہ ہیں: میں نے عرض کیا، لیکن وہ تو کہتے ہیں کہ تمھارے والد وفات پا گئے: انھوں نے جواب دیا کہ آنحضرتؑ کو زیادہ علم ہے۔ پھر سے کہ وہ کیا فرماتے ہیں میں نے دوبارہ مذکورہ جملہ دہرایا: پھر انھوں نے یہی جواب دیا کہ آنحضرتؑ کو زیادہ علم ہے: میں نے پھر دریافت کیا کہ آپ کے والد بزرگوار نے کسی کو کوئی وصیت کی ہے؟ کہا ہاں: میں نے پوچھا کس کو وصیت فرمائی ہے؟: کہا، کہ ہم میں سے پانچ افراد کو اور اُن میں سب سے مقدم حضرت علیؑ (ابن موسیٰ (الرضاؑ) ہیں۔ (عیون الاخبار الرضا جلد ۱ ص ۳۹-۴۰)

(۳۰) ـــــ داؤد زربی کا بیان ہے کہ میرے پاس حضرت ابوالحسن موسیٰ بن جعفرؑ کا کچھ مال تھا۔ آپؑ نے ایک آدمی کو بھیج کر کچھ منگوا لیا اور کچھ میرے پاس ہی رہنے دیا اور یہ فرمایا کہ اب جو میرے بعد (جانشین) آئے گا، وہ لبقیہ مال تم سے طلب کرے گا، اس لیے کہ وہی تمھارا امام ہوگا۔ جب آنحضرتؑ وفات پا گئے تو آپؑ کے فرزند علیؑ ابن موسیٰؑ (الرضاؑ) نے اپنا ایک آدمی بھیجا کہ وہ مال جو تمھارے پاس باقی ہے جو فلاں فلاں اشیا ہیں، میرے پاس بھیج دو۔۔۔۔۔ چنانچہ جو کچھ میرے پاس تھا وہ میں آپؑ کے پاس بھیج دیا۔ (عیون الاخبار الرضا جلد ۲ ص ۲۱۹)

---

[۱] یہ وہی ابوعمر حفص بن غیاث بن طلق بن معاویہ نخعی ہے جو قاضی کوفہ تھا اور اگرچہ امام محمد باقرؑ اور امام جعفر صادقؑ کی صحبت میں رہ چکا تھا لیکن عامہ میں سے تھا۔ ہارون رشید نے پہلے اس کو بغداد شرقی کا قاضی مقرر کیا پھر وہاں سے ہٹا کر کوفہ کا قاضی بنا دیا تھا اس کی وفات ۱۹۴ھ میں ہوئی نجاشی (ص ۱۰۳) کا بیان ہے کہ اسکی ایک کتاب ہے جس میں تقریباً ۱۷۰ احادیث مرقوم ہیں۔ اور اس کے عامہ میں سے ہونے کی دلیل یہ ہے کہ قاموس الرجال ص ۳۶۴ جلد ۳۔ اس کے متعلق مروی ہے کہ جب کوئی شخص کسی یتیم بچی سے عقد کرنا چاہتا تھا تو یہ اس بچی کے ولی سے کہتا تھا کہ پہلے تم جا کر اس کا عقیدہ معلوم کرو۔ اگر پتہ چلتا کہ وہ شخص رافضی ہے تو عقد نہیں پڑھتا تھا۔

(۳۱) ـــــــ علی ابن یقطین کا بیان ہے کہ مجھ سے حضرت ابوالحسنؑ (موسیٰ بن جعفرؑ) نے اپنے فرزند علیؑ کی طرف اشارہ کرکے فرمایا کہ اے علی بن یقطین! میری اولاد میں سب سے زیادہ فقیہ اور صاحب علم یہی ہیں۔ میں نے اپنی کنیت بھی اِن کو دے دی۔ (بصائر الدرجات)

(۳۲) ـــــــ علی بن یقطین کا بیان ہے کہ میں نے آنحضرتؑ (امام موسیٰ بن جعفرؑ) کو فرماتے ہوئے سُنا کہ میرا فرزند علیؑ میری اولاد میں سب کا سردار ہے میں نے اپنی کنیت ان کو دیدی۔ (بصائر الدرجات)

(۳۳) ـــــــ علی بن یقطین کا بیان ہے کہ میں ایک دن حضرت ابوابراہیم (موسیٰ بن جعفرؑ) کی خدمت میں حاضر تھا کہ آپ کے فرزند علیؑ تشریف لائے، توآپ نے فرمایا' یہ میری اولاد میں سب کے سردار ہیں۔ میں نے اپنی کنیّت اِن کو دیدی۔ (بصائر الدرجات)

(۳۴) ـــــــ داؤد رقی کا بیان ہے کہ میں نے حضرت ابوابراہیم (موسیٰ بن جعفرؑ) سے عرض کیا۔ کہ میں آپ پر قربان ہوجاؤں، اب میں بہت بوڑھا ہوچکا ہوں' میری دستگیری فرمائیں اور مجھے جہنم سے نجات دلائیں اور یہ ارشاد فرمائیں کہ آپ کے بعد ہمارا امام کون ہوگا؟ توآپ نے اپنے فرزند حضرت ابوالحسن (علیؑ ابن موسیٰ "الرضاؑ") کی طرف اشارہ کرکے فرمایا کہ میرے بعد یہ تمہارے امام ہوں گے۔

(ارشاد ص۲۸۵ ۔ کافی جلد ص۳۱۲، الغیبۃ طوسی ص۲۷)

(۳۵) ـــــــ محمد بن اسحاق بن عمار کا بیان ہے کہ میں نے حضرت ابوالحسن اوّل (موسیٰ بن جعفرؑ) سے عرض کیا کہ کیا آپ مجھ سے یہ نہ ارشاد فرمائیں گے کہ ہم آپ کے بعد اپنا دین کس سے لیں؟... توآپ نے ارشاد فرمایا' یہ ہیں میرے فرزند علیؑ۔ میرے پدر بزرگوار نے ایک مرتبہ میرا ہاتھ پکڑا اور روضۂ رسولؐ پر لے گئے اور فرمایا' اے فرزند! اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ ہم تمھیں زمین پر خلیفہ بنانے والے ہیں اور اللہ جو وعدہ کرتا ہے اس کو پورا فرماتا ہے۔ (ارشاد ۔ کافی ۔ غیبۃ طوسی ص۲۷)

(۳۶) ـــــــ نعیم قابوسی کا بیان ہے کہ حضرت ابوالحسن (موسیٰ بن جعفرؑ) نے فرمایا کہ میرے فرزند علیؑ میری اولاد میں سب سے بڑے ہیں اور میرے نزدیک سب سے بہتر ہیں اور مجھے سب سے زیادہ محبوب ہیں۔ وہ میرے ساتھ جفر کا مطالعہ کرتے ہیں اور نبی یا وصی کے علاوہ کوئی اور جفر کو نہیں دیکھ سکتا۔

(ارشاد ص۲۸۵ ۔ کافی جلد ۱ ص۳۱۲، غیبۃ طوسی ص۲۸)

(۳۷) ـــــــ حسین بن مختار کا بیان ہے کہ جس وقت حضرت ابوالحسن (موسیٰ بن جعفرؑ) قیدخانہ میں تھے اُن کے پاس سے ہم لوگوں کے پاس ایک لوح آئی جس پر تحریر تھا کہ "میرا عہدہ و منصب میری سب سے بڑی اولاد کے پاس ہے، انھیں لازم ہے کہ وہ یہ یہ کام انجام دیں، اور فلاں شخص سے کچھ نہ لیں جبتک کہ میں تم سے آکر ملوں یا فوت ہوجاؤں۔ (ارشاد ص۲۸۶ ۔ کافی ص۳۱۳ ۔ غیبۃ طوسی ص۲۸)

(۳۸) ـــــــ سلیمان بن داؤد کا بیان ہے کہ میں نے حضرت ابوابراہیمؑ (موسیٰ بن جعفرؑ) سے عرض کیا کہ

مجھے ڈر ہے کہ کہیں کوئی ایسا حادثہ رونما نہ ہوجائے کہ میں آپ کی خدمت میں حاضر نہ ہوسکوں، اس لیے ارشاد فرمائیں کہ آپ کے بعد امام کون ہوں گے ؟ .... آپ نے ارشاد فرمایا، میرے فرزند (فلاں یعنی حضرت ابوالحسن علی رضا علیہ السّلام ۔ (ارشاد ص۲۸۶ ۔ کافی جلد ا ص۳۱۳ ، غنیۃ طوسی ص۲۹)

(۳۹) ـــــــ نصر بن قابوس کا بیان ہے کہ میں نے حضرت ابوابراہیم علیہ السّلام سے عرض کیا کہ میں نے آپ کے پدرِ عالی قدر سے دریافت کیا تھا کہ آپ کے بعد امام کون ہوں گے ؟ تو آنحضرتؑ نے ارشاد فرمایا تھا کہ وہ آپ ہوں گے ۔ اب آپ بھی ارشاد فرمائیں کہ آپ کے بعد آپ کی اولاد میں سے (امام) کون ہوں گے ؟ ..... آپ نے فرمایا کہ میرے فلاں فرزند ۔ (ارشاد ص۲۸۶ کافی ص۳۱۳ ، غنیۃ طوسی ص۲۹)

(۴۰) ـــــــ داؤد بن زربی کا بیان ہے کہ میں حضرت ابوابراہیم علیہ السّلام کی خدمت میں کچھ مال لے کر حاضر ہوا، تو آپ نے اس میں سے کچھ لے لیا، اور کچھ چھوڑ دیا.. میں نے عرض کیا. خدا آپ کو سلامت رکھے، یہ آپ نے میرے پاس کیوں چھوڑ دیا ؟ آپ نے فرمایا، اس کو امرِ امامت کا مالک تم سے خود ہی طلب کرے گا پس جب آپ کے وفات کی خبر آئی تو حضرت ابوالحسن علی الرضا علیہ السّلام نے میرے پاس آدمی بھیجا اور وہ مال مجھ سے طلب فرمایا جو میں نے انھیں دے دیا ۔ (ارشاد ص۲۸۶ ، کافی جلد ا ص۳۱۳ ، غنیۃ طوسی ص۲۹)

رجال کشی ص۲۲۵ پر بھی ضحاک سے اسی کے مثل روایت ہے ۔

(۴۱) ـــــ ہر امام اپنے وقت کا قائم ہوتا ہے

حسن بن حسن کا بیان ہے کہ میں نے حضرت ابوالحسن موسیٰ بن جعفر علیہ السّلام سے عرض کیا کہ کیا میں آپ سے کچھ دریافت کروں ؟ آپ نے فرمایا، اپنے امام سے دریافت کرو ۔ میں نے عرض کیا، آپ کا مقصود کون ہیں ؟ میں تو آپ کے سوا کسی دوسرے کو امام نہیں جانتا ..... آپ نے فرمایا کہ وہ میرے فرزند علیؑ ہیں، میں نے انھیں اپنی کنیت بھی دے دی ہے ..... میں نے عرض کیا مولا، مجھے جہنّم سے نجات دلائیے ۔ آپ کے پدرِ عالی قدر حضرت ابوعبداللہ (جعفرؑ صادق) نے تو فرمایا تھا کہ آپ اس امرِ امامت کے قائم ہیں .... آپ نے فرمایا کہ (اُنھوں نے ٹھیک ہی تو فرمایا ہے) کیا میں قائم نہیں رہا ؟ ..... اس کے بعد فرمایا، اے حسن سنو! ہر امام جب تک اپنی اُمت میں رہتا ہے وہ اپنی اُمت میں قائم ہی رہتا ہے اور جب وہ اس دنیا سے رخصت ہوتا ہے تو اُس کے بعد آنے والا امام قائم اور حجتِ خدا بن جاتا ہے اور اپنی وفات تک قائم رہتا ہے ۔ اس طرح ہم میں سے ہر امام قائم ہے ۔ لہٰذا آج تک وہ تمام معاملات جو تم ہم سے کرتے تھے وہ اب میرے فرزند علیؑ سے کرنا ۔

خدا کی قسم، میں نے یہ کام خود سے نہیں کیا ہے بلکہ اللہ نے یہ بر بنائے محبت کیا ہے ۔

(غنیۃ طوسی ص۳۰ - ۲۹)

(۴۲) خوش قسمتی کی علامت

موسیٰ بن بکر کا بیان ہے کہ میں حضرت ابوابراہیمؑ کی خدمت میں حاضر تھا، آپ نے فرمایا کہ (میرے پدر بزرگوار) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرمایا کرتے تھے کہ وہ شخص خوش قسمت ہے جو اُس وقت تک نہ مرے جبتک اپنی اولاد میں سے کسی کو اپنا جانشین نہ دیکھے۔۔ پھر آپ نے اپنے فرزند علیؑ کیطرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ مجھے اللہ نے میرے ہی نفوس میں سے اِن کو میرا جانشین دکھایا۔ (غیبۃ طوسی صہ۳)

(۴۳) اللہ تعالےٰ کو منظور نہیں کہ سلسلۂ امامت منقطع ہو

ہارون بن خارجہ کا بیان ہے کہ مجھ سے ہارون بن سعید عجلی نے کہا کہ وہ اسمٰعیل تو مر گئے جن کی طرف تم لوگ اپنی گردنیں موڑ موڑ کر دیکھا کرتے تھے۔ اور جعفر صادقؑ بہت بوڑھے ہو چکے ہیں۔ کل فوت ہو جائیں یا پرسوں۔ پھر تم لوگ بلا امام کے رہ جاؤ گے۔۔۔۔۔ میری سمجھ میں نہیں آیا کہ اس کا کیا جواب دیا جائے۔۔۔۔۔ لیکن جب میں نے اس کا تذکرہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے کیا، تو آپ نے ارشاد فرمایا۔۔۔۔۔ افسوس، افسوس، خدا کی قسم اللہ کو یہ منظور نہیں کہ اس امرِ امامت کا سلسلہ منقطع ہو جائے تا وقتیکہ روز و شب کا سلسلہ منقطع نہ ہو۔۔ اچھا اب جب بھی اس کو دیکھو تو کہدینا کہ یہ موسیٰ بن جعفرؑ موجود ہیں اور ان کے بعد انشاء اللہ ان کا فرزند جانشین ہوگا۔ (غیبۃ طوسی صہ۳)

(۴۴) صاحب الامر اسی نسل سے ہونگے

ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابوعبداللہ علیہ السلام نے ایک طویل حدیث میں یہ ارشاد فرمایا کہ ہمارا صاحب الامر ظہور کرے گا جو اِن ہی کی نسل سے ہوگا اور یہ کہہ کر آپ نے اپنے ہاتھ سے حضرت امام موسیٰ بن جعفرؑ کی طرف اشارہ فرمایا، اور ارشاد فرمایا کہ اُس وقت زمین عدل سے اسی طرح بھر جائے گی جس طرح ظلم و جور سے پُر ہو گئی ہو گی۔ اور اُن کے لیے دنیا کی حکومت واضح و روشن ہو گی۔

(غیبۃ طوسی صہ۳)

(۴۵) علی بن جعفرؑ کی گواہی

ابن فضال سے روایت ہے کہ اُنھوں نے کہا کہ میں نے علی بن جعفرؑ کو کہتے ہوئے سُنا کہ میں اپنے بھائی موسیٰ بن جعفرؑ کے پاس تھا (اور بخدا وہ یقیناً زمین پر میرے پدرِ بزرگوار کے بعد حجتِ خدا تھے) کہ ہی اثنا ان کے فرزند حضرت علی بن موسیٰؑ (الرضاؑ) نظر آئے تو آپ نے فرمایا، اے علی اب یہ تمھارے امام ہوں گے اور ان کو مجھ سے وہی نسبت ہے جو مجھ کو میرے والدِ بزرگوار سے تھی۔ اللہ تم کو اِن کی اطاعت

پر قائم رکھے ..... یہ سُن کر میں رونے لگا اور دل میں کہا کہ واللہ یہ اپنی وفات کی خبر سُنا رہے ہیں یہ دیکھ کر حضرت موسیٰ بن جعفرؑ نے فرمایا، اے علی! صبر کرو، میرے لیے اللہ کی طرف سے جو مقدر ہو چکا ہے وہ ضرور ہوگا، اور میرے سامنے تو حضرت رسولِ مقبولؐ، حضرت امیرالمومنینؑ، حضرت فاطمہؑ زہرا، حضرت امام حسنؑ اور حضرت امام حسینؑ علیہم السلام کی مثالیں موجود ہیں۔ اور یہ واقعہ (ہارون رشید کا) حضرت امام موسیٰ بن جعفرؑ کو دوبارہ قید کرنے سے تین دن پہلے کا ہے۔ (غیبتہ طوسی ص۳۱)

(۴۶) جسم میں شکر کی کمی کی علامت (نیند کی زیادتی ہے)

علی بن ابی حمزہ کا بیان ہے کہ میں نے حضرت موسیٰ بن جعفرؑ سے عرض کیا کہ آپ کے پدرِ بزرگوار نے تو اپنے بعد اپنے جانشین کی نشاندہی فرمادی تھی۔ کاش آپ بھی نشاندہی فرمادیتے۔ راوی کا بیان ہے کہ یہ سُنکر آپ نے میرا شانہ پکڑ کر ہلایا، اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ہرگز یہ نہیں کرتا کہ کسی قوم کی ہدایت کرنے کے بعد اُسے گمراہی میں چھوڑ دے۔ وہ ان باتوں کو واضح کر دیتا ہے جس سے ان کو پرہیز کرنا چاہیے...... راوی کا بیان ہے کہ اتنے میں مَیں اونگھنے لگا، جس پر آپ نے مجھے تنبیہ فرمائی کہ نیند کی زیادتی مناسب نہیں ہوتی۔ یہ جسم میں شکر کی کمی کی علامت ہے۔ (تفسیرِ عیاشی جلد۲ ص۱۱۵)

(۴۷) کتاب جفر کا مطالعہ

نصر بن قابوس کا بیان ہے کہ میں حضرت ابوالحسن (موسیٰ بن جعفرؑ) کے بیت الشرف پر آپ کی خدمت بابرکت میں حاضر تھا۔ کہ دفعتاً آپ نے میرا ہاتھ پکڑا اور ایک حجرے کی طرف لے گئے، جیسے ہی آپ نے دروازہ کھولا تو ناگاہ میں نے دیکھا کہ آپ کے صاحبزادے علیؑ (الرضا) اس کے اندر تشریف فرما ہیں اور ایک کتاب کا مطالعہ فرما رہے ہیں۔ حضرت موسیٰ بن جعفرؑ نے مجھ سے فرمایا، اے نصر! تم ان کو پہچانتے ہو؟...... میں نے عرض کیا جی ہاں، یہ آپ کے صاحبزادے علیؑ ہیں...... پھر فرمایا اے نصر! جانتے ہو یہ کون سی کتاب ہے جس کا یہ مطالعہ کر رہے ہیں؟...... میں نے عرض کیا! نہیں..... فرمایا، یہ وہ کتابِ جفر ہے جس کو نبی یا وصیِ نبی کے ماسوا کوئی دوسرا نہیں سمجھ سکتا۔

حسن بن موسیٰ کا بیان ہے کہ پھر اس کے بعد میری جان کی قسم نصر کو حضرت ابوالحسنؑ کی وفات تک اُن کی امامت میں کوئی شک وشبہ نہیں ہوا۔ (عیون الاخبار الرضا جلد۲۔ ص۲۲۴)

(۴۸) حسن بن موسیٰ کا بیان ہے کہ نشیط اور خالد یہ دونوں حضرت ابوالحسنؑ موسیٰ بن جعفرؑ کی خدمت کیا کرتے تھے۔ حسن نے یحییٰ بن ابراہیم سے، انھوں نے نشیط سے اور انھوں نے خالد جوّانؒ سے

لہ: خالد جوّان کا پورا نام خالد بن نجیح جوّان ہے۔ جون، وہ لڑکی ہے جس پر چمڑا منڈھا ہوا ہو۔ (باقی اگلے صفحہ پر ملاحظہ ہو)

سُن کر بیان کیا کہ جب حضرت ابوالحسن علیہ السلام کی امامت میں لوگوں کا اختلاف ہوا، تو میں نے خالد سے کہا۔ دیکھتے ہو کہ ہمارے درمیان کیسا اختلاف رونما ہوا ہے۔۔۔۔ خالد نے جواب دیا کہ حضرت ابوالحسنؑ (موسیٰ بن جعفرؑ) نے خود فرمایا تھا کہ میرا عہدہ و منصب میرے فرزند علیؑ کو ملے گا، کیونکہ وہ میری اولاد میں سب سے بڑے، سب سے بہتر اور سب سے افضل ہیں۔ (رجال کشی ص۳۸۴)

(۴۹) ـــــــــ داؤد بن فرقد کا بیان ہے کہ میں نے حضرت ابوابراہیم علیہ السلام سے عرض کیا کہ: مولا! میں آپ پر قربان ہو جاؤں، اب میں بہت بوڑھا ہو چکا ہوں، اب تو آپ مجھے دروازہ (علم) کا پتہ دے دیجیے۔۔۔۔۔ آپ نے حضرت ابوالحسنؑ (علیؑ بن موسیٰؑ) علیہ السلام کی طرف اشارہ کر کے فرمایا دیکھو یہ میرے بعد تمھارے امام ہیں۔

(نوٹ) اس کے علاوہ کچھ نصوص امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے متعلق، نصوص کے ذیل میں اور بابِ وصیت میں گذر چکی ہیں۔

ل (گذشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ)

عطر فروش کا ڈبہ۔ کتبِ رجال میں اس لفظ کے مختلف نسخے ملتے ہیں۔ چنانچہ رجال کشی میں یہ لفظ الحواز یا الحوار مرقوم ہے۔ اور یہ صریحاً غلط ہے۔ ابن داؤد نے اپنی کتاب رجال میں اس کی تصریح کر دی ہے۔

بہرحال یہ شخص یعنی خالد جوّان صاحب ارتفاع لوگوں میں سے تھا جیسا کہ رجال کشی ص۲۷۶ پر اس کی صراحت موجود ہے۔

بصائر الدرجات میں اپنے اسناد کے ساتھ خالد بن نجیح جوّان سے روایت ہے۔۔۔۔۔ کہ میں حضرت ابوعبداللہ علیہ السلام کی مجلس میں حاضر ہوا اور اپنا سر ڈھانپ کر ایک طرف ایک گوشے میں بیٹھ گیا اور اپنے دل ہی دل میں کہنے لگا۔ تم لوگوں پر وائے ہو کہ تم اس قدر غافل اور ناقدر شناس ہو کہ عالمین کے رب سے باتیں کر رہے ہو۔ کہ اتنے میں حضرت ابوعبداللہ علیہ السلام نے مجھے پکار کر کہا۔ اے خالد تجھ پر وائے ہو، خدا کی قسم میں اللہ کا بندہ اور اس کی مخلوق میں سے ہوں میرا بھی رب ہے جس کی میں عبادت کرتا ہوں اگر میں اسکی عبادت نہ کروں تو بخدا وہ مجھے جہنم میں ڈالدے گا۔ خالد کہتا ہے یہ سُنکر میں نے اپنے دل میں کہا خدا کی قسم اب میں تا ابد ایسا نہیں کہونگا بلکہ وہی کہونگا جو آپ نے اپنے متعلق فرمایا ہے۔

بحار الانوار

باب ۳

شانِ امامت و معجزات

(۱) ===== ریّان کے دل کی بات زبانِ امامت پر

ریّان بن صلت کا بیان ہے کہ میں خراسان میں حضرت امام رضا علیہ السلام کے بیت الشرف پر حاضر ہوا اور معمر سے کہا، اگر تم مناسب سمجھو تو میرے آقا تک میری یہ درخواست پہونچا دو کہ آنجناب مجھے اپنے ملبوسات میں سے کوئی لباس اور آپؑ کے دراہم میں سے (جو آنجناب کے نام نامی سے جاری ہوتے ہیں) چند درہم عطا فرما دیں۔ چنانچہ معمر نے مجھے بتایا کہ میں جب آنحضرتؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور ابھی کچھ کہنے بھی نہ پایا تھا کہ خود حضرت ابوالحسن علیہ السلام نے ارشاد فرمایا، اے معمر! کیا ریّان نے اس خواہش کا اظہار نہیں کیا ہے کہ میں اُسے اپنے ملبوسات میں سے کوئی ملبوس اور اپنے نام والے درہموں میں سے چند درہم اس کو دے دوں؟ .... معمر کہتا ہے کہ یہ سُن کر میں نے عرض کیا سُبحان اللہ، ابھی ابھی درِ دولت پر وہ یہی تو کہہ رہا تھا....... راوی کا بیان ہے کہ یہ سُن کر آنجناب مسکرائے۔ پھر فرمایا، مومن با توفیق ہوتا ہے..... اچھا اُس کو بُلا لاؤ.. معمر نے مجھے آنجناب کے پاس حاضر ہونے کی خوش خبری سُنائی..... میں نے حاضر ہو کر سلام عرض کیا.... آنجناب نے جوابِ سلام دیا۔ پھر اپنے ملبوسات میں سے دو لباس منگوا کر مجھے عطا فرمائے اور جب میں چلنے کے لیے اُٹھا تو آپ نے تیس درہم میرے ہاتھ پر رکھ دیے۔ (قرب الاسناد صـ ۱۹۸)

• کشف الغمہ جلد ۳ صـ ۱۳۲ اور رجال کشی صـ ۴۵۷ نمبر ۲۱ ۴ پر بھی معمر سے اسی کے مثل روایت ہے۔

(۲) ——— عبداللہ محمد ہاشمی کا بیان ہے کہ میں ایک دن مامون رشید کے پاس گیا۔ اُس نے مجھے بٹھایا اور جو لوگ اُس وقت اُس کے پاس تھے سب کو رخصت کر دیا، پھر کھانا منگوایا اور مجھے کھانا کھلایا اور مجھ سے دلجوئی کی باتیں کیں، پھر سامنے پردہ کھینچنے کا حکم دیا۔ جب پردہ کھینچ دیا گیا تو آگے بڑھا اور پسِ پردہ جو مستورات تھیں اُن میں سے کسی ایک سے کہا "برائے خدا وہ طوس والا شعر سنانا" تو اُس نے وہ شعر پڑھنا شروع کر دیا، جس کا مطلب یہ ہے کہ "اللہ طوس کو سدا شاد و آباد رکھے اور عترتِ رسولؐ میں سے اُس ذات کو بھی جس نے ہمیں غمگین چھوڑا اور یہاں آکر مقیم ہو گیا"۔

راوی کا بیان ہے کہ یہ سُن کر مامون رویا اور مجھ سے کہا، اے عبداللہ کیا ہمارے اور تمہارے خاندان والے ہمیں اس پر بُرا بھلا کہتے ہیں کہ ہم نے ابوالحسنؑ الرضا کو اپنا ولیعہد مقرر کر دیا؟... اچھا سُنو! خدا کی قسم میں تمھیں اپنا ایک واقعہ سناتا ہوں جس سے تمھیں بھی حیرت ہوگی اور وہ یہ کہ میں ایک دن اُن کے پاس گیا اور ان سے کہا کہ فرزندِ رسولؐ میں آپ پر قربان۔ آپ کے آباء واجداد موسیٰؑ و جعفرؑ و محمدؑ و علیؑ

ابن الحسینؑ کے پاس قیامت تک جو کچھ ہو یا جو کچھ ہونے والا ہے ان سب کا علم تھا، آپ بھی انھیں حضرات کے وصی اور وارث ہیں اور آپ کے پاس ان کا علم ہے آج مجھے آپ سے ایک ضرورت درپیش ہے ..... آپ نے فرمایا، بتاؤ وہ کیا ضرورت ہے ؟ . . . . میں نے کہا، یہ ایک میری بہت پسندیدہ کنیز ہے اور میں اپنی تمام کنیزوں میں سے کسی کو اس پر ترجیح نہیں دیتا صورت یہ ہے کہ وہ کئی مرتبہ حاملہ ہوئی مگر اس کا حمل ہر بار ساقط ہوگیا۔ اب بھی وہ حاملہ ہے آپ اس کے لیے کوئی ایسا علاج بتائیں جس سے اس کا حمل سلامت رہے۔ ..... آپ نے فرمایا کہ تم سقط سے نہ ڈرو حمل سلامت رہے گا اور اس کے بطن سے ایک ایسا لڑکا پیدا ہوگا جو اپنی ماں سے مشابہ ہوگا۔ اس کے داہنے ہاتھ میں ایک زائد انگلی ہوگی جو خود سے اُٹھ نہ سکے گی (جھولتی لٹکتی ہوئی ہوگی) اور اس کے بائیں ہاتھ میں بھی ایک چھوٹی زائد انگلی ہوگی اور وہ بھی اسی طرح لٹکتی ہوئی ہوگی۔ ..... تو میں نے اپنے دل میں کہا، میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ ہر شے پر قادر ہے۔

چنانچہ وقتِ حمل پورا ہونے پر اس کنیز کے بطن سے ایک لڑکا پیدا ہوا جو واقعاً اپنی ماں سے مشابہ تھا اور حضرت علی رضا علیہ السلام کے ارشاد کے مطابق اس کے زائد چھوٹی انگلیاں موجود تھیں۔ اب تمھیں بتاؤ کہ اس ولیعہدی کی تقرری پر مجھے کون ملامت کرے گا ... یہ حدیث طویل ہے ہم نے اس کا کچھ حصہ حذف کردیا ہے ... اور نہیں ہے قوت و طاقت مگر صرف اللہ کے پاس اور وہی بلندی و عظمت والا ہے۔ (عیون الاخبار الرضا جلد ۲ صـ ۲۲۴)

(۳) ـــــ عمیر بن یزید کا بیان ہے کہ میں ایک مرتبہ حضرت ابوالحسنؑ رضا کی خدمت میں تھا وہاں محمد بن جعفر کا ذکر ہوا، تو آپ نے فرمایا کہ میں نے تو اپنے لیے یہ طے کرلیا ہے کہ میں اور وہ کبھی ایک گھر کی چھت کے سائے میں جمع نہ ہوں گے .... راوی کا بیان ہے کہ میں نے اپنے دل میں کہا یہ ہمیں تو اپنے اعزہ کے ساتھ نیکی اور حسنِ سلوک کا حکم دیتے ہیں مگر خود اپنے چچا کے لیے یہ کہہ رہے ہیں۔ ..... ابھی میرے دل میں یہ بات آئی ہی تھی کہ آپ نے میری طرف نظر اُٹھاکر دیکھا اور فرمایا۔ ہاں، ہاں، یہی نیکی اور حسنِ سلوک ہے۔ جب وہ میرے پاس آتے اور ملاقات کرتے ہیں تو یہاں سے جاکر جو کچھ میرے متعلق کہتے ہیں لوگ اس کو سچ سمجھنے لگتے ہیں۔ اور اب جبکہ نہ وہ میرے پاس آئیں گے اور نہ میں اُن کے پاس جاؤں گا تو جو کچھ بھی وہ کہیں گے لوگ اس کو نہیں مانیں گے۔ (عیون الاخبار الرضا جلد ۲ صـ ۲۰۴)

(۴) ـــــ یقطینی کا بیان ہے کہ محمد بن عبداللہ طاہری نے حضرت امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں ایک عریضہ بھیجا جس میں اس نے اپنے چچا کی شکایت تحریر کی، کہ وہ حکومت کا ملازم ہے اور بدعنوانی و تلبیس سے کام لے رہا ہے اور اس کی وصیت کا معاملہ اس کے ہاتھ میں ہے۔ ..... حضرت امام رضا علیہ السلام نے جواب تحریر فرمایا۔ ... اب رہ گیا وصیت کا معاملہ تو تمھیں اس کی فکر کی ضرورت نہیں۔

محمد بن عبد اللہ بہت مغموم اور متفکر ہوا، اور اس نے خیال کیا کہ (اگر اس نے وصیت کردی تو) اس سے وصول کرلیا جائے گا۔ مگر وہ بیس ہی دن کے بعد مر گیا۔ عیون الاخبار الرضا جلد ۲ ص ۲۰۴)

(۵) ـــــ محمد بن عبید اللہ قمی کا بیان ہے کہ میں حضرت امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھا اور سخت پیاسا تھا لیکن میں نے مناسب نہیں سمجھا کہ پانی مانگوں۔ تاہم آپ نے از خود پانی منگوا کر پہلے خود چکھ لیا اس کے بعد مجھے دیا اور فرمایا، اے محمد! لو یہ ٹھنڈا پانی ہے۔ میں نے بخوشی پی لیا۔ (عیون الاخبار ج ۲ ص ۲۰۴)

(۶) ـــــ محمد بن داؤد کا بیان ہے۔ میں اور میرے بھائی دونوں حضرت امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھے کہ اسی اثناء ایک شخص یہ خبر لایا کہ محمد بن جعفرؑ کے جبڑے بیٹھ گئے ہیں۔ حضرت امام رضا علیہ السلام اور آپ کے ہمراہ ہم بھی اُن کے پاس گئے تو دیکھا کہ واقعاً خبر صحیح تھی۔ اسحاق بن جعفرؑ اور ان کی اولاد اور آلِ ابوطالبؑ کے کچھ لوگ رو رہے ہیں۔ حضرت امام رضا علیہ السلام انؑ بالین سر بیٹھ گئے۔ اور اُن کے چہرے کو دیکھ کر تبسم فرمایا۔ ۔ ۔ ۔ ۔ یہ بات حاضرین کو بہت ناگوار ہوئی، بلکہ بعض نے تو کہہ بھی کہ یہ اپنے چچا پر طنزیہ مسکرا رہے ہیں۔

راوی کا بیان ہے کہ پھر آپ نماز پڑھنے کے لیے مسجد شریف لے گئے دورانِ راہ میں نے عرض کیا کہ ہماری جانیں آپ پر نثار۔ جس وقت آپ متبسم تھے حاضرین میں سے کچھ لوگ آپ کے متعلق نازیبا گفتگو کرنے لگے جو ہمیں بری محسوس ہوئی۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ میرا تبسم تو اسحاق کے گریہ کرنے پر تھا، اس لیے کہ وہ محمد بن جعفرؑ سے پہلے مرجائے گا اور خود محمد بن جعفر اس کی موت پر گریہ کریں گے۔

راوی کا بیان ہے کہ محمد تو رُو بصحت ہو گئے اور اسحاق کا انتقال ہو گیا۔ (عیون الاخبار ج ۲ ص ۲۰۶)

• نجم۔ محمد بن جریر طبری نے بھی اپنے اسناد کے ساتھ حضرت ابوالحسنؑ بن موسیٰؑ سے اسی روایت کو نقل کیا ہے۔

(۷) ـــــ یحییٰ بن محمد بن جعفرؑ نے بیان کیا کہ میرے والد شدید بیمار ہوئے تو حضرت ابوالحسن الرضا علیہ السلام ان کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے وہاں میرے چچا اسحاق بیٹھے ہوئے گریہ کر رہے تھے۔ آنحضرتؑ میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا، تمھارے چچا کیوں گریہ کر رہے ہیں؟ ۔ ۔ ۔ ۔ میں نے عرض کیا، ان کو محمد بن جعفرؑ کی موت کا ڈر ہے۔ اور اِن کا جو حال ہے وہ آپ کے سامنے ہے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ حضرت امام رضا علیہ السلام نے فرمایا غم نہ کرو محمد بچ جائیں گے اور اسحاق اِن سے قبل عنقریب ہی انتقال کر جائیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ میرے والد رو بصحت ہو گئے اور اسحاق انتقال کر گئے۔ (عیون الاخبار الرضا جلد ۲ ص ۲۰۶)

• مناقب جلد ۳ ص ۴۴۳ میں بھی اسی کے مثل ایک مرسل روایت مرقوم ہے

(۸) ـــــ اسحاق بن موسیٰؑ کا بیان ہے کہ جب میرے چچا محمد بن جعفرؑ نے مکہ میں خروج کیا اور اپنی طرف لوگوں کو دعوت دی اور امیر المومنین ہونے کا دعویٰ کیا اور ان کی خلافت پر بیعت کرلی گئی تو حضرت امام رضا علیہ السلام اُن کے پاس گئے میں بھی ہمراہ تھا۔ ۔ ۔ ۔ آپ نے اُن سے فرمایا۔ چچا جان آپ اپنے پدر بزرگوار اور اپنے

بھائی کی تکذیب نہ کریں۔ آپ کی یہ امارت بے جان ہے۔ اس کے بعد میں حضرت امام رضاؑ کے ہمراہ مدینہ پہونچا۔ ابھی چند دن ہی گذرے تھے کہ جلودی آپہونچا، دونوں کا مقابلہ ہوا، ان کو شکست ہوئی اور جلودی سے امان کی درخواست کی، سیاہ لباس پہنا، منبر پر گئے اور خود ہی دعویٰ امارت سے دستبردار ہونے کا اعلان کیا اور کہا کہ یہ حکومت مامون رشید کی ہے اس میں ہمارا کوئی حق نہیں۔ پھر وہاں سے نکل کر خراسان چلے گئے اور جرجان میں انتقال کیا۔

(عیون الاخبار الرضا جلد ۲ ص ۲۰۷)

• (کشف الغمۃ جلد ۳ ص ۱۳۴ پر دلائل حمیری سے اسی کے مثل مرسلہ روایت ہے مگر اس میں یہ ہے کہ ان کا انتقال مرو میں ہوا۔)

(۹) ـــــــ معمر بن خلاد کا بیان ہے کہ ریّان بن صلت کو فضل بن سہل نے خراسان کے کسی شہر میں بھیجا تھا۔ اُنھوں نے مجھ سے مرو میں کہا کہ میری درخواست ہے کہ آپ حضرت علی ابن موسیٰ (الرضاؑ) سے میرے لیے حاضری کی اجازت مانگیں۔ میری خواہش ہے کہ آنحضرتؑ اپنے ملبوسات میں سے کوئی لباس مجھے عنایت فرمادیں اور آنحضرتؑ کے نام کا جو سکہ جاری کیا گیا ہے اس میں سے چند عطا فرمادیں۔ معمر کا بیان ہے کہ:

میں خدمتِ حضرت امام رضا علیہ السلام میں حاضر ہوا اور ابھی میں کچھ کہنے بھی نہ پایا تھا کہ آپ نے از خود یہ ارشاد فرمایا کہ ریّان بن صلت ہمارے پاس آنا چاہتا ہے اور اس کی خواہش ہے کہ میں اپنے ملبوسات میں سے کوئی لباس اس کو دے دوں اور اپنے نام کے سکوں میں سے کچھ اسے عطا کر دوں، میں نے اُس کو اجازت دی ...... الغرض جب ریّان بن صلت حاضر ہوا اور سلام کیا۔ تو آپ نے اُس کو اپنے ملبوسات میں سے دو لباس اور اپنے نام کے سکوں میں سے چند سکے اس کو عطا کیے۔ (عیون الاخبار الرضا جلد ۲ ص ۲۰۷)

مناقب جلد ۴ ص ۳۴۰ میں بھی معمر سے اسی کے ہم مضمون روایت ہے۔

(۱۰) ـــــــ رجال کشی ص ۴۸۵ میں ابن ابی الخطاب سے اسی کے مثل روایت مرقوم ہے۔

(۱۱) ـــــــ حسین بن موسیٰ بن جعفر بن محمدؑ کا بیان ہے کہ ہم بنی ہاشم کے چند نوجوان حضرت علی ابن موسیٰ (الرضاؑ) کی خدمت میں حاضر تھے کہ اتنے میں اس طرف سے جعفر بن عمر علوی کا گذر ہوا اور وہ بیچارے بہت بوسیدہ لباس میں اور بُری ہیئت میں تھے۔ ان کی اس حالت کو دیکھ کر ہم میں سے ایک نے دوسرے کی طرف دیکھا اور ہنسنے لگے ...... حضرت امام رضا علیہ السلام نے ارشاد فرمایا (آج تم لوگ ان کی حالت کو دیکھ کر ہنس رہے ہو مگر) عنقریب دیکھو گے کہ یہ بہت مالدار، حشم و خدم والے ہو جائیں گے۔

چنانچہ آنحضرتؑ کو یہ فرمائے ہوئے ابھی ایک مہینہ بھی نہیں گذرا تھا کہ وہ والیٔ مدینہ بن گئے اور ان کی حالت بہت ہی اچھی ہوگئی ...... جب وہ ہماری طرف سے گذرتے تو اُن کے ہمراہ خواجہ سرا اور بہت سے نوکر چاکر ہوتے۔ (اور یہ جعفر بن عمر بن حسین بن علی بن عمر بن علی بن الحسین بن علی بن ابی طالبؑ تھے۔) عیون الاخبار جلد ۲ ص ۲۰۸

• مناقب جلد ۴ ص ۳۳۵ پر بھی یہ روایت منقول و مرقوم ہے۔

(۱۲) ـــــ حسین بن یشار کا بیان ہے کہ حضرت امام رضا علیہ السلام نے فرمایا کہ عبد اللہ، محمد کو قتل کردے گا۔ ..... تو میں نے عرض کیا، مولا! کیا واقعاً عبد اللہ بن ہارون محمد بن ہارون کو قتل کریگا؟ آپ نے فرمایا، ہاں۔ وہ عبد اللہ جو خراسان میں ہے۔ وہ اُس محمد بن زبیدہ کو قتل کرے گا جو بغداد میں ہے اور ایسا ہی ہوا۔ عبد اللہ نے محمد کو قتل کردیا۔ (عیون الاخبار الرضا جلد ۲ صفحہ ۲۰۸)

- مناقب جلد ۴ صفحہ ۳۳۵ پر بھی اسی کے مثل روایت ہے۔

(۱۳) ـــــ ابن ابی نجران اور صفوان دونوں کا بیان ہے کہ حسین بن قیاما جو واقفیہ کے سرداروں میں سے تھا۔ اس نے ہم لوگوں سے کہا کہ حضرت امام رضا علیہ السلام سے میرے لیے اذنِ باریابی حاصل کردیں۔ ..... امام علیہ السلام سے اُس کے لیے اجازت حاصل کی گئی۔ وہ آپ کے سامنے گیا تو دریافت کیا کہ کیا آپ امام ہیں؟ ..... آپ نے فرمایا، ہاں ..... اُس نے کہا مگر میں اللہ کو گواہ کر کے کہتا ہوں کہ آپ امام نہیں ہیں ..... راوی کا بیان ہے کہ یہ سُنکر آپ گردن جھکائے ہوئے دیر تک خاموش رہے۔ پھر اس کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا، تجھے کس نے بتایا کہ میں امام نہیں ہوں؟ اُس نے جواب دیا کہ یو میں اس لیے کہتا ہوں کہ حضرت ابو عبد اللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ امام کبھی لاولد نہیں ہو سکتا، اور آپ کا سن اتنا ہو چکا ہے لیکن ابتک کوئی اولاد نہیں ہے ..... یہ سن کر آپ دیر تک خاموش رہے اور پھر ارشاد فرمایا۔ میں اللہ کو گواہ کر کے کہتا ہوں کہ چند شب و روز ہی میں مجھے اللہ تعالیٰ ایک اولادِ صالح سے سرفراز فرمائے گا۔

عبد الرحمن بن ابی نجران کا بیان ہے کہ میں اُسی وقت سے مہینے شمار کرتا رہا اور اللہ تعالیٰ نے ان کو سال بھر کے اندر ہی حضرت ابو جعفر ایسا فرزند عطا فرما دیا۔ ..

راوی کا بیان ہے کہ حسین بن قیاما ایک مرتبہ طواف میں کھڑا ہوا تھا تو حضرت ابو الحسن اول (حضرت موسیٰ بن جعفر) نے اس کی طرف دیکھا اور فرمایا۔ تجھے کیا ہو گیا ہے۔ اللہ تجھے ورطۂ حیرت میں ڈالے۔ اس کے بعد اُس نے انھیں پر توقف کیا۔ (دیگر ائمہ کی امامت کا قائل نہیں رہا۔)

(عیون الاخبار الرضا جلد ۲ صفحہ ۲۰۹-۲۱۰)

(۱۴) ـــــ موسیٰ بن ہارون کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام رضا علیہ السلام کو دیکھا۔ آپ نے مدینہ میں ایک مرتبہ ہرثمہ پر نظر ڈالی اور فرمایا۔ گویا، میں دیکھ رہا ہوں کہ یہ شخص ہارون رشید کے پاس اُٹھا کرلے جایا جا رہا ہے اور اس کی گردن ماری جارہی ہے۔ (اور پھر ایسا ہی ہوا جیسا آپ نے فرمایا تھا)۔

(عیون الاخبار الرضا جلد ۲ صفحہ ۲۱۰)

- مناقب ابن شہر آشوب جلد ۴ صفحہ ۳۳۵ پر بھی موسیٰ سے یہی روایت نقل ہے۔
- کشف الغمہ جلد ۳ صفحہ ۱۳۹ پر دلائلِ حمیری سے منقول موسیٰ ہی سے یہ روایت ہے کہ گرفتار کرکے مرو بھیجا گیا۔

(۱۵) ـــــــ ابوحبیب نباجی کا بیان ہے کہ میں نے ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ وہ (ہمارے گاؤں) نباج میں تشریف لائے ہیں اور اس مسجد میں قیام فرمایا کہ جس میں ہر سال حجاج آکر ٹھہرتے ہیں۔ پھر میں نے دیکھا کہ میں آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوا، سلام کیا اور سامنے کھڑا ہو گیا۔ آپؐ کے سامنے مدینہ کی کھجوروں کے پتوں کی بنی ہوئی ایک ٹوکری رکھی ہوئی تھی۔ اس صیحانی کھجوریں تھیں۔ میں نے یہ دیکھا کہ آپؐ نے ان کھجوروں میں سے ایک مٹھی کھجور اٹھا کر مجھے عنایت فرمائیں۔ میں نے شمار کیا تو وہ اٹھارہ کھجوریں تھیں۔ اس خواب کی تعبیر میں نے یہ لی کہ میں ہر کھجور کے مطابق ایک سال (یعنی اٹھارہ سال) زندہ رہوں گا۔

اس خواب کو دیکھے ہوئے بیس دن ہو چکے تھے اور میں ایک قطعۂ اراضی کو زراعت کے لیے تیار کرنے میں مصروف تھا کہ ایک شخص نے مجھے خبر دی کہ حضرت ابوالحسن رضا علیہ السلام مدینہ سے تشریف لائے ہیں اور اسی مسجد میں قیام فرمایا ہے۔ ...... پھر میں نے دیکھا کہ لوگ جوق در جوق آپؑ کی زیارت کے شوق میں چلے جا رہے ہیں۔ .... چنانچہ میں بھی زیارت کے اشتیاق میں خدمتِ امامؑ میں جا پہونچا۔ تو دیکھا کہ آپؑ اسی مقام پر تشریف فرما ہیں جہاں میں نے حضرت رسولِ مقبولؐ کو عالمِ خواب میں دیکھا تھا۔ اور ویسی ہی چٹائی پر تشریف فرما ہیں جیسی چٹائی پر آنحضرتؐ کو دیکھا تھا۔ اور آپؑ کے سامنے بھی کھجور کے پتوں کی ایک ٹوکری رکھی ہے جس میں صیحانی کھجوریں ہیں۔ .... میں نے آگے بڑھ کر سلام کیا، آپؑ نے جوابِ سلام دیا اور مجھے اپنے قریب بلا کر ان کھجوروں میں سے ایک مٹھی کھجور مجھے دیں۔ جب میں نے شمار کیا تو پوری اٹھارہ تھیں۔ .... میں نے عرض کیا، فرزندِ رسولؐ! کچھ اور عنایت فرمائیں۔ ارشاد فرمایا، اگر میرے جدِ بزرگوار نے اس سے زیادہ عنایت فرمائی ہوتیں تو میں بھی اضافہ کر دیتا۔

(عیون الاخبار الرضا جلد ۲ صفحہ ۲۱)

- عامۃ المسلمین میں سے ابوعبداللہ حافظ نے بھی اپنے اسناد کے ساتھ محمد بن عیسیٰ سے اور انھوں نے ابوحبیب نباجی سے اسی کے مثل روایت کی ہے۔

(۱۶) ـــــــ ریان بن صلت کا بیان ہے کہ جب میں نے عراق جانے کا قصد کیا تو سوچا کہ حضرت امام رضا علیہ السلام سے رخصت ہو لوں۔ نیز اپنے دل میں یہ بھی سوچا کہ جب زیارت سے مشرف ہوں گا تو آنحضرتؑ کے ملبوسات میں سے ایک لباس مانگ لوں گا تاکہ میں اس کو اپنے کفن کے ساتھ پہنوں اور آپ کے مال میں سے چند درہم۔ تاکہ ان سے اپنی لڑکیوں کے لیے انگوٹھیاں بنوا دوں۔ ...... مگر جب رخصت ہونے لگا تو آپ کی جدائی برداشت نہ کر سکا اور گریہ میں مشغول ہو گیا اور اپنا سوال بھول گیا۔ ....

جب میں رخصت ہو کر بیت الشرف سے باہر آنے والا تھا تو آپ نے مجھے آواز دے کر بلایا اور ارشاد فرمایا کہ کیا تم یہ نہیں چاہتے کہ میں اپنے ملبوسات میں سے کوئی لباس تمہارے کفن کے لیے دیدوں اور اپنے

درہموں میں سے کچھ درہم تمھاری بیٹیوں کی انگوٹھیوں کے لیے دے دوں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ میں نے عرض کیا مولا میرے دل میں تو یہ ارادہ تھا کہ میں آپؑ سے خود ہی مانگ لوں مگر آپ کی جدائی کے غم میں یہ سب بھول گیا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ پھر آپ نے تکیہ اٹھایا اور ایک قمیص نکال کر مجھے عطا فرمائی ، اور مصلّے کا ایک گوشہ اٹھایا اور کچھ درہم نکال کر مجھے عنایت فرمائے ۔ میں نے انھیں شمار کیا تو وہ تیس ۳۰ تھے ۔

(عیون الاخبار الرضا جلد ۲ ص ۲۱۱)

(۱۷) ـــــــ بزنطی کا بیان ہے کہ مجھے حضرت ابوالحسن علی الرضا علیہ السلام کی امامت میں شک تھا ۔ ۔ ۔ ۔ میں نے آپ کو عریضہ لکھا اور حاضری کی اجازت چاہی ۔ اور یہ بات دل میں رکھے ہوئے تھا کہ جب آنحضرتؑ کی خدمت میں حاضری دوں گا تو آپ سے تین ایسی آیات کے متعلق دریافت کروں گا جو میری سمجھ میں نہیں آتیں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ بزنطی کا بیان ہے کہ مجھے اپنے عریضہ کا جواب ان الفاظ میں موصول ہوا

" ہمیں اور تمھیں اللہ معاف اور درگذر فرمائے ۔ تم نے جو اجازت ملاقات کی چاہی ہے ۔ فی الحال تمھارے لیے یہ ممکن نہیں کیونکہ ہم تک کسی کا پہونچنا مشکل ہے ۔ اُن لوگوں نے اس پر سخت پابندیاں عائد کردی ہیں ۔ مگر انشاء اللہ ، عنقریب ملاقات ہوسکے گی ۔ "

پھر آپ نے اپنے خط میں اُن تینوں آیتوں کا مطلب بھی تحریر فرمایا جن کے متعلق میرا خیال تھا کہ دریافت کروں گا ۔ ۔ ۔ مگر قسم ہے خدا کی میں نے اپنے خط میں تذکرہ نہیں کیا تھا ۔ لیکن آپ نے جو کچھ اپنے خط میں تحریر فرمایا اُس پر مجھے سخت حیرت ہوئی اور فوری طور پر یہ سمجھ میں نہیں آیا کہ یہ میرا جواب ہے مگر بعد میں مجھے یاد آگیا اور سمجھ گیا کہ جو کچھ آپ نے تحریر فرمایا وہ میرے دل میں ارادے کا جواب ہے ۔

(عیون الاخبار الرضا جلد ۲ ص ۲۱۲)

- مناقب ابن شہر آشوب جلد ۴ ص ۳۴۶ پر بھی بزنطی سے اسی کے مانند روایت ہے ۔

(۱۸) ـــــــ بزنطی کا بیان ہے کہ حضرت امام علی رضا علیہ السلام نے میرے پاس ایک سواری بھیجی میں اس پر سوار ہو کر آپ کے پاس آیا ۔ اور وہاں اتنی دیر تک قیام کیا کہ رات ہوگئی بلکہ رات کا ایک حصّہ بھی گذر گیا ۔ جب چلنے کا ارادہ کیا تو آپ نے فرمایا کہ میری نظر میں تم اس وقت مدینہ واپس نہ جاسکو گے ۔ ۔ ۔ ۔

میں نے عرض کیا کہ آپ نے درست فرمایا " میں آپ پر قربان "

آپ نے ارشاد فرمایا ' ۔ ۔ ۔ پھر آج کی شب ہمارے پاس ہی بسر کرلو ۔ اور کل دن میں اللہ کی حفظ و امان میں چلے جانا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ میں نے عرض کیا بہت بہتر " میں آپ پر قربان " ۔ ۔

آپ نے کنیز کو بلا کر ارشاد فرمایا کہ میرا بستر ، اِن کے لیے بچھا دو ۔ اور میرا لحاف اس پر رکھ دو ۔ اور میرا ہی تکیہ بھی بستر پر رکھ دینا ۔

بزنطی کا بیان ہے کہ میں نے اپنے دل میں کہا کہ آج کی شب جو فخر و منزلت اللہ نے مجھے عطا

فرمائی ہے وہ میرے دوستوں میں سے کسی کو بھی نصیب نہیں ہوئی۔ ..... یعنی میرے لیے اپنی سواری بھیجی، اس پر میں سوار ہوا، اپنا بستر میرے لیے لگوایا، اپنا لحاف اور تکیہ دیا، یہ بات میرے احباب میں تو کسی کو نصیب نہیں ہوئی۔

بزنطی کا بیان ہے۔ آپ میرے ساتھ تشریف فرما تھے اور میں اپنے دل ہی دل میں یہ باتیں سوچ رہا تھا کہ آپ نے ارشاد فرمایا "اے احمد سنو! حضرت امیر المومنین علیہ السلام ایک مرتبہ زید بن صوحان کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے۔ تو وہ لوگوں میں اس امر پر فخر کا اظہار کرنے لگا۔ لہٰذا تم اپنے نفس کو فخر و مباحات کی راہ پر مت ڈالنا۔ بلکہ اللہ کی بارگاہ میں عجز و نیاز سے کام لینا"۔ .....

..... یہ فرما کر آپ اپنے ہاتھوں کا سہارا لیتے ہوئے اُٹھ گئے۔ (عیون الاخبار الرضا جلد ۲ صفحہ ۲۱۲-۲۱۳)

(۱۹) ـــــ یحییٰ بن بشار کا بیان ہے کہ ایک دن میں حضرت امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں اُس وقت گیا جب آپ کے پدر بزرگوار وفات پا چکے تھے۔ ..... جو باتیں آپ نے ارشاد فرمائی تھیں اُن ہی سے سمجھنے کی کوشش کرنے لگا۔ ..... آپ نے اثنائے گفتگو ارشاد فرمایا: اے سماع! ..... میں نے عرض کیا مولا میری جان آپ پر قربان، یہ لقب تو بخدا مجھے بچپن میں اس وقت ملا تھا جبکہ میں مکتب میں تھا۔ .... یہ سُن کر آپ نے میرے چہرے کی طرف دیکھا اور تبسم فرمایا۔

(عیون الاخبار الرضا جلد ۲ صفحہ ۲۱۴)

(۲۰) ـــــ محمد بن حفص کا بیان ہے کہ مجھ سے حضرت عبدِ صالح ابوالحسن موسیٰ بن جعفرؑ کے ایک غلام نے بتایا کہ ایک دفعہ ہم چند آدمی ایک صحرا میں حضرت امام رضا علیہ السلام کے ساتھ تھے کہ ہمیں اور ہماری سواریوں کو سخت پیاس کا سامنا ہوا۔ نوبت یہاں تک پہونچی کہ ہمیں اپنی جانوں کا خطرہ لاحق ہوا۔... تب ہم سے امام رضا علیہ السلام نے فرمایا: آؤ ہم تمھیں ایک جگہ بتائیں جہاں سے تمہیں پانی دستیاب ہو جائے گا راوی کا بیان ہے کہ ہم لوگ اُس مقام پر گئے۔ وہاں سے ہمیں وافر مقدار میں پانی بہم ہو گیا یہانتک ہم سب مع سواریوں کے سیراب ہو گئے۔ لیکن وہاں سے روانہ ہونے سے قبل جب دوبارہ اُسی مقام پر اُس چشمہ کو تلاش کرنا چاہا تو دیکھا کہ اُس مقام پر اونٹوں کی مینگنیوں کے سوا کچھ بھی نہ تھا۔ ... . اس کا ذکر میں نے قنبر کی اولاد میں سے ایک سے کیا جس کا خیال تھا کہ اس کا سن ایک سو بیس سال کا ہے تو اس قنبری نے بھی اس واقعہ کی تصدیق کی اور کہا کہ میں بھی اُس قافلہ میں موجود تھا۔ نیز اس قنبری نے یہ بھی کہا کہ یہ واقعہ خراسان جاتے ہوئے پیش آیا تھا۔ (عیون الاخبار الرضا جلد ۲ صفحہ ۲۱۷)

(۲۱) ـــــ ابن ابی کثیر کا بیان ہے کہ جب حضرت موسیٰ بن جعفرؑ نے رحلت فرمائی تو لوگوں نے حضرت امام رضا علیہ السلام کو امام تسلیم کرنے میں توقف کیا، اور اسی سال میں حج کے لیے گیا، تو وہاں حضرت امام رضا علیہ السلام کی زیارت نصیب ہوئی۔ ..... میں نے دل ہی دل میں یہ آیت پڑھی۔ .....

فقالوا اَبَشَرًا مِّنَّا وَاحِدًا نَّتَّبِعُهٗ ۔ " یہ ہمیں میں سے تو ایک بشر ہیں پھر بھلا ہم ان کی پیروی کریں"
ابھی میں دل میں یہ کہہ ہی رہا تھا کہ فوراً حضرت امام رضا علیہ السلام برق رفتاری کے ساتھ میرے پاس تشریف
لائے اور فرمایا، " میں بخدا ایسا بشر ہوں کہ جس کی پیروی تم پر واجب ہے........ میں نے عرض کیا کہ
میں اللہ اور آپ سے معذرت خواہ ہوں...... آپ نے فرمایا، جاؤ ہم نے معاف کیا۔

(عیون الاخبار الرضا جلد ۲ صفحہ ۲۱۷)

(۲۲) ـــــــ ابومحمد غفاری کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ مجھ پر قرض کا بھاری بوجھ تھا۔ میں نے سوچا کہ اس قرض کو ادا کرنے والا سوائے میرے مولا و آقا حضرت ابوالحسن علیؑ ابن موسیٰ (رضا) کے اور کوئی نہیں ہے۔ جب صبح ہوئی تو میں اپنے مولا کے بیت الشرف پر زیارت کے لیے حاضر ہوا۔ اجازت کے بعد داخل بیت الشرف ہوا..... آپ نے میرے کچھ عرض کرنے سے قبل خود ہی ارشاد فرمایا۔ " اے ابومحمد تمھاری حاجت کا علم مجھے ہو گیا ہے۔ فکر نہ کرو، میں تمھارے قرض کو ادا کر دوں گا"....... پھر جب شام ہو گئی تو افطار کے لئے کھانا آیا اور ہم نے کھانا کھایا...... اس کے بعد آپ نے فرمایا، اے ابومحمد رات کو یہیں قیام کرو گے یا واپس جاؤ گے ؟...... میں نے عرض کیا، مولا اگر میری حاجت پوری ہو جائے تو میں واپس ہی جانا چاہوں گا......... راوی کا بیان ہے کہ آپ نے فرش کے نیچے سے ایک مٹھی رقم نکالی اور مجھے عنایت فرمائی وہ لے کر میں باہر نکلا اور چراغ کے سامنے جا کر دیکھا، تو وہ دینار سرخ تھے اور پہلا دینار جس پر میرا ہاتھ پڑا تھا میں نے اُس کے نقش کو دیکھا تو اُس پر یہ کندہ تھا کہ " اے ابومحمد یہ پچاس دینار ہیں۔ چھبیس۲۶ دینار سے اپنا قرض ادا کرو اور چوبیس۲۴ دینار اپنے اور اپنے اہل و عیال کے خرچ کے لیے رکھنا"........ اب جب صبح ہوئی تو میں نے وہ دینار جس پر میرے لیے ہدایت کندہ تھی دوبارہ تلاش کیا مگر نہیں ملا، جبکہ دیناروں کی تعداد میں کمی بھی نہیں تھی۔ (یعنی پورے پچاس تھے)۔ (عیون الاخبار الرضا جلد ۲ صفحہ ۲۱۸)

• کتاب "الخرائج والجرائح" میں بھی اسی کے مثل محمد ابن عبدالرحمٰن سے روایت ہے۔ مگر اس میں پچاس کی جگہ پانچسو ہیں۔

(۲۳) ـــــــ حسن ابن موسیٰ بن عمر بن بزیع کا بیان ہے کہ میرے پاس دو کنیزیں تھیں اور دونوں ہی حاملہ تھیں۔ میں نے بذریعہ خط حضرت امام رضا علیہ السلام کو اس کی اطلاع دی اور درخواست کی کہ آپ دعا فرمائیں، ان دونوں کے بطن سے اولادِ نرینہ پیدا ہو اور اللہ ہمیں لڑکوں سے نوازے....... آپ نے جواب میں تحریر فرمایا، کہ میں انشاءاللہ دعا کروں گا..... پھر اس کے بعد خود ہی خط تحریر فرمایا "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ اللہ تعالیٰ ہماری اور تمھاری دنیا و آخرت بخیر فرمائے اور اپنی مہربانی کے زیرِ سایہ رکھے۔ یہ تمام امور اللہ کے دستِ قدرت میں ہیں۔ وہ جس کی قسمت میں جو چاہتا ہے مقدر کر دیتا ہے تیرے یہاں ایک لڑکا پیدا ہوگا اور ایک لڑکی (انشاءاللہ) لڑکے کا نام محمد رکھنا، اور لڑکی کا نام فاطمہ۔ اس لیے

کہ یہ اللہ کی عطا کردہ برکت ہے ۔ . . . . . . راوی کہتا ہے کہ جیسا آپ نے ارشاد فرمایا تھا ویسا ہی ہوا یعنی ایک لڑکا پیدا ہوا اور ایک لڑکی۔ (عیون الاخبار الرضا جلد ۲ ص ۲۱۸ تا ۲۱۹)

• کتاب دلائلِ حمیری میں اپنے اسناد کے ساتھ عمر بن بزیع سے اسی کے مثل روایت ہے۔

(۲۴) ـــــ حسن بن علی بن فضال سے روایت ہے۔ اس کا بیان ہے کہ مجھے عبداللہ بن مغیرہ نے خبر دی کہ، میں پہلے واقفیہ تھا (یعنی حضرت امام موسیٰ بن جعفرؑ کی امامت پر توقف کرتا تھا اور حضرت امام رضاؑ کو امام نہیں مانتا تھا) اور اس پر بہت بحث کرتا تھا۔ . . . . جب میں مکہ مکرمہ گیا تو دل میں ایک خلش سی پیدا ہوئی اور جا کر ملتزم کو تھاما، پھر دعا کی۔ "پروردگارا! تو میری حاجت اور نیت سے آگاہ ہے تو مجھے اس دین کی طرف ہدایت فرما جو سب سے بہتر ہو"۔ پھر یک بیک میرے دل میں آیا کہ ذرا امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں چلوں۔ . . . . چنانچہ مدینہ پہونچا اور آپ کے درِ دولت پر جا کھڑا ہوا اور غلام سے کہا کہ اپنے آقا سے کہو کہ اہلِ عراق میں سے ایک شخص درِ دولت پر حاضر ہے ۔ . . . . تو میں نے خود حضرت امام رضا علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سُنا۔ . . . "اے عبداللہ بن مغیرہ اندر آجاؤ"۔ جب میں اندر گیا تو آپ نے میری طرف دیکھا اور فرمایا۔ اللہ نے تیری دعا قبول فرمائی اور اپنے دین کی طرف تیری ہدایت فرمادی۔ . . . . . . میں نے یہ سنتے ہی کہا۔ "میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کی حجت اور اُس کی مخلوقات پر اللہ کے امین ہیں۔" (عیون الاخبار الرضا جلد ۲ ص ۲۱۹)

• کتاب الخرائج والجرائح ص ۲۰ اور کشف الغمۃ جلد ۳ ص ۱۳۵ میں ابن مغیرہ اور الاختصار شیخ مفیدؒ ص ۸۳ میں ابن فضال سے اسی کے مثل روایت ہے۔

(۲۵) ـــــ وشّار کا بیان ہے کہ عباس بن جعفر بن محمد بن اشعث نے مجھ سے کہا، تم امام رضا علیہ السلام سے درخواست کرو کہ وہ میرے خطوط کو ملاحظہ فرمانے کے بعد چاک کر دیا کریں تاکہ وہ کسی غیر کے ہاتھ نہ لگ جائیں۔

وشّار کا بیان ہے کہ میرے درخواست کرنے سے پہلے ہی خود آپ نے مجھے تحریر فرمایا کہ اپنے ساتھی سے کہدو کہ میں اس کا بھیجا ہوا خط پڑھنے کے بعد پھاڑ دیا کرتا ہوں (وہ مطمئن رہے)۔

(عیون الاخبار الرضا جلد ۲ ص ۲۱۹)

• کشف الغمۃ جلد ۳ ص ۱۳۶ میں بھی وشّار سے اسی کے مثل روایت ہے۔

(۲۶) ـــــ بزنطی کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میرے دل میں آیا کہ جب میں حضرت ابوالحسن رضا علیہ السلام کی خدمت میں حاضری دوں گا تو دریافت کروں گا کہ آپ کا سن کیا ہے؟ چنانچہ جب میں حاضرِ خدمت ہو کر آپ کے سامنے بیٹھا تو آپ نے میری طرف نظر اُٹھائی اور فرمایا، تمہارا سن کیا ہوگا؟ میں نے عرض کیا، مولا! میں پر قربان، میرا سن یہ ہے۔ . . . . آپ نے فرمایا، پھر میں تم سے بڑا ہوں کیونکہ میرا

سن بیالیس سال ہے۔ میں نے عرض کیا مولا! میں آپ پر قربان، میرا تو خود ارادہ تھا کہ میں دریافت کروں کہ آپ کا سنِ مبارک کیا ہے ۔ ۔ ۔ فرمایا، پھر میں نے تم کو بتا بھی تو دیا۔ (عیون الاخبار الرضا جلد ۲ ص ۲۲۱)

(۲۷) ———— زروان مدائنی کا بیان ہے کہ میں حضرت ابوالحسن الرضا کی خدمت میں حاضر ہوا، میرا عبداللہ ابن جعفر کے متعلق دریافت کرنے کا ارادہ تھا۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ راوی کا بیان ہے کہ آپ نے میرا ہاتھ پکڑا اور اپنے سینے پر رکھا اور فرمایا، اے محمد بن آدم! عبداللہ ہرگز امام نہ تھے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اس طرح آپ نے میرے سوال سے پہلے ہی جواب دے دیا۔ (عیون الاخبار الرضا جلد ۲ ص ۲۲۰)

- کشف الغمۃ جلد ۳ ص ۱۳۶ میں بھی دلائل حمیری سے زروان کی یہ روایت منقول ہے۔

(۲۸) ———— یقطینی کا بیان ہے کہ میں نے ہشام عباسی کو یہ کہتے ہوسنا کہ ایک مرتبہ میں حضرت ابوالحسن رضا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا، ارادہ تھا کہ میں آپ سے اپنے دردِ سر کے لیے کوئی دعا دم کراؤں گا اور یہ بھی عرض کروں گا کہ آپ اپنے لباسوں میں سے دو لباس عنایت فرمادیں جن کو میں جامۂ احرام کے طور پر استعمال کروں گا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ جب آپ کی خدمت میں پہونچا تو بہت سے مسائل دریافت کیے۔ آپ نے سب کے جوابات عنایت فرمائے اور میں اپنی حاجت کو بھول گیا۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ جب جانے کے لیے اٹھا اور آپ سے رخصت ہونے کا ارادہ کیا، تو آپ نے فرمایا۔ بیٹھ جاؤ ۔ ۔ ۔ ۔ میں بیٹھ گیا۔ تو آپ نے اپنا دستِ مبارک میرے سر پر رکھا اور دعا دم کی۔ پھر اپنے لباسوں میں سے دو لباس منگوائے اور مجھے عنایت فرمائے اور ارشاد فرمایا۔ یہ لو، ان کو جامۂ احرام کے طور پر استعمال کرنا۔

- نیز عباسی کا بیان ہے کہ میں نے مکّہ مکرّمہ میں دو سعیدی لباس اپنے لڑکے کو تحفۃً دینے کے لیے بہت تلاش کیے مگر سارے مکّہ میں جیسا میں چاہتا تھا ویسا نہ مل سکا۔ پھر واپسی پر میں مدینہ سے گذرا اور حضرت ابوالحسن رضا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور جب آپ سے رخصت ہو کر چلنے لگا تو آپ نے دو سعیدی لباس بھولدار، جیسا میں چاہتا تھا عنایت فرمائے۔ (عیون الاخبار الرضا جلد ۲ ص ۲۲)
- کتاب الخرائج والجرائح ص ۲۰۶ میں اور کشف الغمۃ جلد ۲ ص ۱۳۸ عباسی سے اسی کے مثل روایت منقول ہے۔

(۲۹) ———— حسین بن موسیٰ کا بیان ہے کہ ہم لوگ حضرت ابوالحسن رضا کے ساتھ آپ کی زمینوں پر جانے کے لیے نکلے، مطلع بالکل صاف تھا بادل کا نام ونشان تک نہ تھا۔ جب ہم آگے بڑھے تو آپ نے دریافت فرمایا، تمھارے پاس برساتی وغیرہ ہے؟ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ میں نے عرض کیا، حضور! برساتی وغیرہ کی کیا ضرورت ہے۔ بادل کا کہیں نام ونشان بھی نہیں ہے اور نہ بارش کا خطرہ ہے۔ ۔ ۔ ۔ آپ نے فرمایا لیکن میں نے تو برساتی لے لی ہے اور تم لوگ عنقریب بھیگ جاؤ گے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ راوی کا بیان ہے کہ ابھی ہم تھوڑی ہی دور چلے تھے کہ ایک طرف سے بادل اٹھے اور اچانک بارش ہونے لگی۔ باوجود بہت

کوشش کے ہم سب بھیگ گئے۔ (عیون الاخبار الرضا جلد ۲ ص۲۲۱)

(۳۰) ــــــ موسیٰ بن مہران کا بیان ہے کہ اس نے حضرت امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں ایک عریضہ تحریر کیا کہ آپ میرے بیٹے کے لیے دعا فرمائیں (وہ بیمار ہے)۔۔۔ آپ نے اس کے جواب میں تحریر فرمایا، کہ اللہ نے تجھے ایک صالح بیٹا دیا۔ تو وہ لڑکا جو بیمار تھا مر گیا، لیکن اس کے یہاں ایک دوسرا لڑکا پیدا ہوا۔ (عیون الاخبار الرضا جلد ۲ ص۲۲۱)

(۳۱) ــــــ محمد بن فضیل کا بیان ہے کہ جب میں بطن مُر میں اترا تو میرے پہلو اور پاؤں میں رشتہ کا مرض لاحق ہو گیا اور اسی حالت میں مدینہ میں حضرت امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے مجھے دیکھ کر فرمایا، کیا بات ہے؟ میں تمہیں کسی درد میں مبتلا پا رہا ہوں۔۔۔۔۔ میں نے عرض کیا کہ جب میں بطن مُر میں پہونچا تو وہاں میرے پہلو اور پاؤں میں رشتہ کی بیماری لاحق ہو گئی۔۔۔۔ آپ نے میرے پہلو کی طرف جہاں درد تھا اشارہ کیا اور کچھ پڑھ کر دم کیا، پھر اپنا لعاب دہن اس پر لگا دیا، اور فرمایا اب اس جگہ کی تکلیف سے مطمئن رہو۔۔۔ اس کے بعد میرے پاؤں کی طرف دیکھا اور ارشاد فرمایا کہ: حضرت ابو جعفر علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ میرے دوستوں میں سے اگر کوئی دوست کسی تکلیف میں مبتلا ہو اور صبر کرے تو اللہ اس کے نامۂ اعمال میں ایک ہزار شہیدوں کا ثواب لکھ دیتا ہے۔۔۔۔۔۔

راوی کا بیان ہے کہ یہ سنکر میں نے اپنے دل میں کہا، خدا کی قسم اب تو زندگی بھر میرا یہ پاؤں اچھا نہ ہوگا۔۔۔۔۔ ہشیم کا بیان ہے کہ پھر وہ عمر بھر اس کی وجہ سے لنگڑا کر چلتا رہا، یہانتک کہ مر گیا۔

(عیون الاخبار الرضا جلد ۲ ص۲۲۱)

(۳۲) ــــــ حسن بن راشد کا بیان ہے کہ جب میں درختوں کے پھلوں پر (جو یکجا اکٹھے کیے گئے تھے) گیا تو قبل اس کے کہ میں کاغذات کو دیکھوں یا اس کی طرف توجہ دوں، میرے پاس حضرت امام رضاؑ کا آدمی پہونچا کہ "بہی کھاتہ فوراً بھیجو" مگر میری قیام گاہ پر کوئی بہی کھاتہ اصلاً نہیں تھا۔ میں نے کہا، مجھے تو معلوم نہیں کہ کوئی بہی کھاتہ بھی ہے تاہم تلاش کرتا ہوں۔۔۔۔۔۔ میں نے اِدھر اُدھر تلاش کیا مگر نہ ملا۔ جب حضرت کا آدمی واپس جانے لگا تو میں نے کہا، ذرا ٹھہرو!۔۔۔۔ جب میں نے کچھ پھلوں کو ہٹا کر دیکھا تو وہ بہی کھاتہ مل گیا جس کا مجھے بالکل علم نہ تھا لیکن اتنا علم اور یقین ضرور ہو گیا کہ جب حضرت طلب فرما رہے ہیں تو یقیناً موجود ہوگا، اسی وجہ سے میں نے تلاش پر توجہ دی۔ (عیون الاخبار الرضا جلد ۲ ص۲۲۱-۲۲۲)

(۳۳) ــــــ ابو محمد مصری کا بیان ہے کہ جب ابوالحسن امام رضا علیہ السلام (بغداد) تشریف لائے تو میں نے ایک عریضہ کے ذریعے سے آپ سے بغرض تجارت مصر جانے کی اجازت چاہی۔ تو آپ نے اس کے جواب میں تحریر فرمایا کہ ابھی کچھ دنوں، جبتک اللہ کی مشیت ہو ٹھہرو۔۔۔۔۔۔ میں دو سال تک ٹھہرا رہا، جب تیسرا سال آیا تو میں نے پھر عریضہ تحریر کیا اور اجازت چاہی۔ آپ نے اس کے جواب میں

تحریر فرمایا۔۔۔ جاؤ، اللہ تمہیں مبارک کرے، اللہ نے تمہارا کام بنادیا، اِس لیے کہ حالات بدل گئے ہیں۔۔۔۔۔ راوی بیان کرتا ہے کہ میں مصر گیا اور وہاں خوب دولت کمائی اور ادھر بغداد میں فتنہ وفساد برپا ہوا جس سے میں محفوظ رہا۔ (عیون الاخبار الرضا جلد ۲ صـ۲۲۲)

(۳۴) ـــــ احمد بن عبداللہ بن حارثہ کرخی کا بیان ہے کہ میرے بچّے زندہ نہیں رہتے تھے۔ تقریباً دس بچّے مر چکے تھے۔ میں حج کے لیے گیا اور فراغتِ حج کے بعد حضرت ابوالحسن امام رضاؑ کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوا۔ آپ سُرخ زعفرانی رنگ کا تہبند پہنے ہوئے نکلے۔ میں نے سلام عرض کیا، اور دست بوسی کے بعد چند مسائل دریافت کیے۔ پھر میں نے آپ سے اپنے بچّوں کے زندہ نہ رہنے کی شکایت کی، تو آپ دیر تک نیچی نگاہ کیے رہے اور دعا فرماتے رہے۔ پھر فرمایا۔۔۔۔ مجھے اُمید ہے کہ جب تم واپس جاؤ گے تو تمہاری زوجہ حاملہ ہوگی اور تمہارے ہاں یکے بعد دیگرے دو لڑکے پیدا ہوں گے اور زندگی بھر تم اُن سے فیض اُٹھاتے رہو گے، اس لیے کہ جب اللہ تعالیٰ دعا قبول کرنا چاہتا ہے تو قبول ہو جاتی ہے اور وہ ہر شے پر قادر ہے۔

راوی کا بیان ہے کہ جب میں حج سے اپنے گھر واپس ہوا تو میں نے اپنی زوجہ کو جو میرے ماموں کی لڑکی ہے، حاملہ پایا۔ اس کے بطن سے ایک لڑکا پیدا ہوا میں نے اس کا نام ابراہیم رکھا۔۔۔۔ اس کے بعد پھر حمل رہا اور دوسرا لڑکا پیدا ہوا۔ میں نے اس کا نام محمد رکھا اور کنیت ابوالحسن رکھی۔۔ ابراہیم تیس سال سے کچھ زیادہ کا ہوگیا تھا اور ابوالحسن چوبیس سال کا۔ میں پھر حج کو گیا اور جب حج سے واپس آیا تو دونوں بیمار تھے۔ میری واپسی کے بعد دو مہینے تک دونوں زندہ رہے۔ شروع مہینہ میں ابراہیم کا انتقال ہوا اور آخر مہینہ میں محمد کا۔ پھر وہ شخص خود ان دونوں کے بعد صرف ڈیڑھ سال تک زندہ رہا اور اس سے پہلے اس کا کوئی لڑکا ایک ماہ سے زیادہ زندہ نہیں رہتا تھا۔ (عیون الاخبار الرضا جلد ۲ صـ۲۲۲)

(۳۵) ـــــ سعد بن سعد کا بیان ہے کہ حضرت امام رضا علیہ السلام نے ایک شخص کو دیکھا تو فرمایا۔ اے اللہ کے بندے تو جو کچھ وصیت کرنا چاہتا ہے کرلے اور اس وقت کے لیے تیار ہوجا جو وقت ہر انسان پر لازماً آتا ہے۔۔۔۔۔ (آپ نے جو فرمایا تھا وہی ہوا۔) وہ شخص اس کے تین دن کے بعد مر گیا۔ (عیون الاخبار الرضا جلد ۲ صـ۲۲۳)

(۳۶) ـــــ وشاء نے مسافر سے روایت کی ہے۔ اس کا بیان ہے کہ میں مقام منیٰ میں حضرت امام رضا علیہ السلام کے ساتھ تھا کہ اسی اثناء، یحییٰ بن خالد آلِ برمک کے گروہ کے ساتھ گذرا آپ نے فرمایا۔ یہ بیچارے نہیں جانتے کہ امسال ان پر کیا گذرنے والی ہے اور اس سے بھی زیادہ حیرت کی بات یہ ہے کہ ہم اور ہارون دونوں اس طرح ملے ہوئے ہوں گے، یہ کہکر آپ نے اپنی دو انگلیوں کو ملایا،

مسافر کا بیان ہے کہ خدا کی قسم میں آپ کی گفتگو کا مطلب اس وقت سمجھا جب ہم لوگوں نے ان دونوں کو برابر دفن کیا۔ (عیون الاخبار الرضا جلد ۲ ص ۲۲۵)

- بصائر الدرجات جزء ۱ ب ۹ ج ۱۴ میں اور ارشاد شیخ مفید ص ۲۸۹ و ص ۲۹۰ پر بھی مسافر سے اسی کے مثل روایت منقول ہے۔

(۳۷) بغیر دریافت کیے ہر مسئلہ کا جواب:

حسن بن علی الوشّاء کا بیان ہے کہ حضرت ابوالحسن علی رضا علیہ السلام کی امامت پر یقین کرنے سے قبل میں نے بہت سے مسائل جو آپ کے آباءِ کرام سے مروی تھے انھیں لکھ کر ایک کتاب کی شکل میں جمع کر لیے تھے اور چاہتا تھا کہ ان مسائل کے ذریعے سے آپ کی امامت کو آزمالوں تاکہ یکسوئی حاصل ہو سکے۔ چنانچہ میں نے اپنی کتاب کو آستین میں چھپایا اور در دولت پر حاضر ہوا۔ چاہتا تھا کہ آپ سے تخلیہ کا کوئی وقت مقرّر کروں اور یہ کتاب آپ کو دے دوں یہ سوچ کر ایک طرف جا بیٹھا۔ مگر فکر دامنگیر تھی کہ کس طرح باریابی ہو۔ کیونکہ آپ کے در دولت پر بہت افراد موجود تھے۔ اسی اثناء ایک غلام بیت الشرف سے باہر آیا جس کے ہاتھ میں ایک تحریر تھی اس نے باآوازِ بلند پکار کر کہا، کہ تم میں الیاس بغدادی کا نواسہ حسن بن علی الوشّاء کون ہے؟ میں اٹھ کر اس کے قریب پہونچا اور کہا۔ میں حسن بن علی الوشّاء ہوں، تمھیں مجھ سے کیا کام ہے؟ اس نے جواب دیا کہ یہ ایک تحریر ہے اور مجھے حکم ملا ہے کہ یہ میں تمھیں دے دوں لہٰذا یہ لے لو۔ میں نے اس تحریر کو لیا اور ایک طرف جا کر اُسے پڑھا۔ بخدا، میں نے دیکھا کہ اس میں ایک ایک مسئلہ کا جواب تحریر تھا۔ بس فوراً ہی میں نے آپ کی امامت کا یقین کر لیا، اور اپنے واقفیہ عقیدے کو ترک کر دیا۔ (عیون اخبار الرضا جلد ۲ ص ۲۵۰)

(۳۸) —— وشّاء کا بیان ہے۔ حضرت ابوالحسن رضا علیہ السلام نے اپنے غلام کے ہاتھ ایک رقعہ میرے پاس بھیجا، اس میں تحریر تھا کہ فلاں مقام کے فلاں قسم کے کپڑوں میں سے ایک کپڑا بھیج دو۔ میں نے جواباً تحریر کیا اور زبانی بھی آپ کے غلام سے کہا کہ میرے پاس اسطرح کا کپڑا نہیں ہے اور نہ میں اس قسم کے کپڑے سے واقف ہوں۔ فرستادہ پھر میرے پاس واپس آیا اور کہا کہ حکم ہوا ہے، تلاش کرو۔ میں نے پھر تلاش کیا۔ کپڑا نہ مل سکا اور میں نے پھر وہی جواب کہلا بھیجا کہ اس قسم کا کوئی کپڑا میرے پاس نہیں ہے۔ آپ کا فرستادہ غلام پھر آیا اور کہنے لگا کہ حکم ہوا ہے کہ مزید تلاش کرو، یہ کپڑا تمہارے پاس موجود ہے۔ حسن بن علی الوشّاء کا بیان ہے کہ میرے ساتھ ایک شخص نے ایک کپڑا اسی قسم کا میرے کپڑوں میں رکھ دیا تھا کہ اس کو فروخت کر دینا مگر میں اسے بھول گیا۔ اب جو میں نے

اپنی تمام چیزوں کو اُلٹ پلٹ کر دیکھا تو کپڑوں کے نیچے ایک ٹوکری میں وہ کپڑا موجود تھا اور میں نے اُسے امام علیہ السلام کی خدمت میں حاضر کر دیا۔ (عیون اخبار الرضا جلد ۲ ص ۲۵۰)

(۳۹) حکمِ امام سے اعراض کی سزا

صفوان بن یحییٰ کا بیان ہے کہ میں ایک مرتبہ حضرت ابوالحسن رضا علیہ السلام کی خدمت بابرکت میں موجود تھا کہ حسین بن خالد صیرفی بھی آگیا اور عرض کرنے لگا، مولا! میں آپ پر قربان؛ میرا ارادہ اعوض (مدینہ کے پاس ایک مقام کا نام ہے) جانے کا ہے: آپ نے ارشاد فرمایا، جس جگہ تم کو ہر طرح کی سہولت و عافیت ہو اسے کیوں ترک کرتے ہو؟ یہ سن کر حسین بن خالد خاموش ہوگیا لیکن اپنا ارادہ ترک نہ کیا اور اعوض کے ارادے سے چل دیا۔ راستے میں چند ڈاکوؤں نے اس کا تمام مال واسباب لوٹ لیا۔ (تب اسے خیال ہوا کہ اگر امام کا حکم مان لیتا تو مجھے یہ دن دیکھنا نہ پڑتا۔) (عیون اخبار الرضا جلد ۲ ص ۲۲۰)

(۴۰) ـــــ ابنِ جہم کا بیان ہے کہ جب میں ماہِ صفر میں مکہ سے واپس ہوا تو مجھے حضرت امام رضا علیہ السلام نے خط تحریر فرمایا کہ "آئندہ چار مہینوں میں کوئی حادثہ رونما ہونے والا ہے۔" تو وہ حادثہ یہ تھا کہ محمد ابن ابراہیم (سردار لشکرِ امین) اور اہلِ بغداد کی جنگ اور اصحابِ زبیر (سردار لشکرِ مامون) کا قتل اور اس کی شکست:

راوی کا بیان ہے کہ مجھ سے ابراہیم ابن ابو اسرائیل نے بیان کیا کہ مجھ سے حضرت ابوالحسن امام رضا علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ "میں نے خواب میں دیکھا کہ مجھ سے کہا جا رہا ہے کہ چالیس سال کا سن ہونے سے قبل تمہارے یہاں کوئی لڑکا پیدا نہیں ہوگا۔ اس سن کے بعد تمہارے یہاں بدلے ہوئے رنگ کی، کم قیمت والی ایک عورت سے لڑکا پیدا ہوگا۔ (قرب الاسناد ص ۲۳۱-۲۳۲)

(۴۱) ـــــ ابن ابی نصر کا بیان ہے کہ میں نے قادسیہ پہونچ کر حضرت امام رضا علیہ السلام کا استقبال کیا اور آپ کی خدمت میں سلام بجا لایا: آپ نے ارشاد فرمایا، میرے لیے ایک حجرہ کرائے پر حاصل کرو جس کا ایک دروازہ سرائے میں ہو اور دوسرا باہر کی طرف ہو۔ یہ زیادہ ساتر اور نہایت مناسب ہوگا: راوی کا بیان ہے کہ آپ نے میرے پاس ایک تھیلہ ارسال فرمایا جس میں کچھ دینار اور ایک صحیفہ تھا۔ آپ کا ارسال کردہ شخص میرے پاس آیا کرتا اور میں اُس کو اشیاءِ ضرورت خرید کر دیا کرتا تھا۔ ایک روز میں تنہا تھا لہٰذا صحیفہ کھول کر پڑھنا چاہا، لیکن اس عبارت نہ سمجھ سکا۔ میں نے اس عبارت کو نقل کرنا چاہا کہ اسی دوران آپ کا فرستادہ مسافر آیا اور اس نے کہا کہ آقا نے ارشاد فرمایا ہے کہ اس صحیفہ کو رومال میں رکھ کر اس دھاگے سے باندھو اور اس پر یہ میری مُہر لگا کر مع مُہر کے میرے پاس

روانہ کردو۔ میں نے فوراً ایسا ہی کیا۔ (بصائر الدرجات جزء ۵ باب ۱۱ ج ۸)

(۴۲) ـــــ سلیمان بن جعفر جعفری کا بیان ہے کہ میں مقام حمراء میں ایک مکان کی بالائی منزل پر جس کی کھڑکی صحرا کی طرف کھلتی تھی، حضرت ابوالحسن امام رضا علیہ السلام کے ساتھ بیٹھا تھا، کھانے کا دسترخوان ہمارے سامنے تھا۔ اچانک آپ نے سرِ اقدس اُٹھایا اور دیکھا کہ ایک شخص دوڑا ہوا آرہا ہے۔ آپ نے کھانے سے ہاتھ روک لیا۔ وہ شخص اوپر چڑھ کر آپ کے پاس آیا اور عرض کیا: مولا! میری جان آپ پر فدا ہو۔ ایک خوشخبری لے کر آیا ہوں کہ زبیری مرگیا۔ یہ سن کر آپ نے اپنی نگاہیں جھکالیں، رنگ آپ کا متغیر ہوگیا اور چہرہ زرد پڑ گیا۔ پھر آپ نے سرِ اقدس اُٹھایا، اور ارشاد فرمایا: تجھے معلوم ہے کہ اس رات میں بھی وہ گناہ میں مبتلا تھا اور اس کی نگاہوں میں یہ کوئی بڑا گناہ نہ تھا، پھر فرمایا، بخدا؛ یہ لوگ گناہوں میں غرق ہوکر جہنم میں جگہ بناتے ہیں؛ یہ کہہ کر آپ نے کھانے کے لیے ہاتھ بڑھایا اور کھانا نوش فرمایا: تھوڑی ہی دیر میں ایک دوسرا شخص جو زبیری کا غلام تھا آیا اور عرض کیا: میں آپ پر قربان: زبیری مرگیا۔ آپ نے دریافت فرمایا، کہ اس کی موت کا سبب کیا تھا؟ اس نے عرض کیا، گذشتہ شب مقدار سے زیادہ شراب پی گیا تھا اور اسی حالت میں مرگیا۔ (بصائر الدرجات جزء ۵ باب ۱۱ ج ۱۲ ۔ الخرائج والجرائح ص ۲۴۳)

(۴۳) ـــــ محمد بن فضل صیرفی کا بیان ہے کہ میں حضرت ابوالحسن رضا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور بہت سی چیزوں کے متعلق دریافت کیا۔ ارادہ تھا کہ اسلحوں کے متعلق بھی دریافت کروں گا مگر میں بھول گیا۔ پھر جب میں آپ کی خدمت بابرکت سے اُٹھ کر ابوالحسین بن بشیر کے پاس گیا تو ناگاہ آنحضرت کا غلام آیا جس کے ہاتھ میں رقعہ بھی تھا اور اس کو جیب میں نے کھول کر پڑھا تو یہ تحریر تھا: "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، میں اپنے پدر بزرگوار کا جانشین اور وارث ہوں۔ میرے پاس وہ سب کچھ ہے جو آنحضرتؑ کے پاس تھا۔" (بصائر الدرجات جزء ۵ بؔ ۱۲ ج ۵)

(۴۴) ـــــ احمد بن عمر حلال کا بیان ہے کہ میں نے اخرس کے بارے میں سنا کہ وہ مکہ میں حضرت امام رضا علیہ السلام کا ذکر کرتا اور آپ کی شان میں گستاخی کرتا ہے۔ یہ سن کر میں مکہ پہونچا، وہاں سے ایک چھرا خریدا اور اسے دیکھ کر کہا۔ خدا کی قسم جب وہ مسجد سے نکلے گا تو میں اسے قتل کردوں گا، اور اسی ارادہ سے بالکل تیار ہوکر کھڑا تھا کہ حضرت امام رضا علیہ السلام کا ایک رقعہ پہونچا جس میں تحریر تھا۔ "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، تجھے میرے حق کی قسم اخرس کے قتل سے ہاتھ روک لے، مجھے اللہ پر بھروسہ ہے اور وہی میرے لیے کافی ہے۔"

(بصائر الدرجات جزء ۵ بؔ ۱۲ ج ۵)

(۴۵) زمین نے سونا اُگل دیا:

ابراہیم بن موسیٰ بیان کرتا ہے کہ میں نے حضرت امام رضا علیہ السلام سے کچھ رقم مانگی، آپ نے وعدہ فرمالیا۔ میں نے پھر درخواست کی۔ آپ اُس وقت والیٔ مدینہ سے ملاقات کے لیے تشریف لے جارہے تھے۔ میں بھی آپ کے ساتھ ہولیا۔ اُس وقت ہم دونوں کے علاوہ کوئی نہ تھا۔ آپ ایک شخص کے مکان کے قریب سے گذر کر درختوں کے سائے میں ٹھہر گئے۔ اس وقت میں نے بیقراری میں پھر عرض کیا، مولا! میں آپ پر قربان! عید سر پر ہے اور بخدا میرے پاس ایک درہم بھی نہیں ہے۔ آپ نے یہ سن کر اپنا کوڑا زمین پر بہت زور سے رگڑا، پھر وہاں ہاتھ بڑھایا تو ایک سونے کا ڈلا اُٹھا کر مجھے مرحمت فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ فی الحال اس سے اپنا کام چلاؤ، مگر، خبردار! جو کچھ تم نے دیکھا ہے اس کو کسی پر ظاہر نہ کرنا۔ (اختصاص ص۲۷۔ بصائر الدرجات جز ۸ ب ۲۔ ج ۲)

کتاب الخرائج والجرائح میں راوندی نے ص۲۰۳ پر یہ روایت تحریر کی ہے اس میں یہ بھی ہے کہ راوی نے بیان کیا ہے کہ اس میں بڑی برکت ہوئی یہانتک کہ میں نے خراسان میں ستر ہزار دینار کا مال خریدا اور اپنے ہمعصروں میں سب سے زیادہ دولتمند ہوگیا۔

(۴۶) اسمٰعیل بن ابی الحسن رقمطراز ہے کہ میں حضرت امام رضا علیہ السلام کے ساتھ تھا کہ آپ نے اپنا ہاتھ زمین کی جانب بڑھایا، وہاں بہت سے سونے کے ڈلے ظاہر ہوئے آپ نے زمین پر پھر اپنا ہاتھ پھیر دیا وہ غائب ہوگئے۔ میں نے اپنے دل میں کہا کاش اس میں سے مجھے ایک ہی دے دیا ہوتا۔ آپ نے فرمایا، نہیں ابھی اس کا وقت نہیں آیا ہے۔

(کتاب الخرائج والجرائح راوندی ص۲۰۴)

(۴۷) امام کو ہر زبان کا علم ہوتا ہے

ابو اسمٰعیل سندھی کا بیان ہے کہ میں نے اپنے وطن ہند میں سنا کہ عرب میں کوئی حجتِ خدا ہے۔ میں ان کی تلاش میں روانہ ہوگیا اور حضرت امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر ملاقات کا شرف حاصل کیا۔ مگر میں عربی زبان سے ناواقف تھا اس لیے آپ کو سندھی زبان میں سلام عرض کیا۔ آپ نے سندھی زبان ہی میں جواب دیا۔ اب تو میں نے آپ سے اپنی میں گفتگو شروع کی اور امامؑ برابر میری ہی زبان میں جواب دیتے رہے۔ میں نے عرض کیا کہ میں نے اپنے وطن میں سنا تھا کہ عرب میں کوئی حجتِ خدا ہے اس لیے میں اُن کی تلاش میں نکلا ہوں: آپ نے فرمایا، تم حجتِ خدا کے پاس پہونچ گئے اب جو چاہو دریافت کرو: چنانچہ میں بہت سے مسائل دریافت کیے اور مطمئن

ہوگیا۔ پھر جب آپ کی خدمت سے رخصت ہونے لگا تو عرض کیا: حضور! میں عربی زبان سے ناواقف ہوں آپ اللہ سے دعا فرمائیے کہ میں عربی بولنے اور سمجھنے لگوں تاکہ اہلِ عرب سے گفتگو کے دوران سہولت ہو جائے۔ یہ سُن کر آپ نے میرے لبوں پہ ہاتھ پھیرا، میں اسی وقت عربی زبان میں گفتگو کرنے لگا۔ (المصدر ص ۲۰۴)

(۴۸) محرم کیلئے نیم ریشمیں لباس جائز ہے

حسن بن علی بن یحییٰ کا بیان ہے کہ جب میں نے مکۂ مکرمہ کا قصد کیا تو میری ایک کنیز نے میرے زادِ سفر میں دو کپڑے بھی دیے اور مجھ سے درخواست کی کہ آپ ان ہی دونوں کپڑوں سے احرام باندھیں: میں نے غلام سے کہا کہ اس کو تھیلے میں رکھ لو۔ جب اُس مقام پر پہونچا جہاں احرام باندھا جاتا ہے تو وقت آنے پر میں نے وہ دونوں کپڑے منگوائے تاکہ ان کو پہن کر احرام باندھوں مگر میرا دل کچھ مشکوک ہوا کہ اس جائز ملحم (سفید نیم ریشمیں جیسے کپڑے) میں احرام باندھوں۔ لہٰذا میں نے ان کو نہ پہنا اور دوسرا کپڑا پہنا۔ جب مکہ میں پہونچا تو میں نے حضرت امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں ایک عریضہ ارسال کیا اور ہمراہ کچھ تحائف بھی آپ کی خدمت میں نذر کیے۔ لیکن ان کپڑوں کے متعلق دریافت کرنا بھول گیا۔ تھوڑے ہی وقفے کے بعد آپ نے میرے تمام مسائل کا جواب تحریر فرمادیا۔ آپ نے اپنے خط کے آخر میں یہ بھی تحریر فرمادیا تھا کہ لباس ملحم پہننے میں کوئی حرج نہیں اگر اس کو محرم پہنے۔

(الخرائج والجرائح راوندی)

(۴۹) ــــ علی بن الحسین بن یحییٰ کا بیان ہے کہ میرا ایک بھائی ہے جس کا نام عبداللہ ہے جو ارجائی خیالات کی طرف مائل ہے اور ہم پر طعنہ کرتا رہتا ہے: میں نے حضرت ابوالحسن امام علی رضا علیہ السلام کی خدمت میں عریضہ تحریر کیا جس میں اُس کے لیے دعا کی درخواست کی: آپ نے میرے عریضے کے جواب میں تحریر فرمایا کہ، فکر نہ کرو وہ عنقریب تمہارے اعتقاد کی طرف پلٹ آئے گا اور اللہ کے دین کے سوا کسی دوسرے دین پر نہیں مرے گا۔ عنقریب اس کی کنیز کے بطن سے ایک لڑکا پیدا ہوگا۔

علی بن الحسین بن یحییٰ مزید بیان کرتا ہے کہ اس ارشادِ گرامی کے بعد سال بھر بھی نہ گذرا تھا کہ وہ حق پر پلٹ آیا اور اب وہ میرے خاندان کے بہترین لوگوں میں شمار ہوتا ہے۔ نیز اُس کی کنیز کے بطن سے اس کے یہاں ایک لڑکا بھی پیدا ہوا۔

(الخرائج والجرائح راوندی)

(۵۰) ــــ ابومحمد رقی کا بیان ہے۔ میں حضرت امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور سلام عرض کیا: آپ میری طرف متوجہ ہوئے اور خیریت وکیفیت دریافت فرمانے لگے۔ اسی

دوران آپ نے مجھ سے دریافت فرمایا، اے ابو محمد! جب اللہ تعالیٰ کسی بندۂ مومن کو کسی مرض میں مبتلا کرتا ہے اور وہ اس پر صبر کرتا ہے تو اس کو ایک شہید کا اجر ملتا ہے:

راوی کا بیان ہے کہ اس سے قبل گفتگو میں کسی مرض وغیرہ کا تذکرہ بھی نہ تھا اس لیے یہ بات جب آپ نے دفعتاً فرمائی تو مجھے قدرے ناگوار سی محسوس ہوئی: میں نے اپنے دل میں کہا کہ آپ نے مجھے اپنے دل میں کتنا شرمندہ کیا۔ کیونکہ میں تو آنحضرتؑ سے مختلف قسم کی باتوں میں مصروف تھا اور آنحضرتؑ نے اچانک بے موقع و محل درد و مرض کا تذکرہ شروع کر دیا۔ یہ سوچ کر میں وہاں سے رخصت ہوا اور اپنے ساتھیوں سے جا ملا جو روانہ ہو چکے تھے:

چنانچہ رات کے وقت میں نے اپنے پاؤں میں کچھ تکلیف محسوس کی، تو خیال کیا کہ ممکن ہے تھکن کی وجہ سے ہو۔ دوسرے دن وہ پاؤں متورم ہو گیا اور تیسرے روز ورم میں اضافہ ہو گیا اب مجھے امام علیہ السلام کی وہ گفتگو یاد آئی۔ جب میں مدینہ پہونچا تو اس میں پیپ بھر آئی اور اب تو اس نے ایک بڑے پھوڑے کی شکل اختیار کر لی جس کے باعث شب کی نیند حرام ہو گئی۔ اب میری سمجھ میں آیا کہ آپ نے جو گفتگو فرمائی تھی اس کا یہ مطلب تھا کئی مہینے تک میں بستر بیماری پر پڑا رہا۔

راوی کا بیان ہے کہ وہ رُو بصحت ہوا مگر پھر دوبارہ بیمار ہو کر مر گیا۔ (الخرائج والجرائح راوندی)

(۵۱) ـــــ احمد بن عمرہ کا بیان ہے کہ میں حضرت امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا میری زوجہ حاملہ تھی۔ میں نے عرض کیا کہ میں اپنی زوجہ کو حاملہ چھوڑ کر آیا ہوں آپ دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے فرزند عطا فرمائے: آپ نے ارشاد فرمایا کہ فرزند ہی پیدا ہوگا اُس کا نام عمر رکھنا: میں نے عرض کیا کہ میری نیت تو علی رکھنے کی تھی اور میں اپنی زوجہ سے کہہ بھی آیا ہوں کہ لڑکا پیدا ہو تو علی نام رکھنا۔ آپ نے مکرر فرمایا نہیں، بلکہ اس کا نام عمر رکھنا: چنانچہ جب میں کوفہ سے واپس اپنے وطن پہونچا تو لڑکا پیدا ہو چکا تھا۔ میرے کہنے کے بموجب اس کا نام علی رکھ دیا گیا تھا۔ میں نے اس کا نام بدل کر عمر رکھ دیا۔ میرے پڑوسیوں نے مجھ سے کہا کہ آئندہ ہم تمہاری باتوں کو سچ نہ سمجھیں گے۔ اُس وقت میں سمجھ گیا کہ آنجناب میرے حالات پر مجھ سے زیادہ مطلع ہیں۔ (الخرائج والجرائح)

(۵۲) ـــــ بکر بن صالح کا بیان ہے کہ میں حضرت امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میری زوجہ جو محمد بن سنان کی بہن ہے وہ حاملہ ہے۔ دعا فرمائیں کہ فرزند پیدا ہو۔ آپ نے فرمایا کہ حمل میں دو بچے ہیں: تو میں نے دل میں کہا کہ ایک کا نام محمد ہوگا دوسرے کا علی۔ مگر میری واپسی کے بعد آپ نے مجھے دوبارہ بلایا اور فرمایا، ان دونوں میں سے ایک کا نام علی رکھنا اور دوسری لڑکی ہے اس کا نام اُم عمر رکھنا: جب میں کوفہ واپس آیا تو ایک لڑکا پیدا ہوا اور ایک لڑکی۔ میں نے آنجناب کے ارشاد کے بموجب لڑکے کا نام علی اور لڑکی کا نام اُم عمر رکھا: میں نے اپنی والدہ

سے اُمِ عمر کے بارے میں دریافت کیا تو انھوں نے فرمایا، اُمِ عمر میری والدہ کا نام تھا۔
(الخرائج والجرائح)

(۵۳) ـــــ مسافر کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام رضا علیہ السلام سے عرض کیا کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ ایک پنجرے کا منھ زمین پر رکھا ہوا ہے اس میں چالیس چڑیوں کے بچے ہیں آپ نے فرمایا، اگر تم نے یہ خواب دیکھا ہے تو ہم میں سے کوئی ایک خروج کرے گا اور وہ فقط چالیس روز زندہ رہے گا: چنانچہ، محمد بن ابراہیم طبا طبا رنے خروج کیا اور وہ چالیس دن زندہ رہا۔
(الخرائج والجرائح)

(۵۴) ـــــ آپ نے اپنے بارے میں پیش گوئی فرمائی

وشّا کا بیان ہے کہ حضرت امام رضا علیہ السلام نے خراسان میں فرمایا کہ جب لوگوں نے مجھے وطن سے نکالنے کا ارادہ کیا تو میں نے اپنے اہل وعیال کو جمع کیا اور کہا کہ میری جُدائی پر گریہ کرو تاکہ میں بھی سُنوں: اس کے بعد اُن میں بارہ ہزار دینار تقسیم کیے اور کہا کہ اب میں تا ابد واپس نہ آسکوں گا۔
(الخرائج والجرائح راوندی)

(۵۵) ـــــ وشّا کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ مجھے بچھو نے ڈنک مارا، تو میں نے بے ساختہ کہا۔ یا رسول اللہ! سننے والوں کو اس کا یقین نہ آیا اور وہ تعجب کرنے لگے: حضرت امام رضا علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: بخدا، اس شخص نے آنحضرتؐ کو ضرور دیکھا ہے: راوی کا بیان ہے میں نے جناب رسالت مآبؐ کو خواب میں دیکھا تھا مگر خدا کی قسم میں نے کسی سے بیان نہیں کیا تھا۔
(الخرائج والجرائح)

(۵۶) ـــــ آپ کے بُلانے پر صحرا کا ہرن آگیا

عبداللہ بن شبرمہ کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ حضرت امام رضا علیہ السلام ہماری طرف سے گذرے۔ لوگوں میں آپ کی امامت پر بحث ہونے لگی۔ مگر جب آپ آبادی سے باہر پہونچے تو میں اور تمیم بن یعقوب سراج جو اہل برمہ سے تھا، بھی آپ کے ہمراہ ہولیے۔ ہم لوگ آپ کے مخالفین میں سے تھے اور زیدیہ مسلک سے تعلق رکھتے تھے۔ جب ہم صحرا میں پہونچے تو ہمیں ایک چمک سی نظر آئی۔ آپ نے اس کی طرف اشارہ فرمایا تو دیکھا کہ ایک ہرن چلا آرہا ہے اور وہ آپ کے سامنے آکر کھڑا ہوگیا۔ آپ اس کے سر پر ہاتھ پھیرنے لگے۔ پھر اُسے اپنے غلام کی طرف بڑھا دیا۔ ہرن اپنی چراگاہ کی طرف جانے کے لیے بیقرار ہوگیا۔ تو حضرت امام رضا علیہ السلام نے اس سے کچھ فرمایا جس کو ہم نہ سمجھ سکے لیکن ہرن کی بیقراری دور ہوگئی۔ اس کے بعد آپ نے ارشاد فرمایا، اے عبداللہ کیا اب بھی تم ایمان نہیں لائے؟ میں نے عرض کیا، جی ہاں میں ایمان لے آیا کہ آپ اللہ

کی مخلوقات پر اللہ کی حجت ہیں۔ اور اب میں اللہ کی بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں: پھر آپ نے اُس ہرن سے واپس جانے کے لیے فرمایا۔ یہ سُن کر اُس ہرن کے آنسو بہنے لگے۔ آپ نے اُس کے سر پر ہاتھ پھیرا اور اُسے تسلّی دی: اس کے بعد حضرت امام رضا علیہ السلام نے فرمایا، تمھیں معلوم ہے یہ ہرن کیا کہہ رہا تھا؟ میں نے عرض کیا: اللہ اور اُس کے رسولؐ اور فرزندِ رسولؐ ہی اس کو خوب جانتے ہیں۔ ہمیں کیا معلوم: آپ نے فرمایا کہ وہ کہہ رہا تھا کہ آپ نے مجھے بُلایا تو مجھے اُمید تھی کہ آپ میرا گوشت کھانا پسند فرمائیں گے اسی لیے میں حاضرِ خدمت ہوگیا۔ اب جب آپ نے فرمایا کہ واپس جاؤ تو مجھے بڑا رنج ہوا۔ (الخرائج والجرائح صـ۲۰۷)

(۵۷) ـــــ امام نے خواب میں ہدایت فرمائی:

حسن بن علی الوشّار کا بیان ہے کہ مقامِ مرو میں ایک واقفی سے میں نے کہا کہ: اے بندۂ خدا، اللہ سے ڈر اور اپنے دل کو نورِ ایمان سے پُر کرے اور اپنے اس عقیدے کو ترک کر دے اور امام رضا علیہ السلام پر ایمان لے آ۔ میں بھی تیری ہی طرح واقفی تھا مگر اللہ نے میرے دل کو نورِ ایمان سے بھر دیا: تم چہارشنبہ، پنجشنبہ اور جمعہ کو روزے رکھو اور اللہ سے دعا کرو کہ وہ تمھاری رہنمائی کرے اور بذریعہ خواب تم کو ہدایت نصیب ہو۔ اس کے بعد جب میں گھر واپس آیا۔ تو حضرت امام رضا علیہ السلام کا حکم نامہ مجھے ملا۔ اس میں تحریر تھا کہ اُس شخص کو میری امامت کی طرف دعوت دو۔ لہٰذا میں پھر اس کے پاس گیا اور اسے بتایا کہ سو مرتبہ سورۂ الحمد پڑھو اور استخارہ کرلو۔ میں نے اس کو امام علیہ السلام کے حکم نامے کے بارے میں بھی سب کچھ بتا دیا تھا۔ لہٰذا اب تمھارے لیے ضروری ہے کہ حسبِ ہدایت عمل کرو مجھے اُمید ہے کہ اللہ تعالیٰ تمھارے دل کو نورِ ایمان سے مملو کر دے گا۔

چنانچہ اُس نے ایسا ہی کیا اور شنبہ کو علی الصّباح میرے پاس پہونچا اور کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت امام رضا علیہ السلام امام ہیں آپ کی اطاعت فرض ہے: میں نے پوچھا کہ یہ تبدیلی کیسے رونما ہوئی: اُس نے بتایا کہ حضرت امام رضا علیہ السلام کل شب خواب میں تشریف لائے اور فرمایا: اے ابراہیم! تجھے خدا کی قسم! تجھے حق کی طرف ضرور پلٹنا ہے۔ نیز اُس نے کہا کہ اللہ کے سوا کسی کو بھی میرے متعلق کچھ خبر نہ تھی۔ (الخرائج والجرائح صـ۲۰۷)

(۵۸) ـــــ مسافر کا بیان ہے کہ حضرت امام رضا علیہ السلام نے مجھ سے ارشاد فرمایا کہ ذرا اُٹھ کر دیکھو کیا اس چشمہ میں مچھلیاں ہیں؟ میں نے اٹھ کر دیکھا تو اس میں مچھلیاں موجود تھیں میں نے عرض کیا۔ جی ہاں۔ اس میں مچھلیاں ہیں: آپ نے فرمایا۔ "میں نے انھیں خواب میں دیکھا تھا

اور حضرت رسولِ اکرمؐ مجھ سے فرما رہے تھے۔ اے علی! تمھارے لیے وہ چیز بہتر ہے جو ہمارے پاس ہے: پھر کچھ دنوں کے بعد آپ نے وفات پائی (الخرائج والجرائح)

(۵۹) ـــــ فضل بن یونس کا بیان ہے کہ ہم مکۃ مکرمہ کے ارادے سے چلے اور مدینہ منورہ میں قیام کیا۔ وہاں ہارون رشید بھی تھا۔ اس کا بھی حج کا ارادہ تھا۔ حضرت امام رضا علیہ السلام میری قیام گاہ پر تشریف لائے۔ اُس وقت ہمارے ساتھیوں میں سے کافی حضرات میرے پاس تھے دوپہر کا کھانا سامنے تھا باہر سے غلام نے آکر اطلاع دی کہ دروازے پر ایک صاحب جن کی کنیت ابوالحسن ہے۔ وہ آپ سے ملنے کی اجازت چاہتے ہیں: میں نے کہا کہ اگر یہ وہی ہیں کہ جن کو میں جانتا ہوں تو میں تجھے آزاد کردوں گا: میں باہر نکلا تو دیکھا، حضرتِ ابوالحسن امام رضا علیہ السلام ہیں۔ میں نے عرض کیا: حضور! سواری سے اُتریں: آپ اُترے اور اندر داخل ہوئے۔ پھر آپ نے بعد طعام ارشاد فرمایا: اے فضل! سنو! امیرالمومنین نے حسین بن زید کو دس ہزار دینار کا حکم دیا ہے اور تمھیں لکھا ہے کہ ان کو دے دو۔ لہٰذا تم حسین کو یہ رقم دے دو۔ راوی کا بیان ہے کہ میں نے عرض کیا کہ ان کی کوئی رقم میرے پاس نہیں ہے: اگر میں اپنے پاس سے دے دوں تو میرے زاد میں کمی ہوجائے گی اور یہ بھی ہے کہ یہ رقم مجھے واپس نہ ملے۔ اگر آپ کا حکم ہے تو بسروچشم دے دوں گا: آپ نے فرمایا، اے فضل یہ رقم حسین بن زید کو دے دو۔ تمھیں اپنی منزل پر پہونچنے سے قبل یہ رقم مل جائے گی: میں نے وہ رقم دے دی اور پھر آپ کے ارشاد کے مطابق رقم مجھے مل گئی۔ (الخرائج والجرائح)

(۶۰) ـــــ امام کو سونے کے ذخائر کا علم ہوتا ہے:

احمد بن عمر حلال بیان کرتا ہے کہ میں نے حضرت ابوالحسن ثانی، امام رضا علیہ السلام سے عرض کیا کہ مجھے آپ کے متعلق، اس خطۂ زمین کے حاکم سے خطرہ محسوس ہو رہا ہے: آپ نے فرمایا اس کا کوئی خوف نہیں۔ اللہ کا ایک ملک ایسا بھی ہے جہاں سونا پیدا ہوتا ہے اور اللہ نے اس کی حفاظت کے لیے اپنی ایک کمزور مخلوق چیونٹی کو مقرر کیا ہوا ہے۔ اگر ہاتھی بھی وہاں جانا چاہے تو وہ بھی زندہ واپس نہیں آسکتا: وشّار کا بیان ہے کہ میں نے آپ سے اُس ملک کے متعلق دریافت کیا کہ وہ کہاں ہے: آپ نے فرمایا وہ بلخ اور تبت کے درمیان ہے۔ وہاں پر اس سونے کی حفاظت کے لیے کتے کی شکل کی بڑی بڑی چیونٹیاں ہیں۔ اُس وادی کے تنگ راستے پر شہد کی مکھیاں ہیں۔ جہاں سے کوئی چڑیا بھی نہیں گذر سکتی۔ اور وہ چیونٹیاں رات کو اپنے سوراخوں میں رہتی ہیں کبھی کبھی لوگ اُس مقام پر حملہ آور بھی ہوتے ہیں اور ایسی سواریوں پر سوار ہو کر راستہ طے کرتے ہیں جو ایک رات

میں تین فرسخ سفر کرتی ہیں اور اُن سواریوں کی قوّتِ برداشت بھی بہت زیادہ ہوتی ہے۔ یہ لوگ اپنے اپنے بوجھ لاد کر نکل پڑتے ہیں اور جب وہاں پہونچتے ہیں تو یہ ان چیونٹیوں کے لیے گوشت کے ٹکڑے رکھتے ہیں اور راستہ میں وہ چیونٹیوں کے سامنے ڈالتے ہوئے سفر طے کرتے چلے جاتے ہیں تاکہ وہ اس کے کھانے میں مشغول ہو جائیں۔ ورنہ وہ کسی ایک سوار یا سواری کو بھی باقی نہ چھوڑیں۔ ان چیونٹیوں کی رفتار میں ہوا جیسی تیزی ہوتی ہے۔ (الخرائج والجرائح ص۲۰۰)

(۶۱) ــــــ صفوان بن یحییٰ کا بیان ہے کہ میں حضرت امام رضا علیہ السلام کے ہمراہ تھا۔ آپ کا گزر ایک جماعت کے قریب سے ہوا اُن میں سے ایک شخص بولا، دیکھو! یہ رافضیوں کا امام جا رہا ہے۔ میں نے آنحضرتؑ سے عرض کیا، آپ نے سُنا نہیں یہ کیا کہہ رہا ہے؟ آپ نے فرمایا، ہاں، یہ مومن اپنے ایمان کی تکمیل چاہتا ہے: جب شب ہوئی تو آپ نے اُس کے لیے بددعا کی۔ اُس کی دکان میں آگ لگ گئی اور جو سامان جلنے سے بچ گیا اُسے چور اٹھالے گئے:

دوسرے دن میں نے دیکھا کہ وہ حضرت امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں بڑی عاجزی سے مسکین بن کر حاضر ہوا۔ آپ نے اس کو کچھ دینے کا حکم دیا۔ پھر فرمایا، اے صفوان! تم نے دیکھا، یہ مومن مستکمل الایمان ہے۔ جو کچھ اس کے ساتھ ہوا یہ اسی کے لائق تھا۔

(الخرائج والجرائح)

(۶۲) ــــ امامؑ کی ایک خارجی سے گفتگو

محمد بن زید رازی، راوی ہے کہ جس وقت مامون رشید نے حضرت امام رضاؑ کو اپنا ولیعہد بنایا، تو اُس روز میں خدمتِ امامؑ میں حاضر تھا۔ وہاں خوارج میں سے ایک شخص اپنے ساتھیوں سے بولا۔ خدا کی قسم! میں اس شخص کے پاس آیا ہوں جو اس امر کا دعویدار ہے کہ میں فرزندِ رسولؐ ہوں اور پھر اس نے مامون جیسے طاغی اور نافرمان کی ولیعہدی قبول کر رکھی ہے۔ میں اس سے اس کی حقانیت کی دلیل پوچھوں گا اگر اُس نے کوئی معقول دلیل پیش کی تو خیر، ورنہ یہ چھُرا جو میں نے آستین سے چھپایا ہوا ہے اسی کے ذریعے سے لوگوں کو اُس سے چھٹکارہ دلا دوں گا۔

یہ کہہ کر وہ آیا اور ملاقات کی اجازت چاہی۔ آپ نے اجازت دے دی: جب وہ سامنے آیا، تو آپ نے فرمایا: دیکھ میں تیرے سوال کا جواب دینے کے لیے ایک شرط پر تیار ہوں: اُس نے پوچھا کہ وہ شرط کیا ہے؟ : آپ نے فرمایا، اگر میں تیرے سوال کا ایسا جواب دے دوں جس سے تو واقعاً مطمئن ہو جائے اور اسے تسلیم کرلے تو پھر یقیناً یہ بھی ہوگا کہ جو چیز تونے اپنی آستین میں چھپا رکھی ہے اُسے توڑ کر پھینک دے گا: یہ سُن کر اُس خارجی کو بڑی حیرت ہوئی، اُس نے فوراً اپنی آستین سے چھُرا نکال کر توڑ دیا، اور بولا، اچھا بتائیے کہ آپ اُس طاغی کی حکومت میں کیوں شامل ہوئے؟

جب کہ آپ کے نزدیک اُس کا شمار کفار میں ہے۔ آپ فرزندِ رسولؐ ہیں۔ آخر اس کا سبب کیا ہے؟ حضرت امام رضا علیہ السلام نے فرمایا کہ تیری رائے میں یہ زیادہ کافر ہے یا عزیزِ مصر اور اُس کے ملک والے؟ کیا ان لوگوں کا یہ حال نہیں ہے کہ یہ موحّد ہونے کے دعویدار ہیں جب کہ وہ لوگ نہ اپنے کو موحّد کہتے اور نہ اللہ کو جانتے تھے؟ مگر اس کے باوجود حضرت یوسفؑ بن یعقوبؑ جو خود بھی نبی تھے اور نبی کے فرزند بھی تھے اور عزیزِ مصر باوجودیکہ کافر تھا، نے اُس سے کہا کہ:۔

قَالَ اجْعَلْنِي عَلَىٰ خَزَائِنِ الْأَرْضِ ۖ إِنِّي حَفِيظٌ عَلِيمٌ ٥

(سورۂ یوسف آیت ۵۵ پ ۱۲)

ترجمہ: "مجھے زمین کے خزانوں پر مقرر کر دے میں اس کی حفاظت اور دیکھ بھال کروں گا۔"

پھر آپ نے ارشاد فرمایا کہ: حضرت یوسفؑ کا اُٹھنا بیٹھنا بھی فراعنہ کے ساتھ تھا۔ اور میں تو رسول اللہؐ کی اولاد کا ایک فرد ہوں۔ مجھے اس ولیعہدی کے لیے مجبور کیا گیا اور زبردستی ولیعہد بنایا گیا ہے۔ پھر تو مجھ پر کیوں ناراض اور غصہ ہو رہا ہے؟ : یہ سن کر اُس نے کہا کہ آپ نے سچ فرمایا، اب میں آپ سے خفا نہیں ہوں بلکہ گواہی دیتا ہوں کہ آپ فرزندِ رسولؐ ہیں اور جو کچھ آپ نے ارشاد فرمایا ہے وہ سچ ہے۔ (الخرائج والجرائح ص۲۴۵)

(۶۳) دعبل کو انعام عطا فرما کر ہدایت فرمائی

روایت میں ہے کہ دعبلِ خزاعی نے آپ کی مدح میں قصیدہ پڑھا تو آپ نے اپنے نام کے ڈھلے ہوئے کچھ درہم اس کے پاس بطور انعام بھیجے۔ اُس نے وہ درہم واپس کر دیے: تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ انھیں اپنے پاس رکھ لو تمھیں ان کی ضرورت پیش آئے گی: دعبل کا بیان ہے کہ جب میں اپنے گھر واپس آیا تو دیکھا کہ میرا سارا اثاثہ چوری ہو گیا ہے: مومنین کو جب یہ علم ہوا کہ میرے پاس متبرک درہم ہیں تو انھوں نے ان متبرک درہموں کو تبرکاً ایک ایک درہم کے عوض مجھے ایک ایک دینار دیا، اس طرح میں پھر مالدار ہو گیا۔ (اور امامؑ کا قول سچ ہو گیا) (الخرائج والجرائح) ص۲۴۵

(۶۴) ہارون الرشید کے بارے میں پیش گوئی

حضرت امام رضا علیہ السلام کے بعض اصحاب کا بیان ہے کہ جس سال ہارون رشید نے حج کیا، اسی سال حضرت امام رضا علیہ السلام بھی حج کے ارادے سے روانہ ہوئے اور کوہِ فارع تک پہونچے جو راستے کے بائیں جانب واقع ہے۔ وہاں پہونچ کر آپ نے اُس پر ایک نظر ڈالی اور فرمایا کہ فارع پر تعمیر کرنے والا اور اس کو (عمارت کو) مسمار کرنے والا ٹکڑے ٹکڑے کر دیا جائے گا۔

اُس وقت تو ہماری سمجھ میں کچھ نہ آیا کہ اس سے آپ کا مطلب کیا ہے۔ مگر جب ہارون رشید اُس مقام پر پہونچا اور وہاں قیام کیا۔ یحییٰ بن جعفر کے ساتھ اُس پہاڑ پر چڑھ گیا اور حکم دیا کہ اِس پہاڑ پر ایک نشست گاہ تعمیر کی جائے۔ پھر جب حج کر کے مکہ سے واپس اس مقام پر آیا تو (اُس عمارت کو جو اُس کے حکم سے تعمیر ہو چکی تھی) مسمار کر دینے کا حکم جاری کر دیا۔ وہاں سے پلٹ کر عراق گیا تو وہاں اُس کے (ہارون رشید کے) ٹکڑے ٹکڑے کر دیے گئے۔

(ارشاد شیخ مفید ص ۲۹۵، کافی ج ا ص ۴۹۱ مناقب ج ۴ ص ۳۳۹)

(۶۵) ـــــ قبل از وقت جنگ کے نتیجے کی پیشگوئی

مسافر کا بیان ہے کہ جب ہارون بن مسیّب نے محمد بن جعفر سے جنگ کا ارادہ کیا تو آپ نے مجھ سے فرمایا کہ اس کے پاس جاؤ اور کہہ دو کہ کل جنگ کے لیے نہ نکلنا ورنہ شکست ہوگی اور تمھارے ساتھی قتل ہو جائیں گے۔ اگر وہ تم سے کہے کہ یہ تمھیں کیسے معلوم ہوا، تو کہہ دینا کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے: راوی کا بیان ہے کہ میں آپ کے ارشاد کے بموجب اس کے پاس گیا اور کہا، میں آپ پر قربان! کل کی تاریخ میں جنگ کے لیے نہ جانا ورنہ شکست ہوگی اور آپ کے ساتھی قتل ہو جائیں گے۔ اُس نے پوچھا تجھے یہ کیسے معلوم ہوا، تو میں نے کہا، میں نے خواب دیکھا ہے۔ اس نے کہا، معلوم ہوتا ہے تو بغیر آبدست لیے ہوئے سو گیا تھا۔ پھر جنگ کے لیے نکلا تو ہزیمت ہوئی اور اس کے ساتھی قتل کر دیے گئے۔ (مناقب آلِ ابی طالب جلد ۴ ص ۳۳۴)

(۶۶) ـــــ ہارون بن موسیٰ کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں حضرت امام رضا علیہ السلام کے ساتھ ایک صحرا میں تھا کہ یک بیک آپ کی سواری کا گھوڑا ہنہنایا، اور اُس نے آپ کے ہاتھ سے لگام چھُڑالی، چند قدم دور ہٹا، وہاں بول و براز کیا اور پھر واپس آگیا: حضرت امام رضا علیہ السلام نے فرمایا، اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤدؑ کو جو شرف دیا، اس سے کہیں زیادہ محمدؐ و آلِ محمدؐ کو عطا فرمایا ہے۔ (مناقب آلِ ابی طالب جلد ۴ ص ۳۳۴)

(۶۷) ـــــ سلیمان جعفری کا بیان ہے کہ میں حضرت امام رضا علیہ السلام کے پاس تھا اور آپ کے بیت الشرف پر کافی حضرات جمع تھے۔ آپ ہر سائل کے سوال کا جواب دے رہے تھے کہ معاً میرے دل میں خیال پیدا ہوا کہ ان ہستیوں کو تو نبی ہونا چاہیے۔ میرے دل میں یہ خیال آتے ہی آپ میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: اے سلیمان! ائمہؑ حلیم ہیں عالم ہیں جاہل لوگ ان کو نبی سمجھتے ہیں حالانکہ یہ نبی نہیں ہیں۔ (مناقب آلِ ابی طالب جلد ۴ ص ۳۳۴)

(۶۸) ـــــ محمد بن عبداللہ بن افطس کا بیان ہے کہ ایک دن میں مامون کے پاس گیا تو اُس

نے مجھے اپنے قریب جگہ دی اور مرحبا کہا۔ پھر اُس نے کہا کہ اللہ تعالیٰ رضا پر رحم کرے اُنھوں نے مجھے ایک تعجب خیز بات بتائی۔ جب عوام الناس آپ کی بیعت کر چکے تو ایک شب میں نے اُن سے کہا۔ میں آپ پر قربان میری رائے یہ ہے کہ آپ عراق تشریف لے جائیں اور میں خراسان میں آپ کی نیابت کروں گا: یہ سن کر آپ نے تبسّم فرمایا، پھر کہا، نہیں میں اپنی جان کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ (میری موت) خراسان کے علاوہ کہیں اور نہیں آئے گی۔.. یہی تو میرا مسکن ہے۔ میں یہاں سے کہیں اور نہیں جا سکتا۔ یہیں مجھے موت آئے گی اور یہیں سے محشر میں اُٹھوں گا۔ میں نے کہا: میں آپ پر قربان آپ کو اس کا کیسے علم ہے ؟: آپ نے فرمایا مجھے اپنی جگہ کا ویسے ہی علم ہے جیسے مجھے تمھاری جگہ کا علم ہے: میں نے دریافت کیا میری جگہ کہاں ہے: فرمایا میرے اور تمھارے درمیان بہت طویل فاصلہ ہوگا: مجھے مشرق میں موت آئے گی اور تجھے مغرب میں پھر میں نے پوری کوشش کی اور انھیں خلافت کی طمع دلائی مگر اُنھوں نے انکار کیا۔

(۶۹) امام کے سامنے بطائینی کی قبر میں نکیرین کے سوال و جواب

حسن بن علی الوشّار کا بیان ہے کہ مجھے میرے مولا حضرت امام رضا علیہ السلام نے مرو میں طلب فرمایا اور ارشاد فرمایا، اے حسن سنو! آج علی بن ابی حمزہ بطائینی مرگیا ہے میں اس کی قبر میں داخل ہوا تھا۔ میں نے دیکھا دو فرشتے اُس کی قبر میں داخل ہوئے اور اُس سے سوال کیا کہ: تیرا ربّ کون ہے ؟ اُس نے کہا اللہ۔ پھر پوچھا تیرا نبی کون ہے ؟ اُس نے کہا، محمّدؐ۔ پوچھا تیرا امام کون ہے ؟ جواب دیا علیؑ بن ابی طالبؑ۔ پوچھا، اُن کے بعد کون ہے ؟ کہا، حسنؑ۔ پوچھا اُن کے بعد کون ہے ؟ کہا، حسینؑ۔ پوچھا، اُن کے بعد ؟ کہا علیؑ ابن الحسینؑ۔ پھر پوچھا، اُن کے بعد ؟ کہا، محمّدؑ بن علیؑ۔ پوچھا، ان کے بعد ؟ کہا، جعفرؑ بن محمّدؑ۔ پوچھا، اُن کے بعد ؟ کہا، موسیٰؑ بن جعفرؑ۔ پوچھا، ان کے بعد تیرا امام کون ہے ؟ اب اُس کی زبان لڑکھڑائی، اس پر اُنھوں نے اُس کو ڈانٹ کر پوچھا، بتا، اُن کے بعد تیرا امام کون ہے ؟ وہ خاموش رہا۔ تو ان دونوں نے کہا۔ کیا موسیٰؑ بن جعفرؑ نے تجھے یہی حکم دیا تھا۔ پھر اُنھوں نے اس کو ایک گرزِ آتشیں مارا۔ جس کی وجہ سے اُس کی قبر میں قیامت تک آگ بھڑکتی رہے گی۔

راوی کا بیان ہے کہ پھر میں آپ کی خدمت سے رخصت ہوا اور اس تاریخ کو یاد رکھا۔ چند دنوں کے بعد اہلِ کوفہ کا خط آیا کہ بطائینی کا اس ہی تاریخ کو انتقال ہوا۔ اور جو وقت آپ بتایا تھا اُسی وقت وہ قبر میں دفن ہوا تھا۔

(۷۰) ——— کتاب "روضہ" میں عبداللہ بن ابراہیم غفاری کی ایک طویل روایت ہے جس میں

عبداللہ بن ابراہیم بیان کرتا ہے کہ میرے قرض خواہ نے اپنی رقم کا بیحد تقاضا کیا اور بہت پریشان کیا۔ جب وہ چلا گیا تو میں فوراً مقامِ صریا پہونچا (یہ ایک قریہ ہے جو مدینہ سے تین میل کے فاصلہ پر ہے جس کو حضرت امام موسیٰ بن جعفرؑ نے بسایا تھا) تاکہ حضرت امام رضا علیہ السلام سے اپنے اس قرض خواہ کے بارے میں درخواست کروں آپ اس کو سمجھا دیں: جب میں آپ کی خدمت میں پہونچا تو آپ کے سامنے دسترخوان بچھا ہوا تھا: آپ نے فرمایا: آؤ کھانا کھالو: میں نے کھانا کھایا جب دسترخوان اُٹھالیا گیا تو آپ مجھ سے مصروف گفتگو ہوگئے۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا' اس مصلّے کے نیچے جو کچھ ہے وہ اُٹھالو: میں نے اُٹھاکر گنا تو وہ تین سو دینار بلکہ کچھ زائد تھے اِن میں ایک دینار پر یہ عبارت کندہ تھی (لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ وعلی اہل بیتہ) اور دوسری جانب یہ عبارت تحریر تھی کہ" یہ تمام دینار لیکر اپنا قرض ادا کرو اور جو بچ جائیں اُن کو اپنے اہل وعیال پر خرچ کرو۔"

(کتاب مناقب آل ابی طالب صفحہ ۳۳۸)

(۷۱) ـــــ محمد بن سنان کا بیان ہے کہ جب حضرت امام رضا علیہ السلام سے کہا گیا کہ آپ نے ولیعہدی قبول فرماکے خود کو بدنام کیا: آپ اپنے والد کے جانشین ہیں اور ہارون رشید کی تلوار سے ان کا خون ابھی تک ٹپک رہا ہے: تو آپ نے فرمایا کہ میری طرف سے اس کا جواب وہی ہے جو جناب رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیا تھا کہ " اگر ابوجہل میرے سر کا ایک بال بھی بیکا کرے تو سمجھ لینا کہ میں نبی نہیں ہوں"۔ اسی طرح میں کہتا ہوں کہ اگر ہارون میرے سر کا ایک بال بھی بیکا کرسکے تو سمجھ لینا کہ میں امام نہیں ہوں۔

(۷۲) ـــــ میری اور ہارون رشید کی قبر برابر برابر ہوگی

مسافر کا بیان ہے کہ میں حضرت امام رضا علیہ السلام کے پاس مقامِ منیٰ میں تھا کہ اُدھر سے یحییٰ بن خالد کا گذر ہوا اور اس نے اپنی ناک گرد وغبار سے بچنے کے لیے چھپا رکھی تھی۔ تو امام علیہ السلام نے فرمایا کہ ان بیچاروں کو معلوم نہیں کہ اس سال ان پر کیا گذرے گی؟ پھر فرمایا اور اس سے زیادہ تعجب خیز امر تو یہ ہے کہ ہم اور ہارون رشید دونوں اس طرح برابر برابر رہیں گے۔ اور یہ فرماکر آپ نے اپنی دو انگلیاں ملا کر بتایا۔ (مناقب آل ابی طالب صفحہ ۳۴۰، کافی جلد ۱ صفحہ ۴۹۱)

(۷۳) ـــــ عامّہ کی روایات میں حاکم ابو عبداللہ حافظ نے اپنے اسناد کے ساتھ روایت کی ہے کہ امام رضا علیہ السلام نے ایک مرتبہ ایک شخص کو دیکھا اور فرمایا' اے بندۂ خدا! تو وصیت وغیرہ کرلے اور اُس امر کے لیے تیار ہوجا جس کا ہونا یقینی ہے: راوی کا بیان ہے کہ وہ شخص تین دن کے بعد مرگیا۔ (مناقب صفحہ ۳۴۱)

(۷۴) ـــــ غفاری کا بیان ہے کہ حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غلام ابورافع کی اولاد میں سے ایک شخص کا مجھ پر قرض تھا۔ اُس نے اپنی رقم کا تقاضا کیا، تو میں حضرت امام علی رضا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ: فرزند رسولؐ! آپ کے غلاموں میں سے فلاں کا میں مقروض ہوں۔ اُس نے مجھے پریشان کیا ہوا ہے: آپ نے فرمایا، اس فرش پر بیٹھ جاؤ، پھر کھانا کھایا، اس کے بعد آپ نے فرمایا فرش کو اُٹھا کر دیکھو اس کے نیچے جو کچھ ہو لے لو: میں نے فرش اُٹھایا۔ وہاں کچھ دینار رکھے تھے جو میں نے لے لیے اور گھر واپس پہونچ کر انھیں شمار کیا تو ۴۸ دینار تھے اور اُنمیں سے ایک دینار پر یہ نقش کندہ تھا "تجھ پر ۲۸ دینار قرض ہیں۔ انھیں ادا کر کے باقی دینار اپنے مصرف میں لے آ"۔ اور بخدا مجھے یاد بھی نہ تھا کہ اس شخص کی کتنی رقم مجھ پر قرض ہے۔ (مناقب آل ابی طالب جلد ۴ صـ ۳۴۵)

(۷۵) ـــــ جنابِ رسالت مآبؐ کے موئے مبارک کی شناخت

انصار کی اولاد میں سے ایک شخص آیا، اُس کے پاس ایک چاندی کی ڈبیہ تھی جس پر قفل لگا ہوا تھا۔ اُس نے کہا لیجیے ایسا تحفہ آپ کو کسی نے نہ دیا ہوگا۔ یہ کہہ کر اس نے ڈبیہ کھولی اور اُس میں سے سات عدد بال نکالے اور کہا کہ یہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے موئے مبارک ہیں: امام رضا علیہ السلام نے اُنھیں الٹ پلٹ کر دیکھا اور ان میں سے چار بال چن لیے اور فرمایا: یہ آنحضرتؐ کے موئے مبارک ہیں اور پھر آپ نے ان کو بوسہ دیا۔ آپ نے اس کے دل کا شبہ دور کرنے کے لیے ان تین بالوں کو آگ پر ڈال دیا وہ جل گئے۔ پھر ان چاروں کو بھی آگ پر ڈالا، وہ نہیں جلے بلکہ سونے کی طرح دمک اُٹھے۔ (مناقب جلد ۴ صـ ۳۴۸)

(۷۶) ـــــ آبِ رضا یا گرمابۂ رضا در نیشاپور

حضرت امام رضا علیہ السلام جب نیشاپور تشریف لائے اور محلۂ فوز میں قیام فرمایا، تو آپ نے حکم دیا کہ یہاں ایک حمام بنایا جائے اور اس کے لیے نہر کھودی جائے اور ایک حوض تیار کیا جائے۔ اس کے اوپر نماز پڑھنے کی جگہ (مسجد) بھی ہو۔ جب یہ سب تیار ہوگیا تو آپ نے حوض میں غسل فرمایا اور مسجد میں نماز پڑھی اور یہ امامؑ کی سنت ہوگئی۔ اب اس جگہ کو "گرمابۂ رضا" یا "آبِ رضا" اور حوضِ کاہلاں کہتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ایک شخص نے حوض کے طاق میں اپنی رقم کی تھیلی رکھدی اور نہانے کے بعد اُٹھانا بھول گیا اور مکہ چلا گیا۔ جب حج سے واپس آیا تو پھر حوض پر غسل کے لیے گیا۔ تو دیکھا کہ وہ تھیلی اسی طرح رکھی ہوئی ہے۔ اس نے لوگوں سے پوچھا، تو انھوں نے کہا کہ

اس میں سانپ رہتا ہے اور وہ اس طاق میں مقیم ہے۔ اس شخص نے حوض کا دروازہ کھولا، حوض میں داخل ہوا اپنی رقم کی تھیلی اٹھالی اور کہنے لگا کہ یہ بھی حضرت امام رضا علیہ السلام کا معجزہ ہے۔ یہ دیکھ کر وہ لوگ ایک دوسرے سے کہنے لگے۔ اے کاہلو! تم نے اس کو اٹھا کر نہیں دیکھا (کہ یہ سانپ ہے یا رقم کی تھیلی ہے)۔ اسی وجہ سے اس حوض کا نام حوضِ کاہلاں بھی پڑ گیا اور اس محلّہ کو محلۂ فوز اس لیے کہتے ہیں کہ اس کو پہلے فتح کیا تو اس کے ہر ہر حصّہ کو دیکھا اور کہا، یہ ہے فوز (کامیابی)۔

(مناقب ص ۳۴۸)

(۷۷) ـــــ آپ کے ہاتھوں کی انگلیاں شمع کی طرح روشن تھیں

حسین بن منصور نے اپنے بھائی سے روایت کی ہے۔ اس کا بیان ہے کہ میں حضرت امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ شب کا وقت تھا۔ آپ نے اپنے دونوں ہاتھ بلند فرمائے تو ایسا معلوم ہو رہا تھا گویا دس شمعیں روشن ہو گئی ہوں۔ اسی دوران ایک شخص نے آکر حاضرِ خدمت ہونے کی اجازت چاہی۔ آپ نے اپنے ہاتھ نیچے کر لیے اور اسے اجازت دی۔

(مناقب ص ۳۴۸)

- کشف الغمہ جلد ۳ ص ۱۳۸ اور کافی جلد ا ص ۴۸۷ میں بھی حسین بن منصور سے یہ روایت موجود ہے

(۷۸) ـــــ مفید بن جنید شامی کا بیان ہے کہ میں حضرت امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ کچھ لوگ آپ کی ذات اور آپ کے معجزات کے متعلق بہت بحث کرتے ہیں اگر اجازت ہو تو اس کے بارے میں بیان کر کے آپ سے گفتگو کروں: آپ نے ارشاد فرمایا آخر تو چاہتا کیا ہے اپنا مطلب بیان کر: میں نے کہا چاہتا یہ ہوں کہ آپ میرے باپ اور ماں کو زندہ کر دیں: آپ نے فرمایا۔ اپنے گھر جا کر دیکھ دونوں زندہ ہو گئے: اب جو میں گھر واپس آکر دیکھتا ہوں تو وہ دونوں زندہ تھے۔ اس کے بعد وہ میرے ساتھ دس روز اور زندہ رہے اور اس کے بعد اللہ نے ان دونوں کی روحیں قبض کر لیں۔

(کتاب النجوم بحوالہ ابن جریر طبری)

(۷۹) ـــــ محمد ابن طلحہ اپنی کتاب مناقب میں رقمطراز ہیں کہ جب مامون نے حضرت امام رضا علیہ السلام کو اپنا ولیعہد مقرر کیا تو مامون کے بعض حاشیہ نشینوں نے اس بات کو ناپسند کیا۔ انھیں خوف تھا کہ کہیں خلافت بنی عباس سے بنی فاطمہؑ میں منتقل نہ ہو جائے۔ اس لیے ان کو حضرت امام رضا علیہ السلام سے نفرت و عداوت ہو گئی۔ حضرت امام رضا علیہ السلام جب مامون کے پاس تشریف لے جاتے تو یہ دستور تھا کہ دارالامارہ پر جو ملازم ہوتا آپ کو سلام کرتا اور دروازہ کا پردہ اٹھاتا تب آپ اندر داخل ہوتے: مگر جب ان لوگوں کی نفرت میں اضافہ ہوا تو انھوں نے آپس میں

مشورہ کرکے طے کیا کہ یہ آئیں تو ان سے منھ پھیر لیا جائے اور دروازے کا پردہ نہ اٹھایا جائے۔

ابھی یہ لوگ مصروفِ گفتگو تھے کہ دریں اثنا حضرت امام رضا علیہ السلام حسبِ معمول تشریف لائے ان سے یہ ممکن نہ ہوسکا کہ آپ کو سلام نہ کریں یا دروازے کا پردہ نہ اٹھائیں۔ جب آپ اندر داخل ہوگئے تو ان لوگوں نے آپس میں اپنے طے شدہ مشورے پر تبصرہ شروع کردیا اور دوبارہ پھر یہی بات طے کی کہ آئندہ اس مشورے پر ضرور عمل کریں گے یعنی نہ امامؑ کو سلام کریں گے اور نہ آپ کے لیے دروازے کا پردہ اُٹھائیں گے۔ لیکن دوسرے دن جب آپ تشریف لائے تو سب نے آپ کا استقبال بھی کیا اور سلام بھی کیا مگر دروازے کا پردہ نہ اٹھایا، تاہم اللہ نے ایک تیز ہوا بھیج دی جس نے دروازے کا پردہ اٹھایا، بلکہ معمول سے زیادہ ہی اٹھایا اور آپ اندر داخل ہوگئے۔ ہوا ساکن ہوگئی۔ جب آپ مامون کے پاس سے واپس ہوئے تو پھر ہوا نے پردہ اٹھایا آپ وہاں سے بھی گذر گئے۔ پردہ اپنی جگہ پر پہونچ گیا۔

جب آپ تشریف لے گئے تو اُن لوگوں نے آپس میں گفتگو شروع کی اور کہا کہ کچھ دیکھا؟ سب نے بیک زبان ہوکر کہا کہ ہاں سب کچھ دیکھا۔ پھر آپس میں ایک دوسرے کہنے لگے کہ آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ اللہ کے نزدیک امامؑ کا ایک مقام ہے اور آپ کی طرف اللہ کی خاص توجہ بھی ہے۔ آپ لوگوں نے یہ بھی دیکھا ہے صرف پردہ اٹھانے کے لیے اور امامؑ کے استقبال کی خاطر اللہ نے ہوا کو مسخر فرمایا، جس طرح حضرت سلیمانؑ کے لیے ہوا کو مسخر فرمادیا تھا۔ لہٰذا اب بہتر یہی ہے کہ جسطرح پہلے خدمت کرتے رہے ہیں اسی طرح آئندہ بھی عزت واحترام کو ملحوظ رکھتے ہوئے امامؑ کی خدمت کرتے رہیں اس واقعہ کے بعد آپ سے اُن کی عقیدت میں اور اضافہ ہوگیا۔ (کشف الغمہ)

(۸۰) زینب کذابہ کا واقعہ

اسی کتاب میں یہ واقعہ بھی مذکور ہے کہ خراسان میں ایک عورت تھی جس کا نام زینب تھا۔ اُس نے دعویٰ کیا کہ میں نسلِ علیؑ و فاطمہؑ سے ہوں۔ وہ اہلِ خراسان پر اپنا اثر جمائے ہوئے تھی۔ یہ بات حضرت امام رضا علیہ السلام نے سنی تو آپ نے اُس کی تکذیب فرمائی۔ جب اُس کو آپ کے سامنے پیش کیا گیا تب بھی آپ نے اس کو جھٹلایا اور فرمایا کہ یہ جھوٹی ہے۔ اُس نے کہا کہ جس طرح آپ نے میرے نسب میں عیب نکالا ہے میں بھی آپ کے نسب میں عیب نکالتی ہوں۔

یہ سُن کر آپ کی علوی غیرت جوش میں آئی۔ آپ نے خراسان کے حاکم سے فرمایا کہ ملک کے مفسدوں کو سزا دینے کے لیے جو درندے ایک وسیع مقام (جس کا نام برکۃ السباع تھا) پر جمع کیے گئے ہیں وہیں اس کو بھی لیجاؤں گا اور یہ فرماکر آپ نے اس عورت کا ہاتھ پکڑا اور کھینچتے

ہوئے بادشاہ خراسان کے پاس لے گئے اور فرمایا۔ یہ عورت جھوٹی ہے اور علیؑ و فاطمہؑ پر بہتان باندھ رہی ہے یہ اُن دونوں حضرات کی نسل سے نہیں ہے اور اگر واقعاً یہ نسلِ علیؑ و فاطمہؑ سے ہے تو اس کا گوشت درندوں پر حرام کر دیا گیا ہے۔ لہٰذا اس کو برکۃ السباع میں ڈال دیا جائے تاکہ اس کا کذب سب پر ظاہر ہو جائے۔

جب اس عورت نے یہ سُنا تو بولی پہلے آپ ان درندوں کے پاس جائیں اگر آپ سچے ہیں تو ثبوت فراہم ہو جائے گا: یہ سن کر آپ نے اُس عورت سے تو کچھ نہیں فرمایا اور اُٹھ کر کھڑے ہوئے۔ سلطانِ خراسان نے کہا آپ کہاں تشریف لے جا رہے ہیں؟ فرمایا، کہ درندوں کے کٹہرے میں اور بخدا، میں اس میں داخل ہو کر دکھاؤں گا۔ یہ فرما کر آپ اس طرف چلے۔ آپ کو جاتے ہوئے دیکھ کر سلطان اور اس کے مصاحبین اور تمام لوگ اُٹھ کھڑے ہوئے۔ کٹہرے کا دروازہ کھولا گیا اور حضرت امام رضا علیہ السلام اس میں داخل ہو گئے۔ تمام مجمع اُس کٹہرے کو بلندی سے دیکھ رہا تھا جب آپ ان درندوں کے درمیان پہونچے تو سب کے سب اپنے کانوں کے بل زمین پر لیٹ گئے ان میں سے باری باری ہر ایک درندہ آتا، آپ کے چہرے، سر اور پشت کو بوسہ دیتا اور دُم ہلاتا ہوا واپس چلا جاتا۔ یہانتک کہ سبھی آئے۔ پھر آپ کٹہرے سے برآمد ہوئے۔

اس کے بعد آپ نے سلطان سے فرمایا کہ اب اِس جھوٹی عورت کو بھی کٹہرے میں جانے کا حکم دیا جائے تاکہ اسکا جھوٹ یا سچ سب پر عیاں ہو جائے۔ اُس عورت نے انکار کیا تو سلطان نے حکم دیا کہ اس کو کٹہرے میں ڈال دیا جائے۔ چنانچہ اس کو جوں ہی کٹہرے میں ڈالا گیا سب درندے اس پر بڑی تیزی سے جھپٹ پڑے اور اس کی تکہ بوٹی کر کے کھا گئے۔ اور پھر وہ سارے خراسان میں زینبِ کذّابہ کے نام سے مشہور ہو گئی۔ اور اس کا قصہ وہاں بہت مشہور ہے

(کشف الغمہ جلد ۳ صـ ۷۱ - ۷۲)

(۸۱) ایک کنیز کا واقعہ

دلائلِ حمیری میں سلیمان جعفری سے روایت ہے کہ مجھ سے حضرت امام رضا علیہ السلام نے فرمایا کہ میرے لیے ایک کنیز اِن اِن صفات کی خرید لاؤ۔ جب میں نے تلاش کیا تو مجھے ان تمام اوصاف کی کنیز اہلِ مدینہ میں ایک شخص کے پاس ملی۔ میں نے اُسے خرید لیا، قیمت مالک کو ادا کی، اور کنیز کو لے کر حضرت کی خدمت میں پیش ہوا۔ آپ کو پسند آئی، مگر چند ہی دن گذرے تھے کہ اس کا مالک میرے پاس روتا ہوا آیا اور بولا: اللہ اللہ میری زندگی تو تلخ ہو گئی۔ نہ چین آتا ہے نہ نیند آتی ہے۔ تم حضرت ابو الحسن علیہ السلام سے بات کرو کہ وہ کنیز مجھے واپس کر دیں اور اپنی قیمت لے لیں: میں نے کہا کہ کیا تو پاگل ہوا ہے؟ بھلا مجھ میں یہ جرأت کہاں کہ میں اُن سے کنیز کی واپسی کے بارے میں کچھ کہہ سکوں۔

تاہم میں حضرت امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا، لیکن آپ نے میرے بغیر کچھ کہے، خود ہی فرمایا: اے سلیمان! کیا اس کنیز کا مالک چاہتا ہے کہ میں اُس کو واپس کر دوں؟ میں نے عرض کیا، جی ہاں۔ واللہ وہ یہی چاہتا ہے: آپ نے فرمایا۔ اس کی کنیز اس کو واپس دے دو اور قیمت واپس لے لو: میں نے ایسا ہی کیا: اس کے چند دن کے بعد اس کنیز کا مالک پھر میرے پاس آیا اور کہا: تم حضرت ابوالحسن علیہ السلام سے درخواست کرو کہ وہ پھر اس کنیز کو خرید لیں، اس لیے کہ وہ اب میرے لیے بے سود ہے۔ مجھ میں ہمت نہیں کہ میں اُس کے قریب بھی جا سکوں: میں نے کہا کہ مجھ میں بھی اب اتنی جرأت نہیں کہ اس سلسلے میں مزید امامؑ سے کچھ عرض کر سکوں۔

راوی کا بیان ہے کہ میں حضرت ابوالحسن علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا، تو آپ نے فرمایا، اے سلیمان! کیا کنیز کا مالک یہ چاہتا ہے کہ وہ کنیز پھر میں خرید لوں اور قیمت اس کو دیدوں؟ میں نے عرض کیا، جی ہاں! اس نے مجھ سے یہی درخواست کی ہے: آپ نے فرمایا، اچھا تو وہ کنیز مجھے دے کر قیمت لے جائے۔ (کشف الغمہ ج ۳ ص ۱۲۴-۱۲۲)

(۸۲) ائمہ طاہرین کیلئے خواب اور بیداری یکساں ہیں

حسن بن علی الوشاء کا بیان ہے کہ حضرت ابوالحسن امام رضا علیہ السلام نے فرمایا میرے پدر بزرگوار میرے پاس کل شب تشریف لائے تھے: میں نے تعجب سے عرض کیا، آپ کے پدر بزرگوار؟ آپ نے فرمایا، ہاں میرے پدر بزرگوار: میں نے پوچھا، کیا واقعاً آپ کے پدر بزرگوار؟ آپ نے فرمایا، ہاں ہاں، خواب میں، میرے پدر بزرگوار اور میرے جد حضرت جعفر صادقؑ تو میرے پدر بزرگوار کے پاس برابر آیا کرتے اور ہدایات بھی فرمایا کرتے تھے۔

راوی کا بیان ہے کہ اس کے بعد میں پھر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے ارشاد فرمایا: اے حسن سنو! ہم ائمہ کے لیے خواب اور بیداری دونوں برابر ہیں۔

(۸۳) ——— علی بن محمد قاشانی کا بیان ہے کہ مجھ سے ایک صاحب نے یہ بیان کیا کہ میں نے ایک مرتبہ حضرت امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں مالِ کثیر پیش کیا۔ مگر میں نے دیکھا کہ اس سے آپ کو کوئی مسرت نہیں ہوتی۔ مجھے اس کا بڑا رنج ہوا اور دل میں کہا کہ اتنا مالِ کثیر پیشِ خدمت کرنے پر بھی آپ کو کوئی مسرت نہیں ہوئی۔ کہ اسی اثنا آپ نے غلام کو آواز دی کہ پانی اور طشت لاؤ اور آپ کرسی پر بیٹھ گئے اور غلام سے فرمایا، میرے ہاتھوں پر پانی ڈالو۔ اس نے پانی ڈالنا شروع کیا تو آپ کی انگلیوں سے پانی کے بدلے خالص سونا بہہ بہہ کر طشت میں گرنے لگا۔ پھر آپ میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا، دیکھو جو شخص ایسا ہے وہ تمھارے اس مالِ کثیر کی کیا پروا کرے گا (کشف الغمہ جلد ۳ ص ۱۳۷)

(۸۴) شک کا کوئی علاج نہیں

علی بن خطاب واقفی کا بیان ہے کہ میں یوم عرفہ مقام وقوف میں تھا کہ اتنے میں حضرت ابوالحسن رضا علیہ السلام تشریف لائے۔ آپ کے ساتھ آپ کے چچا کی اولاد بھی تھی۔ آپ نے ہمارے ہی سامنے وقوف فرمایا۔ اُس وقت مجھے سخت قسم کا بخار تھا اور شدید پیاس لگی ہوئی تھی۔ حضرت امام رضا علیہ السلام نے اپنے غلام سے کچھ کہا جس کو میں نہ سمجھ سکا۔ غلام اُترا اور مشربہ سے جاکر پانی لایا۔ آپ نے پانی لیا، تھوڑا پیا اور بقیہ گرمی کی وجہ سے اپنے سر پر ڈالا، پھر فرمایا اسے دوبارہ بھر لاؤ۔ جب وہ بھر لایا تو فرمایا، اسے لیجاؤ اور اس شیخ کو پلا آؤ۔

راوی کا بیان ہے کہ میں نے پانی پیا۔ اور فوراً ہی خدا کی قسم میرا بخار جاتا رہا۔ تو مجھ سے یزید بن اسحاق نے کہا، اے علی! وائے ہو تجھ پر اب اس کے بعد تیرا کیا ارادہ ہے اور تجھے کس بات کا انتظار ہے۔ میں نے کہا بھائی مجھے چھوڑ دو۔

پھر یزید بن اسحاق نے اس سے ابراہیم بن شعیب کا واقعہ بیان کیا۔ جو اسی کی طرح واقفی العقیدہ تھا۔ کہ میں مسجد رسولؐ میں تھا اور میرے پہلو میں ایک بھاری جسم کا آدمی بیٹھا تھا: میں نے پوچھا تمہارا تعلق کہاں سے ہے؟ کہا کہ میں بنی ہاشم کے غلاموں میں سے ہوں: میں نے دریافت کیا، اس وقت بنی ہاشم میں سب سے بڑا عالم کون ہے؟ اس نے جواب دیا، رضا علیہ السلام: میں نے کہا بات کیا ہے کہ جو باتیں اُن کے آباء و اجداد سے ظہور میں آتی تھیں وہ اُن سے ظہور میں کیوں نہیں آتیں؟ اُس نے کہا کہ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ تم یہ کیا کہہ رہے ہو؟ یہ کہہ کر وہ مجھے چھوڑ کر چلا گیا، اُس نے تھوڑی ہی دیر کے بعد ایک خط لاکر مجھے دیا۔ میں نے اُسے پڑھا۔ وہ کوئی زیادہ خوشخط نہیں تھا۔ اس میں یہ لکھا ہوا تھا! اے ابراہیم! تم آباء و اجداد کو یاد کرتے ہو، تو سنو! تمہارے بچّوں کی تعداد اتنی ہے، ان میں لڑکے فلاں فلاں ہیں۔ ہر ایک کے نام کے ساتھ ان کی تعداد بتائی۔ پھر لڑکیاں اتنی ہیں اور ہر ایک کے نام کے ساتھ ان کی تعداد تحریر تھی۔

راوی کا بیان ہے کہ اس کے ایک لڑکی کا نام جعفریہ بھی تھا۔ جب میں وہ خط پڑھ چکا تو غلام نے کہا۔ لاؤ مجھے خط واپس کردو: میں نے کہا۔ اسے میرے ہی پاس رہنے دو۔ اس نے کہا نہیں مجھے یہی حکم ملا ہے کہ تمھیں یہ خط پڑھوا کر تم سے واپس لے لوں: میں نے وہ خط واپس کر دیا: حسن کا بیان ہے کہ میں نے دیکھا کہ علی بن خطاب اور ابراہیم بن شعیب دونوں کو حضرت امام رضا علیہ السلام کی امامت کا پھر بھی یقین نہ آیا اور اسی عقیدے پر ان کو موت آگئی۔ (ایک دوسری روایت بھی رجال کشی ص ۳۹۹ پر اسی قسم کی نقل ہے جس میں آپ نے اس کی ناجائز اولادوں کے نام بھی تحریر فرمائے۔) (رجال کشی ص ۳۹۸ نمبر ۳۴۱)

(۸۵) ـــــــ علی بن حسین بن عبداللہ کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام رضا علیہ السلام کو عریضہ تحریر کیا کہ آپ میری طولِ عمری کے لیے دعا فرمائیں تاکہ جو میں چاہتا ہوں اپنی آنکھوں سے دیکھ سکوں آپ نے جواب میں تحریر فرمایا: تیرے لیے یہی بہتر ہے کہ جوارِ رحمتِ الٰہی میں پہونچ جائے اور وہ شخص مقامِ خزیمیہ میں انتقال کر گیا۔ (رجال کشی ص ۴۳۰)

(۸۶) ـــــــ عبداللہ ابن طاؤس کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام علیہ السلام سے کہا کہ کیا آپ کے پدرِ بزرگوار کو یحییٰ بن خالد نے زہر دیا تھا؟ آپ نے فرمایا، ہاں، ان کو تیس رُطبوں میں زہر دیا گیا تھا میں نے کہا، کیا انھیں یہ معلوم نہ ہوا کہ یہ زہر آلود ہیں؟ آپ نے فرمایا، اس وقت محدّث غائب تھا: میں نے پوچھا محدّث کون؟ آپ نے فرمایا۔ وہ ایک فرشتہ ہے جو جبریل ومیکائیل سے بھی بڑا ہے جو رسولِ مقبولؐ کے ساتھ رہتا تھا اور آپؐ کے بعد ائمہؑ کے ساتھ رہتا ہے مگر یہ ضروری نہیں کہ جب کوئی چاہے وہ مل جائے۔ پھر فرمایا تم تو ابھی اور بھی زندہ رہو گے۔ اور وہ سو سال تک زندہ رہا۔

رجال کشی ص ۵۰۳

(۸۷) ـــــــ حسین بن قاسم کا بیان ہے کہ حضرت امام جعفر علیہ السلام کے کوئی صاحبزادے حالتِ احتضار میں تھے۔ اور حضرت امام رضا علیہ السلام کو اُن کے پاس پہونچنے میں تاخیر ہوئی۔ آپ کی اس تاخیر پر مجھے بڑا رنج ہوا: راوی کا بیان ہے کہ آپ تشریف لائے لیکن تھوڑی ہی دیر کے بعد جانے کے لیے اُٹھ کھڑے ہوئے: حسین کا بیان ہے کہ میں بھی آپ کے ساتھ اُٹھا، اور عرض کیا: میں آپ پر قربان! آپ کے چچا کا یہ حال ہے اور آپ جلدی اُن کے پاس سے اُٹھ کر چل دیے آپ نے انھیں اسی حالت میں چھوڑ دیا۔؟ آپ نے فرمایا۔ میرے چچا تو فلاں شخص کو خود دفن کریں گے۔ (حاضرین میں سے کسی کا نام لیا): راوی بیان کرتا ہے کہ خدا کی قسم چند ہی دنوں میں آپ کے چچا روبصحت ہو گئے۔ اور اُنھوں نے اُس شخص کو خود دفن کیا۔ حسن بن خشاب کا بیان ہے کہ اس کے بعد وہ حق کو پہچاننے لگے اور وہ اُس واقعہ کو اکثر بیان کیا کرتے۔ (رجال کشی ص ۵۱۰)

(۸۸) ــــ کُلُّنا محمّد کے مصداق

حسین بن عمر بن یزید کا بیان ہے کہ میں ایک مرتبہ حضرت امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اُس وقت واقفی تھا۔ (امام رضا علیہ السلام کو امام نہیں مانتا تھا) میرے والد نے امام رضا علیہ السلام کے والدِ بزرگوار (امام موسیٰ کاظم علیہ السلام) سے سات سوالات دریافت کیے تھے اُن میں سے چھ سوالات کے جوابات آپ نے دے دیے تھے اور ساتویں سوال کا جواب نہ دیا تھا: چنانچہ میں نے کہا بخدا میں بھی وہی سات سوالات امام رضا علیہ السلام سے دریافت کروں گا، اگر آنحضرت نے بھی

وہی جوابات دیے جو آپ کے والدِ بزرگوار نے دیے تھے تو یہی آپ کی امامت کی دلیل ہوگی۔ چنانچہ جب میں نے وہ سوالات امام رضا علیہ السلام سے دریافت کیے تو آپ نے بھی بعینہٖ وہی جوابات دیے جو آپ کے والدِ بزرگوار دے چکے تھے۔ ان میں ذرا سا بھی فرق نہ تھا۔ اور ساتویں سوال کا جواب آپ نے بھی کچھ نہ دیا۔ میرے والد نے امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے یہ بھی کہا تھا کہ میں قیامت کے دن اللہ کے سامنے آپ پر دعویٰ کروں گا کہ آپ کا خیال ہے کہ عبداللہ امام نہیں تھے: آپ نے اپنا ہاتھ اُنکی گردن پر رکھ کر فرمایا۔ ہاں ہاں، تم اللہ کے سامنے مجھ پر یہ دعویٰ ضرور کرنا اس میں جو گناہ ہوگا وہ میری ہی گردن پر ہوگا۔

جب میں وہاں سے رخصت ہونے لگا تو آپ نے فرمایا، سنو! میرے شیعوں میں سے کوئی شخص اگر کسی آزمائش یا کسی تکلیف میں مبتلا ہوا اور وہ اُس پر صبر کرے تو اللہ تعالیٰ اس کو ایک شہید کے برابر ثواب عطا فرمائے گا: یہ سُن کر میں نے اپنے دل میں کہا "بخدا" اس کا تو کوئی ذکر ہی نہ تھا۔ (یہ بے محل بات کیوں کہی) غرض میں وہاں سے چلا اور ابھی راستے ہی میں تھا کہ میرے پاؤں میں رشتہ کی بیماری لاحق ہوگئی جس کے باعث مجھے سخت تکلیف برداشت کرنا پڑی۔ مگر چونکہ وہ بیماری ابھی قدرے کم ہی تھی اس لیے میں نے اپنا فریضۂ حج ادا کیا اس کے بعد خدمتِ امام رضا علیہ السلام میں پھر حاضر ہوا پاؤں میں تکلیف ابھی تک باقی تھی میں نے عرض کیا "میں آپ پر قربان" میرے پاؤں پر کچھ دم فرما دیجیے یہ کہہ کر میں نے اپنا پاؤں آپ کے سامنے پھیلا دیا؛ آپ نے فرمایا؛ تو اپنے اس پاؤں سے تو نہ ڈر۔ اب اپنا دوسرا پاؤں جو صحیح ہے دکھا: میں نے دوسرا پاؤں آپ کے سامنے پھیلایا۔ آپ نے اس پر دُعا دم کی۔ جب میں مکہ سے نکلا تو تھوڑے ہی دنوں میں وہ رشتہ میرے پاؤں سے خود بخود نکل گیا معمولی تکلیف باقی رہ گئی تھی۔ (کافی جلد ۱ صفحہ ۲۵۵)

(۸۹) ایک وقت میں دو امام ہونگے تو ایک خاموش ہوگا

ابن قیاما واسطی جو عقیدۃً واقفی تھا اس کا بیان ہے کہ میں ایک مرتبہ حضرت امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ کیا ایک وقت میں دو امام ہو سکتے ہیں؟ فرمایا، نہیں۔ اگر ہوں گے تو ایک ناطق اور دوسرا صامت ہوگا: میں نے عرض کیا، مگر آپ کے ساتھ امام صامت تو کوئی نہیں ہے۔ (اُس وقت تک آپ کے صاحبزادے حضرت ابوجعفر تقی جواد علیہ السلام تولّد نہیں ہوئے تھے) آپ نے ارشاد فرمایا، خدا کی قسم، اللہ تعالیٰ مجھے ایک ایسا فرزند عطا فرمائے گا جو حق اور اہلِ حق کو قائم کرے گا اور باطل اور اہلِ باطل کو مٹا دے گا: پھر ایک ہی سال بعد حضرت ابوجعفر محمد تقی جواد کی ولادت باسعادت ظہور پذیر ہوئی۔ چنانچہ ابن قیاما واسطی سے کہا گیا کہ کیا اب اس علامت پر بھی تم قناعت نہ کرو گے؟

(کیا تمھیں مزید کسی علامت کی ضرورت ہے): اُس نے جواب دیا، نہیں۔ بخدا، یہ بہت بڑی علامت ہے مگر حضرت ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام جو اپنے فرزند کے لیے فرما گئے تھے اس کو کیا کروں؟
(کافی جلد ا ص ۳۲۱ - ۳۵۴)

(۹۰) ـــــ حکیمہ بنت موسیٰ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت امام رضا علیہ السلام کو دیکھا کہ آپ بیت حطب کے دروازے پر کھڑے ہوئے آہستہ آہستہ کسی سے باتیں کر رہے تھے مگر مجھے وہاں کوئی دوسرا شخص نظر نہیں آیا: تو میں نے عرض کیا، آپ کس سے مصروفِ گفتگو تھے؟ آپ نے فرمایا۔ یہ ایک زہرائی باشندہ ہے میرے پاس آیا ہے اس نے کچھ دریافت کیا ہے اور مجھ سے اپنا دکھ درد بیان کیا ہے: میں نے عرض کیا: آقا میں بھی چاہتی ہوں کہ اُس کی آواز سُنوں: آپ نے فرمایا اگر تم اس کی آواز سنو گی تو ایک سال تک بخار میں مبتلا رہو گی: میں نے عرض کیا جو بھی ہو مگر میں سُننا چاہتی ہوں: آپ نے فرمایا، اچھا، لو سُنو! میں نے ایک سیٹی جیسی آواز سُنی؛ پھر مجھے بخار آگیا جو ایک سال تک رہا۔ (کافی جلد ا ص ۳۹۵)

- مناقب آلِ ابی طالب ج ۴ ص ۳۴۴ میں بھی اسی کے مثل روایت ہے

(۹۱) ـــــ حسن بن علی الوشّار کا بیان ہے کہ میں ایک مرتبہ خراسان گیا۔ میرے پاس تجارت کے لیے بیل بوٹے والے حُلّے تھے۔ وہاں سے شہر مرو پہونچا۔ رات کا وقت تھا (عقیدۃً واقفی تھا۔ یعنی حضرت امام موسیٰ بن جعفر پر توقف کا قائل تھا۔) میں نے وہیں قیام کیا۔ وہاں مجھے ایک حبشی غلام ملا۔ معلوم ہوتا تھا کہ وہ مدینہ کا باشندہ ہے۔ اُس نے مجھ سے کہا کہ میرے آقا نے تم سے کہلایا ہے کہ میرا ایک غلام مرگیا ہے لہٰذا وہ یمنی چادر جو تمھارے پاس ہے بھیج دو تاکہ میں اس کو کفن دیدوں۔ میں نے پوچھا تمہارا آقا کون ہے؟ اُس نے جواب دیا۔ حضرت علی ابن موسیٰ رضا علیہ السلام: میں نے کہا، میرے پاس نہ کوئی چادر ہے اور نہ کوئی حُلّہ۔ سب میں نے راستے ہی میں فروخت کردیے؛ وہ غلام چلا گیا اور پھر واپس آکر بولا کہ چادر تو تمھارے پاس موجود ہے: میں نے کہا کہ مجھے نہیں معلوم کہ میرے ساتھ کوئی چادر بھی ہے؛ وہ پھر واپس چلا گیا۔ لیکن کچھ دیر کے بعد پھر واپس آیا اور کہا، وہ فلاں ٹوکری میں رکھی ہوئی ہے؛ میں نے اپنے دل میں کہا کہ اگر واقعاً یہ سچ ہے تو پھر یہ بات آپ کے علمِ امامت کی دلیل ہے بات یہ تھی کہ چلتے وقت میری لڑکی نے مجھے ایک یمنی چادر برائے فروخت دی تھی اسکی قیمت سے خراسان سے فیروزہ اور منکا سیاہ (ایک قسم کا پتھر ہے) خریدنے کی فرمائش کی تھی مگر میں بھول گیا تھا۔ میں نے اُس غلام سے کہا، اچھا جس ٹوکری کے لیے آپ نے فرمایا ہے اسے تم ہی اٹھالاؤ۔ وہ میرے سامان میں سے وہی ٹوکری نکال کر لے آیا؛ میں نے اُسے کھولا تو کپڑوں کی تہہ میں وہ چادر مل گئی؛ میں نے چادر اس کے حوالہ کردی۔ اور کہا کہ اپنے آقا سے کہدینا کہ میں اس کی کوئی قیمت نہ لوں گا: وہ چلا گیا اور واپس

آیا اور کہا۔ تم وہ چیز ہدیہ کر رہے ہو جو تمھاری نہیں ہے۔ یہ تو تمھاری فلاں لڑکی نے تم کو برائے فروخت دی تھی جس کی قیمت سے فیروزہ اور سیاہ منکا خریدنے کی فرمائش کی تھی۔ لہٰذا جو چیز اُس نے منگائی تھی وہ خرید نہ۔ خراسان میں اس چادر کی جو قیمت ہے وہ غلام کے ہاتھ بھیج دی ہے۔

اس واقعہ نے مجھے حیرت زدہ کر دیا۔ پھر میں نے دل میں کہا، خدا کی قسم اب میں آپ کی آزمائش کے لیے چند وہ مسائل لکھ کر لے جاؤں گا جن میں مجھے شک ہے جو اس سے قبل آپ کے والدِ بزرگوار سے دریافت کیے گئے تھے۔ لہٰذا میں نے وہ تمام سوالات تحریر کیے اور ایک ڈبیہ میں بند کر کے اپنی آستین میں رکھ کر حضرت ابوالحسن علیہ السلام کے درِ دولت پر گیا۔ میرے ساتھ میرا ایک ساتھی بھی تھا جو مخالفین میں سے تھا مگر یہ تفصیل اس کے علم میں نہیں تھی۔ جب درِ دولت پر پہونچا تو دیکھا کہ بہت سے اہلِ عرب، سردار اور فوجی بھی وہاں موجود ہیں۔ میں آپ کے بیت الشرف کے ایک گوشے میں جا کر بیٹھ گیا۔ دل میں کہہ رہا تھا کہ دیکھیں ہماری ملاقات کب تک ہوتی ہے۔ جب بیٹھے بیٹھے کافی دیر ہو گئی تو دل برداشتہ ہو کر واپسی کا ارادہ کیا۔ کہ اسی اثنا آپ کا ایک غلام آیا اور ایک ایک کا چہرہ دیکھنے لگا اور بولا دخترِ الیاس کا فرزند کہاں ہے: میں نے کہا میں یہاں حاضر ہوں پس اُس نے اپنی آستین سے ایک ڈبیہ نکالی اور کہنے لگا، یہ ہے تمھارے مسائل کا جواب اور اُن کی تشریح۔

میں نے اُسے کھولا تو اُن ہی مسائل کے جوابات اس میں درج تھے جو میری آستین میں تھے۔ میں فوراً بول اُٹھا۔ میں اللہ اور اس کے رسولؐ کو گواہ کر کے کہتا ہوں کہ آپ یقیناً حجّتِ خدا ہیں اور میں اللہ سے معافی چاہتا ہوں اور توبہ کرتا ہوں۔ یہ کہہ کر میں اٹھا تو میرے ساتھی نے کہا: کہاں بھاگے جا رہے ہو؟ کیا ملاقات نہ کرو گے؟ میں نے کہا، میرا مقصد پورا ہو گیا۔ اب میں پھر کسی روز آپ سے ملنے کے لیے حاضر ہوں گا۔ (عیون المعجزات)

مناقب آلِ ابی طالب جلد ۴ صـــ۳۳۶ میں بھی وشاء سے اسی کے مثل روایت منقول ہے جس کو عامہ نے بھی آپ کے معجزات کے ذیل میں تحریر کیا ہے۔

(۹۰) میرے والدِ بزرگوار کے تبرّکات میرے حوالہ کرو

مسافر کا بیان ہے کہ جب حضرت ابوابراہیم علیہ السلام کو (مدینہ سے) لے جایا گیا تو آپ نے حضرت ابوالحسن علی رضا علیہ السلام کو ہدایت فرمائی کہ جب تک میری وفات کی اطلاع تم کو نہ ملے اُس وقت تک دروازے پر سویا کرو۔

راوی کا بیان ہے کہ ہم ہر رات کو حضرت ابوالحسن علیہ السلام کے لیے دروازے پر بستر لگا دیا کرتے تھے آپ بعد عشا تشریف لاتے اور وہیں سو جایا کرتے۔ صبح ہوتی تب بیت الشرف

واپس تشریف لے جاتے۔ کبھی کبھی ہم آپ سے پوشیدہ طور پر کھانے کی کوئی چیز رکھ دیتے تو آپ اُس کو نکال لایا کرتے، صرف یہ بتانے کے لیے کہ ہمیں اس کا علم ہے اور ہم سے چھپانا مناسب نہیں۔

ایک شب آپ کے آنے میں بہت دیر ہوئی تو اہلِ خانہ کو پریشانی لاحق ہوئی۔ ادھر ہم سب بھی پریشان ہو گئے۔ جب کافی رات گذر گئی تب آپ تشریف لائے اور بیت الشرف میں داخل ہو کر اُمِ احمد کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا "وہ امانتیں جو میرے والدِ بزرگوار نے تمھارے پاس بطور امانت رکھ دی تھیں میرے حوالہ کردو" یہ سُن کر وہ چیخنے چلّانے اور سر و سینہ پیٹنے لگیں کہ ہائے میرے آقا وفات پا گئے: آپ نے فرمایا" جبتک کوئی اطّلاع نہ آجائے گریہ کرنے کی ضرورت نہیں: اُمِ احمد نے آپ کو امانتوں والی ٹوکری دیدی۔ (الخرائج والجرائح۔ کافی جلد ا ص ۳۸۱)

(۹۳) ــــــ مشارق الانوار میں برسی کی روایت ہے کہ ایک مردِ واقفی نے بہت سے مشکل مسائل ایک کاغذ پر قلمبند کیے اور دل میں کہنے لگا کہ اگر حضرت امام رضا علیہ السلام اس کا مطلب سمجھ گئے تو میں مان لوں گا کہ آپ واقعی ولی امر ہیں: یہ لے کر وہ آپ کے درِ دولت پر آیا اور مجمع کے کم ہونے کا انتظار کرنے لگا کہ اسی اثنا ایک خادم اندر سے برآمد ہوا۔ اُس کے ہاتھ میں ایک رقعہ تھا جس میں خود امامؑ کے قلم سے اس کے تمام مسائل کا حل اور جوابات تحریر تھے۔ خادم نے آکر اُس سے کہا، تیرا وہ مسائل کا طومار کہاں ہے۔ اس نے نکال کر خادم کو دکھایا تو اُس نے کہا، کہ امام علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ اس رقعہ میں تیرے اِس طومار اور مسائل کا جواب ہے۔ اُس نے وہ رقعہ لیا اور چلا گیا۔

(۹۴) ــــــ راوی کا بیان ہے کہ حضرت امام رضا علیہ السلام نے اپنی مجلس میں فرمایا: لا اِلٰہ اِلَّا اللہ فلاں شخص مر گیا۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد فرمایا لا اِلٰہ اِلَّا اللہ اب اس کو غسل و کفن کے بعد قبر کی طرف لے جایا گیا۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد فرمایا، اب اسے قبر میں اُتار دیا گیا اور اس کے رَبّ کے متعلق سوال کیا گیا، اُس نے جواب دیا۔ پھر نبی کے متعلق سوال کیا گیا، اُس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اقرار کیا۔ پھر امام کے متعلق سوال کیا گیا تو اُس نے سب کا نام بتایا لیکن جب میری مرتبہ وہ رُک گیا (معلوم ہوا کہ وہ شخص واقفی تھا)

(۹۵) ــــــ راوی کا بیان ہے کہ جس وقت حضرت امام رضا علیہ السلام خراسان تشریف لائے تو تمام اطراف کے شیعہ جوق در جوق آپ کے پاس پہونچنے لگے۔ چنانچہ علی بن اسباط بہت سے تحائف لے کر روانہ ہوا مگر راستہ ہی میں ڈاکہ پڑ گیا اور سب کچھ لوٹ لیا گیا۔ خود اُس کے منہ پر بھی چوٹ آئی جس کی وجہ سے اس کے دانت داڑھیں وغیرہ بھی ٹوٹ گئے۔ وہ غریب پاس کے ایک قریہ میں چلا گیا۔ رات کو سویا تو خواب میں حضرت امام رضا علیہ السلام کو دیکھا کہ آپ فرمارہے ہیں تم غم نہ کرو تمھارا تمام مال اور تحائف ہم تک پہونچ گئے ہیں لیکن رہ گئی تمھارے دانتوں کی فکر، تو اس کے لیے سعد کو سفوف بنا کر

منھ میں بھر لو : علی بن اسباط کا بیان ہے کہ یہ خواب دیکھ کر میں خوش خوش بیدار ہوا۔ فوراً سعد کو سفوف کیا اور اسے اپنے منھ میں بھر لیا اور اللہ تعالیٰ نے دوبارہ دانت اُگا دیے :

راوی کا بیان ہے کہ جب وہ امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں پہونچا۔ اور اذنِ باریابی پائی تو آپ نے فرمایا کہ سعد کے بارے میں جو کچھ میں نے ہدایت کی تھی وہ تو تم نے سچ پایا۔ اب تم اپنا مال و اسباب، اور تحائف بھی دیکھ لو : جب وہ مال خانہ میں داخل ہوا تو تمام سامان نیز تحائف موجود پائے سب کچھ قاعدہ سے رکھے ہوئے تھے۔

(۹۶) ــــ موت کی قسمیں

حضرت امام محمد تقی جواد علیہ السلام نے بیان فرمایا کہ اصحابِ امام رضا علیہ السلام میں سے ایک شخص بیمار ہوا۔ آپ اس کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے اور کیفیتِ حال دریافت فرمایا اُس نے عرض کیا کہ آپ کے پاس سے آنے کے بعد تو سمجھ لیجیے کہ موت کا شکار ہو گیا ہوں (مطلب یہ تھا کہ شدید مرض میں مبتلا ہوں) : آپ نے فرمایا، اس سے مل کر تم نے اس کو کیسا پایا ؟ عرض کیا، بہت اذیت ناک۔ آپ نے فرمایا، ابھی تم اُس سے نہیں ملے ہو بلکہ ایسی چیز سے ملے ہو جو تمھارا تعارف موت سے کرا دے۔ یاد رکھو ! دو قسم کے لوگ ہوتے ہیں ایک وہ جو موت میں راحت محسوس کرتے ہیں اور دوسرے وہ جو موت سے بچ کر راحت محسوس کرتے ہیں۔ انھیں موت سے تکلیف ہوتی ہے۔ لہٰذا اللہ اور ولایت پر اپنا ایمان تازہ کر لو۔ پھر تمھیں موت میں راحت محسوس ہوگی : اُس شخص نے ایسا ہی کیا۔ پھر بولا۔ فرزندِ رسولؐ ! یہ اللہ کے بھیجے ہوئے فرشتے ہیں جو تحفۂ درود کے ساتھ آئے ہیں اور آپ کو سلام کہتے ہیں اور آپ کے سامنے کھڑے ہیں انھیں بیٹھنے کی اجازت دیدیں : حضرت امام رضا علیہ السلام نے فرمایا، میرے ربّ کے ملائکہ بیٹھ جاؤ : پھر آپ نے مریض سے فرمایا، ان فرشتوں سے دریافت کرو، کیا ان کو میرے سامنے کھڑے رہنے کا حکم دیا گیا ہے : مریض نے بتایا کہ یہ کہتے ہیں کہ اگر اللہ کے پیدا کیے ہوئے تمام فرشتے بھی آپ کے سامنے آجائیں تو وہ کھڑے ہی رہیں گے تاوقتیکہ آپ ان کو بیٹھنے کی اجازت نہ دیں۔ یہی ان کے لیے اللہ کا حکم ہے۔

اس کے بعد مریض نے اپنی آنکھیں بند کر لیں اور عرض کیا، فرزندِ رسولؐ آپ پر میرا سلام ہو آپ کی شبیہ مجھے اشباہِ محمدؐ و ائمۂ طاہرینؑ سے ملا رہی ہے۔ یہ کہہ کر وہ شخص فوت ہو گیا۔ (دعواتِ راوندی)

بحار الانوار

باب ۴

بصرہ وکوفہ میں ورود

(۱) امام رضاؑ اپنے آباء و اجداد کی طرح علمِ غیب جانتے تھے

محمد بن فضل ہاشمی سے روایت ہے کہ جب حضرت امام موسیٰ بن جعفر علیہ السلام نے وفات پائی تو میں مدینہ پہونچا اور حضرت علی ابن موسیٰ الرضا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ سلام عرض کیا اور جو بھی تبرکات میرے ساتھ تھے وہ سب میں نے آپ تک پہونچا دیے اور عرض کیا کہ میں بصرہ جا رہا ہوں کیونکہ وہاں کے لوگوں میں بڑا اختلاف ہے اور وہاں بھی حضرت امام موسیٰ بن جعفر کی وفات کی خبر پہونچ چکی ہے۔ مجھے یقین ہے وہ آپ کے امام ہونے کی دلیل ضرور پوچھیں گے۔ اب اس سلسلے میں آپ کی جو رائے ہو: حضرت امام رضا علیہ السلام نے فرمایا، تم میرے متعلق فکر نہ کرو۔ بصرہ وغیرہ میں میرے ماننے والوں کو یہ پیغام پہنچا دو کہ میں خود اُن کے پاس پہونچنے والا ہوں۔" (اور ہمارے پاس) نہیں ہے کوئی قوت لیکن یہ کہ وہ اللہ سے ملی ہے": اس کے بعد آپ میرے سامنے وہ تبرکات بھی لائے جو پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ائمۂ طاہرینؑ کے پاس ہوتے ہیں۔ جیسے آنحضرتؐ کی چادر آپ کا عصا، آپ کے اسلحہ وغیرہ: میں نے عرض کیا، پھر آپ کب تشریف لائیں گے؟ آپ نے ارشاد فرمایا: تمھارے پہونچنے کے تین دن کے بعد آؤں گا۔

چنانچہ میں پہونچا، لوگوں نے حالات دریافت کیے، میں نے انھیں بتایا کہ میں حضرت امام موسیٰ بن جعفر علیہ السلام سے آپ کی وفات سے ایک دن قبل ملا تھا۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ میری موت یقینی ہے۔ لہٰذا جب تم مجھے سپردِ خاک کر دو، تو یہاں ہرگز نہ ٹھہرنا۔ میری ودیعتیں لیکر سیدھے مدینہ چلے جانا اور سب کچھ میرے فرزند علیؑ ابن موسیٰ تک پہونچا دینا۔ اس لیے کہ وہی میرے وصی اور میرے بعد صاحب الامر ہیں۔ میں نے وہی کیا جو حکم ہوا تھا۔ امام علی رضا علیہ السلام خود آج سے تیسرے روز یہاں تشریف لائیں گے۔ پھر اُن سے جو کچھ دریافت کرنا ہو، پوچھ لینا۔

عمرو بن ہداب سارے لوگوں کی نمائندگی کرتے ہوئے بولا (جو درحقیقت ناصبی تھا اور زیدیہ اور معتزلہ کی طرف مائل تھا۔) اے محمد بن فضل سنو! حسن بن محمد زہد و تقویٰ، علم اور کردار میں اہلبیتِ رسالت کے افاضلین میں سے ہیں اور پھر وہ علی بن موسیٰ الرضاؑ کی طرح جوان بھی نہیں ہیں بلکہ عمر رسیدہ ہیں اور غالباً اگر اُن سے مشکل مسائل دریافت کیے جائیں تو وہ یقیناً جواب دیں گے: اتفاقاً حسن بن محمد بھی وہیں موجود تھے، فوراً بولے۔ اے عمرو! ایسی بات نہ کہہ، علیؑ ابن موسیٰ فضائل و اوصاف میں اعلیٰ اور بلند ہیں اور محمد بن فضل نے یہ خبر دی ہے کہ وہ خود تین دن میں یہاں پہونچ جائیں گے وہ تیرے سامنے اپنی امامت کی دلیل پیش کریں گے۔

(۲) —— راوی کا بیان ہے کہ میرے بصرے میں داخلے کے تیسرے دن حضرت امام رضا علیہ السلام تشریف لائے اور حسن بن محمد کے مکان کا رخ کیا۔ یہی آپ کے اوامر و نواہی کو جاری کرتے تھے۔ ملاقات کے بعد فرمایا، اے حسن بن محمد! عوام الناس بالخصوص اُن سب لوگوں کو جمع کرو جو محمد بن فضل کے پاس آئے تھے نیز میرے ماننے والوں کو اور جاثلیق نصرانی اور راس الجالوت یہودی کو بھی بُلالو۔ اور ان سب سے کہدو کہ ہم سے جو پوچھنا چاہیں آکر دریافت کریں: اُنھوں نے سب کو جمع کیا زیدیہ اور معتزلہ بھی آئے مگر کسی کو بھی معلوم نہ تھا کہ یہ کیوں جمع کیے جا رہے ہیں۔ جب کافی مجمع ہو گیا تو حضرت امام رضا علیہ السلام کے لیے مسند بچھائی گئی۔ آپ اس پر تشریف فرما ہوئے اور مجمع کو خطاب کر کے فرمایا: السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ: آپ کو معلوم ہے کہ میں نے پہلے سلام کیوں کیا؟ اُنھوں نے جواب دیا نہیں: آپ نے فرمایا، اِس لیے، تاکہ تمھارے دل مطمئن ہو جائیں: کسی نے کہا اللہ آپ کا بھلا کرے، ذرا آپ یہ فرمائیے آپ کون ہیں؟

آپ نے ارشاد فرمایا، میں علیؑ بن موسیٰؑ بن جعفرؑ بن محمدؑ بن علیؑ بن الحسینؑ بن علیؑ بن ابیطالبؑ ہوں اور فرزند رسولؐ ہوں۔ میں نے آج صبح کی نماز مسجد رسولؐ میں والیٔ مدینہ کے ساتھ ادا کی۔ نماز سے فارغ ہونے کے بعد اس نے مجھے اپنے ایک ساتھی کا خط دکھایا جو اس کے پاس موجود تھا پھر کچھ امور میں اُس نے مجھ سے مشورہ چاہا، میں نے مفید مشورہ دیا۔ اس سے میں نے یہ بھی وعدہ کیا ہے کہ آج بعد عصر شام کے وقت میرے پاس آئے تاکہ خط کا جواب لکھا جائے۔ جو وعدہ اس سے کیا ہے وہ میں پورا کروں گا: ولاحول ولاقوۃ الا باللہ۔

(۳) —— مجمع نے کہا فرزند رسولؐ! ہمیں آپ کے بارے میں کسی دلیل و ثبوت کی ضرورت نہیں ہے آپ ہمارے نزدیک صادق القول ہیں۔ اس کے بعد وہ منتشر ہونے لگے: امام علیہ السلام نے فرمایا، ابھی توقف کرو تاکہ میں تمھیں یہاں جمع کرنے کی وجہ سے بھی متنبہ کر دوں، یہ فرما کر آپ نے مزید ارشاد فرمایا کہ "مجھ سے آثارِ نبوت و علاماتِ امامت کے متعلق جن کو ہم اہلِ بیت کے علاوہ کہیں نہیں پاؤگے جو چاہو سوال کرو"۔

سوال کی ابتدا، عمر بن ہداب نے کی اور کہا کہ محمد بن فضل نے تو آپ کے متعلق ایسی باتیں کہی ہیں جن کو دل قبول نہیں کرتا: آپ نے فرمایا وہ باتیں کیا ہیں؟ عمرو بن ہداب نے کہا کہ انھوں نے آپ کے بارے میں بتایا ہے کہ آپ کو تمام آسمانی صحیفوں کا علم ہے اور آپ دنیا کی ہر زبان اور لغت سے واقف ہیں۔ امام رضا علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ محمد بن فضل نے سچ کہا: میں سب سے پہلے دنیا کی مختلف زبانوں اور لغتوں کے متعلق تمھیں مطلع کرتا ہوں: دیکھو! اس مجمع میں ایک فلاں شخص رومی ہے۔ فلاں شخص ہندی ہے یہ شخص فارسی ہے اور وہ شخص ترکی ہے ہم نے سب ہی کو یہاں بلایا ہے۔ پھر آپ نے ان لوگوں سے فرمایا کہ

وہ اپنی اپنی زبانوں میں جو چاہیں دریافت کریں۔ میں سب کا جواب اُن ہی کی زبانوں میں دوں گا۔ انشاء اللہ
لہٰذا ان میں سے ہر شخص نے اپنی اپنی زبان میں آپ سے سوالات کیے اور آپ نے اُن ہی کی زبان میں جواب دیا۔ یہ بہت متحیّر ہوئے اور اقرار کرنے لگے کہ آپ نے ہماری زبان میں ہم سے زیادہ فصیح کلام کیا ہے:

(۴) ــــــ اس کے بعد آپ نے عمرو بن ہذاب کی طرف دیکھا اور فرمایا، اگر میں تجھے یہ بتا دوں کہ تو عنقریب انہی چند دنوں میں اپنے کسی رشتہ دار کے خون میں آلودہ ہوگا۔ تو کیا تو اسے سچ نہ مان لے گا؟ اُس نے کہا کہ غیب کی باتیں سوائے اللہ کے کوئی اور نہیں جانتا: آپ نے ارشاد فرمایا: کیا اللہ تعالےٰ نے یہ ارشاد نہیں فرمایا ہے: عَالِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلَىٰ غَيْبِهِ أَحَدًا إِلَّا مَنِ ارْتَضَىٰ مِن رَّسُولٍ (سورۂ جن آیت ۲۶)

"وہ غیب کا جاننے والا ہے اور اپنے غیب کی باتوں پر کسی ایک کو بھی مطلع نہیں کرتا۔ مگر صرف اُسے جس کو رسولوں میں سے اُس نے اس کے لیے منتخب کر لیا ہے۔"

لہٰذا جان لو! کہ رسولؐ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اللہ کے نزدیک منتخب اور مرتضیٰ ہیں اور ہم اہلِ بیتِ رسولؐ ان کے وارث ہیں۔ ہم ہی ہیں جن کو اللہ نے اپنے غیب پر جتنا چاہا ہے مطلع فرما دیا۔ پس تا قیامت جو کچھ ہو چکا یا ہونے والا ہے سب حالات سے باخبر ہیں؛ اور وہ امر کہ جس کی خبر میں نے تجھے دی ہے پانچ دن کے اندر ہونے والا ہے۔ اور اگر یہ نہ ہو تو سمجھ لینا کہ اب تک جو کچھ میں نے کہا ہے وہ سب غلط اور افترا ہے۔ اور اگر صحیح ہو تو پھر یہ جان لے کہ تو اللہ اور اس کے رسولؐ کی باتوں کو رد کر رہا ہے۔ دوسری دلیل یہ ہے کہ عنقریب تیری آنکھیں آشوب کر آئیں گی پھر تو اندھا ہو جائے گا ایسا اندھا کہ تو ہموار و ناہموار، سہل و جبل میں سے کچھ نہ دیکھ سکے گا۔ یہ بھی بہت جلد ہونے والا ہے۔ اور تیرے لیے تیسری دلیل یہ ہے کہ تو جھوٹا حلف اٹھائے گا اور اس کے عذاب میں تو مبروص ہو جائے گا۔

محمد بن فضل کا بیان ہے کہ خدا کی قسم ابن ہذاب پر یہ تمام عذاب نازل ہوئے۔ اُس سے پوچھا گیا کہ بتاؤ حضرت امام رضا علیہ السلام نے سچ فرمایا یا جھوٹ؟ اُس نے جواب دیا۔ خدا کی قسم جس وقت امام علیہ السلام نے یہ سب کچھ فرمایا تھا اسی وقت میں جان رہا تھا کہ یہ سب ہو کر رہے گا، مگر میں تو ان سے صرف الجھ رہا تھا۔

(۵) ــــــ اس کے بعد حضرت امام رضا علیہ السلام جاثلیق کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: بتاؤ کیا انجیل نے حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نبوت کی کوئی دلیل پیش نہیں کی ہے؟ اُس نے جواب دیا اگر انجیل میں کوئی دلیل ہوتی تو ہم اُن کی نبوت سے انکار ہی کیوں کرتے: آپ نے ارشاد فرمایا؛ انجیل کے سفر سوم میں جہاں تم کو سکتہ کا حکم ہے وہ کیا ہے؟ جاثلیق نے کہا وہ اللہ کے ناموں میں سے ایک

نام ہے اور ہمارے لیے اس کا اظہار جائز نہیں : حضرت امام رضا علیہ السلام نے فرمایا اگر میں یہ ثابت کر دوں کہ وہ محمدؐ کا نام اور آپؐ کا ذکر ہے اور حضرت عیسیٰؑ نے خود اس کا اقرار فرمایا ہے اور بنی اسرائیل کو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بشارت دی ہے، تو تم اقرار کر لو گے، انکار تو نہیں کرو گے؟ اُس نے جواب دیا۔ اگر آپ نے ثابت کر دیا تو ہم اقرار کریں گے اس لیے کہ ظاہر ہے ہم انجیل کو تو رد نہیں کر سکتے نہ اس کا انکار کر سکتے ہیں : آپ نے فرمایا، اب ہم سے وہ سفرِ سوم سنو جس میں حضرت محمدؐ کا ذکر ہے اور جس میں حضرت عیسیٰؑ نے حضرت محمدؐ کے آنے کی بشارت دی ہے : چنانچہ آپ نے انجیل سے سفرِ سوم کی تلاوت شروع کی، جب ذکرِ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر پہونچے تو جاثلیق سے فرمایا، بتاؤ وہ موصوف کون ہے جن کے یہ تمام صفات بیان کیے گئے ہیں : جاثلیق نے کہا، آپ ہی بتائیں وہ کون ہیں : آپ نے فرمایا میں اسی کو بتاؤں گا جس کو اللہ نے بتایا۔ یعنی وہ اونٹ پر سوار ہوتا ہوگا، ہاتھ میں عصا ہوگا، دوش پر ردا ہوگی۔ یہ وہی نبی اُمّی تو ہیں جن کو یہ لوگ توریت اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں۔ یہ انھیں نیکی کا حکم دیتا ہے بُرائی سے منع کرتا ہے۔ ان کے لیے پاک و طیب چیزوں کو حلال کرتا ہے۔ گندی اور خبیث چیزوں کو حرام کرتا ہے۔ ان کے سر کے بوجھ کو اُتارتا، اُن کی زنجیروں کو کاٹتا، اور مختصر ترین راستہ، عدل وانصاف اور صراطِ مستقیم کی ہدایت کرتا ہے۔

اے جاثلیق میں تجھے حضرت عیسیٰ روح اللہ اور حکمۃ اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کیا تم اس نبی کی یہ صفت انجیل میں پاتے ہو؟ اُس نے گردن جھکا لی اور کچھ دیر سوچا کہ اگر انجیل سے انکار کروں گا تو کافر ہو جاؤں گا : لہٰذا، کہا کہ ہاں ہاں یہ صفات تو انجیل میں مذکور ہیں اور حضرت عیسیٰ نے بھی انجیل میں اس نبی کا ذکر کیا ہے مگر نصاریٰ کے نزدیک یہ درست نہیں ہے کہ اُس نبی سے مراد آپ لوگوں کا نبی ہے : حضرت امام رضاؑ نے فرمایا، چلو اتنا تو ہوا کہ تم انجیل کا انکار کر کے کافر نہیں ہوئے اور اس میں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جو اوصاف مذکور ہیں اس کا بھی تم نے اقرار کر لیا۔ اب مجھ سے انجیل کا سفرِ دوم بھی سنو! جس میں آنحضرت کے ساتھ آپ کے وصی، آپ کی بیٹی فاطمہؑ اور حسنؑ وحسینؑ تک کا ذکر موجود ہے۔

یہ سن کر جاثلیق اور راس الجالوت کو پتہ چل گیا کہ حضرت امام رضا علیہ السلام، توریت وانجیل کے بھی عالم ہیں۔ لہٰذا انھوں نے کہا، بخدا آپ نے ایسی چیزیں پیش کیں کہ جن کا انکار ممکن ہی نہیں۔ بیشک حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ نے ایک ایسے نبی کی بشارت دی ہے لیکن ہمارے نزدیک یہ ثابت نہیں ہے کہ اس سے مراد حضرت محمدؐ ہیں۔ اگرچہ یہ قطعی ہے کہ اس نبی کا نام محمدؐ ہے لیکن یہ ہمارے نزدیک جائز نہیں کہ ہم آپ کے نبی کی نبوت کا اقرار کریں۔ اس لیے ہمیں اس میں شک ہے : آپ نے فرمایا اس کا مطلب یہ ہے کہ تم اپنے شک کو دلیل قرار دے رہے ہو۔ اچھا یہ بتاؤ، اللہ تعالیٰ نے

حضرت آدمؑ سے لیکر آج تک حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پہلے یا آنحضرتؐ کے بعد کوئی ایسا نبی بھیجا ہے جس کا نام محمدؐ رہا ہو یا کتبِ انبیاء میں سے جس کو اللہ نے ان پر نازل کیا ہو یا کسی نام محمدؐ کے علاوہ کسی اور کا ذکر تم نے پایا ہو ؟

جب اُن سے کوئی جواب نہ بن پڑا تو بولے، ہمارے لیے یہ مناسب نہیں کہ ہم اس بات کا اقرار کریں کہ اُس محمدؐ سے مراد آپ کے محمدؐ ہیں۔ اس لیے کہ اگر ہم نے آپ کے محمدؐ کا اور وصیٔ محمدؐ، اُن کی دختر اور دونوں فرزندوں حسنؑ و حسینؑ کا اقرار کر لیا تو پھر آپ لوگ ہمیں جبراً دینِ اسلام میں داخل کر لیں گے: امام رضا علیہ السلام نے ارشاد فرمایا 'اے جاثلیق تم مطمئن رہو اللہ اور اس کا رسولؐ ضامن ہیں کہ تم کو امان ہے اور ہماری جانب سے کوئی ایسی بات نہ ہوگی جو تمھیں ناپسند ہو۔ تم جس سے ڈرتے ہو اور رنج رہے ہو: اُس نے جواب دیا' اچھا اگر آپ کی طرف سے امان ہے تو سنیئے توریت اور انجیل اور زبور میں اس نبی کا نام محمدؐ، اُس کے وصی کا نام علیؑ اُس کی دختر کا نام فاطمہؑ اور اُس کے نواسوں کے نام حسنؑ و حسینؑ ہیں: حضرت امام رضا علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ تم نے جو یہ بتایا کہ توریت، زبور اور انجیل میں اُس نبی کا نام یہ ہے، اُس کے وصی کا نام یہ ہے اُس کی دختر کا نام یہ ہے اور اُس کے نواسوں کے نام یہ ہیں، تو یہ سچ ہے یا جھوٹ؟ اُس نے جواب دیا، بالکل سچ ہے۔ ان کتابوں (صحیفوں) میں جو کچھ کہا گیا ہے وہ حق ہے۔

(۷) راس الجالوت یہودی سے امامؑ کا خطاب

جب حضرت امام رضا علیہ السلام نے جاثلیق (نصاریٰ) سے اس کا اقرار لے لیا، تب آپ نے راس الجالوت (یہودی) کو مخاطب کیا اور ارشاد فرمایا' اے راس الجالوت! اب تم بھی حضرت داؤدؑ کی کتاب زبور (جو اللہ نے نازل فرمائی ہے) کا فلاں سفر سنو! اُس نے کہا جی ہاں سنائیے' اللہ آپ کو اور آپ کے آباء کو اپنی برکتوں سے نوازے۔

حضرت امام رضا علیہ السلام نے زبور کے سفرِ اول کی تلاوت فرمائی اور جب اس مقام پر پہونچے جہاں حضرات: محمدؐ و علیؑ و فاطمہؑ اور حسنؑ و حسینؑ کا ذکر ہے تو فرمایا' اے راس الجالوت! تجھے خدا کی قسم بتادے کہ یہ حضرت داؤدؑ کی زبور میں ہے ؟" یا نہیں"۔ تجھے بھی اسی طرح امان اور ضمانت و عہد دیا جاتا ہے جس طرح ہم نے جاثلیق کو دیا ہے: راس الجالوت نے کہا' زبور میں بعینہ یہی ہے۔ اور ان حضرات کے ناموں کے ساتھ ہے: امام رضا علیہ السلام نے فرمایا' تجھے ان دس آیات کی قسم جو اللہ نے توریت میں حضرت موسیٰ بن عمران پر نازل کی ہیں، کیا توریت میں وہ آیات تو نے دیکھی ہیں، جن میں حضرات' محمدؐ و علیؑ و فاطمہؑ اور حسنؑ و حسینؑ کو عدل و فضل سے منسوب کیا گیا ہے: اُس نے کہا

جی ہاں، جو اس سے انکار کرے گا وہ اپنے رب سے اور اُس کے انبیاء سے انکار کرے گا۔
امام رضا علیہ السلام نے ارشاد فرمایا، کہ اب توریت کا فلاں سفر سنو! اور پھر آپ نے توریت کی تلاوت فرمائی؛ راس الجالوت، آپ کی اس تلاوت اور لب و لہجہ و فصاحتِ زبان پر حیرت زدہ تھا۔ جب آپ اُس مقام پر پہونچے جہاں ذکرِ حضرت محمدؐ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے تو راس الجالوت نے کہا کہ، ہاں یہ احماد اور ایلیا اور بنتِ احماد اور شبّر و شبّیر ہے اور عربی زبان میں اس کے معنی محمدؐ و علیؑ و فاطمہؑ و حسنؑ و حسینؑ کے ہیں۔ امام رضا علیہ السلام نے اس سفر کی آخر تک تلاوت فرمائی۔
جب آپ تلاوت سے فارغ ہوئے تو راس الجالوت نے کہا، اے فرزندِ محمدؐ! بخدا اگر ہمیں اپنی اس سرداری کے جانے کا خطرہ نہ ہوتا جو ہمیں تمام قوم یہود پر حاصل ہے تو میں یقیناً احمدؐ پر ایمان لے آتا اور آپ کے حکم کی پیروی کرتا۔ مگر سُن لیجیے کہ میں اُس ذات کی قسم کھا کر کہتا ہوں جس نے موسیٰؑ پر توریت نازل فرمائی، داؤدؑ پر زبور نازل فرمائی ہے کہ توریت و انجیل و زبور کی آپ سے بہتر تلاوت کرنے والا اور ان کتابوں کی آپ سے بہتر تفسیر بیان کرنے والا آج تک میرے دیکھنے میں نہیں آیا۔

(۸) ــــ امامؑ کی مدینہ روانگی اور واپسی پر رومی کنیز سے گفتگو

حضرت امام رضا علیہ السلام نے وقتِ زوال تک مجمع سے خطاب فرمایا، اور ارشاد فرمایا کہ اب میں مدینہ جا کر، اُس وعدہ کے بموجب" جو میں نے والیٔ مدینہ سے کیا ہے کہ میں اُس کے خط کا جواب تحریر کر دوں گا"، انشاء اللہ کل صبح پھر واپس آؤں گا۔ (روانگی سے قبل آپ نے نماز ادا فرمائی)۔
راوی کا بیان ہے کہ عبداللہ بن سلیمان نے اذان دی، اقامت کہی، امام رضا علیہ السلام آگے بڑھے اور سب حضرات نے آپ کی اقتداء میں نماز ادا کی۔ جس میں خفیف سی قرأت کی اور بقدرِ سنّت رکوع کیا۔ بعد فراغتِ نماز آپ مدینہ تشریف لے گئے۔
دوسرے دن صبح آپ کی واپسی ہوئی مجمع آپ کا منتظر تھا آپ مجمع میں پہونچے تو آپ کے سامنے ایک کنیز رومی لائی گئی۔ آپ نے اس سے رومی زبان میں گفتگو شروع کی اور جاثلیق بھی بہت غور سے سُنتا رہا کیونکہ وہ بھی رومی زبان سمجھ لیتا تھا: امام رضا علیہ السلام نے اُس کنیز سے دریافت فرمایا؛ تجھے حضرت محمدؐ زیادہ پسند ہیں یا حضرت عیسیٰؑ؟ اُس نے جواب دیا۔ جب تک میں حضرت محمدؐ سے ناواقف تھی، مجھے حضرت عیسیٰؑ زیادہ پسند تھے، مگر جب میں حضرت محمدؐ سے واقف ہو گئی تو اب حضرت محمدؐ ہی مجھے حضرت عیسیٰؑ بلکہ تمام انبیاء سے زیادہ پسند ہیں: جاثلیق نے اس سے کہا، یہ جو تو دینِ

محمدؐ میں داخل ہوگئی، تو کیا حضرت عیسیٰؑ کو ناپسند کرتی ہے؟ اُس نے کہا، پناہ بخدا، ایسا نہیں ہے، بلکہ میں حضرت عیسیٰؑ کو پسند کرتی ہوں اور اُن پر ایمان بھی رکھتی ہوں مگر حضرت محمدؐ میرے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ ہیں۔

(۹) امامؑ نے سندھی زبان میں گفتگو فرمائی

امام رضا علیہ السلام نے جاثلیق سے فرمایا، جو کچھ اس رومی کنیز نے کہا، اور جو کچھ تم نے اس سے گفتگو کی ہے وہ سب مجمعِ عام میں بیان کردو: جاثلیق نے تمام باتیں سب کے بیان کیں۔ پھر جاثلیق نے کہا فرزندِ رسولؐ یہاں ایک سندھی شخص بھی ہے جو عقیدۃً نصرانی ہے بڑی دلیلیں اور مباحثے کرتا ہے مگر اس کی زبان سندھی ہے: آپ نے فرمایا اچھا، اُسے بھی بلاؤ: وہ شخص بلایا گیا، تو آپ نے اُس سے سندھی زبان گفتگو شروع کی اور نصرانیت کے متعلق اِدھر اُدھر کی باتوں سے ہٹا کر اصل موضوع پر لاتے رہے: راوی کا بیان ہے کہ آخر میں نے سندھی کو یہ کہتے ہوئے سُنا:۔ "تنبطی تنبطلة" امام رضا علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ اُس نے سندھی زبان میں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا اقرار کیا ہے۔

پھر آپ نے اُس سے حضرت عیسیٰؑ اور حضرت مریمؑ کے متعلّق گفتگو شروع کی اور وہ درجہ بدرجہ ایک حال سے دوسرے حال کی طرف آتا رہا، یہانتک کہ اُس نے سندھی زبان میں بیساختہ کہا، اَشھد ان لا اِلٰہ اِلا اللہ واشھد ان محمد اً رسول اللہ۔ اس کے بعد اُس نے اپنی کمر کا پٹکا کھول دیا جس کے نیچے زنار (جنیو) ظاہر ہوئی اور عرض کیا فرزندِ رسولؐ آپ اِس کو اپنے ہی دستِ مبارک سے قطع فرمادیں: آپ نے چھری منگا کر اُسے قطع فرمادیا اور محمد بن فضل سے فرمایا کہ اس سندھی کو حمّام لیجا کر نہلاؤ اور پاک کرو، کپڑے پہناؤ، اس کے عیال کو بھی کپڑے پہناؤ۔ اس کے بعد ان سب کو لے کر مدینہ آؤ۔

جب آپ ان سب سے فارغ ہوئے تو مجمع سے دریافت فرمایا، بتاؤ محمد بن فضل نے جو کچھ میرے بارے میں کہا تھا وہ سب سچ ثابت ہوگیا؟ سب نے بیک زبان عرض کیا، جی ہاں، بلکہ اُس نے جتنا کہا تھا اُس سے کئی گنا زیادہ ثابت ہوگیا۔ اور محمد بن فضل نے تو یہ کہا تھا کہ آپ خراسان طلب کیے جائیں گے: آپ نے فرمایا، اُس نے صحیح کہا مگر یہ طلبی عزّت واحترام کے ساتھ ہوگی۔

محمد بن فضل کا بیان ہے کہ وہیں ایک جماعتِ کثیر نے آپ کی امامت کی گواہی دی۔ اور آپ اس شب کو وہیں مقیم رہے۔ جب صبح ہوئی تو سب سے رخصت ہوتے ہوئے ہدایات فرمائیں اور روانہ ہوئے۔ میں بھی آپ کے پیچھے پیچھے تھا، جب ہم ایک گاؤں میں پہونچے تو آپ نے اس راستے سے اپنا

رُخ موڑا۔ چار رکعت نماز پڑھی اس کے بعد مجھ سے فرمایا، اے محمد ! اب تم یہاں سے واپس جاؤ۔ خداحافظ۔ ذرا اپنی آنکھیں بند کرو : میں نے آنکھیں بند کیں، پھر فرمایا کھول دو : میں نے آنکھیں کھولیں تو کیا دیکھتا ہوں کہ میں بصرہ میں اپنے گھر کے دروازے پر کھڑا ہوں اور حضرت امام رضا علیہ السلام نظروں سے غائب ہیں۔ پھر میں حج کے موقع پر سندھی اور اس کے اہل و عیال کو لے کر مدینہ گیا۔

(۱۰) امامؑ کی کوفہ میں تشریف آوری

محمد بن فضل کا بیان ہے کہ بصرہ سے پلٹتے وقت حضرت امام رضا علیہ السلام نے مجھے بہت سی ہدایات فرمائیں، اُن میں سے ایک یہ بھی تھی کہ تم کوفہ جاؤ۔ وہاں ہمارے شیعوں کو جمع کرو، اور اُن سے کہدو کہ میں وہاں آنے والا ہوں، اور میرا قیام وہاں حفص بن عمیر یشکری کے مکان پر ہوگا۔ حسبِ ہدایت میں کوفہ گیا اور وہاں شیعوں کو بتا دیا کہ حضرت امام رضا علیہ السلام تشریف لانے والے ہیں۔ ایک دن میں نصر بن مزاحم کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ دیکھا کہ آپ کا خادم سلام ادھر سے گذرا، میں سمجھ گیا کہ امام علیہ السلام تشریف لا چکے ہیں۔ بس میں فوراً حفص بن عمیر کے گھر پہونچا امام علیہ السلام موجود تھے۔ میں نے سلام عرض کیا۔ جواب سلام دے کر آپ نے ارشاد فرمایا کہ یہاں جتنے شیعہ ہیں ان کے مطابق طعام کا انتظام کرو : راوی کا بیان ہے کہ میں نے اس کام کے لیے جن چیزوں کی ضرورت تھی ان کا مکمل انتظام کرلیا : آپ نے فرمایا، الحمد للہ کہ اس نے تمھیں توفیق عطا فرمائی۔

(۱۱) غیر مذاہب کے علماء سے امامؑ کی گفتگو

اس کے بعد ہم نے وہاں کے تمام شیعوں کو جمع کیا اور کھانا کھلایا۔ بعد فراغت آپ نے فرمایا، اے محمد ! دیکھو کوفہ میں جتنے متکلّمین اور علماء ہوں ان کو بھی بُلالاؤ : میں نے حکم کی تعمیل کی۔ جب سب جمع ہوگئے تو امام علیہ السلام نے ان لوگوں سے کہا کہ میں چاہتا ہوں جس طرح اہلِ بصرہ کو فیض پہونچایا ہے اسی طرح تمھیں فیضیاب کردں۔

پھر ارشاد فرمایا، سنو ! اللہ تعالےٰ نے جتنی کتابیں نازل فرمائی ہیں ہمیں ان سب کا علم عطا فرمایا ہے۔ اس کے بعد آپ جاثلیق کی طرف متوجّہ ہوئے اور فرمایا (یاد رہے کہ جاثلیق ایک مشہور مناظر اور عالمِ انجیل تھا۔) اے جاثلیق ! کیا تمھیں حضرت عیسیٰؑ کے اس صحیفہ کا بھی علم ہے جس میں پانچ نام تحریر تھے اور وہ (حضرت عیسیٰؑ) اُسے اپنے گلے میں حمائل کیے رہتے تھے اور جب کبھی مغرب میں ہوتے اور چاہتے کہ مشرق میں پہونچ جاؤں تو اُس صحیفہ کو کھولتے اور اللہ کو ان پانچ ناموں میں سے ایک نام کا واسطہ دے کر

کہتے کہ ان کے لیے زمین سمٹ جائے تو فوراً زمین سمٹ جاتی اور وہ ایک لحظہ میں مغرب سے مشرق میں اور کبھی مشرق سے مغرب میں پہونچ جایا کرتے تھے : جاثلیق نے کہا مجھے تو اس کا علم نہیں ہے، مگر اتنا ضرور ہے کہ اُن کے پاس پانچ اسماء تھے اور وہ جب کبھی اُن پانچوں اسماء یا اُن میں سے صرف کسی ایک اسم کے واسطے سے اللہ سے جو کچھ مانگتے تھے اللہ اُنھیں عطا فرما دیتا تھا : آپ نے فرمایا، اللہ اکبر تمھیں ان اسماء سے تو انکار نہیں۔ صحیفہ کو مانو یا نہ مانو اس سے کوئی نقصان نہیں، اے لوگو! تم جاثلیق کے اس اقرار پہ گواہ رہنا۔

(۱۲) امام ہر علم و کمال میں سب سے افضل ہوتا ہے

اس کے بعد آپ نے فرمایا، اَیُّہا النّاس! بتاؤ کہ وہ شخص سب سے زیادہ منصف و عادل نہیں سمجھا جائے گا جو اپنے مدِمقابل کو اُسی کے مذہب، اُسی کے نبی، اُسی کی کتاب اور اُسی کی شریعت کے ذریعے سے قائل کرے : سب نے کہا، جی ہاں، درست ہے : آپ نے فرمایا کہ یہ بھی سمجھ لو کہ حضرت محمدؐ کے بعد امام وہی ہو گا جو امرِ امامت تفویض ہونے کے بعد وہی موقف اختیار کرے جو موقف حضرت محمدؐ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا تھا۔ اور امامت کے لائق وہی ہو گا جو تمام قوموں سے اپنی امامت کو علمی دلائل و براہین کے ذریعے سے منوالے : یہ سُن کر راس الجالوت نے کہا، بتائیے کہ امام ہونے کی کیا دلیل ہے؟

آپ نے ارشاد فرمایا، امام وہ ہے جو توریت۔ انجیل، زبور اور قرآن سب ہی کا عالم ہو۔ وہ اہلِ توریت کے سامنے توریت سے دلیل پیش کرے، اہلِ انجیل کے سامنے انجیل سے اور اہلِ قرآن کے سامنے قرآن سے دلیل پیش کرے۔ اُس کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ دنیا کی تمام زبانوں سے واقف ہو، کوئی ایسی زبان نہ ہو جو اُسے نہ آتی ہو۔ تاکہ ہر قوم کو اُن کی زبان میں سمجھا سکے۔ ان اوصاف کے ساتھ یہ بھی لازم ہے کہ وہ صاحبِ تقویٰ ہو، ہر بُرائی سے پاک ہو، ہر عیب سے منزّہ ہو، عادل اور منصف ہو، صاحبِ حکمت ہو۔ مہربان ہو، رحم والا ہو، معاف کرنے والا ہو، نرم دل ہو، صادق ہو، مشفق ہو، نیکی کرنے والا ہو، امین ہو، قابلِ وثوق ہو، شجاع ہو، اور صاحبِ بست و کشاد ہو۔

یہ سُن کر نصر بن مزاحم اُٹھا اور عرض کیا، فرزندِ رسولؐ! حضرت جعفرؑ ابن محمدؑ کے متعلق آپ کیا فرماتے ہیں۔؟ فرمایا: اُس امام کے متعلق میں کیا کہوں جس کے لیے تمام امتِ محمدیؐ گواہ ہے کہ آنجناب اپنے زمانے کے سب سے بڑے عالم تھے : نصر بن مزاحم نے کہا، پھر آپ حضرت موسٰی بن جعفرؑ کے متعلق کیا فرماتے ہیں؟ فرمایا، وہ بھی حضرت جعفر بن محمدؑ ہی کے مثل تھے : اُس نے کہا، مگر لوگ تو اُن کی امامت کے متعلق تردّد میں ہیں : فرمایا، کہ اول تو حضرت موسٰی بن جعفرؑ نے عمر بہت

تھوڑی پائی، تاہم آنجناب نبطیوں سے نبطی زبان میں، اہلِ خراسان سے فارسی زبان میں، رومیوں سے رومی زبان میں اور غیر عرب سے اُنھی کی زبانوں میں گفتگو فرمایا کرتے تھے۔ آپ کے پاس بھی ہر چہار جانب سے علمائے یہود و نصاریٰ وغیرہ آیا کرتے تھے اور آپ اُنھی کی کتابوں سے اُنھی کی زبانوں میں گفتگو فرمایا کرتے تھے۔

مگر جب آنجناب کی مدتِ حیات ختم ہوئی اور وقتِ وفات قریب آیا تو ایک غلام آپ کا ایک خط لیکر میرے پاس آیا جس میں تحریر تھا کہ "اے میرے فرزند! میری حیات کی مدت ختم ہو چکی ہے، زندگانیٔ دنیا کے دن پورے ہو چکے اب تم اپنے باپ کے وصی ہو۔ جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحلت کا وقت جب قریب آیا تو آنحضرتؐ نے حضرت علیؑ کو بلایا، اُنھیں اپنا وصی بنایا اور وہ صحیفہ آنجنابؑ کے حوالے کیا جس میں وہ اسماء مرقوم تھے جو صرف انبیاء اور اوصیاءؑ کے لیے مخصوص ہیں۔ پھر آنحضرتؐ نے فرمایا، اے علیؑ میرے قریب آؤ۔ جب آپ قریب تشریف لے گئے تو آنحضرتؐ نے حضرت علیؑ کا سرِ اقدس اپنی چادر میں داخل کر لیا اور ارشاد فرمایا، اپنی زبان نکالو حضرت علیؑ نے زبان نکالی تو اس پر اپنی انگوٹھی سے مہر لگائی۔ پھر ارشاد فرمایا، اب میری زبان اپنے منھ میں لو اور اس کو اچھی طرح چوس لو۔ حضرت علیؑ نے ایسا ہی کیا: پھر ارشاد فرمایا، اللہ نے جو فہم مجھ کو عطا فرمائی تھی وہ ہی تم کو بھی عطا فرمادی ہے۔ جو مجھ کو دکھایا تھا وہی تم کو بھی دکھایا ہے۔ جو علم مجھے عطا ہوا وہی تم کو بھی عطا فرمایا۔ غرض سوائے نبوت کے ہر چیز تم کو مل گئی، اس لیے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔ (سلسلۂ نبوت مجھ پر ختم ہے): چنانچہ ایک امام کے بعد دوسرا امام آیا اور حضرت موسیٰ بن جعفرؑ کی وفات کے بعد ہر زبان اور ہر کتاب کا علم میری طرف منتقل ہو گیا۔ (الخرائج والجرائح ص۲۰۲-۲۰۶)

بحار الانوار

باب ۵

استجابتِ دعائے امام علیہ السلام

(۱) امام کی اہانت کا نتیجہ اور بد دعا کا اثر

محمد بن داؤد نہدی نے ہمارے بعض اصحاب سے روایت کی ہے کہ ابن ابی سعید مکاری، ایک دن حضرت امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں آیا اور اس طرح مخاطب ہوا: اللہ نے تم کو اس منزل پر پہونچا دیا کہ اب تم بھی وہی دعویٰ کرنے لگے جو تمہارے والد کیا کرتے تھے؟

آپ نے ارشاد فرمایا، یہ تجھے کیا ہو گیا ہے، اللہ تیری شمع حیات گل کرے اور اپنی نعمتیں سلب کر کے تجھے محتاج کر دے۔ کیا تجھے نہیں معلوم کہ اللہ نے حضرت عمرانؑ کی جانب وحی فرمائی کہ میں تمھیں ایک فرزند عطا کروں گا اور حضرت عمرانؑ کے یہاں حضرت مریمؑ پیدا ہوئیں اور حضرت مریمؑ کے بطن سے حضرت عیسیٰؑ پیدا ہوئے۔ اس لیے عیسیٰؑ مریمؑ سے اور مریمؑ، عیسیٰؑ سے ہیں اور پھر حضرت عیسیٰؑ و حضرت مریمؑ میں کوئی فرق نہیں رہا، دونوں ایک ہی ہیں۔ اسی طرح میں اپنے والد سے ہوں اور میرے والد مجھ سے ہیں لہٰذا ہم دونوں میں کوئی فرق نہ رہا دونوں ایک ہیں:

پھر ابن ابی سعید نے کہا اچھا میں آپ سے ایک مسئلہ پوچھتا ہوں: آپ نے فرمایا مگر میں جانتا ہوں کہ تو میرے جواب کو قبول نہیں کرے گا، تو میرا پیرو نہیں ہے۔ پھر بھی بتا کیا مسئلہ ہے؟

اُس نے کہا مسئلہ یہ ہے کہ ایک شخص نے اپنی موت کے وقت کہا کہ میرے جتنے قدیمی غلام ہیں وہ سب فی سبیل اللہ آزاد ہیں: آپ نے ارشاد فرمایا، ہاں۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے "حَتّٰى عَادَ كَالْعُرْجُوْنِ الْقَدِيْمِ (سورہ یٰس آیت ۳۹)

"(چاند) پلٹ کر پھر ویسا ہی ہو جاتا ہے جیسے کھجور کی قدیم (پرانی) شاخ"

لہٰذا جن غلاموں کو چھ مہینے ہو چکے ہیں وہ قدیم ہیں اور آزاد ہیں: راوی کہتا ہے کہ پھر وہ شخص وہاں سے چلا گیا اور ایسا مفلس ہوا کہ مرتے دم تک نانِ شبینہ کو محتاج رہا۔ اللہ اُس پر لعنت کرے۔ (عیون اخبار الرضا جلد ۱ ص ۳۰۸)

(۲) مامون الرشید کیلئے بد دعا

ابراہیم بن ہاشم نے ہروی سے روایت کی ہے۔ اُس کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ مامون الرشید کے پاس اس امر کی شکایت پہونچی کہ حضرت امام علی ابن موسیٰ (رضا) مباحثوں اور مناظروں کی مجلسیں منعقد کرتے ہیں اور لوگ ان کے علم پر فریفتہ ہوتے جا رہے ہیں تو مامون نے

اپنے حاجب محمد بن عمرو طوسی کو حکم دیا۔ اس نے مجلسِ امام رضاؑ سے لوگوں کو درہم و برہم کر دیا اور جو امام علیہ السلام کو مامون کے سامنے پیش کیا۔ جب مامون نے آپ کو دیکھا تو بہت سخت و سُست کہا اور آپ کی توہین کی: امام علیہ السلام اُس کے پاس سے غصہ کے عالم میں نکلے تو آپ کے دونوں لبہائے مبارک حرکت میں تھے اور آپ فرما رہے تھے۔ محمد مصطفیٰ، علیؑ مرتضےٰ اور فاطمہ زہراؑ کے حق کی قسم اللہ کی مدد اور اپنی دعائے بد کے ذریعے سے اس شہر کے کتوں کو اس پر اور اس کے خواص و عوام پر مسلط کر دوں گا جو ان کی پوری توہین کریں گے: اسی حالت میں آپ اپنی منزل پر تشریف لائے وضو کے لیے پانی منگوایا، وضو فرمایا، دو رکعت نماز پڑھی اور دوسری رکعت کے قنوت میں یہ دعا پڑھی :-

اَللّٰهُمَّ يَاذَا الْقُدْرَةِ الْجَامِعَةِ وَالرَّحْمَةِ الْوَاسِعَةِ وَ الْمِنَنِ الْمُتَتَابِعَةِ وَالْاٰلَاءِ الْمُتَوَالِيَةِ وَ الْاَيَادِي الْجَمِيْلَةِ وَالْمَوَاهِبِ الْجَزِيْلَةِ يَامَنْ لَايُوْصَفُ بِتَمْثِيْلٍ وَ لَا يُمَثَّلُ بِنَظِيْرٍ وَلَايُغْلَبُ بِظَهِيْرٍ يَا مَنْ خَلَقَ فَرَزَقَ وَاَلْهَمَ فَاَنْطَقَ وَ ابْتَدَعَ فَشَرَعَ وَ عَلَا فَارْتَفَعَ وَقَدَّرَ فَاَحْسَنَ وَصَوَّرَ فَاَتْقَنَ وَ احْتَجَّ فَاَبْلَغَ وَ اَنْعَمَ فَاَسْبَغَ وَ اَعْطٰى فَاَجْزَلَ يَامَنْ سَمَا فِي الْعِزِّ فَفَاتَ خَوَاطِرَ الْاَبْصَارِ وَدَنَا فِي اللُّطْفِ فَجَازَ هَوَاجِسَ الْاَفْكَارِ يَامَنْ تَفَرَّدَ بِالْمُلْكِ فَلَا نِدَّ لَهٗ فِيْ مَلَكُوْتِ سُلْطَانِهٖ وَتَوَحَّدَ بِالْكِبْرِيَاءِ فَلَا ضِدَّ لَهٗ فِيْ جَبَرُوْتِ شَانِهٖ يَا مَنْ حَارَتْ فِيْ كِبْرِيَاءِ هَيْبَتِهٖ دَقَائِقُ لَطَائِفِ الْاَوْهَامِ وَحَسَرَتْ دُوْنَ

اے اللہ! اے ہر طرح کی قدرت رکھنے والے پے در پے کرم و احسان کرنے والے۔ بڑی بڑی بخششیں کرنے والے۔ اے وہ ذات جس کے اوصاف کی کوئی مثال نہیں دی سکتی۔ اور نہ اس کا کوئی مثل و نظیر پیش کیا جا سکتا ہے۔ نہ کوئی بڑے سے بڑا طاقتور اُس پر غالب آسکتا ہے۔ اے وہ ذات کہ جس نے مخلوقات کو پیدا کیا تو اُن کو رزق بھی خود ہی دیا۔ بذریعے الہام انھیں بولنے کی طاقت دی۔ ہر شے کو خود ایجاد اور پیدا کرنا شروع کر دیا، بلند ہوا تو خوب بلند ہوا۔ تقدیریں بنائیں تو بہترین، صورتیں بنائیں تو مستحکم۔ اپنی قدرت کی دلیلیں دیں تو حد سے زیادہ نعمتیں دیں تو بھرپور بخششیں کیں تو بڑی سے بڑی۔ اے وہ ذات جو عزت میں اتنا بلند ہوا کہ لوگوں کی نگاہوں سے گم ہو گیا، اور بندوں پر لطف و کرم کرنے کیلئے اتنا قریب آیا جو کسی کے وہم و گمان میں بھی نہیں۔ اے وہ ذات کہ جو ساری کائنات کا تن تنہا

إِدْرَاكِ عَظَمَتِهِ خَطَائِفُ أَبْصَارِ
الْأَنَامِ يَا عَالِمَ خَطَرَاتِ قُلُوبِ
الْعَالَمِينَ وَيَا شَاهِدَ لَحَظَاتِ
أَبْصَارِ النَّاظِرِينَ يَا مَنْ عَنَتِ
الْوُجُوهُ لِهَيْبَتِهِ وَخَضَعَتِ الرِّقَابُ
لِجَلَالَتِهِ وَوَجِلَتِ الْقُلُوبُ مِنْ
خِيفَتِهِ وَارْتَعَدَتِ الْفَرَائِصُ
فَرَقِهِ يَا بَدِيءُ يَا بَدِيعُ يَا قَوِيُّ
يَا مَنِيعُ يَا عَلِيُّ يَا رَفِيعُ صَلِّ عَلَى مَنْ
شَرُفَتِ الصَّلَوٰةُ بِالصَّلَوٰةِ عَلَيْهِ وَ
انْتَقِمْ لِي مِمَّنْ ظَلَمَنِي وَاسْتَخَفَّ
بِي وَطَرَدَ الشِّيعَةَ عَنْ بَابِي وَ
أَذِقْهُ مَرَارَةَ الذُّلِّ وَالْهَوَانِ كَمَا
أَذَاقَنِيهَا وَاجْعَلْهُ طَرِيدَ الْأَرْجَاسِ
وَشَرِيدَ الْأَنْجَاسِ۔

مالک ہے۔ اس کی مالکیت اور سلطنت میں اس کا کوئی شریک نہیں وہ اپنی کبریائی اور بڑائی میں اکیلا ہے۔ اس کی شان جبروتیت میں اُسکی کوئی ضد اور مدِ مقابل نہیں۔ اے وہ کہ جس کی ہیبت اور بڑائی کے سمجھنے میں نکتہ رس اوہام وافکار بھی حیرت زدہ ہیں جسکی عظمت و بزرگی کے ادراک کی اہلِ نظر کی نگاہوں کو حسرت رہ جاتی ہے۔ اے وہ ذات جو تمام عالمین کے دلوں کی باتوں کا جاننے والا ہے۔ اے دیکھنے والوں کی آنکھوں کی ایک ایک جھپک کو دیکھنے والے۔ اے وہ ذات کہ جسکی ہیبت کے سامنے سب کی گردنیں خم اور سرنگوں ہیں۔ جس کے خوف سے لوگوں کے دل لرزتے ہیں اور جوڑ و بند کانپتے ہیں۔ اے خلقت کی ابتداء کرنیوالے اے مخلوقات کی ایجاد کرنیوالے۔ اے صاحبِ قوّت اے صاحبِ طاقت۔ اے اعلیٰ و بالا تو اپنی رحمت نازل فرما اس ذات پر کہ جس پر درود کا نازل ہونا درود کیلئے خود باعثِ شرف ہے۔ پروردگارا! جس نے ہم پر ظلم کیا، ہماری توہین کی، اور جس نے ہمارے شیعوں اور دوستوں کو میرے دروازہ سے بھگایا، اُس سے میرا انتقام تو لے جس طرح اُس نے مجھے ذلّت و توہین کا مزہ چکھایا ہے اسی طرح تو بھی اسے ذلّت و توہین کا مزہ چکھا۔ اور اس کے ساتھ ایسا ہو کہ پلید اور گندے لوگ اس کو بھگائیں اور نجس و ناپاک لوگ اُسے دُھتکاریں۔

ابوصلت عبدالسلام بن صالح ہروی کا بیان ہے کہ ابھی میرے مولا نے اپنی دعا ختم نہیں کی تھی کہ شہر میں ایک زلزلہ سا آگیا۔ ساری آبادی لرز اُٹھی، ہر طرف چیخ و پکار کی آوازیں بلند تھیں، لوگ نعرے لگا رہے تھے۔ گرد و غبار اُڑ رہا تھا، سارا میدان گونج رہا تھا۔ ابھی میں اپنی جگہ پر بیٹھا ہی ہوا تھا کہ اسی اثناء حضرت امام رضا علیہ السلام نے نماز تمام کی اور سلام پڑھنے کے بعد مجھ

سے فرمایا: اے ابوصلت مکان کی چھت پر جا کر دیکھو! ایک سرکش، بیوقوف اور بوڑھی عورت جو اشرار کو ابھارے ہوئے ہے اور جوانوں کو گندگی میں آلودہ کیے ہوئے ہے جس کا نام یہاں کے لوگوں نے اُس کی حماقت اور ذلالت کی وجہ سے سمانہ (موٹی) رکھدیا ہے۔ وہ اپنے کاندھے پر ایک لکڑی کا چھپڑ اُٹھائے ہوئے ہے جس کے سِرے پر اُس نے اپنی سرخ اوڑھنی کو بطور پھریرہ باندھ رکھا ہے وہ لوگوں کی قیادت کر رہی ہے اور اپنے اُن کمینوں کی فوج لیے ہوئے مامون کے قصر اور اُس کے سرداروں کے مکانوں کی طرف جارہی ہے۔

راوی کہتا ہے کہ میں چھت پر چڑھا تو بس یہ دیکھا کہ لوگ لاٹھیاں چلا رہے ہیں، پتھروں سے سر لوٹ رہے ہیں اور یہ بھی دیکھا کہ مامون اپنے قصرِ شاہجہاں سے زرہ پہنے ہوئے فرار ہونے کے لیے نکلا۔ کہ اتنے میں شاجرد حجّام نے کسی بلند کوٹھے سے ایک وزنی اینٹ پھینکی جو مامون کے سر پر گری۔ مامون کے سر کا خود گر گیا اور اس کے سر میں چوٹ آئی۔ جو لوگ مامون کو پہچانتے تھے اُن میں سے ایک شخص نے اینٹ پھینکنے والے سے کہا: وائے ہو تجھ پر، ارے یہ امیر المومنین ہیں جب یہ آواز سمانہ نے سُنی تو ڈانٹ کر بولی: چُپ رہ تیری ماں مرجائے، یہ دن امتیاز برتنے یا طرفداری کرنے کا نہیں ہے اور نہ یہ دن لوگوں کو درجوں اور طبقوں میں بانٹنے کا ہے۔ اگر یہ واقعاً مومنوں کا امیر ہوتا تو فاسق و فاجر مردوں کو بیچاری کنواری عورتوں پر مسلط نہ کرتا: غرض کہ مامون اور اُس کے سپاہی انتہائی ذلّت اور بے عزّتی کے ساتھ بُری طرح مار کر بھگا دیے گئے۔ (عیون اخبار الرضا جلد ۲ صہ ۱۷۳-۱۷۴)

• کتاب مناقب جلد ۴ صہ ۳۴۵، ۳۴۶ پر بھی ہروی سے اسی طرح کی روایت نقل ہے اور آخر میں اتنا اور اضافہ ہے کہ اُن بلوائیوں نے مامون کے تمام مال و اسباب کو لوٹ لیا۔ اس سلسلے میں مامون نے چالیس غلاموں کو پھانسی دے دی اور مرو کے دہقانوں کو کسی طرح راضی کیا اور حکم دیا کہ ان کی دیواروں کو اونچا کر دیا جائے۔ اور جب اسے یہ معلوم ہوا کہ یہ حضرت امام رضا علیہ السلام کی توہین کرنے کا نتیجہ ہے تو فوراً پلٹا، آپ کے پاس آیا اور از روئے حلف کہا کہ آئندہ ایسا نہ ہوگا آپکی پیشانی کو بوسہ دیا، اور سامنے ادب سے بیٹھ گیا، اور کہا، ان لوگوں سے تو، اب اس کے بعد میرا دل صاف نہ ہوگا، آپ کی کیا رائے ہے؟ آپ نے فرمایا کہ اُمت محمدؐ کے بارے میں اللہ سے ڈرو! یہ امارت اور یہ حکومت تمھارے سپرد ہوئی مگر تم نے مسلمانوں کے اُمور کو دوسروں کے حوالے کر کے اسے تباہ کر دیا۔

(۳) === بکّار کے لیے بد دُعا

علی بن محمد نوفلی کا بیان ہے کہ زبیر بن بکار نے طالبین میں سے کسی شخص سے قبرِ رسولؐ اور منبرِ رسولؐ کے درمیان حلف اُٹھوایا، اُس کے حلف اٹھانے سے اُس کے جسم پر سفید داغ آ گئے

راوی کا بیان ہے کہ میں نے خود دیکھا ہے اس کی پنڈلیوں اور قدموں پر برص کے سفید داغ تھے۔ اور اس کے باپ بکار نے امام رضا علیہ السلام پر کسی معاملے میں ظلم کیا تو آپ نے اُس کے لیے دُعائے بد کی اور اسی وقت کسی قصر سے کوئی پتھر اس کی گردن پر گرا اور اس کی گردن بیکار ہو گئی۔ اور اس کے باپ یعنی عبداللہ بن مصعب نے یحییٰ بن عبداللہ بن حسن کا امان نامہ ہارون رشید کے سامنے چاک کر دیا اور کہا، یا امیرالمومنین! انھیں بھی قتل کر دیجیے، ان کے لیے کوئی امان نہیں ہے: اس پر یحییٰ نے کہا کہ یہ کل میرے بھائی کے ساتھ گیا تھا اور ان کی شان میں اشعار پڑھے تھے: اُس نے انکار کیا: تو یحییٰ نے اُس سے حلف اٹھوایا کہ میرا اس سے کوئی تعلق نہیں اور اگر ہو تو جلد سے جلد کسی عقوبت اور سزا میں گرفتار ہو جاؤں: پس فوراً، اُس کو بخار چڑھا اور تین دن میں مرگیا۔ اور اُس کی قبر بار بار زمین میں دھنستی رہی۔ یہ روایت طویل ہے جس کو مختصر کر دیا گیا ہے۔ (عیون اخبار الرضا جلد ۲ ص ۲۲۴)

(۴) آلِ برمک کے لیے بد دُعا

محمد بن طفیل کا بیان ہے کہ جس سال ہارون رشید نے آلِ برمک پر سختی کی تو سب سے پہلے جعفر ابن یحییٰ سے شروع کیا اور یحییٰ بن خالد کو قید میں ڈال دیا اور آلِ برمک پر جو مصیبت ٹوٹی وہ تو ٹوٹی ہی لیکن امام رضا علیہ السلام مقام عرفہ میں بھی کھڑے ہوئے آلِ برمک کے لیے بد دعا کر رہے تھے کہ آپ نے ذرا دیر کے لیے سر جھکا یا۔ جب اس کا سبب پوچھا گیا: تو آپ نے فرمایا: برامکہ نے جو بدسلوکی میرے پدر بزرگوار کے ساتھ کی تھی اس پر میں ان لوگوں کے لیے بد دعا کیا کرتا تھا اللہ نے آج وہ میری بد دعا سن لی۔ اور ابھی واپسی کو چند دن ہی گذرے تھے کہ جعفر اور یحییٰ پر سختی ہوئی اور ان کے حالات منقلب ہو گئے۔ (عیون اخبار الرضا ص ۲۲۵)

• کشف الغمہ جلد ۲ ص ۱۳۷ میں دلائل حمیری سے محمد بن الفضیل سے بھی یہی روایت منقول ہے

بحار الانوار

باب ۶

امام ہر زبان سے واقف ہوتا ہے

(۱) ـــ امامؑ کو صقلبی اور رومی زبانوں پر عبور حاصل تھا

یاسر خادم کا بیان ہے کہ حضرت ابوالحسن علیہ السلام کے غلاموں میں سے کچھ غلام صقلبی اور رومی بھی تھے اور آپ ان کی زبانوں سے بھی بخوبی واقف تھے۔

ایک مرتبہ شب کو آپ نے سنا کہ وہ غلام صقلبی اور رومی زبانوں میں محوِ گفتگو تھے امام رضا علیہ السلام ان کی گفتگو سن رہے تھے۔ انھوں نے آپس میں کہا کہ ہم اپنے وطن میں ہر سال فصد کھلوایا کرتے تھے لیکن یہاں فصد نہیں کھلوا سکے: جب رات گذر گئی اور دن نکلا تو امامؑ ایک طبیب کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا کہ میرے فلاں غلام کی فلاں رگ میں فصد کھولدو اور ایک فلاں غلام ہے اس کی فصد فلاں رگ میں کھولدینا اور مجھ سے فرمایا کہ اے یاسر! تم فصد نہ کھلوانا۔

یاسر کا بیان ہے مگر میں نے فصد کھلوائی تو میرا ہاتھ متورّم ہوگیا اور سرخ ہوگیا: آپ نے دریافت فرمایا، اے یاسر! تجھے کیا ہوگیا ہے؟ میں نے عرض کیا کہ فصد کھلوائی ہے: آپ نے فرمایا، کیا میں نے تم کو منع نہیں کیا تھا۔؟ اچھا، اب ادھر آؤ اور اپنا ہاتھ دکھاؤ۔ آپ نے اپنے دستِ مبارک سے میرے ہاتھ کو مس کیا اور اس پر اپنا لعابِ دہن لگایا، پھر ہدایت فرمائی کہ رات کے وقت کھانا نہ کھایا کرو: میں نے ایک عرصے تک رات کو کھانا نہیں کھایا: مگر ایک دن بھول کر کھالیا تو میری پھر وہی حالت ہوگئی۔ (عیون اخبار الرضا جلد ۲ ص ۲۲۷)

• بصائر الدرجات جزء ۷، ب ۱۲۔ ج ۹ میں محمد بن حمزہ سے اور مناقب آلِ ابی طالب جلد ۴ ص ۳۳۴ میں یاسر سے یہی روایت نقل ہے۔

(۲) ـــ ابو ہاشم جعفری سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ میں حضرت ابوالحسن رضا علیہ السلام کے ساتھ کھانا کھا رہا تھا۔ آپ نے اپنے ایک غلام کو صقلبی اور فارسی زبان میں آواز دی۔ اور کبھی میں اپنے غلام کو بھی فارسی سیکھنے کے لیے بھیجدیا کرتا تھا آپ اس طرح تعلیم فرماتے کہ دقت نہ ہوتی اور اگر کبھی دقت پیش بھی آتی تو آپ اس کو مفصّل طریقے پر سمجھا دیتے تھے۔ (عیون اخبار الرضا جلد ۲ ص ۲۲۸)

(۳) ـــ فصل الخطاب سے کیا مراد ہے؟

ہروی کا بیان ہے کہ حضرت امام رضا علیہ السلام ہر شخص سے اُس کی ہی زبان میں بات چیت کیا کرتے تھے اور خدا کی قسم آپ ہر زبان کو اہلِ زبان سے بہتر جانتے تھے اور اُس سے زیادہ فصیح لہجہ

ہیں گفتگو فرماتے تھے۔ ایک دن میں نے عرض کیا، فرزندِ رسولؐ! یہ ساری زبانیں آپس میں مختلف ہیں اور آپ ہر زبان جانتے ہیں مجھے بڑی حیرت ہے : آپ نے ارشاد فرمایا، اے ابو صلت میں اللہ کی طرف سے اُس کی مخلوق پر حجت ہوں۔ اللہ تعالیٰ یہ کبھی نہیں کرتا کہ وہ کسی قوم پر ایسے شخص کو حجت بنائے جو اُس قوم کی زبان نہ جانتا ہو۔ کیا تم نے حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام کا یہ ارشادِ گرامی نہیں سنا کہ ہم کو فصل الخطاب عطا کیا گیا ہے۔ تو فصل الخطاب اور کیا ہے، یہی تمام زبانوں کا جاننا تو ہے۔

(عیون اخبار الرضا جلد ۲ ص ۲۲۸)

- مناقب ابن شہر آشوب میں بھی اسی کے مثل روایت ہے۔

(۴) ـــــ معاویہ نے وشّاء سے روایت کی ہے کہ حضرت امام رضا علیہ السلام نے خراسان میں فرمایا کہ میں نے یہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا اور آپؐ کے ساتھ رہا۔

(قرب الاسناد ص ۲۰۲)

(۵) == چڑیوں کی زبان سے واقفیت اور اُن کو ہدایات

سلیمان جو اولادِ حضرت جعفرؑ بن ابی طالبؑ میں سے تھے، کا بیان ہے کہ میں حضرت امام رضا علیہ السلام کے ساتھ باغ میں تھا کہ ناگاہ ایک عصفور (چڑیا) آئی اور آپ کے سامنے آکر بیٹھ گئی اور چلّانے لگی۔ وہ بہت مضطرب تھی اور اپنی زبان میں کچھ کہہ رہی تھی۔ آپ نے فرمایا، جانتے ہو یہ چڑیا کیا کہہ رہی ہے؟ میں نے جواب دیا اللہ اور اللہ کے رسولؐ اور فرزندِ رسولؐ ہی بہتر جانتے ہیں: آپ نے فرمایا، یہ کہہ رہی ہے کہ گھر میں ایک سانپ ہے جو میرے بچوں کو کھانا چاہتا ہے۔ آپ اُٹھیے اپنا عصا لیجیے، گھر میں چلیے اور اُسے مار دیجیے: راوی کا بیان ہے کہ میں نے فوراً عصا لیا اور گھر میں داخل ہوا تو دیکھا کہ ایک سانپ گھر میں چکّر لگا رہا ہے۔ میں نے اس کو مار دیا

(بصائر الدرجات جزء ۷ ب ۱۴ ۔ ج ۱۹)

- مناقب آلِ ابی طالبؑ جلد ۴ ص ۳۳۴ اور الخرائج والجرائح ص ۲۰۶ پر بھی سلیمان جعفری سے اسی کے مثل روایت ہے۔

(۶) ـــــ وشّاء کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام رضا علیہ السلام کو دیکھا کہ آپ آسمان کی طرف نظر اُٹھائے ہوئے ہیں اور کچھ بول رہے ہیں جیسے ابابیلیں بولتی ہیں۔ مگر میں کچھ نہ سمجھ سکا، اور آپ تھوڑی تھوڑی کے بعد بار بار اسی طرح کلام کرتے رہے پھر خاموش ہو گئے۔

(بصائر الدرجات جزء ۱۰ ب ۱۷ ۔ ج ۲۲)

(۷) ـــــ ایک طویل حدیث میں علی بن مہران سے روایت ہے۔ حضرت ابو الحسن رضا علیہ السلام

نے اُس سے فرمایا کہ ہمارے لیے ایک گھڑی بنا لاؤ۔ جب وہ بن چکی تو میں اُٹھا کر آپ کے پاس لے گیا اُس وقت مجھے بیحد پیاس لگی ہوئی تھی۔ ابھی میں بیٹھا ہی تھا کہ ناگاہ بیت الشرف میں سے ایک غلام برآمد ہوا جس کے ہاتھ میں ٹھنڈے پانی کا کوزہ تھا۔ اس نے کوزہ میری جانب بڑھایا، میں نے سیراب ہو کر پیا پھر امام علیہ السلام تشریف لائے اور ایک کرسی پر بیٹھ گئے۔ (اس گھڑی میں سے) ایک کنکری گری آپ کے خادم مسرور نے کہا "ہشت" لیعنی آٹھ۔ پھر آپ نے مسرور سے فرمایا۔" در ببند" لیعنی دروازہ بند کر دو۔ (مناقب آلِ ابی طالبؑ جلد ۴ صـــ ۳۳۴)

بحار الانوار

باب

مکارم الاخلاق و ریاضتِ امامؑ

ANSAR

① ــــــ امامؑ کا لباس

ابو عباد کا بیان ہے کہ حضرت امام رضا علیہ السلام گرمیوں میں چٹائی پر اور جاڑوں میں موٹے کمبل پر بیٹھتے تھے۔ ہمیشہ موٹا لباس پہنتے، مگر جب مجمعِ عام میں تشریف لے جاتے تو (ان کی عوام کی) خاطر اپنی پوشاک عمدہ قسم کی زیبِ تن فرمالیا کرتے تھے۔ (عیون اخبار الرضا جلد ۲ ص ۱۷۸)

② ــــــ کنیزوں سے سلوک

صولی کہتا ہے کہ میری دادی نے مجھ سے بیان کیا۔ (جن کا نام عذر تھا) کہ میں بھی کچھ کنیزوں کے ساتھ شہرِ کوفہ سے خریدی گئی۔ میرا باپ عرب اور ماں غیرِ عرب تھی۔ یہاں سے مجھے خرید کر مامون کے پاس لے جایا گیا۔ وہاں میں مامون کے گھر میں رہی جو میرے لیے جنت تھا۔ کھانا، پینا، عطریات، درہم و دینار ہر شے بافراغت تھی۔ اس کے بعد مامون نے مجھے حضرت امام رضا کو ہبہ کر دیا۔ جب میں آپ کے بیت الشرف میں پہونچی تو ہر شے مفقود تھی اور وہاں ہم کنیزوں پر ایک داروغہ مقرر تھی جو ہمیں شب کی نماز کے لیے بیدار کرتی۔ یہ بات مجھ پر بہت گراں گذرتی اور چاہتی تھی کہ کسی طرح یہاں سے نکل جاؤں۔ پھر حضرت امام رضا علیہ السلام نے مجھے تمہارے دادا عبداللہ ابن عباس کو ہبہ کر دیا۔ اور جب ان کے گھر پہونچی تو ایسا معلوم ہوا کہ جنت میں آگئی۔

صولی کا بیان ہے کہ میں نے آج تک اپنی دادی سے زیادہ عقلمند کسی عورت کو نہیں دیکھا اور نہ ان سے زیادہ سخی کسی کو پایا۔ ان کا انتقال ۲۷۰ھ میں بعمر سو سال ہوا۔ ان سے حضرت امام رضا علیہ السلام کے بارے میں اکثر لوگ دریافت کیا کرتے تو وہ کہا کرتی کہ مجھے تو بس ان کے متعلق اتنا یاد ہے کہ وہ عودِ ہندی سلگاتے، اس کے بعد عرقِ گلاب اور مشک استعمال کرتے اور صبح کی نماز اول وقت پڑھا کرتے تھے، صبح کی نماز کے بعد جب آپ سجدہ کرتے تو جب آفتاب بلند ہو جاتا تب آپ سر اٹھایا کرتے، پھر اٹھتے اور لوگوں سے ملاقات کے لیے تشریف لے جاتے یا کہیں جانے کے لیے سواری تیار کراتے۔

یہ ممکن نہ تھا کہ آپ کے بیت الشرف میں کوئی شخص بلند آواز سے بات کرے خود آپ زیادہ بات چیت کرنا پسند نہ فرماتے تھے۔ میرے جد عبداللہ میری دادی کو متبرک خیال کرتے تھے اور جس دن سے یہ ان کو ہبہ ہوئیں اسی دن سے میری دادی کو کنیزِ مدبرہ (چند شرائط پوری کرنے کے بعد آزاد)

بنا دیا تھا۔ ایک دن میرے جد کے ماموں عباس بن اخنف حنفی میرے جد کے پاس آئے اور میری جدہ کی باتوں کو سُن کر حیرت زدہ ہوگئے اور کہنے لگے کہ یہ کنیز آپ مجھے دے دیں: میرے جد نے کہا یہ تو مدبّرہ ہے۔ (عیون اخبار الرضا جلد ۲ صفحہ ۱۷۹)

(۳) امامؑ ہر سوال کا جواب قرآن سے دیا کرتے تھے

صولی نے ابی ذکوان سے روایت کی ہے۔ اس کا بیان ہے کہ میں نے ابراہیم بن عباس کو کہتے ہوئے سُنا کہ میں نے حضرت امام رضا علیہ السلام کو کبھی ایسا نہیں دیکھا کہ اُن سے کسی نے کوئی سوال کیا ہو اور آپ کو اس کا علم نہ ہو میں نے آنحضرتؑ کے زمانے میں آپ سے بڑا عالم کسی اور کو نہیں پایا، مامون نے بارہا آپ کی آزمائش کی اور ہر طرح کے سوالات آپ سے دریافت کیے جن کا جواب آپ فوراً ہی دیدیتے تھے آپ کی ساری گفتگو اور جوابات قرآن مجید سے ماخوذ ہوتے تھے۔ آپ پورا قرآن مجید تین دن میں ختم کیا کرتے اور فرمایا کرتے کہ اگر چاہوں تو تین دن سے کم میں بھی ختم کر سکتا ہوں لیکن جب بھی کوئی آیت پڑھتا ہوں تو غور کرتا ہوں کہ یہ آیت کس چیز کے بارے میں نازل ہوئی، اور کس وقت نازل ہوئی اس لیے تین دن میں ختم کرتا ہوں۔ (عیون اخبار الرضا جلد ۲ صفحہ ۱۸۰)

(۴) آپ کا طرزِ زندگی

ابراہیم بن عباس کا بیان ہے کہ میں نے حضرت ابوالحسن الرضا علیہ السلام کو کبھی کسی سے ترشروئی سے بات کرتے ہوئے نہیں دیکھا۔ نیز کبھی کسی کی بات کاٹ کر خود بات کرتے ہوئے یا کسی محتاج کے سوال کو رد کرتے ہوئے یا کبھی اپنے ہم جلیسوں کے سامنے پیر پھیلاتے ہوئے یا ہم جلیسوں کے سامنے تکیہ لگا کر بیٹھے ہوئے یا اپنے غلاموں میں سے کسی کو سخت سُست کہتے ہوئے یا تھوکتے ہوئے یا ہنستے وقت قہقہہ لگاتے ہوئے نہیں دیکھا۔ آپ کی ہنسی صرف مسکراہٹ ہوتی تھی۔

نیز جب دسترخوان لگایا جاتا تو آپ کے ساتھ غلام، دربان اور سائیس بھی کھانا کھاتے تھے۔ آپ شب کو بہت کم سوتے اور زیادہ بیدار رہتے، اور اکثر راتوں کو تو اول شب سے صبح تک بیدار ہی رہتے۔ آپ اکثر و بیشتر روزہ رکھتے تھے۔ ہر مہینے کے تین روزے آپ کبھی نہیں چھوڑتے اور فرماتے کہ یہ صوم الدھر ہے۔ آپ پوشیدہ طور پر بہت صدقہ و خیرات کیا کرتے اور یہ عموماً اندھیری راتوں میں کیا کرتے۔ اب اگر کوئی شخص کہے کہ ہم نے آنجناب کے مانند کسی بھی شخص کو فضل و شرف میں دیکھا ہے تو وہ جھوٹا ہے اس کو سچا نہ جانو۔

(عیون اخبار الرضا جلد ۲ صفحہ ۱۸۴)

(۵) قید خانے میں عبادت

ہروی کا بیان ہے کہ میں مقامِ سرخس میں اس گھر کے دروازے پر پہونچا جہاں حضرت امام رضا علیہ السلام نظربند اور قید تھے۔ میں نے قید خانے کے داروغہ سے آپ سے ملاقات کی اجازت چاہی، اُس نے کہا کہ آپ سے ملنے کی کوئی صورت نہیں: میں نے دریافت کیا کیوں؟ اُس نے جواب دیا، وقت ہی کہاں ہے۔ وہ دن رات میں ایک ہزار رکعت تو نمازیں پڑھتے ہیں صرف دن کے ابتدائی حصّے میں ذرا دم لیتے ہیں پھر زوال سے پہلے اور غروبِ آفتاب سے قبل نماز میں مشغول نہیں رہتے مگر اپنے مصلّے پر بیٹھے رہتے ہیں اور اپنے رب سے مناجات میں مصروف رہتے ہیں: میں نے کہا، اچھا تو انہی اوقات میں سے کسی وقت ملاقات کی اجازت حاصل کرو: اُس نے میرے لیے اجازت مانگی، میں حاضرِ خدمت ہوا تو دیکھا کہ آپ اپنے مصلّے پر بیٹھے ہوئے کچھ سوچ رہے ہیں۔ (عیون اخبار الرضا جلد ۲ صـ ۱۸۴)

- سلیمان جعفری کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام رضا علیہ السلام کو دیکھا کہ آپ خز کا لباس پہنے ہوئے مشغولِ نماز ہیں۔ (التہذیب)

(۶) نمازہائے یومیہ میں فرائض ونوافل کی تفصیل

رجار بن ضحاک کا بیان ہے کہ مجھے مامون نے حضرت علی بن موسیٰ الرضا علیہ السلام کو مدینہ سے لانے کے لیے بھیجا اور حکم دیا کہ انھیں بصرہ، اہواز اور فارس کے راستے سے لے کر آنا قُم کے راستے سے نہ لانا۔ اور یہ بھی حکم دیا کہ دن رات اُن کی نگرانی بذاتِ خود کرتے رہنا۔ جب تک ہمارے پاس نہ پہونچ جاؤ۔ لہٰذا میں مدینہ سے آپ کو لے کر مرو تک ساتھ رہا۔ خدا کی قسم میں نے کسی کو آنجناب سے زیادہ صاحبِ تقویٰ، ذکرِ الٰہی میں مشغول اور خوفِ خدا رکھنے والا نہیں پایا۔

جب صبح نمودار ہوتی تو نمازِ صبح پڑھ کر سلام پڑھتے، تسبیح وتحمید، تکبیر وتہلیل اور درود میں مشغول رہتے۔ یہانتک کہ سورج نمودار ہوتا، پھر سجدے میں جاتے تا اینکہ سورج بلند ہو جاتا۔ پھر آپ قبلِ زوال تک لوگوں سے گفتگو کرتے اور انھیں وعظ وپند فرماتے۔ اس کے بعد تجدیدِ وضو فرماتے اور اپنے مصلّے پر پہونچ جاتے۔ جب زوال کا وقت آجاتا تو کھڑے ہو کر چھ رکعات نماز پڑھتے۔ پہلی رکعت میں سورۂ الحمد اور سورۂ کافرون۔ دوسری رکعت میں سورۂ الحمد اور سورۂ اَحد اور اس کے بعد چار رکعات میں ہر رکعت میں سورۂ الحمد اور سورۂ اَحد پڑھتے، ہر دوسری رکعت کے آخر میں

سلام پڑھتے اور ہر دوسری رکعت میں رکوع سے قبل قنوت پڑھتے، اس کے بعد اذان کہتے اور دو رکعات نماز پڑھتے، پھر کھڑے ہو کر نمازِ ظہر ادا فرماتے۔ اور جب نمازِ ظہر کے آخر میں سلام پڑھ لیتے تو دیر تک تسبیح، تحمید و تکبیر میں مشغول رہتے پھر سجدۂ شکر ادا فرماتے اور اس میں سو مرتبہ "شُکراً لِلّٰہ" کہتے پھر سجدے سے سر اٹھاتے اور نماز کے لیے کھڑے ہو جاتے تو چھ رکعات نماز پڑھتے، ہر رکعت میں سورۂ الحمد اور سورۂ احد پڑھتے اور ہر دوسری رکعت میں رکوع سے قبل قنوت اور ہر دوسری رکعت کے آخر میں سلام پڑھتے۔ جب ان چھ رکعتوں سے فارغ ہوتے تو اذان کہتے اور دو رکعت نماز پڑھتے اور پھر دوسری رکعت میں قنوت پڑھتے جب سلام پڑھ کر اس سے فارغ ہوتے تو اقامت کہہ کر نمازِ عصر پڑھتے اور جب سلام پڑھ کر فارغ ہوتے تو اپنے مصلّے پر بیٹھ جاتے اور دیر تک تسبیح، و تحمید و تکبیر و تہلیل ہی میں مشغول رہتے پھر سجدے میں جاتے اور سو مرتبہ حَمْداً لِلّٰہ کہتے۔

پھر آپ غروبِ آفتاب کے بعد وضو کی تجدید فرماتے اور اذان و اقامت کے بعد تین رکعات نمازِ مغرب بجالاتے اور اس کی دوسری رکعت میں دونوں سوروں کی قرأت کے بعد رکوع سے پہلے قنوت پڑھتے اور جب سلام پڑھ کر نمازِ مغرب سے فارغ ہوتے تو اپنے مصلّے پر بیٹھ کر تا دیر سُبْحَانَ اللّٰہِ، اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ، اَللّٰہُ اَکْبَر اور لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ پڑھتے رہتے۔ اس کے بعد سجدۂ شکر ادا کر کے سجدے سے سر اٹھاتے اور بغیر کسی سے کلام کیے ہوئے اقامت کہہ کر چار رکعات نماز دو سلام کے ساتھ پڑھتے۔ اور ہر دوسری رکعت میں بعد قرأتِ سورہ ہا اور قبل رکوع قنوت پڑھتے اور ان چاروں میں پہلی رکعت میں سورۂ الحمد اور سورۂ کافرون اور دوسری رکعت میں سورہ الحمد اور سورۂ احد پڑھتے اور سلام کے بعد بیٹھ جاتے اور جس قدر اللہ چاہتا تعقیبات پڑھتے۔ جب رات ہو جاتی تو افطار فرماتے۔

پھر تھوڑا دم لیتے اور جب قریب ایک تہائی رات گذر جاتی تو کھڑے ہو کر چار رکعت نمازِ عشاء بجالاتے جس کی دوسری رکعت میں بعد قرأت سورہ ہا اور قبل رکوع قنوت پڑھتے اور جب سلام پڑھ کر نمازِ عشاء سے فارغ ہوتے تو ذکرِ الٰہی میں مشغول ہو جاتے اور جب تک اللہ چاہتا، تسبیح و تحمید و تکبیر و تہلیل کرتے رہتے۔ پھر ان تعقیبات کے بعد سجدۂ شکر بجالاتے اور اپنے بستر پر تشریف لے جاتے تھے۔

جب رات کا ایک تہائی حصہ باقی رہ جاتا تو اپنے بستر سے سُبْحَانَ اللّٰہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہ، اَللّٰہُ اَکْبَر، لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ اور اَسْتَغْفِرُ اللّٰہ کہتے ہوئے اٹھتے مسواک کرتے، وضو فرماتے اور نمازِ شب کے لیے کھڑے ہو جاتے اور آٹھ رکعت نمازِ شب پڑھتے اور ہر دوسری رکعت پر سلام کہتے اور ہر پہلی رکعت میں سورۂ الحمد ایک مرتبہ سورۂ احد (توحید)

(جس کو سورۂ اخلاص بھی کہتے ہیں) تیس مرتبہ پڑھتے۔ اس کے بعد نمازِ حضرت جعفرِ طیار چار رکعت اور ہر دو رکعت پر سلام اور ہر دوسری رکعت میں بعد قرأت سورہ ہا اور قبل رکوع سُبحٰانَ اللہ کہہ کر قنوت پڑھتے اور اس کو نمازِ شب میں شمار کرتے۔ اس کے بعد باقی دو رکعتیں، جن کی پہلی رکعت میں سورۂ الحمد اور سورہ الملک اور دوسری رکعت میں سورۂ الحمد اور سورۂ الدھر پڑھتے اور اس کے بعد نمازِ شفع کی دو رکعات پڑھتے جس کی ہر رکعت میں ایک مرتبہ سورۂ الحمد ایک بار سورۂ احد (قل ھو اللہ احد) تین بار اور دوسری رکعت میں قنوت پڑھتے اور بعد سلام کھڑے ہو کر نمازِ وتر ایک رکعت پڑھتے جس میں سورۂ الحمد کے بعد سورۂ احد تین بار اور سورۂ الفلق ایک بار، سورۂ الناس ایک بار پڑھتے اور اس میں بھی بعد قرأتِ سورہ ہا اور قبل رکوع قنوت پڑھتے اور قنوت میں یہ دعا پڑھتے:-

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ اَللّٰھُمَّ اھدنا فیمن ھدیت وعافنا فیمن عافیت وَتولنا فیمن تولّیت وبارك لنا فیما اعطیتَ وقنا شرّ ما قضیت فانّك تقضی ولا یقضی علیك انّه لا یزلُّ من والیت ولا یعزّ من عادیت تبارکت ربّنا وتعالیت۔

اس کے بعد ستر مرتبہ استغفر اللہ وَ اسالہٗ التوبۃ کہتے۔ جب سلام پڑھ کر نمازِ وتر تمام کرتے تو تعقیبات کے لیے بیٹھ جاتے اور جبتک اللہ چاہتا پڑھتے رہتے۔

جب نمازِ فجر کا وقت قریب آتا تو کھڑے ہو کر دو رکعت نمازِ نافلۂ فجر پڑھتے جس کی پہلی رکعت میں سورۂ الحمد کے بعد سورۂ قل یا ایھا الکافرون اور دوسری رکعت میں سورۂ الحمد کے بعد سورۂ قل ھو اللہ احد پڑھتے پھر جب فجر طلوع ہوتی تو اذان و اقامت کہہ کر دو رکعت نمازِ فجر بجالاتے اور سلام کے بعد طلوعِ آفتاب تک تعقیبات کے لیے بیٹھ جاتے۔ اس کے بعد شکر کے دو سجدے کرتے یہانتک کہ خوب دن نکل آتا۔

آپ تمام نمازہائے فریضہ کی پہلی رکعت میں سورۂ الحمد اور سورۂ انا انزلنا اور دوسری رکعت میں سورۂ الحمد اور قل ھو اللہ احد پڑھتے تھے سوائے جمعہ کے دن نمازِ صبح و نمازِ ظہر اور نمازِ عصر کے۔ ان میں آپ سورۂ الحمد اور سورۃ المنافقون کی قرأت فرماتے اور شبِ جمعہ کو نمازِ عشاء کی پہلی رکعت میں سورہ الحمد اور سورۂ جمعہ اور دوسری رکعت میں سورۂ الحمد اور سورۂ الاعلیٰ کی تلاوت فرماتے اور دوشنبہ اور پنجشنبہ کو نمازِ صبح کی پہلی رکعت میں سورۂ الحمد اور سورۂ الدھر (ھل اتیٰ علی الانسان) اور دوسری رکعت میں سورۂ الحمد اور سورۂ الغاشیۃ

(ھل اتاك حدیث الغاشیۃ) کی قرأت فرماتے۔

آپ نمازِ مغرب، نمازِ عشاء، نمازِ شب (تہجد) نمازِ شفع، نمازِ وتر اور نمازِ صبح کھلی آواز سے (بالجہر) اور نمازِ ظہر و نمازِ عصر کو ڈھکی ہوئی آواز سے (خفی آواز سے) پڑھتے تھے اور آخر کی دو رکعتوں میں تسبیحاتِ اربعہ یعنی سبحان اللہِ والحمد للہِ ولا الٰہ الّا اللہُ واللہُ اکبر تین مرتبہ پڑھتے اور ہر نماز کے قنوت میں یہ دعا پڑھتے:۔

رب اغفر وارحم وتجاوز عما تعلم انك انت الاعز الاجل الاکرم

آپ جب کسی شہر میں دس دن قیام فرماتے تو روزہ رکھتے قصر نہ فرماتے اور جب رات تاریک ہو جاتی تو افطار سے پہلے نماز پڑھتے تھے۔ آپ راستے میں تمام نمازہائے فریضہ کو دو دو رکعت (قصر کرکے) پڑھتے سوائے مغرب کے۔ اس کی پوری تین رکعات پڑھتے۔ اور خواہ سفر ہو یا حضر نہ مغرب کی نافلہ نماز چھوڑتے نہ نمازِ شب، نہ نمازِ شفع نہ نمازِ وتر۔

آپ دن کی نمازوں کا نافلہ سفر میں نہ پڑھتے اور جن نمازوں کو قصر کرکے پڑھتے اُن میں تسبیحاتِ اربعہ یعنی سبحان اللہ والحمد للہ ولا الٰہ الّا اللہ واللہُ اکبر تیس مرتبہ پڑھتے اور فرماتے کہ یہ اتمام نماز کے لیے ہے۔ اور میں نے نہیں دیکھا کہ آپ نے سفر یا حضر میں نمازِ الضحیٰ پڑھی ہو۔ نیز آپ سفر میں کوئی روزہ نہیں رکھتے تھے۔ آپ اپنی دعا کو محمدؐ و آلِ محمدؐ پر درود کے ساتھ شروع فرماتے اور نماز میں بلکہ نماز کے علاوہ بھی کثرت سے درود پڑھا کرتے۔

آپ رات کے وقت اپنے بستر پر کثرت سے تلاوتِ کلام پاک کیا کرتے۔ جب کسی ایسی آیت پر پہنچتے کہ جس میں جنت یا جہنم کا ذکر ہوتا تو گریہ فرماتے اور اللہ سے جنت کی دعا فرماتے اور جہنم سے پناہ چاہتے۔ آپ دن کی نمازیں ہوں یا رات کی ان میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کھلی آواز سے (با جہر) پڑھتے۔ جب سورۂ قل ھو اللہ احد پڑھتے تو خفی آواز سے کہتے "اللہُ احد" اور جب اس کی قرأت سے فارغ ہوتے تو فرماتے "کذالك اللہ ربنا" تین مرتبہ۔ اور جب سورہ جحد کی قرأت کرتے تو دل میں کہتے "یا ایھا الکافرون" اور جب اس کی قرأت سے فارغ ہوتے تو فرماتے "ربی اللہ ودینی الاسلام" اور جب والتین والزیتون کی تلاوت فرماتے تو بعد فراغت فرماتے "بلیٰ وانا من الشاھدین" اور جب لا اقسم بیوم القیامۃ کی تلاوت فرماتے تو تلاوت کے بعد فرماتے "سبحانك اللھم بلیٰ"، اور جب سورۂ جمعہ کی تلاوت فرماتے تو تلاوت سے فراغت کے بعد فرماتے "قل ما عند اللہ خیر من اللھو ومن التجارۃ للذین اتقوا واللہ خیر الرازقین۔"

اور جب سورۂ فاتحہ کی تلاوت فرماتے تو تلاوت کے بعد فرماتے "الحمد للہ رب العٰلمین"

اور جب سورۂ الاعلیٰ (سبح اسم ربك الاعلیٰ) کی تلاوت فرماتے تو دل میں بعدِ تلاوت کہتے "سبحان ربي الاعلیٰ" اور جب قرآن مجید کی اُن آیات کی تلاوت فرماتے جن میں "یاایھا الذین اٰمنوا" ہے تو دل ہی دل میں کہہ لیتے "لبیك اللّٰھم لبیك"

آپ کے اِس سفر کے درمیان جس شہر میں بھی کوئی شخص آپ کے پاس آتا اور اپنے دینی مسائل دریافت کرتا آپ اس کے جوابات اکثر و بیشتر اپنے آباء واجداد کے سلسلے سے دیا کرتے یعنی سلسلہ کو حضرت علی علیہ السلام اور اُن سے حضرت رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث بیان فرماتے۔

الغرض جب میں حضرت امام رضا علیہ السلام کو لیکر مامون کے پاس پہونچا تو اُس نے دورانِ سفر اُن حضرت کا حال دریافت کیا، تو میں نے شب و روز میں آپ کے کوچ اور قیام میں جو دیکھا تھا، بیان کر دیا۔ تو اس نے کہا، اے ابنِ ضحاک یہ روئے زمین پر سب سے بہتر ہیں، سب سے زیادہ صاحبِ علم ہیں، سب سے زیادہ عبادت گزار ہیں۔ مگر تم نے جو کچھ دیکھا ہے وہ کسی سے بیان نہ کرنا، تاکہ ان کا فضل و شرف لوگوں پر ظاہر نہ ہو سکے اور آپ کے متعلق جو میری نیّت ہے اس میں اللہ سے مدد چاہتا ہوں۔

(عیون اخبار الرضا جلد ۲ ص ۱۸۰-۱۸۳)

(۷) معیارِ شرف تقویٰ اور اطاعت ہے

موسیٰ بن نصر رازی کا بیان ہے کہ میں نے اپنے والد کو کہتے ہوئے سُنا کہ ایک شخص نے حضرت امام رضا علیہ السلام سے کہا، خدا کی قسم از روئے آباء واجداد روئے زمین پر آپ سے بڑھ کر کوئی صاحبِ شرف نہیں: آپ نے ارشاد فرمایا، مگر ہمارے آباء واجداد کو تقویٰ ہی نے تو صاحبِ شرف بنایا تھا اور اطاعتِ الٰہی میں ان کو سب سے زیادہ حظ حاصل ہوتا تھا۔ پھر ایک دوسرے شخص نے کہا۔ آپ واللہ تمام انسانوں میں سب سے بہتر ہیں آپ نے فرمایا قسم نہ کھاؤ، مجھ سے بہتر وہ ہو سکتا ہے جو مجھ سے زیادہ متقی اور اللہ کی اطاعت کرتا ہو۔ یاد رکھو! قرآن مجید کی یہ آیت منسوخ نہیں ہوئی:

وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا ؕ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ ؕ (سورہ الحجرات آیت ۱۳)

"اور ہم نے تمہارے کُنبے اور قبیلے اس لیے قرار دیے ہیں تاکہ ایک دوسرے کو پہچان سکو، بیشک اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ مکرم وہ ہے جو تم میں سب سے زیادہ پرہیزگار ہے (عیون ج۲ جلد ۲ ص ۲۳۶)

(۸) ابن ذکوان کا بیان ہے کہ حضرت امام رضا علیہ السلام فرماتے تھے کہ میں نے غلام آزاد کرنے کی قسم کھائی ہے اور جب کبھی میں غلام آزاد کرنے کی قسم کھاتا ہوں تو پہلے ایک غلام کو آزاد کرتا ہوں اس کے بعد اپنے تمام غلاموں کو آزاد کر دیتا ہوں۔ اگر میرے دل میں یہ بات پیدا ہوتی کہ میں رسولِ مقبولؐ کا محض قرابتدار ہونے کی وجہ سے اس غلام سے بہتر ہوں۔ یہ کہہ کر آپ نے ایک حبشی غلام کی طرف اشارہ فرمایا۔" حالانکہ اگر میرا عمل صالح ہوگا تو میں اس سے افضل ہوں گا

(عیون اخبار الرضا جلد ۲ ص ۲۳۷)

(۹) یقطینی کا بیان ہے کہ جب حضرت امام رضا علیہ السلام کی امامت میں اختلاف ہوا تو میں نے پندرہ ہزار ایسے مسائل جمع کیے جو آپ سے دریافت کیے گئے اور آپ نے اُن سب کے جوابات دیے۔ (کتاب الغیبت طوسی ص ۵۲)

(۱۰) ـــــ دسترخوان کی بہترین غذا میں سے مساکین کا حق

معمر بن خلاد کا بیان ہے کہ حضرت امام رضا علیہ السلام غذا تناول فرمانے کا ارادہ فرماتے تو دسترخوان کے قریب ایک بڑا پیالہ لا کر رکھ دیا جاتا۔ اور آپ کے دسترخوان پر جو بہترین غذا ہوتی اُس میں سے کچھ غذا نکال کر اُس بڑے پیالے میں رکھتے، پھر تھوڑا تھوڑا ہر کھانے میں سے نکال کر اس میں رکھتے اور حکم دیتے کہ یہ فقراء و مساکین کو دے آؤ۔ اس کے بعد اس آیت کی تلاوت فرماتے: "فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ" (سورۃ البلد آیت ۱۱)

پھر فرماتے کہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ ہر انسان غلام آزاد کرنے کی مقدرت نہیں رکھتا اس لیے اُس نے اُن کے لیے جنّت کا یہ راستہ کھول دیا ہے۔ (یعنی کھانا کھلانا فقراء و مساکین کو)

(کتاب المحاسن ص ۳۹۲)

- کتاب کافی جلد ۴ ص ۵۲ پر بھی معمر سے اسی کے مثل روایت مرقوم ہے۔

(۱۱) ـــــ مشایعتِ جنازہ

موسیٰ بن سیار کا بیان ہے کہ میں حضرت امام رضا علیہ السلام کے ہمراہ تھا۔ آپ طوس کے باغات کے قریب پہونچے تو شور و غل کی آواز سنی۔ آپ اس کی طرف بڑھے اور دیکھا۔ ایک جنازہ جا رہا تھا۔ جیسے ہی میرے مولا کی نظر اس پر پڑی آپ فوراً اپنے گھوڑے سے اُتر پڑے اور جنازے کی طرف بڑھے، اُسے کاندھا دیا اور مسلسل اُس کے ساتھ ساتھ رہے جیسے ایک بکری کا بچہ اپنی ماں کے پیچھے پیچھے چلتا ہے۔ اس کے بعد میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا، اے موسیٰ بن سیار! جو شخص ہمارے

دوستوں میں سے کسی دوست کے جنازے کی مشایعت کرے تو وہ اپنے تمام گناہوں سے اس طرح پاک ہو جائے گا جیسے وہ اپنی ماں کے شکم سے بے گناہ پیدا ہوا ہے۔ اس کے بعد جب اُس شخص کا جنازہ قبر کے کنارے رکھا گیا تو آپ اُس کے قریب پہونچے، جب میّت کو تابوت سے نکالا گیا تو آپ نے میت کے سینے پر ہاتھ رکھا پھر فرمایا "اے فلاں ابن فلاں تجھے جنّت کی خوشخبری ہو اب اس وقت کے بعد تجھے کوئی خوف و خطر نہیں ہے۔

میں نے عرض کیا" مولا! میں آپ پر قربان، کیا آپ اس مرنے والے کو پہچانتے ہیں؟ یہ جگہ تو وہ ہے کہ جہاں آپ کبھی تشریف نہیں لائے: آپ نے فرمایا "اے موسیٰ بن سیار! کیا تجھے نہیں معلوم کہ ہم ائمہ کے سامنے ہمارے شیعوں کے اعمال روزانہ صبح و شام پیش کیے جاتے ہیں۔ اگر اُن کے اعمال میں کچھ تقصیر ہوتی ہے تو ہم اس کے لیے اللہ سے عفو و درگذر کی دعا کرتے ہیں اور جس کے اعمال کو بہتر دیکھتے ہیں تو اس کے لیے قبولیت کی دعا اللہ سے کرتے ہیں۔ (مناقب آل ابی طالبؑ جلد ۴ ص ۳۴۱)

(۱۲) ـــــ پانی اور روٹی کی افادیت

حضرت امام رضا علیہ السلام سے ایک مرتبہ پانی اور روٹی کے کھانے کے بارے میں دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ پانی طعام حیات ہے اور روٹی طعام عیش ہے۔

(مناقب جلد ۴ ص ۲۵۳)

(۱۳) ـــــ ایک خواب کی تعبیر

آپ کے خادم یاسر کا بیان ہے کہ ایک دن میں نے حضرت امام رضا علیہ السلام سے عرض کیا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک پنجرہ ہے جس میں سترہ شیشیاں رکھی ہوئی ہیں کہ ناگاہ وہ پنجرہ گرا اور ساری شیشیاں چور چور ہو گئیں: آپ نے فرمایا کہ اگر تم نے یہ خواب واقعاً دیکھا ہے تو ہمارے خاندان کا ایک شخص خروج کرے گا اور صرف سترہ دن زندہ رہے گا اس کے بعد مر جائے گا آپ کی تعبیر کے مطابق محمد بن ابراہیم نے کوفہ میں ابی السرایا کے ساتھ خروج کیا اور صرف سترہ دن زندہ رہے اس کے بعد انھیں موت آ گئی۔ (مناقب جلد ۴ ص ۳۵۲ روضۃ الکافی ص ۲۵۷)

(۱۴) ـــــ کسرِ نفسی

ایک دن حضرت امام رضا علیہ السلام حمام تشریف لے گئے تو کسی نے آپ سے کہا کہ ذرا میرا بدن تو مل دو: آپ اس کا بدن ملنے لگے مگر جب اس نے آپ کو پہچانا، تو معذرت چاہنے لگا اور آپ اس کے سینے کو ملتے اور صاف کرتے رہے۔

• کتاب محاضرات میں ہے کہ روئے زمین پر ایسا کوئی نہیں ہے جس کی سات پشتوں سے خاصہ و عامہ سبھی احادیث نقل کرتے ہوں سوائے علیؑ بن موسیٰؑ بن جعفرؑ بن محمدؐ بن علیؑ بن الحسینؑ بن علیؑ بن ابی طالبؑ کے۔ (مناقب آلِ ابی طالب جلد ۴ صفحہ ۳۶۲)

(۱۵) ——— یعقوب بن اسحاق نوبختی کا بیان ہے کہ ایک شخص حضرت علیؑ ابن موسیٰؑ رضاؑ کی خدمت میں آیا اور کہا آپ مجھے اپنی حیثیت اور مروّت کے بقدر عطا فرمائیے: آپ نے ارشاد فرمایا کہ اتنی مجھ میں وسعت و استطاعت نہیں: اُس نے کہا اچھا تو پھر میری حیثیت اور مروّت کے بقدر عطا فرمائیے: فرمایا، اگر ایسا ہے تو "ہاں" پھر اپنے غلام کو آواز دی کہ اسے دو سَو دینار دیدو۔

(۱۶) ——— ایک مرتبہ آپ نے خراسان میں بروزِ عرفہ اپنا سارا مال تقسیم کر دیا۔ تو فضل بن سہل نے عرض کیا: آپ نے تو یہ بہت نقصان کیا: آپ نے فرمایا، یہ نقصان نہیں نفع ہے۔ جب ہم نے اس سے ثواب اور مکرمت کا سودا کیا ہے تو پھر اس کو تم نقصان میں کیوں شمار کرتے ہو۔ (کتاب المناقب جلد ۴ صفحہ ۳۶۰ - ۳۶۱)

(۱۷) آپ عالمِ آلِ محمدؐ ہیں

ابو صلت عبدالسلام بن صالح ہروی کا بیان ہے کہ مجھے حضرت امام رضاؑ سے بڑا صاحبِ علم کوئی نظر نہیں آیا، اور صرف یہ میں نہیں کہتا، بلکہ جس عالم نے بھی آپ سے ملاقات کی اُس نے بھی یہی کہا جو میں کہہ رہا ہوں: مامون رشید اپنی مجلس میں مختلف ادیان و مذاہب کے علماء اور فقہائے شریعت اور متکلمین کو آپ سے بحث و مباحثہ کے لیے جمع کرتا اور آپ ایک ایک کرکے سب پر غالب آجاتے اور کوئی ایسا نہ باقی رہتا جو آپ کی افضلیت اور خود میں علم کی کمی کا اقرار نہ کرتا ہو۔

چنانچہ میں نے حضرت امام رضا علیہ السلام کو بیان فرماتے ہوئے سُنا کہ میں روضۂ رسولؐ میں بیٹھا کرتا اور علمائے مدینہ جو بہت وافر تعداد میں تھے جب کسی مسئلہ کا جواب دینے سے عاجز ہوتے تو اُن سب کا اشارہ میری طرف ہوتا، اور وہ اپنے مشکل مسائل کسی آدمی کے ذریعے سے میرے پاس بھیجا کرتے اور میں ان کا جواب دیدیتا۔

ابو صلت کا بیان ہے کہ محمد بن اسحاق بن موسیٰ بن جعفرؑ نے اپنے والد سے روایت کی ہے کہ حضرت موسیٰ بن جعفر علیہ السلام اپنی اولاد سے فرمایا کرتے، کہ یاد رکھو! یہ تمہارا بھائی علیؑ بن موسیٰؑ عالمِ آلِ محمدؐ ہے۔ اِن سے اپنے دینی مسائل پوچھا کرو اور جو کچھ یہ کہیں اس کو یاد رکھا کرو اس لیے کہ میں نے حضرت جعفر بن محمدؑ کو فرماتے ہوئے بارہا سنا کہ عالمِ آلِ محمدؐ تمہارے صلب سے ہوگا اور کاش میں اتنا زندہ رہتا کہ اسے دیکھ لیتا، اس لیے کہ اس کا نام خود امیر المومنین علیہ السلام نے علیؑ رکھا ہے۔

(۱۸) ـــــ عبداللہ بن صلب نے ایک مردِ بلخی سے روایت کی ہے۔ اس کا بیان ہے کہ میں خراسان کے سفر میں حضرت امام رضا علیہ السلام کے ساتھ تھا۔ ایک دن آپ نے اپنا دسترخوان بچھوایا تو اُس پر اپنے تمام سوڈان کے شیعوں کو بھی بٹھایا : میں نے عرض کیا، مولا! میں آپ پر قربان، آپ تو یہ دسترخوان اِن ہی کے لیے چھوڑ دیتے اور آپ الگ کھانا تناول فرماتے : آپ نے فرمایا، ایسی بات کیوں کرتے ہو ؟ سب کا پروردگار ایک اور سب ایک باپ اور ماں سے پیدا ہوئے (یعنی آدم وحوّا) اور جزا تو اپنے اپنے اعمال پر ملتی ہے۔ (کافی جلد ۸ ص ۲۳-۲۴)

(۱۹) ــــ پوشیدہ طور پر خیرات دینا

الیسع بن حمزہ کا بیان ہے کہ میں حضرت امام رضا علیہ السلام کی مجلس میں موجود تھا اور آپ سے محوِ گفتگو تھا اور بھی بہت سے حضرات مسائلِ حرام وحلال دریافت کرنے کے لیے جمع تھے کہ اسی اثنار ایک طویل القامت شخص آیا اور عرض کرنے لگا، فرزندِ رسولؐ آپ پر میرا سلام ہو۔ میں آپ کے اور آپ کے آبار واجداد کے دوستوں میں سے ہوں حج سے واپس آرہا ہوں میرا زادِ راہ ختم ہو گیا ہے اور اتنا بھی نہیں ہے کہ اپنی منزل تک پہونچ سکوں، اگر آپ مناسب سمجھیں تو میرے لیے کچھ زادِ راہ مہیّا فرمادیں تاکہ میں اپنے شہر تک پہونچ جاؤں۔ ویسے تو اللہ نے مجھے بہت کچھ عطا فرمایا ہے وطن پہونچکر اتنی ہی رقم آپ کی طرف سے تصدّق کردوں گا: آپ نے ارشاد فرمایا، اچھا بیٹھو! اللہ تم پر رحم فرمائے۔ اس کے بعد آپ کچھ دیر مزید ہم سب سے گفتگو کرتے رہے تھوڑی دیر کے بعد سب لوگ چلے گئے۔ اب وہ شخص، میں، سلیمان جعفری اور خثیمہ رہ گئے، آپ نے فرمایا کہ اگر ناگوار نہ ہو تو میں ذرا اندر ہو آؤں ؟ سلیمان نے عرض کیا، جی ہاں! بسم اللہ، اللہ تعالیٰ آپ کے کام انجام دلائے حضرت کھڑے ہوئے اور حجرے میں داخل ہوئے، ایک ساعت کے بعد دروازہ بند کیا اور کواڑ (دروازے) کے اوپر سے (کواڑوں کے درمیان سے) ہاتھ باہر نکالا اور مردِ خراسانی کو بلایا اور فرمایا، لے یہ دو سو دینار اور خرچ کر ان کو میری طرف سے تبرک جان کر۔ تجھے یہ رقم میری طرف سے تصدّق کرنے کی ضرورت نہیں ہے اور اب یہاں سے چلا جا۔ تاکہ ہم ایک دوسرے کو نہ دیکھ سکیں۔

وہ شخص رقم لیکر چلا گیا تو سلیمان نے کہا، مولا! میں آپ پر قربان؛ آپ نے تو اس پر مہربانی فرمائی اور اسے ایک بڑی خطیر رقم عنایت فرمادی، مگر آپ نے اس سے اپنا چہرہ کیوں چھپایا؟ فرمایا۔ اس ڈر سے کہ میں اس کے چہرے پر سوال کی وجہ سے ندامت کے آثار نہ دیکھوں۔ کیا تو نے رسولِ مقبولؐ کی یہ حدیث نہیں سُنی، کہ در پردہ نیکی کرنے والے کو ستر حج کے برابر ثواب ملتا ہے اور بالاعلان گناہ کرنے والا مخذول ہے اور چھپا کر گناہ کرنے والا مغفور ہے۔ کیا تو نے اگلے لوگوں کا یہ قول

نہیں سُنا ہے کہ :۔ "میں ایک دن اس کے پاس طلبِ حاجت کے لیے گیا مگر جب وہاں سے اپنے گھر والوں میں واپس آیا تو میرے چہرہ پر آب باقی تھی" (کافی جلد ۴ ص ۲۳-۲۴)

- کتاب مناقب جلد ۴ ص ۳۶۱ پر بھی الیسع سے اسی کے مثل روایت ہے۔

(۲۰) ـــــ عبید بن ابی عبد اللہ بغدادی سے روایت ہے کہ اس سے ایک شخص نے بیان کیا کہ حضرت امام رضا علیہ السلام کے یہاں ایک مہمان آیا وہ رات کے وقت بیٹھا ہوا آپ سے باتیں کر رہا تھا کہ اتنے میں چراغ کی لَو دھیمی پڑ گئی۔ مہمان نے ہاتھ بڑھایا کہ اس کی لَو تیز کر دے۔ امام رضاؑ نے اُسے روکا اور خود بڑھ کر چراغ کی لَو کو درست کر دیا۔ پھر فرمایا، ہم اُس قوم سے ہیں جو اپنے مہمانوں سے خدمت نہیں لیتے۔ (کافی جلد ۶ ص ۲۸۳)

(۲۱) ـــــ حضرت امام رضا علیہ السلام کے غلام یاسر کا بیان ہے کہ ایک دن آپ کے غلاموں نے پھل کھائے جو بچ گئے وہ پھینک دیے: حضرت امام رضا علیہ السلام نے دیکھا اور فرمایا، سبحان اللہ یہ بھی خوب رہی۔ بھائی اگر تم کو ان کی ضرورت نہیں تھی تو بہت سے اللہ کے بندے ایسے بھی جن کو یہ میسّر نہیں ہیں۔ انھیں لے جاؤ اور ضرورت مند کو دے دو۔ (الکافی جلد ۶ ص ۲۹۷)

(۲۲) ـــــ حضرت امام رضا علیہ السلام کے غلام یاسر اور نادر کا بیان ہے کہ ہم سے امام رضاؑ نے ارشاد فرمایا کہ جب تم کھانا کھا رہے ہو اور میں پہنچ جاؤں تو کھڑے نہ ہوا کرو جبتک کہ کھانے سے فارغ نہ ہو جاؤ۔ اس کے بعد کبھی کبھی جب آپ ہم میں سے کسی کو طلب فرماتے اور کہدیا جاتا کہ سب کھانا کھا رہے ہیں۔ تو آپ فرما دیتے تھے، اچھا انھیں کھا لینے دو۔

نیز خادم ہی کا بیان ہے کہ حضرت امام علی رضا علیہ السلام آخروٹ کی بنی ہوئی مٹھائیوں کی ڈلیاں ہم سب کو عنایت فرمایا کرتے تھے۔ (کافی جلد ۶ ص ۲۹۸)

(۲۳) ـــــ ائمہؑ طاہرین کو کھجوریں بہت پسند تھیں

سلیمان بن جعفر جعفری کا بیان ہے کہ ایک دن میں حضرت امام رضا علیہ السلام کیخدمت میں حاضر ہوا۔ آپ کے سامنے برنی کھجوریں رکھی ہوئی تھیں جو آپ کو بہت پسند تھیں اور بڑے شوق سے کھاتے تھے۔ آپ نے فرمایا، اے سلیمان آؤ تم بھی کھاؤ۔ میں قریب گیا اور آپ کے ساتھ کھانے میں شریک ہوا۔ میں نے عرض کیا، مولا! میں آپ پر قربان، میں دیکھتا ہوں کہ آپ کو یہ کھجوریں بہت پسند ہیں: آپ نے فرمایا، ہاں مجھے بہت پسند ہیں: میں نے پوچھا اس کی کیا وجہ ہے؟ آپ نے فرمایا بات یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی کھجور کے شائق تھے۔ حضرت امیر المومنین علیہ السلام کو بھی کھجوریں بہت پسند تھیں حضرت امام حسن علیہ السلام بھی کھجور کے شوقین تھے حضرت ابوعبداللہ الحسین علیہ السلام کو

بھی کھجور بہت پسند تھیں، حضرت سید الساجدین علی بن الحسین علیہ السلام بھی کھجور کے شائق تھے، حضرت ابو جعفر محمد باقر علیہ السلام بھی کھجور کے شوقین تھے، حضرت جعفر صادق علیہ السلام بھی کھجور بہت پسند کرتے تھے، میرے والدِ بزرگوار بھی کھجور کے شائق تھے اور میں بھی شائق ہوں اور ہمارے دوستوں کو بھی کھجور پسند ہوتی ہیں، اس لیے کہ وہ ہماری فاضل طینت سے پیدا ہوئے ہیں اور اے سلیمان! ہمارے دشمن (کھجور کی ناڑی) نشہ آور چیز کو پسند کرتے ہیں کیونکہ وہ آگ کے شعلوں سے پیدا ہوئے ہیں۔

(کافی جلد ۶ ص ۳۴۵ ۔ ۳۴۶)

(۲۴) ـــــ حسن بن جہم کا بیان ہے کہ میں حضرت امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا تو دیکھا آپ سیاہ خضاب لگائے ہوئے ہیں۔ (کافی جلد ۶ ص ۴۸۰)

(۲۵) ـــــ خوشبو کا استعمال

محمد بن ولید کرمانی کا بیان ہے کہ میں نے حضرت ابو جعفر ثانی علیہ السلام سے عرض کیا کہ آپ مشک کے استعمال کے متعلق کیا فرماتے ہیں ؟

آپ نے ارشاد فرمایا کہ میرے پدرِ بزرگوار نے حکم دیا تھا کہ میرے لیے مشک ڈال کر لوبان تیار کی جائے تو وہ سات سو درہم میں تیار ہوئی۔ تو فضل بن سہل نے آپ کو اطلاع دی کہ لوگ اس کے متعلق نکتہ چینی اور عیب گیری کر رہے ہیں: آپ نے اس کے جواب میں تحریر فرمایا، اے فضل! کیا تجھے نہیں معلوم کہ حضرت یوسف علیہ السلام نبی تھے اور سونے کے تاروں سے کام کیا ہوا دیباج کا (ریشمی) لباس پہنتے اور سونے کی کرسی پر بیٹھتے تو اُن کی نبوت میں کوئی نقص پیدا نہیں ہوا: راوی کا بیان ہے کہ اس کے بعد آپ نے مجھے حکم دیا تو میں نے چار ہزار درہم سے آپ کے لیے مشک و عنبر و کافور سے مرکب ایک خوشبو غالیہ تیار کی۔ (کافی جلد ۶ ص ۵۱۶ ۔ ۵۱۷)

(۲۶) ـــــ معمر بن خلاد کا بیان ہے کہ مجھے حضرت امام رضا علیہ السلام نے حکم دیا تو میں نے آپ کے لیے ایک تیل تیار کیا جس میں مشک و عنبر شامل کیا گیا تھا۔ پھر آپ نے مجھے حکم دیا کہ ایک کاغذ پر آیۃ الکرسی، ام الکتاب (سورہ حمد) معوذتین (اعوذ برب النّاس اور اعوذ برب الفلق) اور قوارع القرآن (یعنی قرآن کی وہ آیات جن سے شرِ شیاطین انس و جن سے حفاظت ہو) لکھوں اور اسے شیشی اور اس کے غلاف کے درمیان رکھوں۔ میں نے تعمیلِ حکم کی۔ جب آپ کے پاس لایا تو میں نے دیکھا کہ آپ نے (شیشی میں تیل رکھ کر) اس پر غلاف چڑھایا۔ (کافی جلد ۶ ص ۵۱۶)

(۲۷) ـــــ حسن بن جہم کا بیان ہے کہ میں حضرت امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں گیا، تو آپ کا لباس خوشبو میں بسا اور دھونی دیا ہوا پایا۔ (کافی جلد ۶ ص ۵۱۸)

(۲۸) ـــــ حسن بن جہم کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام رضا علیہ السلام کو دیکھا کہ آپ روغنِ خیری لگائے ہوئے تھے۔ (کافی جلد ۶ صفحہ ۵۲۲)

(۲۹) ـــــ بزنطی نے حضرت امام رضا علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپ اپنی تحریر کو خشک کرنے کے لیے اس پر مٹی چھڑکتے تھے۔ (کافی جلد ۶ صفحہ ۶۷۳)

(۳۰) ـــــ اللہ کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرو

وشاء کا بیان ہے کہ میں حضرت امام علی رضا علیہ السلام کی خدمت میں پہونچا تو دیکھا کہ آپ کے سامنے پانی کا لوٹا رکھا ہوا تھا اور نماز کی تیاری فرمارہے تھے۔ میں قریب گیا اور چاہا کہ وضو کے لیے لوٹے سے آپ کے ہاتھوں پر پانی ڈالوں، آپ نے فرمایا نہیں: میں نے عرض کیا کہ آپ مجھے پانی ڈالنے سے کیوں منع فرمارہے ہیں؟ میں چاہتا ہوں کہ مجھے بھی ثواب ملے: آپ نے فرمایا، تم تو ثواب کماؤ اور مجھے گناہگار کرو: میں نے عرض کیا، یہ کیسے؟ آپ نے ارشاد فرمایا تم نے قرآن مجید کی یہ آیت نہیں سُنی ہے کہ فَمَنْ كَانَ يَرْجُوا لِقَاءَ رَبِّهِ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهِ أَحَدًا ۝ (سورۂ کہف آیت ۱۱۰)

"جو شخص لقاءِ الٰہی کی اُمید رکھتا ہے پس اس کو چاہیے کہ عملِ صالح بجالائے اور اپنے رب کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرے۔"

اور میں اِس وقت نماز کے لیے وضو کر رہا ہوں یہ بھی عبادت ہے۔ تو مجھے پسند نہیں کہ اس میں کوئی میرے ساتھ شریک ہو۔ (کافی جلد ۳ صفحہ ۶۹)

(۳۱) ـــــ اللہ کب سے ہے اور کیسا ہے؟ (ایک سوال)

بزنطی کا بیان ہے کہ ایک شخص حضرت امام رضا علیہ السلام کے پاس وراء النہر بلخ سے آیا اور بولا۔ میں آپ سے ایک سوال کرتا ہوں اگر آپ نے اس کا جواب دے دیا تو میں آپ کی امامت کا قائل ہو جاؤں گا: آپ نے فرمایا پوچھو کیا پوچھنا چاہتے ہو: اُس نے کہا، یہ بتائیے کہ آپ کا رب کہاں ہے کیسا ہے اور اس کا تکیہ کس پر ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا، کہ اللہ تبارک و تعالیٰ این الاین (موجدِ وقت) اور کیف الکیف (موجدِ کیفیات) ہے اور اُس کا تکیہ اپنی ہی قدرت پر ہے۔: یہ جواب سن کر وہ اٹھا اور بڑھ کر آپ کی پیشانی کا بوسہ لیا اور کہا، میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی دوسرا اللہ نہیں ہے محمدؐ اللہ کے رسول ہیں اور علیؑ وصیٔ رسولؐ اور ان کے بعد دین کو قائم رکھنے والے ہیں اور آپ حضرات ہی اُمت کے سچّے امام اور اُن ائمہ کے جانشین ہیں۔ (کافی جلد ۱ صفحہ ۸۸)

(۴۲) ═══ جن کے رُتبے ہیں سوا اُن کو سوا مشکل ہے

بزنطی کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام رضا علیہ السلام سے اپنی کچھ تکالیف بیان کیں، تو آپ نے ارشاد فرمایا، صبر کرو مجھے اُمید ہے کہ اللہ تمھارے سارے کام بنا دے گا (انشاء اللہ تعالیٰ) اس کے بعد فرمایا۔ اس دنیا سے مومنین کا بھیجا ہوا ذخیرہ اللہ جمع کر دیتا ہے وہ اس سے بہتر ہے جو یہاں فوراً ان کو ملتا ہے۔ پھر آپ نے اس دنیا کو حقیر بتایا اور فرمایا کہ اس کی حقیقت ہی کیا ہے، کہ اس دنیا میں اللہ نے جن کو نعمتیں عطا فرما دی ہیں وہ خطرے میں ہیں اس لیے کہ ان نعمتوں میں سے اُنھیں حقوقِ الٰہی ادا کرنا واجب ہے اور خدا کی قسم مجھے جو نعمتیں اللہ نے عطا فرمائی ہیں اُن کی وجہ سے ہمیشہ ڈرتا ہی رہتا ہوں کہ اللہ کے حقوق کی ادائیگی میں کوئی کوتاہی نہ ہو اور اس سے عہدہ برآ ہو جاؤں : میں نے عرض کیا، میں آپ پر قربان، اس قدر و منزلت کے باوجود آپؑ اس قدر خوف حقوقِ الٰہی طاری ہے ؟ آپ نے فرمایا، ہاں، ڈرتا ہوں اور اللہ کا شکر بھی ادا کرتا ہوں کہ اُس نے یہ نعمتیں مجھے عطا فرمائی ہیں۔ (کافی جلد ۳ صہ ۵۰۲)

(۴۳) ═══ عیدین کی حیثیتوں میں فرق

محمد بن فضل نے حضرت امام رضا علیہ السلام کی یہ روایت نقل کی ہے کہ آپ نے عید الفطر کے موقع پر اپنے ایک غلام کو پکار کر فرمایا، اے فلاں ! اللہ تعالیٰ تمہارے اور ہمارے عمل کو قبول فرمائے پھر آپ نے عیدِ قربان کے موقع پر فرمایا، اے فلاں ! اللہ تعالیٰ ہمارے اور تمہارے عمل کو قبول فرمائے۔

راوی کا بیان ہے کہ یہ سُن کر میں نے عرض کیا، فرزند رسولؐ آپ نے عید الفطر کے موقع پر تو کچھ اور ہی فرمایا تھا اور آج عید قربان کے موقع پر کچھ اور فرما رہے ہیں : تو آپ نے ارشاد فرمایا، ہاں، میں نے عید الفطر کے موقع پر یہ کہا تھا کہ اللہ تمھارے اور ہمارے عمل کو قبول فرمائے اس لیے کہ اُس کا عمل بھی وہی تھا جو میرا عمل تھا۔ (یعنی روزہ) ہم دونوں نے ایک ہی طرح کا کام انجام دیا تھا۔ مگر عیدِ قرباں کے موقع پر میں نے کہا، اللہ میرے اور تیرے عمل کو قبول فرمائے۔ اس لیے کہ ممکن ہے ہم جانور کی قربانی کر سکیں اور وہ نہ کر سکے۔ اس لیے ہمارے اور اس کے عمل میں فرق ہوگا۔ (کافی جلد ۴ صہ ۱۸۱)

(۴۴) مزدور سے مزدوری طے کر کے کام لو

سلیمان جعفری کا بیان ہے کہ میں حضرت امام رضا علیہ السلام کے بعض کاموں میں آپ کے ساتھ ساتھ تھا۔ جب میں نے اپنے گھر واپسی کا ارادہ کیا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ میرے ساتھ ہی چلنا۔ لہٰذا میں بھی شب کو وہیں مقیم ہوگیا۔ اور آپ کے ساتھ ہی رہا۔ آپ شام کے وقت اپنے بیت الشرف میں داخل ہوئے تو اپنے غلاموں پر ایک نظر ڈالی جن میں کوئی مٹی کا کام کر رہا تھا، کوئی جانوروں کو باندھ رہا تھا، کوئی اس کے علاوہ دوسرا کام کر رہا تھا اور ان ہی کے ساتھ ایک حبشی بھی تھا جو ان غلاموں کے علاوہ تھا۔ آپ نے دریافت فرمایا، کہ یہ کون شخص ہے جو تمہارے ساتھ کام کر رہا ہے: غلاموں نے عرض کیا کہ یہ ہماری مدد کرتا ہے اور اسے کچھ مزدوری دے دیتے ہیں: آپ نے فرمایا، کیا اس کی مزدوری طے کر لی ہے؟ غلاموں نے عرض کیا، نہیں۔ بس ہم جو کچھ اسے دے دیتے ہیں اسی پر راضی ہو جاتا ہے۔

یہ سن کر آپ ان غلاموں کی طرف بڑھے اور انھیں کوڑے رسید کیے۔

آپ غیظ میں بھرے ہوئے تھے: میں نے عرض کیا، میں آپ پر قربان یہ آپ کو غصہ کیوں آگیا؟ آپ نے فرمایا، میں نے انھیں بارہا منع کیا ہے کہ کسی مزدور کو اپنے ساتھ کام میں اس وقت تک نہ لگاؤ جبتک کہ اس سے اُس کی مزدوری طے نہ کر لو۔ پھر آپ نے ارشاد فرمایا کہ اگر کسی مزدور کو بغیر مزدوری طے کیے ہوئے کام پر لگاؤ گے اور اس کو اس کی مزدوری کا تین گنا بھی دے دو گے تو بھی اُسے یہی خیال ہوگا کہ تم نے اُس کو مزدوری کم دی ہے۔ اور جب مزدوری طے کر لو گے تو اس کو صرف اس کی طے شدہ مزدوری دو گے تو وہ مزدوری پوری دینے پر تمہاری تعریف کرے گا اور اگر تم نے اس کی مزدوری سے کچھ بھی زیادہ دے دیا تو وہ مزید خوش ہوگا اور جان لے گا کہ یہ مزدوری سے زیادہ دیا گیا ہے۔ (کافی جلد ۵ صفحہ ۲۸۸)

بحار الانوار

باب ۸

امامؑ کے چند منتخب اشعار

① بے ثباتیٔ کائنات

یحییٰ بن عباد نے اپنے چچا سے روایت کی ہے۔ اس کا بیان ہے کہ میں نے ایک دن حضرت امام رضا علیہ السلام کو مندرجۂ ذیل اشعار پڑھتے ہوئے سُنا، حالانکہ آپ بہت ہی کم شعر پڑھتے تھے:۔

اشعار	ترجمہ
کلنا نامل مداً فی الاجل والمنایا هن افات الامل لا تغرنك اباطیل المنی والزم القصد ودع عنك العلل انما الدنیا کظل زائل حل فیها راکب ثم رحل	ہم انسانوں میں سے ہر ایک کو یہی امید ہوتی ہے کہ ابھی اُس کی زندگی کی مدت اور آگے بڑھے گی لیکن موت تمام امیدوں کے لیے آفت بن کر آجاتی ہے۔ اے انسان دیکھ! باطل تمناؤں اور خواہشات سے دھوکا نہ کھا، اور میانہ روی اختیار کر اور اپنی کوتاہیوں کو دور کر لے یہ دنیا کیا ہے، جیسے ایک ڈھلتی ہوئی چھاؤں ہے جس میں کوئی مسافر آکر تھوڑی دیر آرام کر لے اور پھر روانہ ہو جائے۔

راوی کا بیان ہے کہ میں نے عرض کیا یہ اشعار کس کے ہیں؟ آپ نے فرمایا۔ یہ تمہارے کسی عراقی شاعر کے ہیں۔ میں نے عرض کیا یہ تو مجھے ابو العتاہیہ نے سُنائے تھے: آپ نے فرمایا، اس کا نام لیا کرو ابو العتاہیہ نہ کہا کرو۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "وَلَا تَنَابَزُوا بِالْاَلْقَابِ" "کسی کو بُرے لقب سے نہ پکارو ممکن ہے اس کو بُرا محسوس ہو۔ (سورہ الحجرات آیت ۱۱)

(عیون اخبار الرضا جلد ۲ صد ۱۷۷ تا ۱۷۸)

② حِلم کے بارے میں

موسیٰ بن محمد محاربی نے کسی شخص سے اور اس نے حضرت علی بن موسیٰ رضاؑ سے روایت کی ہے کہ ایک دن مامون نے آپ سے دریافت کیا، کیا آپ کو کچھ اشعار بھی یاد ہیں۔؟

آپ نے فرمایا، بہت۔ : اُس نے کہا اچھا "حِلم" کے متعلق کچھ اشعار سنائیے۔

آپ نے فرمایا، سنو!

اذا كان دونی من بليت بجهله
ابيت لنفسی ان تقابل بالجهل

اگر ہمارا سابقہ کسی ایسے شخص سے پڑے کہ اس کی جہالت میرے لیے بلاؤ مصیبت بن جائے تو میں اپنے نفس کو مجبور کرتا ہوں کہ وہ انتہائی تحمل سے اس کی جہالت کو برداشت کرے

وان كان مثلی فی محلی من النهیٰ
اخذت بحلمی کی اُجل عن المثل

- اور اگر وہ شخص عقل اور سمجھ میں میرے ہی مثل اور مرتبہ کا ہے تو میں بہت تحمل اور برداشت سے اس امر کی کوشش کرتا ہوں کہ اپنے مثل سے بڑھ جاؤں

وان كنتُ ادنی منه فی الفضل والحجیٰ
عرفت له حق التقدم والفضل

- اور اگر میں عقل و دانائی اور سمجھ بوجھ میں اُس سے کم ہوں تو ظاہر ہے کہ تحمل اور برداشت کے ساتھ ہمیں اس کی فضیلت اور بڑائی کو تسلیم ہی کرنا پڑے گا۔

مامون نے کہا بہت اچھے اشعار ہیں۔ کس کے ہیں؟ آپ نے فرمایا ہمارے ہی بعض نوجوان نے کہے ہیں: پھر اُس نے کہا اچھا اگر جاہل کے جواب میں خاموشی اور اپنے دوست پر عتاب نہ کرنے کے بارے میں جو بہترین اشعار یاد ہوں وہ سنائیے: آپ نے فرمایا، سنو!

(۲) دوست کیلئے ترکِ عتاب ہی عتاب ہے

انی ليهجرنی الصديق تجنباً
فاريه ان لهجره اسباباً

جب ہمارا کوئی دوست ہم سے ملنے سے گریز کرتا ہے تو میں خود سمجھ لیتا ہوں کہ اس کے گریز کے کچھ نہ کچھ اسباب ضرور ہیں۔

واراه ان عاتبته اغريته
وارى له ترك العتاب عتاباً

- اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ اگر میں اس کے گریز پر عتاب کروں گا تو وہ مجھ سے اور بھی دور ہو جائے گا اس لیے ترکِ عتاب ہی کو عتاب فرض کر لیتا ہوں۔

واذا بليت بجاهل متحكم
يجد المحال من الامور صواباً

- اگر ہمارا سابقہ کسی ایسے جاہل حاکم سے پڑ جائے کہ کسی معاملہ میں بھی اس کے لیے صحیح راستہ پر چلنا محال ہے تو

اوليته منی السكوت وربما
كان السكوت عن الجواب جواباً

- میں یہی بہتر سمجھتا ہوں کہ سکوت اختیار کروں اور کبھی کبھی یہ سکوت اختیار کرنا جواب نہ دینا بجائے خود ایک طرح کا جواب ہے۔

مامون نے کہا بہت اچھے اشعار ہیں۔ یہ کس نے کہے ہیں؟ آپ نے فرمایا یہ بھی ہمارے ہی نوجوانوں میں سے کسی نے کہے ہیں: مامون نے کہا اچھا دشمن کو بھی دوست بنانے کے متعلق جو اچھے اشعار یاد ہوں سنائیے: آپ نے فرمایا سنو!

(۴) بلند اخلاقی

وذی غلة سالمته فقهرته
فاوقرته منی لعفو التجمل

کچھ دشمنی اور کدورت رکھنے والے ایسے ہیں کہ جنہیں ہم نے صلح صفائی کے ذریعے سے رام کر لیا اور اپنی طرف سے بہترین عفو کا بوجھ اس پر لاد دیا۔

ومن لا یدافع سیات عدوہ
باحسانہ لم یاخذ الطول من عل

- اور جو شخص دشمن کی بدسلوکی کو اس کے ساتھ نیکی اور احسان کر کے نہیں دفع کر سکتا وہ بلند مقام نہیں حاصل کر سکتا۔

ولم ار فی الاشیاء اسرع مھلکا
لغمر قدیم من وداد معجل

- ہم نے دنیا میں کوئی چیز اتنی جلد ہلاک و فنا کرنے والی نہیں پائی جتنی جلد نئی دوستی پرانی دشمنی کو فنا کر دیتی ہے۔

مامون نے کہا کیا خوب بہت اچھے اشعار ہیں۔ یہ کس نے کہے ہیں؟ آپ نے فرمایا یہ بھی ہمارے ہی نوجوانوں میں سے کسی نے کہے ہیں: مامون نے کہا، اچھا اپنے راز کو چھپائے رہنے کے متعلق جو بہترین اشعار آپ کو یاد ہوں وہ سنائیں۔ آپ نے فرمایا سنو!

(۵) رازداری

وانی لانسی السر کیلا اذیعہ
فیا من رای سرا یصان بان ینسی

- میں اپنے راز کی باتوں کو بھلا دیتا ہوں تاکہ اس کو فاش نہ کر سکوں، اور کیا کہنا اس شخص کا جو اپنا راز چھپانے کیلئے راز کو بھلا دیتا ہے۔

مخافہ ان یجری ببالی ذکرہ
فینبذہ قلبی الی ملتوی حشا

- صرف اس ڈر سے کہ اگر یہ راز ہمارے ذہن میں چکر لگاتا رہا تو ایک نہ ایک دن وہ کسی کے سامنے اگل دے گا۔

فیوشک من لم یفش سرا وجال فی
خواطرہ ان لا یطیق لہ حبسا

- جس نے ابھی اپنے راز کو فاش نہیں کیا ہے مگر اسکے دل و دماغ میں وہ چکر لگا رہا ہے تو کچھ بعید نہیں جو وہ اسے ضبط نہ کر سکے اور فاش کر دے

اس کے بعد مامون نے غلام کو حکم دیا کہ میرا یہ خط فضل بن سہل کے پاس لے جا اور اُس سے حضرت ابوالحسن علیہ السلام کے لیے تین لاکھ دینار لے آ۔

(۶) ـــــ شیخ صدوق علیہ الرحمہ اس روایت کو تحریر کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ حضرت امام رضا علیہ السلام نے مامون کا ہدیہ قبول فرمایا تو وہ بالکل اسی طرح جیسے حضرت رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غیر مسلم سلاطین کا ہدیہ قبول فرما لیتے تھے یا جس طرح حضرت امام حسن علیہ السلام معاویہ کی دی ہوئی رقم قبول فرمالیتے تھے یا جس طرح ہمارے دیگر ائمہؑ اپنے سلاطینِ وقت وخلفار کی رقم قبول فرمالیا کرتے تھے اور اصولی طور پر اگر ایک شخص ہماری دولت پر زبردستی قبضہ کر کے بیٹھ گیا ہے تو اگر وہ اس میں سے کچھ ہمیں دے دیتا ہے تو اس کا لے لینا جائز ہے۔

(۷) ـــــ مروان بن ابوحفصہ کے اشعار سے اذیت

معمر بن خلاد اور ایک جماعت سے روایت ہے کہ ہم حضرت امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے تو ہم میں سے کسی نے عرض کیا، ہماری جانیں آپ پر قربان، آج آپ کے چہرۂ مبارک پر حزن وملال کے آثار کیوں نمایاں ہیں: آپ نے ارشاد فرمایا کہ آج میں مروان بن ابوحفصہ کے اس شعر کے متعلق غور کر رہا تھا شب میں نیند بھی نہیں آئی۔ وہ شعر یہ ہے۔،

انّٰی یکون ولیس ذاك بکائن لبنی بنات وراثة الاعمام	• یہ کیسے ہوسکتا ہے اور یہ تو ہو ہی نہیں سکتا کہ لڑکی کی اولادیں چچاؤں کو پہونچنے والی وراثت لے لیں۔

پھر میں سو گیا تو خواب میں دیکھا کہ ایک شخص میرے دروازے کا بازو تھامے ہوئے مندرجہ ذیل اشعار پڑھ رہا ہے:۔

انّٰی یکون ولیس ذاك بکائن للمشرکین دعائم الاسلام	• یہ کیسے ہوسکتا ہے اور یہ تو ہو ہی نہیں سکتا کہ جو پہلے مشرک تھے وہ اب اسلام کے ستون بن جائیں۔
لبنی البنات نصیبھم من جدھم والعم متروك بغیر سھام	• ازروئے شرع نواسوں کو نانا کا ترکہ ملتا ہے اور چچا چھوڑ دیا جاتا ہے اسکا اسمیں کوئی حصہ نہیں۔
ما للطلیق وللتراث وانما سجد الطلیق مخافة الصمصام	• بھلا آزاد کردہ کا میراث سے کیا تعلق اور وہ بھی وہ آزاد کردہ جس نے تلوار کے خوف سے سجدہ کیا ہو۔

قد كان اخبرك القرآن بفضله
فمضى القضاء به من الحكام

• قرآن مجید نے تو پہلے ہی اس وارثِ رسول کے فضل و استحقاق کی اطلاع دے دی تھی اور اسی بنا پر سابقہ حکامِ وقت نے کئی بار ان کے حق میں فیصلہ دیا ہے کہ

ان ابن فاطمة المنوه باسمه
حاز الوراثة عن ابن الاعمام

• فاطمہ زہرا کی اولاد جو اپنے اپنے ناموں سے پکاری جاتی ہے اس نے آنحضرت کے چچا کی اولاد کو وراثت سے محجوب کر دیا۔

وبقي ابن نثلة واقفا مترددا
يرثي ويسعده ذوو الارحام

• اور نثلہ کی اولاد کھڑی ہو کر اس کا مرثیہ پڑھ رہی ہے اور ان کے رشتہ داران کی اس مرثیہ خوانی میں مدد کر رہے ہیں۔

(۸) ـــ موت کا ایک دن معین ہے

ابنِ مغیرہ کا بیان ہے کہ میں نے حضرت ابوالحسن رضا علیہ السلام کو مندرجہ ذیل اشعار پڑھتے ہوئے سنا:۔

انك فى دار لها مدة
يقبل فيها عمل العامل

• اس وقت تم ایک ایسے گھر میں ہو کہ جس میں رہائش کی مدت تک ہر عمل کرنے والے کا عمل قبول کیا جاتا ہے۔

الا ترى الموت محيطا بها
يكذب فيها امل الآمل

• کیا تم نہیں دیکھتے کہ موت نے اس کو چاروں طرف سے گھیر رکھا ہے اور وہ ہر اُمید رکھنے والے کی اُمید کا خاتمہ کر دیتی ہے۔

تعجل الذنب لما تشتهي
وتامل التوبة فى قابل

• تم اپنی خواہش کے مطابق گناہ کا ارتکاب کرنے میں تو تعجیل کرتے ہو اس میں دیر نہیں کرتے لیکن توبہ کو آئندہ کے لیے ملتوی کر دیتے ہو۔

والموت ياتي اهله بغتة
ماذاك فعل الحازم العاقل

• حالانکہ موت کہہ کر نہیں آتی بلکہ یک بیک آجاتی ہے۔ اس لیے ایک عقل مند اور محتاط آدمی کا یہ کام تو نہیں ہے کہ توبہ کو ملتوی رکھے۔

⑨ عیوب کی پردہ پوشی کرو اور ظالم کو اللہ کے حوالہ کرو

احمد بن حسین کاتب ابو فیض نے اپنے باپ سے روایت کی ہے کہ ہم لوگ حضرت امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھے کہ ایک شخص نے اپنے بھائی کا شکوہ کیا، تو آپ نے یہ اشعار پڑھے :-

اعذر اخاك علیٰ ذنوبه
واستر وعظ علیٰ عیوبه

• اگر تمھارے بھائی سے کوئی غلطی سرزد ہوئی ہے تو اس کو معذور سمجھو۔ اس کے عیوب کو چھپاؤ اور اُسے نصیحت کرو، سمجھاؤ۔

واصبر علیٰ بهت السّفیه
وللزمان علیٰ خطوبه

• اور بے وقوف اور سفیہ کی باتوں پر اور زمانے کے حادثات پر صبر کرو۔

ودع الجواب تفضّلا
وکل الظلوم علیٰ حسیبه

• اور براہِ کرم اس کا جواب نہ دو۔ اور ظالم کو اُس حساب کرنیوالے (اللہ) کے حوالے کردو۔ (عیون اخبار الرضا جلد ۲ ص ۱۷۶)

• الوالحسن کاتب الفرائض نے بھی اپنے باپ سے اسی کے مثل روایت کی ہے (کشف الغمہ جلد ۳ ص ۹۳)

⑩ سخاوت اور بخل

ہثیم بن عبد الرمانی نے حضرت امام رضا علیہ السلام سے اور آپ نے اپنے آبائے کرام سے یہ روایت بیان فرمائی ہے کہ :

حضرت امیر المومنین علیہ السلام مندرجۂ ذیل اشعار پڑھا کرتے تھے :-

خلقت الخلائق فی قدرة
فمنهم سخی ومنهم بخیل

• (اے اللہ) تو نے اپنی قدرت سے کیسی کیسی مخلوق پیدا کی ہے، اُنہیں کچھ تو سخی ہیں اور کچھ اُنہیں بخیل ہیں۔

فاما السخی ففی راحة
واما البخیل فشوم طویل

• پس (اُن میں) جو لوگ سخی ہیں اُنھیں تو آرام ہی آرام ہے۔ لیکن جو بخیل ہیں وہ ہمیشہ اور مستقل مصیبت میں بسر کرتے ہیں۔

(عیون اخبار الرضا جلد ۲ ص ۱۷۷)

(۱۱) اشعار حضرت عبدالمطلبؑ بزبانِ امام رضاؑ

ریان بن صلت کا بیان ہے کہ حضرت امام رضا علیہ السلام نے حضرت عبدالمطلبؑ کے مندرجۂ ذیل اشعار مجھے سُنائے :-

یعیب الناس کلهم زمانا ومالزماننا عیب سوانا	• ہم سب لوگ زمانے کو عیب لگاتے ہیں حالانکہ زمانے میں کوعیب نہیں، اگر ہے تو ہم ہی اس کے عیب اور اس کے دامن کا دھبّہ ہیں۔
نعیب زماننا والعیب فینا ولو نطق الزمان نبا هجانا	• دراصل عیب ہم لوگوں میں ہے مگر ہم ہیں کہ زمانے کو عیب لگاتے ہیں۔ اگر (اللہ) زمانے کو قوتِ گویائی دیتا تو یقین ہے کہ وہ ہماری ہجو کرتا۔
وان الذئب یترك لحم ذئب ویاکل بعضنا بعضا عیانا	• غور تو کرو کہ ایک بھیڑیا بھی دوسرے بھیڑیے کا گوشت نہیں کھاتا، اور ہم ہیں کہ کھلے عام ایک دوسرے کو کھائے جارہے ہیں۔
لبسنا للخداع مسوك طیب فویل للغریب اذا اتانا	• ہم نے دھوکہ دینے کے لیے پاک وصاف ستھری کھال پہن رکھی ہے اور جب کوئی مردِ مسافر اجنبی آجاتا ہے تو اس کا بُرا حال کردیتے ہیں

(عیون اخبار الرضا جلد ۲ صـ ۱۷۷)

(۱۲) اپنی خوشحالی پر نہ اتراؤ

ابراہیم بن عباس کا بیان ہے کہ حضرت امام رضا علیہ السلام اکثر یہ شعر پڑھا کرتے تھے

اذا کنت فی خیر فلا تغترر به ولکن قل اللهم سلم و تمم	• اگر تم خوشحالی کی زندگی بسر کر رہے ہو تو اس پر نہ اِتراؤ اور غرّہ نہ کرو بلکہ اللہ سے دعا کرو کہ یہ خوشحالی سلامت رہے اور تمام و کمال کو پہونچے۔

(عیون اخبار الرضا جلد ۲ صـ ۱۷۸)

(۱۳) ـــــ مندرجہ ذیل اشعار بھی آپ ہی سے سنے گئے ہیں۔

لبست بالعفة ثوب الغنی وصرت امشی شامخ الراس	• ہمارا یہ حال ہے کہ جب دولتمندی کا لباس پہن لیتے ہیں تو غرور و تکبّر کے ساتھ اپنا سر اٹھا کر چلتے ہیں
لست الی النسناس مستانسا لکننی آنس بالناس	• یہ درست ہے کہ ہم نسناس سے مانوس نہیں ہو سکتے۔ مگر آدمی کو آدمی سے تو اُنس ہونا چاہیے۔

اذا رایت التیه من ذی الغنی
تہت علی التائہ بالباس

• میں جب کسی دولت مند کو غرور و تکبر کرتے ہوئے دیکھتا ہوں تو اس غرور کرنے والے کے مقابلے میں اللہ پر بھروسہ کر کے میں بھی تکبر کا اظہار کرتا ہوں۔

ماان تفاخرت علی معدم
ولا تضعضعت لافلاس

• یہ کیا ہے کہ ہم غریبوں اور محتاجوں کے سامنے فخر سے کام لیتے ہیں۔ اور مفلسوں سے فروتنی سے پیش نہیں آتے۔ (مناقب جلد ۴ ص ۳۶۱)

(۱۴) ـــــ مامون الرشید کو نصیحت

مامون الرشید نے آپ کو خط لکھا کہ فرزند رسولؐ آپ مجھے کچھ نصیحت فرمائیے۔ تو آپ نے مندرجۂ ذیل اشعار لکھ کر ارسال فرما دیجیے :۔

انک فی دنیا لھا مدۃ
یقبل فیھا عمل العامل

• تم اس دنیا آباد ہو کہ جس کی ایک مدت مقررہ ہے اور اس میں عمل کرنے والے کا عمل قبول کرلیا جاتا ہے۔

اما تری الموت محیطا بھا
یسلب منھا امل الأمل

• کیا تم نہیں دیکھتے کہ اس پر ہر طرف سے موت منڈلا رہی ہے جو ہر اُمید وار کی اُمیدوں کو جھپٹ لے جاتی ہے۔

تعجل الذنب بما تشتھی
وتامل التوبۃ من قابل

• تم گناہوں کے ارتکاب میں تو جلدی کرتے ہو، دیر نہیں لگاتے اور توبہ کو آئندہ وقت کے لیے ملتوی کر دیتے ہو۔

والموت یاتی اھلہ بغتۃ
ما ذاک فعل الحازم العاقل

• حالانکہ موت یک بیک آتی ہے وہ بتا کر نہیں آتی کہ تم فوراً توبہ کرلوگے۔ لہٰذا یہ کسی عقلمند اور ہوشیار آدمی کا کام نہیں کہ توبہ میں تاخیر سے کام لے۔

(الاختصاص ص ۹۸)

بحار الانوار

باب ۹

دورِ امامت وحاکمِ وقت

ANSAR

(۱) ____ ہارون الرشید نے کہا کہ ... ؟

جعفر بن یحییٰ کا بیان ہے کہ جب ہارون الرشید مقام رقّہ سے مکّہ مکرّمہ کو جا رہا تھا، تو میں نے عیسیٰ بن جعفر کو ہارون سے یہ کہتے ہوئے سنا۔ کہ آلِ ابی طالبؑ کے متعلق آپ نے جو کچھ بحلفت و بہ قسم کہا تھا اُسے یاد کیجیے۔ آپ نے بحلفت یہ کہا تھا کہ اب موسیٰ بن جعفرؑ کے بعد اگر ایک نے بھی دعویٰ امامت کیا تو ہاتھ پاؤں باندھ کر میں اُس کی گردن اُڑا دوں گا۔ اور یہ اُن کے فرزند علی بن موسیٰ نے اس امر امامت کا دعویٰ کیا ہے۔ اور ان کے متعلق بھی وہی سب کچھ کہا جاتا ہے جو ان کے باپ کے لیے کہا جاتا تھا۔

یہ سن کر ہارون نے عیسیٰ بن جعفر کی طرف غصّہ کی نظر سے دیکھا اور کہا: تیری رائے اور خواہش ہے کہ اب میں ان میں سے سب ہی کو تہہ تیغ کر دوں؟

موسیٰ کا بیان ہے کہ یہ سن کر میں حضرت امام رضا علیہ السّلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور واقعہ بیان کیا: آپ نے ارشاد فرمایا "میرا ان لوگوں سے کیا مطلب، وہ لوگ ہمارا کچھ بھی بگاڑ نہیں سکتے۔ (عیون اخبار الرضا جلد ۲ صـ ۲۲۶)

• صفوان بن یحییٰ سے بھی یہی روایت نقل کی گئی ہے۔ (کافی جلد ۱ صـ ۴۸۷)

(۲) ____ ابوالحسن طبیب سے روایت ہے کہ جب حضرت امام موسیٰ بن جعفرؑ نے وفات پائی تو حضرت ابوالحسن علی ابن موسیٰ الرضاؑ بازار تشریف لے گئے۔ وہاں سے ایک کتّا، ایک مینڈھا اور ایک مرغ خریدا۔ جب ہارون کے مُخبر نے ہارون کو یہ لکھ کر بھیجا، تو اُس نے کہا، چلو ان کی طرف سے تو اب ہم کو اطمینان ہوا۔ مگر زبیری نے ہارون کو یہ لکھا کہ علی ابن موسی الرضاؑ نے اپنا دروازہ کھول دیا ہے اور اپنے لیے دعویٰ امامت کر رہے ہیں۔ تو ہارون نے کہا۔ ایک تو یہ لکھتا ہے کہ اُنھوں نے کتّا، مینڈھا اور مرغ خریدا ہے اور دوسرا یہ لکھتا ہے کہ وہ دعویٰ امامت کر رہے ہیں۔ بڑا التعجب ہے! (عیون اخبار الرضا جلد صـ ۲۰۵)

(۳) ____ ابی مسروق کا بیان ہے کہ واقفیوں کی ایک جماعت حضرت امام رضا علیہ السّلام کی خدمت میں حاضر ہوئی جس میں علی بن حمزہ بطائنی، محمد بن اسحاق بن عمار و حسین بن عمران اور حسین بن ابی سعید مکاری تھے۔ علی بن حمزہ نے آپ سے دریافت کیا، بتائیے! آپ کے والد کا کیا حال ہے؟ آپ نے فرمایا، ان کا تو انتقال ہو چکا۔ اُس نے کہا، اچھا اگر ایسا ہے تو عہدۂ امامت کس کے پاس ہے؟

آپ نے فرمایا کہ میرے پاس ہے : اُس نے کہا، مگر یہ دعویٰ جو آپ فرمارہے ہیں حضرت علیؑ امیر المومنین علیہ السلام سے لے کر اب تک آپ کے آبا میں سے کسی ایک نے بھی نہیں کیا تھا۔ آپ نے فرمایا، مگر میرے آبا میں جو سب سے افضل و بہتر تھے اُنھوں نے تو کیا ہے یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے : اُس نے کہا، کیا یہ دعویٰ کر کے آپ کو دشمنوں سے اپنی جان کا خطرہ نہیں ہے ؟ آپ نے فرمایا، اگر میں ڈرتا تو پھر اب تک ان کا معین و مددگار نہ بن جاتا۔ سنو ! ایک مرتبہ ابولہب حضرت رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا اور دھمکیاں دینے لگا، آپ نے فرمایا، سُن، اگر میں تیرے سامنے ذرا بھی ڈر جاؤں تو سمجھ لینا کہ میں جھوٹا مدّعیٔ نبوّت ہوں۔ یہ پہلی پہچان بتاکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی نبوّت کی طرف سے لوگوں کے شک کو دور کیا، اور میں بھی پہلی پہچان بتاکر اپنی امامت کی طرف سے تم لوگوں کے شکوک کو دور کر رہا ہوں، کہ اگر میں ہارون کے سامنے ذرا بھی ڈروں تو سمجھ لینا کہ میں جھوٹا دعویدارِ امامت ہوں۔

حسین بن مہران نے کہا، ہم آپ کے پاس اِس لیے آئے ہیں کہ آپ پھر یہ بات بالاعلان کہیں : آپ نے فرمایا، کیا تم یہ چاہتے ہو کہ میں خود ہارون کے پاس جاؤں اور اس سے کہوں کہ میں امام ہوں یا کچھ اور۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابتدائے بعثت میں یہ تو نہیں کیا تھا۔ آنحضرتؐ نے بھی اپنی نبوّت کا اعلان ابتدا میں صرف اپنے اہلِ خاندان اپنے احباب اور اپنے قابلِ بھروسہ لوگوں میں کیا تھا۔ عوام الناس میں نہیں کیا تھا۔ تم لوگ تو مجھ سے پہلے میرے آبا و اجداد میں سے ہر ایک کی امامت کے معتقد ہو۔ اب تم یہ کہتے ہو کہ علی ابن موسی الرضا اپنے والد کی حیات سے انکار تقیہ کی بنا پر کر رہے ہیں۔ پھر جب میں اس وقت تم سے تقیہ نہیں کرتا اور کہتا ہوں کہ میں امام ہوں۔ اگر میرے والد زندہ ہوتے تو میں اُن کو زندہ کہنے میں تم سے تقیہ کیوں کرتا ۔؟

(عیون اخبار الرضا جلد ۲ صـ ۲۱۳)

(۴) ــــــ حمزہ بن جعفر ارجانی کا بیان ہے کہ ہارون الرشید دو مرتبہ مسجد الحرام سے نکلا اور دو مرتبہ حضرت علی ابن موسی الرضا علیہ السلام بھی برآمد ہوئے اور آپ نے فرمایا ہم دونوں کے گھر کتنے دور دور ہیں مگر ملاقات کتنی جلد ہونے والی ہے ۔ اے طوس ! تو مجھے اور اسے دونوں کو جمع کرے گا ۔ (مناقب ابن شہر آشوب جلد ۴ صـ ۳۴۰)

(۵) ــــــ محمد بن سنان کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام ابوالحسن الرضا علیہ السلام سے دَورِ ہارون رشید میں عرض کیا کہ آپ نے دعویٔ امامت کر کے خود کو بدنام کر دیا ہے۔ آپ اپنے پدرِ بزرگوار کے جانشین بن رہے ہیں اور ہارون کی تلوار سے آپ کے والد کے خون کے قطرات ابھی تک ٹپک رہے ہیں : آپ نے فرمایا : مجھے رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس قول نے

جرأت دلائی کہ اگر ابوجہل میرے سر کا ایک بال بھی بیکا کرے تو پھر سمجھ لینا اور گواہی دینا کہ میں نبی نہیں ہوں۔ پس اسی طرح میں بھی کہتا ہوں کہ اگر ہارون میرے سر کا ایک بال بھی بیکا کرے تو سمجھ لینا اور گواہی دینا کہ میں امام نہیں ہوں۔ (روضتہ الکافی ص ۲۵۷)

(۶) ـــــ مہج الدعوات میں ابو صلت ہروی سے روایت ہے۔ اس کا بیان ہے کہ ایک دن حضرت امام رضا علیہ السلام اپنے بیت الشرف میں تشریف فرما تھے کہ اسی اثناء ہارون الرشید کا فرستادہ پہونچا اور کہا، چلیے آپ کو امیر المومنین نے طلب کیا ہے۔ یہ سن کر آپ اٹھے اور مجھ سے فرمایا اے ابو صلت! اس نے مجھے جو اس وقت بلایا ہے تو یقیناً کوئی بڑا معاملہ درپیش ہے مگر وہ دعا جو حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مجھ تک پہونچی ہے اس کا اثر یہ ہوگا کہ اس کے لیے یہ ممکن نہیں کہ مجھے کوئی گزند پہونچا سکے۔

راوی کا بیان ہے کہ میں بھی آنجناب کے ہمراہ ہو لیا اور دونوں ہارون کے پاس پہونچے جب حضرت امام رضا علیہ السلام کی نظر ہارون پر پڑی تو آپ نے وہ دعا آخر تک پڑھی اور اس کے سامنے جا پہونچے تو اس نے کہا: اے ابوالحسن میں نے تمھیں ایک لاکھ درہم دینے کا حکم دیا ہے اور آپ کے گھر کا جو خرچ ہو وہ لکھ بھیجیں: جب حضرت امام رضا علیہ السلام ہارون کے پاس سے واپس ہوئے تو اس نے کہا میں چاہتا تو کچھ اور ہی تھا مگر اللہ نے کچھ اور چاہا۔ اور اللہ نے جو چاہا وہی بہتر ہے۔

بحار الانوار

باب ۱۰

امامؑ کا دربارِ مامون میں
طلب کیا جانا

ANSAR

(۱) آغازِ سفر سے نیشاپور تک کے حالات

ابوالحسن صائغ نے اپنے چچا سے روایت کی ہے، چچا کا بیان ہے کہ حضرت امام رضا علیہ السلام کے ہمراہ میں بھی خراسان گیا اور میں نے آپ سے رجاء بن ابی ضحاک کے قتل کے لیے مشورہ چاہا۔ وہ آپ کو خراسان لے کر جا رہا تھا۔ آپ نے مجھے اس امر سے منع فرمایا، اور فرمایا۔ کیا تم یہ چاہتے ہو کہ ایک کافر کے بدلے مومن قتل ہو جائے۔

راوی کا بیان ہے کہ جب آپ مقام اہواز پر پہونچے تو اہلِ اہواز سے فرمایا: کہ میرے لیے گنّے تلاش کر لاؤ۔ تو اہلِ اہواز میں سے کسی کم عقل نے کہا کہ یہ بیچارے اعرابی ہیں انھیں نہیں معلوم کہ موسمِ گرما میں گنّا نہیں ملتا۔ اُنھوں نے آپ سے عرض کیا کہ جناب عالی گنّا اس موسم میں نہیں ہوتا، سردی کے موسم میں ہوتا ہے: آپ نے ارشاد فرمایا، ہاں۔ مگر تلاش کرو گے تو مل جائے گا: محمد بن اسحاق نے کہا: خدا کی قسم آقا نے فرمائش کی ہے تو یقیناً کہیں نہ کہیں موجود ہے۔ لہٰذا ہر طرف آدمی بھیجا جائے۔ اتنے میں اہواز کے چند کاشتکار آئے اور اُنھوں نے بتایا کہ ہمارے پاس تھوڑے گنّے ہیں جنھیں ہم نے کاشت کرنے کے لیے محفوظ کر لیا ہے۔

یہ واقعہ بھی آپ کی امامت کی دلیلوں میں سے ایک دلیل ہے۔ راوی کا بیان ہے۔ جب آپ ایک قریہ میں پہونچے تو میں نے سُنا کہ آپ سجدے میں عرض کر رہے تھے۔ "پروردگارا! اگر میں نے تیری اطاعت کی ہے تو تیرا شکر گذار ہوں، اگر تیری نافرمانی کرتا تو اس کے جواز کی میرے پاس کوئی دلیل نہیں، اور تیرے کرم اور احسان میں میری یا غیر کی کسی نیکی یا کارکردگی کو دخل نہیں۔ اس لیے کہ اگر گناہ کیے ہوتے تو اس کے کرنے کے لیے ہمارے پاس عذر ہی کون سا تھا۔ لہٰذا جو نیکیاں میرے پاس ہیں وہ بھی تیرے فضل و کرم ہی سے ہیں۔ اے کریم! مشرق و مغرب میں جتنے مومنین و مومنات ہیں تو اُن سب کو بخش دے۔

راوی کا بیان ہے کہ ہم نے آپ کی اقتدا میں کئی مہینے نمازیں پڑھیں۔ آپ نمازِ فریضہ میں پہلی رکعت میں سورۂ الحمد اور انا انزلنا، اور دوسری رکعت میں سورۂ الحمد اور قل ہو اللہ سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے۔ (عیون اخبار الرضا جلد ۲ صفحہ ۲۰۵ - ۲۰۶)

(۲) ـــــ قبرِ رسولؐ سے رُخصت ہونا

مخول سجستانی کا بیان ہے کہ جس وقت حضرت امام رضا علیہ السلام کے خراسان منتقل ہونے کے لیے قاصد پہونچا، تو میں مدینہ ہی میں تھا۔ آپ مسجدِ رسولؐ میں قبرِ رسولؐ سے رُخصت ہونے کے لیے تشریف لائے۔ اس وقت آپ کی حالت یہ تھی کہ بار بار قبرِ منوّر سے رُخصت ہوتے اور جتنی بار قبرِ منوّر پر جاتے باآوازِ بلند زار و قطار روتے۔ یہ دیکھ کر میں آگے بڑھا۔ آپ کو سلام کیا اور مبارکباد دی۔: آپ نے فرمایا میری زیارت کرلو کہ اب میں اپنے جد کے جوار سے نکالا جا رہا ہوں۔ مجھے عالمِ غربت و مسافرت میں موت آئے گی اور ہارون رشید کے پہلو میں دفن ہوں گا۔

راوی کہتا ہے کہ جب آپ مدینہ سے رُخصت ہوئے تو میں بھی آپ کے پیچھے پیچھے اسی رستے سے چلا اور واقعاً وہی ہوا جو آپ نے فرمایا تھا۔ طوس میں آپ کا انتقال ہوا اور ہارون کے پہلو میں دفن ہوئے۔ (عیون اخبار الرضا جلد ۲ ص ۲۱۷)

(۳) ـــــ وشاء کا بیان ہے کہ حضرت امام رضا علیہ السلام نے مجھے بتایا کہ جب میں مدینہ سے رُخصت ہونے والا تھا تو میں نے اپنے اہل و عیال کو جمع کیا اور کہا۔ تم لوگ مجھ پر خوب گریہ کرو اور اس طرح کہ تمھارے رونے کی آوازیں میرے کان میں بھی آئیں۔ اس کے بعد میں نے ان میں بارہ لاکھ دینار تقسیم کیے۔ پھر میں نے کہا، اب میری واپسی کی اُمید نہ رکھنا کیونکہ میں تا ابد یہاں واپس نہ آسکوں گا۔

(عیون اخبار الرضا جلد ۲ ص ۱۳۴)

(۴) ـــــ ایک بُوٹی کی نشاندہی پر طبیب کو حیرانی

ابو ہاشم جعفری سے روایت ہے کہ جب مامون نے رجاء بن ابی ضحاک کو بھیجا کہ وہ حضرت ابوالحسن علی ابن موسیٰ الرضا علیہ السلام کو براستہ اہواز لے کر آئے، کوفے کے راستے نہ لائے تو وہاں کے لوگ آپ کی زیارت سے محروم رہ گئے مگر چونکہ میں موضع آبیدج کے شرقی خطّہ میں تھا اور وہاں میں نے یہ خبر سُنی تو فوراً اہواز پہونچا اور آپ سے شرفِ ملاقات و زیارت کی صورت نکالی اور یہ میری آپ سے پہلی ملاقات تھی۔ آپ بیمار تھے گرمی کا موسم تھا آپ نے فرمایا کہ کسی طبیب کو بلایا جائے۔

میں ایک طبیب کو لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے اس طبیب سے ایک بوٹی کا نام لیا۔ اُس نے کہا میں نہیں جانتا کہ روئے زمین پر آپ کے سوا کوئی اور شخص اس بوٹی کا نام جانتا ہو، آپ کو اس کا نام کیسے معلوم ہوگیا۔ اور یہ بوٹی اس موسم میں پیدا بھی نہیں ہوتی۔ آپ نے فرمایا، اچھا میرے

لیے گنا لے کر آؤ: طبیب نے کہا یہ تو پہلے سے بھی زیادہ اچھی تجویز ہے مگر یہ گنے کا بھی موسم نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا، یہ دونوں چیزیں اِس علاقے دستیاب ہو سکتی ہیں۔ اچھا، یہ تمھارے ساتھ ہیں۔ تم دونوں نہرِ شاذ رواں کی طرف جاؤ، اس کو عبور کرو گے تو ایک کھلیان (خرمن) دور ہی سے نظر آجائے گا، وہاں پر تمھیں ایک حبشی شخص ملے گا۔ اُس سے دونوں چیزوں کے بارے میں دریافت کرنا (اُس بوٹی کا نام ابو ہاشم کو یاد نہیں رہا) آپ نے فرمایا اچھا ابو ہاشم جاؤ۔ میں اُٹھا اور روانہ ہوا۔

میں اپنے دوسرے ساتھیوں کے ہمراہ اس حبشی سے ملا، اُس سے بوٹی اور گنے کے متعلق دریافت کیا تو اُس نے اپنی پشت کی طرف اشارہ کیا۔ وہاں گنے کا کھیت موجود تھا۔ حسب ضرورت گنا لیا، اور کھلیان کی طرف گئے تو وہاں مالک موجود نہ تھا۔ لہٰذا ہم گنا لیکر حضرت امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے اللہ کا شکر ادا کیا۔

یہ سب دیکھنے کے بعد اُس طبیب نے مجھ سے پوچھا: یہ کس کے فرزند ہیں؟ میں نے کہا، یہ سید الانبیاء حضرت محمد مصطفٰی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرزند ہیں: اُس نے کہا کیا ان کے پاس نبوت کے آثار اور نشانیوں میں سے بھی کچھ موجود ہے؟ میں نے کہا، ہاں۔ میں نے تو ان نشانیوں میں سے بعض کو دیکھا بھی ہے مگر آپ نبی نہیں ہیں: اُس نے کہا، اچھا نبی نہیں تو وصیٔ نبی تو ضرور ہوں گے: میں نے کہا، ہاں آپ وصیٔ نبی تو ہیں۔

اس واقعے کی خبر جب رجا بن ضحاک کو ہوئی تو اُس نے اپنے ہمراہیوں سے کہا۔ اب ہم یہاں قیام نہیں کریں گے ورنہ تمام لوگ آپ کی طرف جُھک پڑیں گے: پھر وہاں سے اُس نے کوچ کیا۔

(الخرائج والجرائح ص۲۳۶)

(۵) ـــــ اگر میرے جد نے اور دیا ہوتا تو میں بھی دیتا

ابو حبیب نباجی سے روایت ہے۔ اس کا بیان ہے کہ میں نے حضرت رسولِ مقبولؐ کو خواب میں دیکھا اور وہ یہ بھی کہتا ہے کہ مجھ سے محمد بن منصور سرخسی نے اپنے اسناد کے ساتھ محمد بن کعب قرظی سے روایت کی۔ اُس کا بیان ہے کہ جس وقت میں مقامِ جحفہ میں تھا، میں نے حضرت رسولِ مقبولؐ کو عالمِ خواب میں دیکھا تو آپؐ کے پاس گیا: آپؐ نے فرمایا، اے شخص تو نے دنیا میں میری اولاد کے ساتھ جو نیک سلوک کیا ہے اُس سے میں مسرور ہوا: میں نے عرض کیا، یا حضرت اگر میں اُن کے ساتھ نیک سلوک نہ کرتا تو کس کے ساتھ کرتا: آپؐ نے فرمایا، ہاں ہاں تو عقبیٰ میں یقیناً مجھ سے اس کا بدلہ پائے گا: اُس وقت آپ کے سامنے ایک طبق میں صیحانی کھجوریں رکھی ہوئی تھیں: میں نے عرض کیا: یا حضرتؐ اس میں سے کچھ مجھے بھی عنایت ہو۔ آپؐ نے اس میں سے ایک مٹھی کھجوریں نکال کر دیں

جو تعداد میں اٹھارہ تھیں۔ میں نے اس کی تعبیر یہ اخذ کی کہ میری زندگی کے ابھی اٹھارہ سال اور باقی ہیں۔ (کچھ دنوں کے بعد یہ خواب میرے ذہن میں نہیں رہا)

ایک دن میں نے دیکھا کہ لوگوں کا اژدحام ہے۔ میں نے وجہ دریافت کی تو معلوم ہوا کہ حضرت علی ابن موسیٰ الرضا علیہ السلام تشریف لائے ہیں۔ میں بھی امامؑ کی زیارت کے شوق میں گیا تو دیکھا کہ آپ اسی مقام پر تشریف فرما ہیں (جہاں میں نے حضرت رسولؐ مقبول کو خواب میں دیکھا تھا) اور آپ کے سامنے بھی کھجوروں کا طبق رکھا ہوا تھا۔ میں آگے بڑھا زیارت کے آداب بجالایا اور عرض کیا، مولا! ان صیحانی کھجوروں میں سے کچھ مجھے بھی عطا فرمادیں۔ آپ نے ایک مٹھی بھر کر ہاتھ میری طرف بڑھایا۔ میں نے جب ان کو گنا تو پوری اٹھارہ تھیں: میں نے عرض کیا مولا! کچھ اور بھی عنایت فرمائیے: آپ نے ارشاد فرمایا، اگر میرے جدِ نامدار نے تجھے زیادہ عطا فرمائی ہوتیں تو میں بھی اضافہ کر دیتا۔

• عمر موصلی نے اپنی کتاب "الوسیلہ" میں اس واقعہ کا ذکر ابن علوان کے حوالے سے اس طرح کیا ہے کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ جیسے لوگ کہہ رہے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بصرہ میں تشریف لائے ہیں: میں نے پوچھا کہ آنحضرت کا قیام کہاں ہے؟ پتہ چلا کہ فلاں شخص کے باغ میں قیام فرمایا ہے۔ میں فوراً ہی روانہ ہوا اور وہاں پہونچا تو دیکھا کہ آپؐ کے ساتھ آپؐ کے صحابۂ کرام بھی ہیں اور آپؐ کے سامنے ایک طباق میں برنی کھجوریں رکھی ہیں۔ میں بھی زیارت کے لیے آگے بڑھا اور وہیں بیٹھ گیا۔ آپؐ نے اس میں سے ایک مٹھی کھجوریں مجھے عطا فرمائیں۔ میں نے انتہائی خوشی سے اس تبرّک کو لے لیا اور شمار کیا تو وہ اٹھارہ تھیں۔ یہ خواب دیکھ کر میری آنکھ کھل گئی۔ میں نے وضو کیا، نماز پڑھی اور جاکر اس باغ کو اچھی طرح دیکھا اور اس مقام کو پہچانا جہاں آنحضرتؐ تشریف فرما تھے۔

کچھ دنوں کے بعد میں نے سنا کہ حضرت علی ابن موسیٰ الرضا علیہ السلام تشریف لائے ہیں اور اُسی باغ میں مقیم ہیں۔ میں بھی شوقِ زیارت میں خدمتِ امامؑ میں حاضر ہوا اور دیکھا کہ آپ بھی اُسی مقام پر تشریف فرما ہیں جہاں میں نے خواب میں آنحضرتؐ کو دیکھا تھا اور آپ کے سامنے بھی ایک طباق میں کھجوریں رکھی ہوئی ہیں۔ جیسے ہی میں آنجناب کے قریب گیا آپ نے بھی مجھے اس میں سے ایک مٹھی کھجوریں عطا فرمائیں۔ میں نے بخوشی لے کر انھیں شمار کیا تو پوری اٹھارہ کھجوریں تھیں میں نے عرض کیا، فرزندِ رسولؐ کچھ اور عنایت فرمائیں: آپ نے ارشاد فرمایا، اگر میرے جدِ نامدار نے تجھے اِن سے زیادہ عنایت فرمائی ہوتیں تو میں بھی اضافہ کر دیتا۔

پھر آپ نے کچھ دنوں کے بعد میرے پاس ایک آدمی کو بھیجا اور مجھ سے ایک چادر

کے لیے کہلا بھیجا جس کا طول وعرض بھی بتایا۔ میں نے کہا، اس طول وعرض کی چادر تو میرے پاس نہیں ہے: آپ نے کہلایا کہ ہاں موجود ہے تم اپنی فلاں کپڑوں کی گٹھری میں تلاش کرو۔ تمھاری زوجہ نے تمھارے ساتھ اس چادر کو بھیجا ہے: اب مجھے یاد آیا، اور میں نے وہ گٹھری اٹھائی اور اسے کھولا تو وہ چادر موجود تھی۔ (مناقب آل ابی طالب جلد ۴ ص ۳۴۲)

(۶) بیت اللہ سے امام کی آخری رخصت

دلائل حمیری میں اُمیہ بن علی سے روایت ہے۔ اس کا بیان ہے کہ جس سال حضرت امام ابوالحسن الرضا علیہ السلام نے فریضۂ حج ادا فرمایا، میں مکہ میں آپ کے ہمراہ تھا۔ نیز آپ کے ساتھ حضرت ابوجعفر علیہ السلام بھی تھے۔ حضرت امام ابوالحسن علیہ السلام بیت اللہ سے وداع ہو رہے تھے۔ جب آپ طواف سے فارغ ہوئے تو مقام ابراہیم کا رخ کیا، وہاں نماز بجالائے اور حضرت ابوجعفر علیہ السلام موفق کے کاندھے پر بیٹھ کر طواف فرما رہے تھے۔ جب حجرِ اسود تک پہونچے تو وہاں بیٹھ گئے اور دیر تک بیٹھے رہے۔ موفق نے عرض کیا، میں آپ پر قربان: اب اُٹھیے: آپ نے فرمایا، نہیں، میں اِس مقام سے نہیں اُٹھوں گا لیکن اگر اللہ چاہے (تو یہ بات اور ہے) آپ کے چہرے سے حزن وغم کے آثار نمایاں تھے۔ یہ سُن کر موفق حضرت ابوالحسن علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا، مولا! میں آپ پر قربان: حضرت ابوجعفر علیہ السلام تو حجرِ اسود کے پاس تشریف فرما ہیں، اُٹھنے سے انکار فرما رہے ہیں یہ سُن کر حضرت ابوالحسن علیہ السلام اُٹھے اور حضرت ابوجعفر علیہ السلام کے پاس پہونچے اور فرمایا میرے پیارے اُٹھیے: آپ نے فرمایا، میرا ارادہ تو اِس مقام سے اُٹھنے کا نہیں ہے: آپ نے فرمایا، ہاں پیارے اُٹھیے: حضرت ابوجعفر علیہ السلام نے عرض کیا، کیوں کر اُٹھوں: آپ تو خانۂ کعبہ سے اس طرح وداع ہو رہے تھے جیسے اب یہاں واپس ہی نہیں آنا ہے: حضرت ابوالحسن علیہ السلام نے فرمایا، میرے پیارے اب اُٹھیے: تو آپ، باپ کا حکم پاکر اُٹھ کھڑے ہوئے۔

(کشف الغمۃ جلد ۳ ص ۲۱۵)

بحار الانوار

باب ۱۱

نیشاپور میں امامؑ کی آمد اور معجزات کا ظہور

ANSAH

(۱) ـــــ لا الٰہ الا اللہ، اللہ کا قلعہ ہے

ابو الصلت ہروی سے منقول ہے کہ جس وقت حضرت امام رضا علیہ السلام شہر نیشاپور میں داخل ہوئے تو میں آپ کے ساتھ تھا۔ آپ ایک بھورے رنگ کے خچر پر سوار تھے اور علمائے نیشاپور آپ کے استقبال کے لیے نکلے۔ جب آپ سوار ہو چکے تو علمائے نیشاپور نے آپ کی سواری کی لجام تھام لی اور عرض کیا: فرزندِ رسولؐ آپ کو اپنے آبائے طاہرینؑ کے حق کی قسم! آپ اپنے آباء سے منقول کوئی حدیث بیان فرمائیے: یہ سن کر آپ نے ہودج سے اپنا سرِ اقدس باہر نکالا۔ آپ اس وقت ایک اونی کڑھی ہوئی چادر اوڑھے ہوئے تھے:

آپ نے ارشاد فرمایا کہ مجھ سے میرے پدرِ بزرگوار حضرت موسیٰؑ بن جعفرؑ نے اور ان سے آنجناب کے پدرِ بزرگوار حضرت جعفرؑ بن محمدؑ نے اور آنحضرت سے آپ کے پدرِ بزرگوار حضرت محمدؑ بن علیؑ نے اور اُن جناب سے آپ کے پدرِ بزرگوار حضرت علیؑ بن الحسینؑ نے اور آنحضرت سے آپ کے پدرِ بزرگوار حضرت حسینؑ ابن علیؑ سردارِ جنت نے اور آنجناب سے آپ کے پدرِ بزرگوار حضرت علیؑ امیر المومنین نے اور اُن جناب سے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مجھے روح الامین نے اللہ تعالیٰ جل شانہٗ کی طرف سے یہ پیغام پہونچایا کہ "میں اللہ ہوں اور مجھ واحد کے سوا کوئی اللہ نہیں ہے، میرے بندو! میری عبادت کرو۔ یہ جان لو کہ تم میں سے جو شخص خلوصِ دل سے اس امر کی گواہی دیتا ہوا میرے پاس آیا، کہ اللہ کے سوا کوئی اللہ نہیں ہے تو وہ میرے قلعے میں داخل ہوا، اور جو شخص میرے قلعے میں داخل ہوا وہ میرے عذاب سے محفوظ رہا"۔ لوگوں نے پوچھا، فرزندِ رسولؐ "خلوص کے ساتھ اللہ کی وحدانیت کی شہادت سے کیا مراد ہے"؟ آپ نے ارشاد فرمایا، "اللہ کی اطاعت، اس کے رسولؐ کی اطاعت اور آنحضرتؐ کے اہلبیتؑ کی ولایت" مراد ہے۔ (امالی)

- یہی روایت حسن بن علی عزرمی، اسحاق بن راہویہ سے بھی منقول ہے۔

(عیون اخبار الرضا جلد ۲ ص ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۵)

(۲) ـــــ امام رضاؑ کے دستِ مبارک کا لگایا ہوا درختِ بابرکات

ابو واسع محمد بن احمد بن محمد بن اسحاق کا بیان ہے کہ میں نے اپنی دادی خدیجہ

بنتِ حمدان بن پسندہ سے سنا، انھوں نے بیان کیا کہ جب حضرت امام رضا علیہ السلام نیشاپور تشریف لائے تو محلّہ بلاش آباد میں میری دادی پسندہ کے گھر میں قیام فرمایا۔ (اُن کا نام پسندہ اس لیے پڑ گیا کہ تمام اہلِ محلّہ میں امام رضا علیہ السلام کو اُن ہی کے یہاں کا قیام پسند آیا) (یہ فارسی کا لفظ ہے جس کو عربی میں مرضیؒ کہتے ہیں)۔

الغرض جب آپ نے میرے گھر میں قیام فرمایا تو گھر کے اندر ایک طرف آپ نے بادام کا ایک بیج ڈال دیا جو بہت جلد روئیدہ ہوگیا اور پورا درخت ہو کر اس میں اُسی سال پھل آنے لگے۔ لوگوں کو جب اس کے بارے میں علم ہوا تو بغرض شفا لے جانے لگے۔ جو شخص کسی مرض میں بھی مبتلا ہوتا، بطور تبرک وہ بادام کھالیتا اور صحت یاب ہو جاتا، جس کی آنکھیں آشوب کر آتیں وہ اس بادام کو اپنی آنکھوں میں لگاتا تو آشوبِ چشم سے نجات پاتا۔ زنِ حاملہ کو اگر ولادت میں دشواری پیش آتی، یہ بادام اس کو کھلا دیا جاتا، ولادت آسان ہو جاتی۔ اگر کسی جانور کو مرضِ قولنج ہوتا، تو اس درخت کی شاخ اس کے جسم پر پھیر دی جاتی تو مرض دور ہو جاتا۔

کچھ عرصہ کے بعد وہ درخت خشک ہو گیا تو میرے دادا حمدان نے اُس کی شاخیں کاٹ دیں، وہ اندھے ہو گئے اور اُن کے صاحبزادے ابو عمروؒ نے پورا درخت ہی کاٹ ڈالا تو بابِ فارس پر ان کا تمام مال و اسباب ضائع ہو گیا جو ستر اسّی ہزار درہم کی مالیت کا تھا۔

ابو عمرو کے دو لڑکوں نے جن کے نام ابو القاسم اور ابو صادق تھے۔ ابو صادق نے جو ابو الحسن محمد بن ابراہیم سمجور کے کاتب تھے، بیس ہزار درہم صرف کر کے اس مکان کی ازسرِنو تعمیر کرائی اور اس درخت کی باقی ماندہ جڑیں بھی نکلوا دیں۔ ان کو معلوم نہیں تھا کہ ان پر اس کے کیا اثرات ہوں گے۔ ان میں سے ایک امیر خراسان کی جاگیر پر کارندہ بن کر نیشاپور واپس ہوا تو محمل ہی کے اندر اس کا داہنا پاؤں سیاہ ہو گیا، جب مرض نے شدّت اختیار کی تو پاؤں کاٹ دیا گیا اور اسی میں وہ ایک ماہ کے اندر ہی مر گیا۔

دوسرا بھائی جو اس سے بڑا تھا وہ سلطان نیشاپور کے دربار میں ایک تحریر لکھ رہا تھا اور کچھ لوگ کھڑے اس کے خط کو دیکھ رہے تھے۔ اُن میں سے ایک نے کہا اللہ اس تحریر کے لکھنے والے کو نظرِ بد سے بچائے۔ یہ کہتے ہی اس کے ہاتھ میں رعشہ پیدا ہو گیا اور قلم اس کے ہاتھ سے گر گیا، اس کے ہاتھ میں ایک پھوڑا نکل آیا اور وہ اپنے گھر واپس آ گیا۔ تو اس کے پاس ابو العباس کاتب چند آدمیوں کے ساتھ گیا اور کہا، یہ کچھ نہیں محض خون کی حدّت کی وجہ سے ہے اس لیے آج ہی فصد کھلوا لو۔ اس نے اُسی دن فصد کھلوا دی جب دوسرے دن ابو العباس پھر آیا اور کہا کہ آج اور فصد کھلوا لو۔ دوسرے دن بھی اس نے فصد کھلوا لی جس کے نتیجے میں تمام ہاتھ سیاہ پڑ گیا۔ بالآخر ہاتھ

کاٹ دیا گیا، اور اسی میں وہ بھی مر گیا۔ یہ دونوں ایک سال کے اندر ہی مر گئے۔

(۳) ـــــ حمامِ رضاؑ اور چشمۂ کہلان

بیان کیا جاتا ہے کہ جب حضرت امام رضا علیہ السلام نیشاپور تشریف لائے تو آپ نے محلۂ قزوینی میں قیام فرمایا، وہاں ایک حمام تھا اور اب اس حمام کو "حمام رضاؑ" کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ وہاں ایک چشمہ بھی تھا جس کا پانی کم ہو گیا تھا۔ کچھ مقررہ آدمی ہی اس چشمے سے پانی نکالا کرتے تھے۔ دروازے کے باہر ایک حوض بنا ہوا تھا۔ سیڑھی کے ذریعہ سے اتر کر اس چشمے تک پہونچا جاتا تھا۔ امام رضا علیہ السلام اس حوض میں داخل ہوئے، غسل فرمایا، وہاں سے واپس آئے، اس کے عقب میں جا کر نماز پڑھی۔ اُس وقت سے لوگ متبرک سمجھ کر اس حوض میں غسل کرتے ہیں، اُس کا پانی پیتے ہیں اور اُس کے عقب میں جا کر نماز پڑھتے ہیں اور اپنی حاجتوں کے لیے اللہ سے دعا کرتے ہیں۔ اُن کی حاجات پوری ہوتی ہیں۔ اور وہ چشمہ، چشمۂ کہلان کے نام سے مشہور ہے۔ آج بھی لوگ وہاں جاتے ہیں۔ (عیون اخبار الرضا جلد ۲ ص ۱۳۶-۱۳۵)

(۴) ـــــ خواب میں نسخے کی تجویز

عبداللہ بن عبدالرحمٰن صفوانی سے روایت ہے کہ ایک قافلہ خراسان سے کرمان کے لیے روانہ ہوا۔ راستہ میں ڈاکوؤں نے لوٹ لیا۔ ڈاکوؤں نے اس قافلے کے ایک مشہور و معروف دولت مند شخص کو یرغمال بنا لیا، ایک مدت تک اپنے پاس رکھ کر سختیاں کرتے رہے یہاں تک کہ برف پر کھڑا کر کے باندھ دیتے کبھی اُس کے منھ میں برف بھر دیتے تاکہ وہ اپنے فدیہ میں رقم دے کر خود کو اُن سے نجات دلائے۔ مگر ان ڈاکوؤں کی ایک عورت کو اس پر رحم آ گیا، اس نے اس کو کھول دیا اور وہ وہاں سے بھاگ نکلا مگر برف کی وجہ سے اُس کا منھ اور زبان اس طرح ماؤف ہو گئے کہ بات نہیں کر سکتا تھا۔

جب وہ شخص خراسان واپس آیا تو اس نے سُنا کہ حضرت علی بن موسیٰ الرضاؑ نیشاپور میں ہیں۔ ایک دن اس نے خواب دیکھا کہ کوئی شخص اس سے کہہ رہا ہے کہ حضرت امام رضا علیہ السلام خراسان آئے ہوئے ہیں تو جا کر اپنا مرض بیان کر وہ تیرے لیے کوئی دوا تجویز فرما دینگے تجھے آرام ہو جائے گا۔ پھر خواب ہی میں اس نے یہ دیکھا کہ وہ امام علیہ السلام کی خدمت میں گیا اور آپ سے اپنی تکلیف بیان کی تو آپ نے فرمایا، زیرہ، پودینہ اور نمک کو باریک پیس کر سفوف کرے اور اس میں سے تھوڑا تھوڑا دو تین مرتبہ اپنے منھ میں رکھ لے صحتیاب ہو جائے گا۔ یہ خواب دیکھ کر وہ

شخص بیدار ہوا، مگر خواب کو کچھ اہمیت نہ دی اور نیشاپور روانہ ہوگیا۔ جب شہر کے دروازہ پر پہونچا تو اسے بتایا گیا کہ حضرت امام علی بن موسیٰ الرضا علیہ السلام نیشاپور سے تشریف لے گئے ہیں اور اب رباط سعد میں ہیں۔

اُس نے دل میں سوچا کہ وہیں چل کر آپ سے اپنا حال بیان کرنا چاہیے۔ بنابریں وہ رباط سعد کی طرف روانہ ہوا اور امام علیہ السلام کی خدمت میں پہونچ کر عرض کیا: فرزندِ رسولؐ! مجھ پر یہ مصائب گذرے ہیں جن کی وجہ سے منھ اور زبان ماؤف ہوچکے ہیں بات کرنا بھی دشوار ہے آپ نے ارشاد فرمایا، کیا میں تمھیں اس کی دوا نہیں بتا چکا ہوں، جاؤ اور اسی کو استعمال کرو جو کچھ میں نے تمھیں خواب میں بتایا ہے: اُس نے عرض کیا فرزندِ رسولؐ! اگر مناسب سمجھیں تو دوبارہ بتا دیں: آپ نے ارشاد فرمایا۔ تھوڑا سا زیرہ، پودینہ اور نمک لیکر سفوف بنالو اور اس میں سے تھوڑا تھوڑا دو تین مرتبہ اپنے منھ میں رکھ لو۔ انشاء اللہ صحتیاب ہو جاؤ گے: اس شخص کا بیان ہے کہ میں نے اس پر عمل کیا اور صحتیاب ہوگیا۔

• ابو حامد احمد بن علی بن حسین ثعالبی کا بیان ہے کہ میں نے ابو احمد عبداللہ بن عبدالرحمٰن صفوانی کو کہتے ہوئے سنا کہ میں نے خود اُس شخص سے ملاقات کی اور دیکھا ہے اور اسی کی زبان سے یہ سارا قصہ سنا ہے۔ (عیون اخبار الرضا جلد ۲ صـ ۲۱۱)

⑤ ═══ امامؑ نے اپنا دستِ مبارک زمین سے مَس کیا......؟

احمد انصاری نے ہروی سے روایت کی ہے۔ کہ جب حضرت علی ابن موسیٰ الرضا علیہ السلام شہرِ نیشاپور سے مامون کے پاس جانے کے لیے روانہ ہوئے اور قریۂ الحمراء کے قریب پہونچے تو آپ سے عرض کیا گیا، فرزندِ رسولؐ! دن ڈھل چکا ہے کیا آپ ابھی نمازِ فریضہ ادا نہ فرمائیں گے یہ سن کر آپ اپنی سواری سے اترے اور فرمایا، پانی لاؤ۔ عرض کیا گیا کہ پانی تو ہمارے ساتھ نہیں ہے۔ چنانچہ آپ نے اپنے دستِ مبارک کو زمین کی طرف بڑھایا اور انگشتِ مبارک سے زمین کی مٹی کو ہٹایا ہی تھا کہ وہاں سے ایک چشمہ پھوٹ پڑا جس سے آپ نے اور تمام ہمراہیوں نے وضو کیا۔ (اس چشمے کے آثار ابھی تک باقی ہیں۔) پھر آپ سناباد پہونچے تو ایک پہاڑی پر چڑھے جس کے خزینے سے دیگچیاں بنائی جاتی تھیں: آپ نے دعا کی، پروردگارا! اس میں نفع بخش دے اور جو برتن اس سے بنائے جائیں یا جو چیزیں ان برتنوں میں رکھی جائے اس میں برکت عطا فرما۔ پھر آپ کے ارشاد کے بموجب چند دیگچیاں آپ کے لیے بھی اس سے بنائی گئیں، آپنے غذائیں پکانے کا حکم دیا۔ (ویسے آپ از خود بہت کم خوراک تھے) اسی دن سے لوگ اسکے بنے ہوئے برتنوں کو استعمال کرنے لگے اور آپ کی دعاؤں

کی وجہ سے ان برتنوں میں برکتیں پیدا ہوگئیں۔

اس کے بعد آپ حمید بن قحطبہ طائی کے گھر تشریف لے گئے۔ پھر آپ اس قبہ میں داخل ہوئے جس میں ہارون رشید کی قبر تھی۔ آپ نے اس کی ایک جانب اپنے ہاتھ سے نشان کھینچا اور فرمایا، یہ میری قبر کی جگہ ہے۔ میں یہیں دفن کیا جاؤں گا اور اس مقام پر میرے شیعہ اور میرے محبین آئیں گے۔ اور خدا کی قسم ان میں سے جو بھی میری زیارت کو آکر مجھ پر سلام بھیجے گا۔ تو حتماً (یقیناً) ہم اہلبیت کی شفاعت کے ذریعے سے مغفرت اور اللہ کی رحمت کا مستحق ہوگا۔ اس کے بعد آپ رو بہ قبلہ کھڑے ہوئے اور کئی رکعت نمازیں پڑھیں اور مختلف دعائیں پڑھتے رہے۔ بعد فراغت ایک طویل سجدہ کیا جس میں ہم نے شمار کیا تو پانچ سو بار سبحان اللہ کہا۔ پھر آپ وہاں سے واپس ہوئے۔

(عیون اخبار الرضا جلد ۲ ص ۱۳۶)

بحار الانوار

باب ۱۲

امامؑ نے ولیعہدی کیوں قبول فرمائی

(یکم ماہِ رمضان ۲۰۱ھ کو حضرت امام رضا علیہ السلام کی ولیعہدی کیلئے بیعت ہوئی)

(کشف الغمہ جلد ۳ صہ ۱۷۱)

(۱) ولیعہد ہونے پر بنی ہاشم کو حسد

قاسم بن ایوب علوی کا بیان ہے کہ جب مامون الرشید نے حضرت امام رضا علیہ السلام کو اپنا ولیعہد بنانے کا ارادہ کیا تو اس نے قبیلۂ بنی ہاشم کو جمع کیا اور انھیں بتایا کہ میرا ارادہ ہے کہ میں حضرت امام رضا علیہ السلام کو اپنا ولیعہد اور اپنے بعد اپنا جانشین مقرر کروں :

یہ سن کر بنی ہاشم کے دلوں میں حسد کی آگ بھڑک اُٹھی، اور بولے، کیا تم ایسے کو ولیعہد بناؤ گے جس نے کبھی کسی سے پڑھا لکھا ہی نہیں اور نہ جس کے پاس ایسی نگاہ ہے جس سے امورِ سلطنت کی دیکھ بھال کر سکے۔ اچھا، تم آدمی بھیج کر انھیں بلالو۔ ہم ان کے جہل کا ثبوت پیش کریں گے جو تم کو خود نظر آجائے گا۔

مامون نے آدمی بھیجا۔ امام رضا علیہ السلام تشریف لائے تو بنی ہاشم میں سے کسی نے کہا، اے ابوالحسن! ذرا منبر پر جاکر یہ بتاؤ کہ ہم کن دلائل کی بناء پر اللہ کی عبادت کرتے ہیں۔؟ حضرت امام رضا علیہ السلام منبر پر تشریف لے گئے۔ تھوڑی دیر تو خاموش بیٹھے رہے اور کچھ نہ بولے پھر ذرا جھرجھری لی، اٹھ کر کھڑے ہوئے اور حمدِ الٰہی بجالائے، نبیٔ اکرمؐ اور آپ کے اہلبیتؑ پر درود بھیجا۔ اس کے بعد فرمایا "اوّل عبادۃ اللّٰہ معرفتہ" اللہ تعالیٰ کی پہلی عبادت یہ ہے کہ اس کی معرفت حاصل کی جائے اور اس طرح آپ نے اس موضوع پر پورا خطبہ بیان فرمایا جس کی پوری تفصیل ہم نے کتابِ توحید میں پیش کر دی ہے۔ (عیون اخبار الرضا جلد ۱ صہ ۱۵۳-۱۴۹)

(۲) مامون کی دھمکی

علی بن ابراہیم نے اپنے باپ سے اور اُنھوں نے ابوصلت سے روایت کی ہے۔ ان کا بیان ہے کہ مامون الرشید نے حضرت علی بن موسی الرضا علیہ السلام سے کہا : فرزندِ رسولؐ! میں آپ کے علم و فضل، زہد و تقویٰ اور آپ کی عبادت سب سے واقف ہو گیا اور میری رائے میں آپ مجھ سے زیادہ اس خلافت کے مستحق ہیں : آپ نے فرمایا کہ عبادت تو اللہ کے لیے ہوتی ہے اور یہ قابلِ فخر ہے۔ زہد کی وجہ سے مجھے اُمید ہے کہ دنیاوی شر سے

محفوظ رہوں گا، تقویٰ اور ورع یعنی محرمات سے احتراز، تو اس کو میں بڑی کامیابی سمجھتا ہوں۔ تواضع اور انکساری یعنی سب سے جھک کر ملنا اور خاطر داری کرنا، اس سے اُمید ہے کہ اللہ کی بارگاہ میں بلند درجہ حاصل ہوگا۔

مامون نے کہا، مگر میرا خیال ہے کہ میں خود خلافت سے سبکدوش ہو جاؤں اور آپ کو خلیفہ بنا کر آپ کی بیعت کروں: امام رضا علیہ السلام نے ارشاد فرمایا، اگر واقعاً یہ خلافت تمھارا حق ہے اور اللہ نے تم کو خلیفہ بنایا ہے تو یہ جائز نہیں کہ جو خلعتِ خلافت اللہ نے تم کو پہنایا ہے تم اس کو اُتار کر کسی دوسرے کو پہنا دو۔ اور اگر یہ خلافت تمھاری نہیں ہے کسی دوسرے کی ملکیت ہے تو تمھیں جائز نہیں کہ وہ چیز جو تمھاری نہیں ہے تم ہمیں بخش دو۔

مامون نے کہا، فرزندِ رسولؐ! مگر آپ کو تو یہ حکومت و خلافت قبول کرنی ہی پڑے گی: آپ نے فرمایا، زبردستی کی بات تو اور ہے ورنہ اپنی خوشی سے تو میں اسے تا ابد قبول نہ کروں گا۔ الغرض وہ کچھ دنوں تک کوشش کرتا رہا کہ آپ اسے قبول کرلیں۔ مگر جب بالکل نا اُمید ہو گیا تو کہنے لگا، اچھا اگر آپ خلافت قبول نہیں فرماتے اور آپ کو یہ پسند نہیں کہ میں آپ کی بیعت کروں، تو آپ میرے ولیعہد بن جائیں تاکہ میرے بعد خلافت آپ کو ملے۔

امام رضا علیہ السلام نے ارشاد فرمایا، خدا کی قسم، میرے پدر بزرگوار نے اپنے آبائے کرام کے سلسلے سے حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے اور آنجناب نے حضرت رسول مقبول صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے روایت بیان فرمائی ہے (میرے اور تیرے متعلق) کہ "میں تجھ سے پہلے زہر سے مقتول ہو کر اس دنیا سے کوچ کر جاؤں گا۔ اور مجھ پر آسمانوں اور زمین کے تمام فرشتے گریہ کریں گے اور عالم مسافرت میں ہارون کے پہلو میں دفن کیا جاؤں گا۔"

یہ سُن کر مامون رونے لگا اور بولا۔ فرزندِ رسولؐ میری زندگی میں بھلا کس میں دم ہے کہ جو آپ کو قتل کر دے یا آپ کی شان میں گستاخی کرے: آپ نے فرمایا، اگر میں چاہوں تو یہ بھی بتا سکتا ہوں کہ مجھے کون قتل کرے گا: مامون نے کہا، فرزندِ رسولؐ، یہ سب کہنے سے آپ کا اصل مقصد یہ ہے کہ آپ یہ بارِ خلافت نہیں اُٹھانا چاہتے اور اس لیے یہ خلافت قبول نہیں کرنا چاہتے تاکہ لوگ کہیں کہ امام رضاؑ بڑے ہی تارک الدنیا ہیں۔

امام رضا علیہ السلام نے ارشاد فرمایا، سنو! خدا کی قسم جب سے میرے رب نے مجھے پیدا کیا ہے میں نے آج تک کبھی جھوٹ نہیں بولا۔ میں نے دنیا اس لیے نہیں چھوڑی تاکہ اس کے ذریعے سے میں دنیا حاصل کروں اور میں خوب جانتا ہوں کہ تم کیا چاہتے ہو: مامون نے کہا بتائیے میں کیا چاہتا ہوں؟ آپ نے فرمایا اگر سچ کہہ دوں تو جان کی امان ہے؟

اُس نے کہا ہاں، امان ہے : آپ نے فرمایا، تم یہ چاہتے ہو کہ لوگ یہ کہیں کہ درحقیقت امام رضاؑ نے دنیا کو نہیں چھوڑا تھا بلکہ دنیا نے ان کو چھوڑ رکھا تھا۔ کیا نہیں دیکھتے کہ خلافت کے لالچ میں ولیعہدی ملی تو کیسے قبول کرلی : یہ سُن کر مامون کو غصّہ آیا اور بولا، آپ تو ہمیشہ ایسی ہی باتیں کیا کرتے ہیں جو ہمیں ناپسند ہیں، یہ میری ڈھیل اور رعایت کا نتیجہ ہے۔ اچھا، اب خدا کی قسم اگر آپ ولیعہدی قبول کرلیں تو خیر، ورنہ میں جبراً آپ کو ولیعہد بناؤں گا اور اگر اس پر بھی آپ نے قبول نہ کیا تو گردن اُڑا دوں گا۔

امام رضا علیہ السلام نے فرمایا، ٹھیک ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنے سے منع فرمایا ہے۔ لہٰذا اگر یہ بات ہے تو تیرا جو دل چاہے سو کر میں اسے قبول کرلوں گا مگر اس شرط پر کہ نہ میں کسی کو مقرر کروں گا، نہ برخواست۔ نہ کوئی دستور منسوخ کروں گا نہ کوئی آئین۔ بس امرِ خلافت میں دور دور سے تجھے مشورہ دیتا رہوں گا۔ مامون اس پر راضی ہوگیا اور اُس نے آپ کو اپنی ناپسندیدگی کے باوجود ولیعہد بنا دیا۔

(علل الشرائع جلد ا صـ ۲۲۲، عیون اخبار الرضا جلد ۲ صـ ۱۳۹، امالی شیخ صدوقؒ صـ ۶۸)

(۳) ـــــ وضاحتِ امامؑ

ریان کا بیان ہے کہ میں حضرت امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا، فرزندِ رسولؐ ! لوگ کہتے ہیں زھد فی الدنیا کے باوجود آپ نے ولیعہدی قبول فرمالی ؟ آپ نے ارشاد فرمایا، اللہ خوب جانتا ہے کہ میں اس کو بالکل ناپسند کرتا تھا مگر جب مجھ سے کہا گیا کہ یا تو ولیعہدی قبول کرو یا اپنا قتل ہونا قبول کرو۔ تو میں نے اپنے قتل کے بدلے ولیعہدی کو قبول کرلیا۔ ان لوگوں پر بےحد افسوس ہے، کیا وہ نہیں جانتے کہ حضرت یوسف نبی تھے رسول تھے مگر ضرورت نے مجبور کیا کہ وہ عزیزِ مصر کے خزانے دار (خزانچی) بن جائیں اور اُنھوں نے خود کہا

اِجْعَلْنِیْ عَلٰی خَزَآئِنِ الْاَرْضِ اِنِّیْ حَفِیْظٌ عَلِیْمٌ ۔ (سورۂ یوسف)

" زمین کے خزانے میرے حوالے کردے میں حفاظت کروں گا اور میں جانتا ہوں کہ اس کی کیسے حفاظت کی جائے "

بس اسی طرح ضرورت نے مجھے بھی مجبور کیا، مجھ پر اتنا جبر کیا گیا کہ ہلاکت سامنے نظر آرہی تھی۔ اس کے باوجود میں نے اس کو اس طرح قبول کیا کہ مجھے اس سے کوئی سروکار بھی نہ ہوگا میں اللہ سے فریاد کرتا ہوں اور وہی میری مدد کرنے والا ہے۔

(عیون اخبار الرضا جلد ۲ صـ ۱۳۹۔ امالی شیخ صدوقؒ صـ ۷۲، علل الشرائع جلد ۲ صـ ۲۲۸)

(۴) ـــــــ یاسر سے روایت ہے۔ کہ جب حضرت امام رضا علیہ السلام کو ولیعہد بنایا گیا تو میں نے سنا کہ وہ اپنے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف بلند کر کے بارگاہِ احدیت میں عرض کر رہے تھے۔ پروردگار! تو جانتا ہے کہ میں بے بس و مجبور ہوں، اس لیے مجھ سے اس کا مواخذہ نہ کرنا جس طرح تو نے حضرت یوسف علیہ السلام سے والیِ مصر ہونے پر مواخذہ نہیں کیا۔

(۵) ـــــــ حسن بن جہم نے اپنے باپ سے روایت کی ہے اس کا بیان ہے کہ مامون رشید منبر پر گیا تاکہ لوگوں سے حضرت علی ابن موسیٰ الرضا علیہ السلام کی ولیعہدی کی بیعت لے اور کہا ایہا الناس اس وقت علی ابن موسیٰ بن جعفر بن محمد بن علی بن الحسین بن علی ابن ابی طالب علیہم السلام کی بیعت تمہارے سامنے ہے اور خدا کی قسم یہ وہ اسماء ہیں کہ اگر ان کو کسی بہرے اور گونگے پر بھی پڑھ کر دم کر دیا جائے تو وہ بھی حکمِ خدا سے اچھا ہو جائے گا۔ (عیون اخبار جلد ۲ صفحہ ۱۴۷)

(۶) ـــــــ یومِ ولادت و شہادت

عتاب ابن اسید کا بیان ہے کہ میں نے اہلِ مدینہ کی ایک جماعت سے سنا وہ لوگ بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی ابن موسیٰ الرضا علیہ السلام ۱۱ ربیع الاول ۱۵۳ھ بروز پنجشنبہ مدینہ میں پیدا ہوئے حضرت ابو عبداللہ جعفر صادق علیہ السلام کی وفات کے پانچ سال بعد طوس کے ایک قریہ میں جس کو سناباد کہتے ہیں جو نوقان کے قریوں میں سے ایک قریہ ہے، وفات پائی اور حمید بن قحطبہ کے مکان میں اس قبہ کے نیچے دفن ہوئے جہاں ہارون رشید دفن ہے۔ اس کی قبر کے ایک طرف قبلہ کی جانب۔

آپ کی وفات ۲۱ رمضان یوم جمعہ ۲۰۳ھ کو ہوئی وقتِ وفات آپ کی عمر انتالیس سال چھ ماہ تھی۔ آپ نے اپنی عمر کے انتیس ۲۹ سال دو ماہ اپنے والد بزرگوار حضرت امام موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کے ساتھ بسر کیے اور اپنے والد کے انتقال کے بعد آپ کی مدّتِ امامت بیس سال چار ماہ رہی۔ جب آپ انتیس سال دو ماہ کے تھے تو عہدۂ امامت پر فائز ہوئے آپ کے عہدِ امامت میں ہارون رشید کی سلطنت کا آخری دور تھا پھر ہارون کی موت کے بعد محمد امین نے جو زبیدہ کا فرزند تھا تین سال پچیس دن حکومت کی، پھر اس سے حکومت چھین کر اس کے چچا ابراہیم بن شکلہ نے چودہ دن عنانِ حکومت اپنے ہاتھ میں رکھی۔ اس کے بعد امین کو قید سے نکال کر دوبارہ اس کی بیعت کی گئی اور ایک سال چھ مہینے تیئس ۲۳ دن تک دوبارہ حکومت کی۔ امین کے بعد عبداللہ مامون الرشید کی حکومت بیس سال تیئس ۲۳ دن رہی اور اپنے دورِ حکومت میں اس نے حضرت علی بن موسیٰ الرضا علیہ السلام کے لیے مسلمانوں سے ولیعہدی کی بیعت لی، جس کو آپ قطعاً پسند نہیں فرماتے تھے

اس نے آپ کو قتل کی دھمکی بھی دی، تو آپ نے بارگاہِ احدیت میں یہ عرض کیا:۔

"پروردگار! تو نے مجھے اپنے ہاتھ سے خود کو ہلاکت میں ڈالنے سے منع فرمایا ہے اور اس وقت میں مامون کے سامنے اس منزل پر پہونچ چکا ہوں کہ اگر میں ولیعہدی نہ قبول کروں تو مجھے قتل کر دے گا۔ اس نے مجھے بالکل بے بس و مجبور کر دیا ہے، جس طرح حضرت یوسفؑ اور حضرت دانیال کو بے بس و مجبور ہو کر اپنے وقت کے کافر بادشاہ کی ولایت قبول کرنا پڑی تھی۔

پروردگارا! تیرے عطا کردہ عہدے کے سامنے تمام عہدے ہیچ ہیں درحقیقت ولایت وہی ہے جو تیری طرف سے ملتی ہے۔ پروردگارا! مجھے اس امر کی توفیق عطا فرما کہ میں تیرے دین کو قائم رکھوں، تیرے نبیؐ کی سنّت کو زندہ کروں۔ بیشک تو ہی مولیٰ اور نصیر (مددگار) ہے۔ اور تو بہترین مولیٰ اور بہترین نصیر ہے۔"

اِس کے بعد آپ نے مامون کی ولیعہدی غم و اندوہ کے ساتھ روتے ہوئے قبول فرمائی اور وہ بھی اس شرط پر کہ وہ نہ کسی کو والی مقرر کریں گے اور نہ کسی کو برخواست کریں گے نہ کسی رسم کو بدلیں گے اور نہ کسی سنّت میں تغیّر کریں گے بس دور ہی دور سے یعنی برائے نام حکومت کے مشیر رہیں گے۔ اس کے بعد مامون نے ہر خاص و عام سے آپ کی ولیعہدی کی بیعت لی۔ جب مامون پر حضرت امام رضا علیہ السلام کا علم و فضل و حسنِ تدبّر مزید منکشف ہوا تو وہ آپ سے حسد کرنے لگا اور اُس کے دل میں آپ کی طرف سے اتنا بغض بھر گیا کہ غدّاری و آزاری پر اُتر آیا اور آپ کو زہر سے شہید کر دیا۔ اور آپ جوارِ رحمت و کرامتِ خداوندی میں پہونچ گئے۔

(عیون اخبار الرضا جلد ا صفحہ ۱۹ تا ۲۰)

⑦ ــــــ مامون کا تصنع

بیہقی نے صولی سے اور اس نے عبید اللہ بن عبد اللہ بن طاہر سے روایت کی ہے۔ اُس کا بیان ہے کہ فضل بن سہل نے مامون کو یہ مشورہ دیا کہ صلۂ رحمی سے کام لے اور حضرت علی ابن موسیٰ الرضا علیہ السلام کو اپنا ولیعہد بنا کر اللہ اور اس کے رسولؐ کی خوشنودی حاصل کرے اسطرح ان بدسلوکیوں کا دھبہ جو ہارون الرشید نے آلِ محمدؐ کے ساتھ کی ہیں محو ہو جائے گا۔

چونکہ مامون کے لیے ممکن نہ تھا کہ وہ فضل بن سہل کے مشورے کے خلاف کچھ کرے اس لیے اس نے رجاء بن ابی ضحاک اور یاسر خادم دونوں کو روانہ کیا کہ وہ محمد بن جعفرؑ اور علی بن موسیٰؑ بن جعفر علیہ السلام کو خراسان سے لیکر آئیں اور یہ سنہ ۲۰۰ھ کا واقعہ ہے۔

الغرض، جب حضرت علی بن موسیٰ الرضا علیہ السلام مامون کے پاس مرو پہونچے تو اُس نے آپ کو اپنا جانشین و ولیعہد بنایا اور حکم دیا کہ تمام فوج کو ایک ایک سال کی تنخواہیں دے دی جائیں۔ اس نے ہر طرف اِس کی اطلاع دیدی اور حضرت علی ابن موسیٰ علیہ السلام کو "رضا" سے ملقب کیا۔ آپ کے نام کے درہم جاری کیے، لوگوں کو حکم دیا کہ سیاہ لباس اُتار کر سبز لباس پہنیں اور اپنی بیٹی ام حبیبہ سے آپ کا عقد کردیا۔ مگر درحقیقت وہ یہ نہیں چاہتا تھا کہ امام رضا علیہ السلام کی ولیعہدی و جانشینی اُس کے بعد قائم رہے۔

صولی کا قول ہے کہ عبید اللہ کا یہ بیان ہمارے نزدیک کئی وجوہ کی بنا پر صحیح معلوم ہوتا ہے۔ اس کی پہلی وجہ تو یہ ہے کہ عون بن محمد نے فضل بن ابی سہل نوبختی یا اس کے بھائی سے یہ روایت کی ہے۔ اس کا بیان ہے کہ جب مامون نے حضرت امام رضا علیہ السلام کو اپنا ولیعہد بنانے کا ارادہ کیا تو میں نے اپنے دل میں کہا کہ واللہ میں پرکھوں گا کہ وہ واقعتاً امام علیہ السلام کی ولیعہدی کے کام کو اتمام تک پہونچانا چاہتا ہے یا صرف تصنع اور ظاہر داری برت رہا ہے۔ اس لیے میں نے اس کے اس خادم کے ذریعے سے ایک خط بھیجا جو ہمارے اور اس کے درمیان صیغۂ راز کے خطوط لایا اور لے جایا کرتا تھا۔ اور ادھر فضل بن سہل ذوالریاستین ولیعہدی کی تقریب کے انتظام میں تھا۔ بنابر علمِ نجوم اُس وقت کا طالع سرطان اور اس میں سیارہ مشتری تھا۔ اور اگرچہ مشتری شرف میں تھا لیکن سرطان ایسا طالع ہے جو منقلب ہوجاتا ہے اور جو عہد و معاہدہ ہو وہ پورا نہیں ہوتا۔ اور اس کے علاوہ اُس وقت سیّارہ مریخ بُرجِ میزان میں اس کے پچھلے خانے میں تھا۔ یہ اس امر کی دلیل ہے کہ جس کے لیے یہ عہد و معاہدہ کیا جائے گا وہ اس کے لیے نکبت و نحوست کا پیش خیمہ ہوگا۔

میں نے یہ تمام باتیں امیر المومنین مامون رشید کو خط میں لکھ کر بھیج دیں تاکہ اگر یہ باتیں میرے علاوہ کسی دوسرے سے اس کو معلوم ہوجائیں تو وہ ہم پر یہ عتاب نازل نہ کرے کہ تو نے کیوں نہ بتایا۔ مامون نے میرے خط کے جواب میں تحریر کیا کہ جب تم میرا یہ خط پڑھ لو، تو اسی خادم کے ہاتھ میرا خط واپس کردینا۔ اور تم بالکل خاموش رہو۔ ایسا نہ ہو کہ جو کچھ تم نے مجھے لکھا ہے اس سے دوسرا باخبر ہوجائے اور ایسا نہ ہو کہ ذوالریاستین اپنے ارادے سے پلٹ جائے اور اب اگر اُس نے ایسا کیا تو میں سمجھ جاؤں گا کہ یہ تمھاری وجہ سے ہوا ہے، ورنہ تم قصور وار ہو۔

مامون کا یہ خط دیکھ کر تو جیسے میرے لیے دنیا تنگ ہوگئی اور سوچنے لگا کہ کاش میں نے اُس کو اس طرح کا خط ہی نہ لکھا ہوتا۔ پھر مجھے یہ اطلاع ملی کہ فضل بن سہل ذوالریاستین خود اس سے متنبہ ہوگیا ہے اور اس نے اپنا ارادہ بدل دیا ہے۔ اس لیے کہ وہ خود بھی علمِ نجوم سے اچھی طرح واقف تھا یہ سُن کر مجھے اپنی جان کا خطرہ محسوس ہوا۔ فوراً میں سوار ہوکر اُس کے پاس گیا۔ اور کہا۔ بتاؤ تمھارے

علم میں کوئی اور سیارہ ایسا ہے جو مشتری سے زیادہ سعد ہو؟ اُس نے کہا نہیں: پھر میں نے کہا، اچھا تم جانتے ہو کہ سیاروں میں سے کوئی سیارہ جب حالتِ شرف میں ہوتا ہے تو اس سے بہتر اور سعد اس کی اور کوئی حالت بھی ہوتی ہے؟ اُس نے کہا، نہیں: میں نے کہا، پھر اس وقت بحیثیت علمِ نجوم فلک کی حالت سعد ہے۔ یہ نیک ساعت ہے۔ اپنے ارادے کو ترک نہ کرو اس میں عمل کرو اس لیے کہ یہ بہترین ساعت ہے اور مامون کے خوف کی وجہ سے جب تک ولیعہدی کی تقریب انجام نہ پائی میں سمجھتا رہا کہ میں دنیا ہی میں نہیں ہوں۔ (عیون اخبار الرضا جلد ۲ ص ۱۴۷-۱۴۸)

(۸) امامؑ اور نمازِ عید

ہمدانی، مکتب اور وراق سب نے علی ابن ابراہیم سے روایت کی ہے۔ ان کا بیان ہے کہ امام ابوالحسن رضا علیہ السلام کی وفات کے بعد جب یاسر خادم خراسان سے واپس آیا تو اُس نے مجھے سارے حالات بتائے۔ نیز ریّان بن صلت، محمّد بن عرفہ اور صالح بن سعید نے بھی آپ کے تمام واقعات بیان کیے اور کہا، کہ جب محمّد امین کی حکومت ختم ہوگئی اور مامون کی حکومت اچھی طرح قائم ہو چکی تو اُس نے حضرت امام ابوالحسن الرضا علیہ السلام کو خط لکھا کہ آپ خراسان تشریف لائیں۔ امام رضا علیہ السلام نے بہت سے عذر اور نہ جانے کے اسباب پیش کیے، مگر مامون مسلسل آپ کو خط لکھتا رہا اور خراسان آنے کی درخواست کرتا رہا۔ جب امام رضا علیہ السلام نے دیکھا کہ یہ مجھے کسی طرح نہیں چھوڑے گا تو مجبوراً مدینہ سے رخصت ہوئے۔ اُس وقت آپ کے صاحبزادے حضرت ابوجعفر تقی جواد علیہ السلام صرف سات سال کے تھے۔ مامون نے لکھا کہ نجف اور قم کے راستے سے نہیں بلکہ بصرہ، اہواز اور فارس ہوتے ہوئے مرو آئیں۔ جب آپ مرو پہنچے تو مامون نے آپ کے سامنے حکومت اور خلافت کی پیشکش رکھی کہ اسے آپ سنبھالیں۔ امام رضا علیہ السلام نے اس سے انکار کیا اور اس سلسلے میں گفتگو کا رابطہ تقریباً دو ماہ تک قائم رہا۔ مگر حضرت امام رضا علیہ السلام اس سے برابر انکار ہی کرتے رہے۔

جب اس بارے میں کافی گفتگو کے بعد بھی کوئی نتیجہ برآمد نہ ہوا تو مامون نے کہا، اچھا اگر آپ خلافت وحکومت قبول نہیں کرتے تو ہماری ولیعہدی وجانشینی ہی قبول کر لیجیے۔ آپ کو یہ تو قبول کرنا ہی پڑے گا۔ امام علیہ السلام نے فرمایا، اگر بغیر اس کے چارہ نہیں تو میں چند شرائط کے ساتھ ولیعہدی قبول کر لوں گا: مامون نے کہا جو چاہے شرط رکھ لیجیے: امام رضا علیہ السلام نے تحریراً یہ بتایا کہ ولیعہدی ان شرائط پر منظور ہے کہ میں امر ونہی کسی قسم کا حکم جاری نہیں کروں گا، نہ کسی مقدمہ کا فیصلہ کروں گا، اور حکومت کے جو ضوابط وقوانین رائج ہیں وہ بدستور جاری رہیں گے ہم ان میں بھی کوئی تبدیلی نہیں

کریں گے۔ تم ہمیں ان باتوں سے معاف ہی رکھنا۔

مامون نے آپ کی یہ تمام شرائط منظور کرلیں۔ اس کے بعد اُس نے اپنے تمام سرداروں، قاضیوں، ملازموں اور عباسیوں کو اس امر کی اطلاع دی۔ وہ لوگ یہ سُن کر بہت مضطرب ہوئے، مگر مامون نے اس کے لیے زرِکثیر صرف کیا اور سرداروں کو بہت کچھ عطیات دے دلا کر راضی کرلیا۔ صرف تین آدمی راضی نہ ہوئے اور اُنھوں نے ماننے سے انکار کردیا۔ ایک جلودی، دوسرا علی بن عمران اور تیسرا ابن موسیٰ۔ انھوں نے صاف کہہ دیا کہ ہم امام رضا علیہ السلام کی ولیعہدی کے لیے بیعت نہ کریں گے۔ مامون نے انھیں قید میں ڈال دیا۔ اس کے بعد امام رضا علیہ السلام کی ولیعہدی کی بیعت لی گئی۔ تمام شہروں کو اس کے لیے پروانے جاری کیے۔ آپ کے نام سے درہم و دینار جاری کیے اور منبروں پر خطبوں میں آپ کا نام داخل کرلیا گیا۔ مامون نے ان کاموں کے لیے رقم کثیر خرچ کی۔

بیعت کے بعد جو عید آئی تو مامون نے امام رضا علیہ السلام کے پاس آدمی بھیجا اور درخواست کی کہ عید گاہ تشریف لے جائیں اور عید کا خطبہ آپ ہی دیں تاکہ لوگوں کے دل مطمئن ہو جائیں اور آپ کے فضل و شرف سے واقف ہوجائیں اور اس مبارک سلطنت سے اُن کے دل ٹھنڈے ہوجائیں: امام علیہ السلام نے مامون کے پاس پیغام بھیجا کہ تمھیں خود بھی معلوم ہے ہمارے اور تمھارے مابین اس بارے میں کیا شرائط طے پائے تھے: مامون نے جواب دیا کہ میرا مقصد امورِ حکومت میں دخل نہیں ہے بلکہ یہ اس لیے چاہتا ہوں کہ عوام، افواج اور ملازمینِ حکومت کے دلوں میں آپ جگہ اور قدر و منزلت پیدا ہو، وہ آپ کی ولیعہدی سے مطمئن ہوں اور اللہ نے جو فضل و شرف آپ کو بخشا ہے اس کا اقرار کریں۔ اس سلسلے میں مسلسل گفتگو ہوتی رہی۔ بالآخر جب مامون نے بیحد اصرار کیا تو امام رضا علیہ السلام نے ارشاد فرمایا، اے امیرالمومنین! اول تو میں یہی چاہتا ہوں کہ آپ اس امر سے درگذر کریں لیکن اگر درگذر کی گنجائش نہیں ہے تو پھر میں اس طرح نمازِ عید کے لیے برآمد ہوں گا جیسے حضرت رسولِ مقبولؐ اور حضرت امیرالمومنین علیؑ ابن ابیطالبؑ نمازِ عید کے لیے روانہ ہوا کرتے تھے: مامون نے جواب دیا۔ آپ کو اختیار ہے جیسے چاہیں تشریف لے جائیں۔ پھر مامون کے اپنے سرداروں وغیرہ کو حکم دیا کہ وہ علی الصباح امام رضا علیہ السلام کے درِ دولت پر حاضر ہوجائیں۔

لہٰذا تمام سردارانِ فوج امام علیہ السلام کے درِ دولت پر حاضر ہوگئے اور شہر کے مرد و زن اور بچے راستوں اور چھتوں پر اشتیاقِ دید و زیارت میں بیٹھ گئے۔

ادھر جب آفتاب طلوع ہوا تو حضرت امام رضا علیہ السلام نے غسل فرمایا، سر پر سوتی سفید عمامہ باندھا جس کا ایک سرا سینہ پر اور دوسرا سرا دونوں کاندھوں کے درمیان ڈال دیا اور آستینوں کو چُن کیا۔ پھر اپنے تمام غلاموں سے کہا تم بھی ایسا ہی کرو جیسے میں نے کیا ہے۔

اِس کے بعد آپ نے اپنے ہاتھ میں عصا لیا۔ ہم سب آپ کے سامنے تھے۔ آپ بیت الشرف سے برآمد ہوئے تو اس شان سے کہ پابرہنہ تھے، شلوار (پائجامہ) کو نصفِ ساق تک چڑھائے ہوئے اور عبا کے دامن کو گردانے ہوئے۔ جب آپ چلے تو ہم آپ کے آگے آگے تھے؛ آپ نے سر آسمان کی طرف بلند کیا اور چار تکبیریں کہیں تو ایسا معلوم ہوا جیسے ساری فضا اور تمام در و دیوار آپ کی تکبیروں کے جواب میں تکبیریں بلند کر رہے ہیں۔ ادھر تمام سردارانِ فوج اسلحہ سجائے ہوئے اور عوام الناس لباسہائے فاخرہ پہنے ہوئے درِ دولت کے باہر کھڑے ہوئے تھے۔ ہم نے بھی امام علیہ السلام کی تقلید میں ننگے پاؤں گیے، اپنے اپنے دامن گردانے اور نصفِ ساق تک شلوار (پائجامے) چڑھا لیے تھے۔ حضرت امام رضا علیہ السلام باہر نکلے تو تھوڑی دیر درِ دولت پر توقف فرمایا، اور پھر ارشاد فرمایا:

اَللّٰہُ اَکْبَر۔ اَللّٰہُ اَکْبَر۔ اَللّٰہُ اَکْبَر اس بناء پر کہ اس نے ہماری ہدایت فرمائی، اَللّٰہُ اَکْبَر اس بات پر کہ اس نے ہم کو بہائم اور چوپاؤں کی روزی عطا فرمائی اور اس کی حمد اس بات پر کہ اس نے ہمیں آزمایا۔

آپؑ کی آواز بلند تھی، ہم نے بلند آواز سے تکبیریں کہیں۔ پھر تو سارا مرو گریہ کناں اور نالہ شیون و شین سے ہلنے لگا۔ آپ نے تین مرتبہ اللہ اکبر کہا تو تمام سردارانِ فوج اپنی اپنی سواریوں سے نیچے گر پڑے اور اپنے اپنے جوتوں کے تسمے کاٹ کر جوتے اتار پھینکے اور جب لوگوں کی نظر حضرت امام رضا علیہ السلام پر پڑی تو پورے مرو میں ایک ساتھ مزید گریہ طاری ہوگیا۔ کسی کے لیے گریہ کو ضبط کرنا ممکن نہ تھا۔

اب امام رضا علیہ السلام آگے بڑھے تو ہر دس قدم پر کھڑے ہو کر چار تکبیریں کہتے اور ایسا معلوم ہوتا کہ تمام ارض و سماوات اور در و دیوار آپ کی تکبیروں کا جواب دے رہے ہیں۔ اس کی اطلاع مامون کو ہوئی تو فضل بن سہل ذوالریاستین نے اس سے کہا۔ اے امیر المومنین اگر حضرت امام رضا علیہ السلام اسی شان سے عیدگاہ تک پہونچ گئے تو سمجھ لیجیے کہ لوگوں میں انقلاب برپا ہو جائے گا۔ میری رائے یہ ہے کہ آپ اُن سے کہلا بھیجیں کہ آپ واپس آجائیں عیدگاہ جانے کی زحمت گوارا نہ فرمائیں۔ مامون نے فوراً آدمی بھیجا اور کہلایا کہ فرزندِ رسولؐ بس آپ زحمت نہ فرمائیں واپس آجائیں۔ یہ سن کر آپ نے اپنی نعلین منگوائی اور اسے پہن کر واپس تشریف لے آئے۔

(عیون اخبار الرضا جلد ۲ ص ۱۵۰-۱۴۹)

- "ارشاد" شیخ مفیدؒ ص ۲۹۳-۲۹۲ پر علی بن ابراہیم کی یاسر اور ریّان سے اسی کے مثل روایت موجود ہے۔

⑨ اور فضل بن سہل نے کہا ؟

موسیٰ بن سلمہ سے روایت ہے۔ وہ کہتا ہے کہ میں محمد بن جعفر کے ساتھ خراسان میں تھا تو میں نے سنا کہ ایک دن فضل بن سہل یہ کہتا ہوا آیا کہ میں نے ایک حیرت انگیز چیز دیکھی اب پوچھو کہ میں نے کیا دیکھا ؟ لوگوں نے کہا، خدا آپ کا بھلا کرے بتائیے تو، آپ نے کیا دیکھا۔ فضل بن سہل نے کہا، میں نے یہ دیکھا کہ امیر المومنین مامون حضرت علی بن موسی الرضا علیہ السلام سے کہہ رہے تھے کہ میری رائے یہ ہے کہ میں مسلمانوں کی امارت اور خلافت آپ کے سپرد کر کے اپنی گردن کا بوجھ آپ کی گردن میں ڈال دوں۔ اور اس کے جواب میں حضرت ابوالحسن الرضا علیہ السلام کو یہ فرماتے ہوئے سنا "اللہ اللہ میرے پاس اتنی قوت و طاقت نہیں"

میں نے خلافت و امارت کو اس وقت اس سے زیادہ ذلیل و رسوا اور بے وقعت ہوتے ہوئے کبھی نہیں دیکھا۔ کہ امیر المومنین اس سے دستبردار ہو کر حضرت علی بن موسی الرضا علیہ السلام کے حوالے کرنا چاہتے تھے اور آپ اس سے انکار فرما رہے تھے۔ (الارشاد صفحہ ۲۹۰ عیون اخبار جلد ۲ صفحہ ۱۴۱)

⑩ ولیعہدی کا اصل سبب بقولِ مامون

علی بن ابراہیم نے ریان بن صلت سے روایت کی ہے۔ اس کا بیان ہے کہ:

حضرت امام رضا علیہ السلام کی بیعتِ ولیعہدی کے متعلق سرداران لشکر اور عام لوگوں میں اکثر چہ میگوئیاں ہونے لگیں اور کہنے لگے۔ یہ کچھ نہیں ہے مگر یہ کہ فضل بن سہل ذوالریاستین کی کارستانی ہے۔ یہ بات جب مامون کو معلوم ہوئی تو اس نے شب کے وقت میرے پاس اپنا آدمی بھیجا اور بلایا۔ میں گیا تو اس نے کہا، اے ریان میں نے سنا ہے کہ لوگ یہ کہتے ہیں کہ امام رضا علیہ السلام کی ولیعہدی کی بیعت یہ سب فضل بن سہل کی کارستانی ہے: میں نے کہا، یا امیر المومنین! ایسا ہی ہے: مامون نے کہا مگر اے ریان! ان کی سمجھ پر افسوس ہے جو یہ کہتے ہیں۔ یہ بتاؤ؟ ایک وہ خلیفہ جس کی خلافت ہر طرح سے مستحکم ہو رعایا اس کے قابو میں ہو، سرداران لشکر اس کے مطیع ہوں اور کوئی بھی یہ جسارت کرے اور اس سے کہے کہ تم اپنی خلافت سے دستبردار ہو جاؤ اور فلاں شخص کے حوالے کر دو! کیا عقل اس کو باور کر سکتی ہے؟ میں نے کہا نہیں! خدا کی قسم یا امیر المومنین، کسی میں یہ جرأت اور جسارت کیسے ہو سکتی ہے کہ وہ ایسے الفاظ زبان پر جاری کرے: مامون نے کہا۔ خدا کی قسم یہ بات نہیں ہے، بلکہ اس کا اصل سبب میں بتاتا ہوں سنو!

جب میرے بھائی محمد امین نے میرے نام حکمنامہ بھیجا کہ فوراً میرے دربار میں حاضر ہو

میں نے انکار کر دیا۔ تو اُس نے علی بن عیسیٰ بن ہامان کو سردارِ لشکر بنا کر اُسے حکم دیا کہ وہ اس کو قید کر کے اور گلے میں طوق اور ہاتھوں میں ہتھکڑیاں ڈال کر دربار میں حاضر کرے۔ جب اس کی اطلاع مجھے ملی تو ہرثمہ بن اعین کو سجستان اور کرمان کی طرف روانہ کیا مگر میرا معاملہ خراب ہوگیا، ہرثمہ کو شکست ہوئی اور صاحبِ سریر نے نکل کر صوبۂ خراسان پر ایک جانب سے قبضہ کر لیا۔ یہ ساری مصیبتیں مجھ پر صرف ایک ہفتہ میں نازل ہوئیں۔

ان پے در پے مصائب کو برداشت کرنے کی تاب و طاقت مجھ میں نہ تھی اور میرے پاس اس قدر مال و دولت بھی نہ تھی کہ مقابلے کا سامان مہیا کروں۔ پھر میں نے یہ بھی دیکھا کہ میری فوج کے سپاہی اور سردارانِ لشکر سب مایوسی اور بزدلی کے شکار ہیں۔ تو میں نے ارادہ کیا کہ اپنے ملک سے نکل کر کابل میں پناہ لوں۔ مگر پھر خیال آیا کہ کابل کا بادشاہ کافر ہے۔ اگر محمد امین نے اس کو کچھ رقم دیدی تو وہ مجھے پکڑ کر اس کے حوالے کر دے گا۔ لہٰذا سب سے بہتر صورت میں نے یہی پائی کہ اللہ تعالیٰ کے دربار میں اپنے گناہوں سے توبہ کروں اور اپنے ان اُمور میں اُس سے مدد چاہوں اور خدائے عزّوجلّ سے دعا کروں کہ وہ مجھے اپنی پناہ میں رکھے۔

یہ سوچ کر میں نے حکم دیا کہ اس گھر کو صاف کیا جائے (یہ کہہ کر مامون نے اُس گھر کی طرف اشارہ کیا۔) جب گھر صاف ہوگیا تو میں نے غسل کیا دو سفید کپڑے پہنے اور چار رکعت نماز پڑھی۔ ہمیں جتنا قرآن یاد تھا وہ پڑھا اس کے بعد اللہ سے دعا کی اس سے پناہ چاہی اور صدق نیت کے ساتھ اللہ سے پختہ عہد کیا کہ اگر اللہ نے ہمیں ان پریشانیوں سے نجات دلائی، میری مدد کی اور میں نے ان مشکلات پر قابو پالیا تو اس حکومت وخلافت کو اس جگہ رکھ دوں گا جہاں اللہ نے اس کو رکھا ہے۔

جب یہ عہد کر کے اُٹھا تو میرے دل میں قوت آئی اور میں نے طاہر کو علی بن عیسیٰ بن ہامان کی طرف روانہ کیا اور اس کا جو حشر ہوا وہ معلوم ہے۔ پھر ہرثمہ کو رافع بن اعین کی طرف بھیجا اس نے بھی اس پر فتح پائی اور اسے قتل کر دیا۔ اور صاحبِ سریر کی طرف آدمی بھیجا، اس نے کچھ رقم دے کر صلح کر لی وہ واپس آگیا۔ اب مسلسل میری حکومت میں طاقت آنے لگی، یہاں تک کہ محمد امین کا جو انجام ہوا وہ بھی سب کو معلوم ہے۔ اس طرح اللہ نے ہمیں تمام مشکلات سے نجات دلائی، اور تمام اُمور میرے قابو میں آگئے۔

جب اللہ تعالیٰ نے میری نذر و عہد کو پورا کر دیا تو اب میں نے بھی یہی چاہا کہ اللہ سے کیے ہوئے عہد کو پورا کروں اور میری نظر میں حضرت ابوالحسن الرضا علیہ السلام سے زیادہ حقدار اس خلافت وحکومت کا اور کوئی نہ تھا۔ میں نے یہ خلافت اُن جناب کو پیش کی مگر آنجناب نے اسے قبول

نہیں فرمایا، اور جو کچھ قبول فرمایا اور جس طرح قبول فرمایا وہ تمھیں معلوم ہے۔ یہ تھا اصل سبب۔

راوی کا بیان ہے کہ میں نے عرض کیا، اللہ تعالیٰ امیرالمومنین کی توفیقات میں مزید اضافہ فرمائے۔ پھر مامون نے مجھ سے کہا، اے ریّان! اب، کل جب سرداران فوج آئیں تو تم اُن کے درمیان جاکر بیٹھنا اور اُن سے حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام کے فضائل بیان کرنا: میں نے کہا، یا امیرالمومنین! حضرت علی علیہ السلام کے فضائل میں بہترین حدیثیں تو وہی ہیں جو میں نے آپ سے سُنی ہیں: مامون نے کہا سبحان اللہ میں کسی ایک کو بھی اس معاملے میں مدد کرنے والا نہیں پاتا میں نے تو ارادہ محکم کرلیا ہے کہ اہلِ قم کو اپنے شعار کے سانچے میں ڈھال لوں۔

میں نے کہا، یا امیرالمومنین! کیا وہ احادیث جو میں نے آپ سے سُنی ہیں، آپ کے حوالے سے بیان کروں؟ مامون نے کہا، ہاں تم نے فضائل کے بارے میں جو احادیث مجھ سے سُنی ہیں وہ میرے حوالے سے بیان کردینا۔

الغرض جب دوسرا دن آیا تو میں فوجی سرداروں کے ساتھ ایک گھر میں بیٹھا اور کہا کہ مجھ سے بیان کیا امیرالمومنین مامون نے، اُنھوں نے اپنے والد سے سُنا اور اُنھوں نے اپنے آباء سے سُنا کہ حضرت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

- " مَن کُنتُ مَولَاہُ فَعَلِیٌّ مَولَاہُ "

یعنی: "جس کا میں مولا ہوں اس کے علی مولا ہیں۔"

- مجھ سے بیان کیا امیرالمومنین (مامون) نے اُنھوں نے روایت کی اپنے والد سے اور اُنھوں نے روایت کی اپنے آباء سے کہ حضرت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

- " عَلِیٌّ مِنِّی بِمَنزِلَۃِ هَارُونَ مِن مُوسیٰ "

یعنی: علی کو مجھ سے وہی نسبت ہے جو ہارون کو موسیٰ سے تھی۔

پھر میں نے حدیثِ خیبر اور اسی طرح دوسری حدیثیں بیان کیں۔ تو عبداللہ بن مالک خزاعی نے کہا، ہاں اللہ علیؑ کا بھلا کرے اچھے آدمی تھے۔ اور مامون نے اپنے غلام کو بھی اس نشست میں بھیج دیا تھا جو اُن سرداروں کی باتیں سُن رہا تھا۔ ریّان کا بیان ہے کہ پھر مامون نے آدمی بھیج کر مجھے بلایا۔ میں گیا۔ جب اُس نے مجھے دیکھا تو کہا، اے ریّان میں تجھ سے بہتر احادیث کا حفظ کرنے والا اور روایت بیان کرنے والا نہیں پاتا۔ اور جو کچھ اس یہودی عبداللہ بن مالک نے کہا کہ "اللہ تعالیٰ علیؑ کا بھلا کرے اچھے آدمی تھے"۔ میں نے وہ بھی سُنا ہے میں انشاء اللہ اُس کو ضرور قتل کروں گا۔

ہشام بن ابراہیم راشدی حضرت امام رضا علیہ السلام کے عہدہ سنبھالنے سے

پہلے آپ کے مخصوصین میں سے تھا۔ یہ ایک صاحبِ علم اور ادیبِ لبیب تھا۔ امام رضاؑ کے تمام اُمور اس کے ذریعے سے انجام پاتے تھے۔ بلکہ اطراف و جوانب سے امام علیہ السلام کے لیے جو اموال آتے وہ بھی اسی کے پاس آیا کرتے تھے۔ مگر امام علیہ السلام کے عہدۂ ولیعہدی قبول کرنے کے بعد ہشام بن ابراہیم راشدی ذوالریاستین سے وابستہ ہوگیا اور ذوالریاستین نے اس کو اپنے مقربین میں داخل کرلیا۔ وہ حضرت امام رضا علیہ السلام کے حالات ذوالریاستین اور مامون سے بیان کیا کرتا تھا۔ اور ان دونوں سے فائدہ اٹھایا کرتا تھا۔ اس طرح امام علیہ السلام کا کوئی حال ان دونوں سے چھپا نہ رہتا تھا۔

مامون نے ہشام بن ابراہیم کو حضرت امام رضا علیہ السلام کا حاجب مقرر کردیا تھا۔ وہ جسے چاہتا وہی حضرت امام رضا علیہ السلام سے ملاقات کرسکتا تھا۔ اس نے حضرت امام رضا علیہ السلام کے دائرۂ احباب و اصحاب کو بالکل تنگ کردیا؛ حد یہ ہے کہ آپ کے غلاموں میں سے بھی اگر کوئی چاہتا کہ آپ سے ملے تو وہ بھی آپ سے نہ مل سکتا تھا اور امام علیہ السلام جو گفتگو بھی اپنے گھر میں کرتے، ہشام بن ابراہیم اس کو بھی ذوالریاستین اور مامون تک پہونچا دیا کرتا تھا۔ پھر مامون نے ہشام کو اپنے بیٹے عباس کا اتالیق بھی بنا دیا تھا۔ اسی بناء پر اس کا نام ہشام عباسی پڑ گیا تھا۔

ذوالریاستین حضرت امام رضا علیہ السلام سے شدید عداوت اور حسد کرنے لگا تھا۔ اس لیے کہ مامون اُس پر حضرت امام رضا علیہ السلام کو فضیلت اور ترجیح دیتا تھا اور اظہارِ عداوت کا پہلا سبب یہ ہوا کہ مامون کی چچا زاد بہن کو ذوالریاستین پسند کرتا اور وہ اس کو پسند نہ کرتی تھی جس کے حجرے کا دروازہ مامون کی نشست گاہ میں کھلتا تھا۔ کسی بناء پر مامون کی چچا زاد بہن ذوالریاستین سے نفرت کرتے اور اس کی بُرائیاں کرنے لگی۔ جب ذوالریاستین کو اس کی اطلاع ہوئی تو اس نے ایک دن مامون سے کہا۔ اے امیر المومنین یہ مناسب نہیں کہ عورتوں کے حجرے کا دروازہ آپ کی نشست گاہ میں کھلے: تو مامون نے اس کے کہنے پر وہ دروازہ بند کرادیا۔

عام طور پر یہ ہوتا تھا کہ مامون ایک دن حضرت امام رضا علیہ السلام کے یہاں آیا کرتا۔ حضرت امام رضا علیہ السلام دوسرے دن مامون کے یہاں جایا کرتے تھے۔ چنانچہ ایک دن جب حضرت امام رضا علیہ السلام مامون کے پاس تشریف لائے تو آپ کی نظر اس بند شدہ دروازے پر پڑی۔ آپ نے دریافت فرمایا۔ یا امیر المومنین! آپ نے یہ دروازہ کیوں بند کرادیا؟ مامون نے کہا، یہ فضل کی رائے تھی، اس کو پسند نہ تھا: امام رضا علیہ السلام نے فرمایا: اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ فضل کو امیر المومنین اور ان کے حرم کے درمیان دخیل

ہونے کا کیا حق: مامون نے دریافت کیا، تو آپ کی کیا رائے ہے؟ آپ نے فرمایا، آپ اسے کھلوادیں اور اپنی چچا زاد بہن کی آمد و رفت کا راستہ نہ روکیں اور وہ چیز جو نامناسب ہے اس میں فضل کی بات کو قبول نہ کریں۔ تو مامون نے اس کو گرا دینے کا حکم دے دیا۔ اور پھر اپنی چچا زاد بہن کے پاس گیا۔ یہ خبر جب فضل کو ملی تو اس کو بہت رنج ہوا۔ (عیون اخبار الرضا جلد ۲ ص ۱۵۱-۱۵۲)

(۱۱) ولیعہدی سے نجات کیلئے موت کی دعا

یاسر خادم سے روایت ہے کہ جب آپ روز جمعہ جامع مسجد سے پلٹ کر آیا کرتے تو پسینہ میں ڈوبے ہوتے اور گرد و غبار میں بھرے ہوئے ہوتے اور ہاتھ اٹھا کر دعا کیا کرتے کہ: پروردگار! جن حالات میں میں گرفتار ہوں اگر ان سے نجات صرف موت سے ہو گی تو پھر فوراً موت بھیج دے۔ آپ ہمیشہ کرب و غم میں مبتلا رہا کرتے۔ حتیٰ کہ آپ کو موت آ گئی۔

(عیون اخبار الرضا جلد ۲ ص ۱۴۰)

(۱۲) ـــــــ محمد بن عرفہ سے روایت ہے۔ اس نے بیان کیا کہ ایک دن میں نے حضرت امام رضا علیہ السلام سے عرض کیا۔ فرزند رسولؐ! کیا مصلحت تھی جو آپ نے ولیعہدی قبول فرمائی؟ آپ نے فرمایا، یہ بتاؤ کہ کیا مصلحت تھی جو میرے جد امیرالمومنین علیہ السلام نے شوریٰ میں شرکت قبول فرمائی؟ پھر آپ نے فرمایا کہ دنیا یہ نہ سمجھ بیٹھے کہ ہم خود ہی اپنے کو خلافت کے لائق نہیں سمجھتے۔ اور مخالفین کے اقرار سے دنیا پر ثابت ہو جائے کہ امرِ خلافت کے ہم ہی حقدار ہیں۔

(عیون اخبار الرضا جلد ۲ ص ۱۴۰)

(۱۳) ـــــــ ہروی سے روایت ہے۔ وہ کہتا ہے کہ خدا کی قسم حضرت امام رضا علیہ السلام نے بخوشی ولیعہدی کو قبول نہیں فرمایا۔ مدینہ سے جبراً کوفہ لائے گئے اور پھر وہاں سے بصرہ اور فارس کے راستے سے مرو منتقل کیے گئے۔ (عیون اخبار الرضا جلد ۲ ص ۱۴۱)

(۱۴) ـــــــ ابن ابی عبدون نے اپنے باپ سے روایت کی ہے۔ اس کا بیان ہے کہ جب مامون حضرت امام رضا علیہ السلام کی ولیعہدی کی بیعت لے چکا اور اس نے آپ کو اپنے پہلو میں بٹھایا تو اس وقت دربار میں عباس خطیب اٹھا اور بہترین تقریر کی اور اپنی تقریر کو اس شعر پر ختم کیا۔
ترجمۂ شعر:۔ لوگوں کے لیے ایک سورج اور چاند کی ضرورت لازمی ہے۔ آپ لوگوں کے لیے سورج ہیں اور یہ لوگوں کے لیے چاند ہیں۔ (عیون اخبار الرضا جلد ۲ ص ۱۴۶)

(۱۵) ـــــ خطبۂ امامؑ بوقت تہنیتِ ولیعہدی

محمد بن اسحاق نے اپنے باپ سے روایت کی ہے۔ اس کا بیان ہے کہ جب حضرت امام رضا علیہ السلام کی ولیعہدی کی بیعت لی جاچکی تو لوگ آپ کے پاس مبارکباد کے لیے حاضر ہوئے۔ آپ نے مجمع کو خاموش ہونے کا اشارہ فرمایا، مجمع صامت و ساکت ہو گیا۔ پھر آپ نے ان کے سامنے ایک خطبہ دیا:

"شروع کرتا ہوں میں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان اور نہایت رحم والا ہے"۔ ہر طرح کی حمد کا سزاوار ہے وہ اللہ کہ وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ اس کے حکم کو کوئی بھی ٹالنے والا نہیں۔ اس کے فیصلے کو کوئی مسترد کرنے والا نہیں۔ وہ لوگوں کی دُزدیدہ نگاہوں اور دلوں کے چھپے ہوئے بھیدوں سے واقف ہے اور درود ہو حضرت محمدؐ پر اوّلین و آخرین میں اور آپ کی طیّب و طاہر آلؑ پر۔

سنو! میں علیؑ ابن موسیٰؑ بن جعفرؑ ہوں۔ میں یہ کہتا ہوں کہ امیر المومنین (مامون) اللہ تعالیٰ ان کے ہاتھ مضبوط کرے اور انھیں راہ صواب کی توفیق دے انھوں نے ہمارے اس حق کو پہچانا جس سے دوسرے لوگ انجان بنے ہوئے تھے اور اس صلۂ رحمی کا پاس و لحاظ کیا جو منقطع کر دی گئی تھی۔ وہ نفوس جو خوف و ہراس کی زندگی بسر کر رہے تھے انھیں امن کا احساس ہوا۔ بلکہ جو تقریباً مر چکے تھے انھیں زندہ کر دیا، جو افلاس میں مبتلا ہو چکے تھے اُن کے افلاس کو دور کیا، اور یہ سب اُنھوں نے پروردگارِ عالم کی رضا حاصل کرنے کے لیے کیا اور اُسی سے اس کی جزا چاہتے ہیں غیر سے نہیں۔ اور اللہ تعالیٰ شکر گذاروں کو یقیناً جزا دیتا ہے۔ اور نیکی کرنے والوں کی نیکیوں کو ہرگز ضائع نہیں ہونے دیتا۔

اور بیشک انھوں نے اپنی عظیم حکومت و خلافت کا مجھے ولیعہد اور جانشین بنایا ہے بشرطیکہ ان کے بعد میں زندہ رہا۔ پس یاد رکھو کہ جس نے اللہ کی باندھی ہوئی گرہ کو کھولا اور جس رسّی کو خود اللہ نے مضبوط بنایا، اسے کاٹا تو سمجھ لو کہ اس نے حرامِ خدا کو حلال اور حلالِ خدا کو حرام کیا۔ اس طرح اس نے امام کو نظر انداز کیا اور اسلام کی بے حرمتی کی۔ درحقیقت یہ سلسلہ جاری کیا تھا ایک گذرنے والے نے مگر امامِ وقت نے اس کی اس عہد شکنی پر صبر کیا اور اس کے بعد وہ جو کچھ کرتا رہا اس پر کوئی اعتراض نہیں کیا محض اس خوف سے کہ اس طرح کہیں دین پارہ پارہ اور مسلمانوں کا شیرازہ نہ بکھر جائے کیونکہ زمانۂ جاہلیت ابھی عنقریب

ہی گذرا ہے اور منافقین اسی تاک میں لگے ہوئے ہیں۔ آپ جانتے تھے کہ وہ وقت دور نہیں، جلد ہی آنے والا ہے اور میں نہیں جانتا کہ اب ہمارے اور تمہارے ساتھ کیا ہوگا۔ بس حکومت تو اللہ کے سوا کسی اور کی نہیں ہے۔ حق کا قصہ وہی سُنانے والا ہے اور بہترین فیصلہ کرنے والا بھی صرف وہی ہے۔

(عیون اخبار الرضا جلد ۲ صـ ۱۴۸ صـ ۱۴۶)

(۱۶) ـــــ خطبۂ امام بروایتِ دیگر

بیہقی نے صولی سے روایت کی ہے۔ وہ کہتا ہے کہ مجھ سے محمد بن ابی الملوح ابوالحسین رازی نے بیان کیا کہ میں نے اپنے باپ کو کہتے ہوئے سنا کہ مجھ سے ایسے شخص نے بیان کیا جس نے اُس وقت حضرت امام رضا علیہ السلام کو خطبہ دیتے ہوئے سُنا تھا۔ آپ نے خطبہ دیا کہ:۔ " اس خدا کی حمد جس نے ہمارے حق کی حفاظت فرمائی جبکہ لوگ اس کو ضائع کر چکے تھے اور جس قدر ہماری منقصت کی اُسی قدر اُس نے ہمیں بلند کیا۔ حد یہ تھی کہ کفر کے منبروں سے ہم پر اسّی سال تک مسلسل لعنت کی گئی۔ ہمارے فضائل چھپائے گئے ہم پر بہتان تراشی کے لیے سرمائے خرچ کیے گئے مگر اللہ کو یہ منظور ہی نہ تھا وہ ہمارے ذکر کو بلند اور ہمارے فضائل کو آشکار کرنا چاہتا تھا اور خدا کی قسم دنیا نے یہ سب بدسلوکیاں ہمارے ساتھ نہیں بلکہ درحقیقت جنابِ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ کی تھیں۔ ہم تو صرف ان کے قرابتدار ہونے کی وجہ سے زد میں آگئے۔ اور اس زد میں آکر ہمارا وہی حال ہوا جو ہم جنابِ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کیا کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا تھا کہ "عنقریب میرے بعد بڑی بڑی نشانیاں اور میری نبوّت کی دلیلیں ظاہر ہوں گی۔"

(عیون اخبار الرضا صـ ۱۶۴ - ۱۶۵)

(۱۷) ـــــ فضل نے مامون کو امام کی ولیعہدی کا مشورہ کیوں دیا

بہت سے مورخین نے اس کا ذکر کیا ہے کہ فضل بن سہل نے مامون کو یہ مشورہ دیا تھا کہ وہ حضرت امام علی ابن موسیٰ الرضا علیہ السلام کو اپنا ولیعہد بنائے۔ چنانچہ منجملہ ان کے ابو علی الحسین بن احمد السلامی بھی ہے جس نے اپنی کتاب میں جو تاریخ خراسان پر مشتمل ہے تحریر کیا ہے کہ فضل بن سہل ذوالریاستین مامون کا وزیر اور اس کے تمام امور کا نگران تھا۔ یہ پہلے مجوسی

تھا۔ یحییٰ بن خالد برمکی کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا اور اس کی صحبت میں رہا۔ اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ وہ نہیں بلکہ اس کا باپ سہل، مہدی کے ہاتھوں اسلام لایا تھا اور یحییٰ بن خالد برمکی نے مامون کی خدمت کے لیے اس کو منتخب کیا تھا۔ وہ مامون سے وابستہ ہو کر اس پر چھا گیا اور اس میں مطلق العنانی آگئی۔ ذوالریاستین اس کو اس لیے کہتے ہیں کہ وہ بیک وقت مامون کا وزیر اور اس کی فوج کا سالار بھی تھا۔ جب مامون نے اپنا ولیعہد اور جانشین اپنے بھائی موتمن کو مقرر کیا تو ایک دن فضل بن سہل نے اپنے ہمنشینوں سے کہا، ابومسلم خراسانی کے کام کے مقابلے میں میرا کام کس درجہ پر ہے؟ اُنھوں نے جواب دیا کہ اس کا کام تو یہ تھا کہ حکومت کو ایک قبیلے سے نکال کر دوسرے قبیلے میں منتقل کرادے اور آپ نے یہ کیا کہ ایک بھائی کے ہاتھ سے حکومت کو دوسرے بھائی کی طرف منتقل کرادیا۔ اور ان دونوں میں جو فرق ہے وہ آپ خود جانتے ہیں۔

فضل نے کہا کہ مجھ میں یہ صفت بھی ہے کہ حکومت کو ایک قبیلے سے نکال کر دوسرے قبیلے میں پہونچادوں۔ اِس کے بعد اُس نے مامون کو مشورہ دیا کہ آپ حضرت علی ابن موسی الرضا علیہ السلام کو اپنا ولیعہد بنائیں۔ اِس پر مامون نے اپنے بھائی موتمن کو ولیعہد کے عہدے سے کالعدم قرار دے کر حضرت علی ابن موسی الرضا علیہ السلام کو اپنا ولیعہد و جانشین مقرر کیا۔

حضرت علی ابن موسی الرضا علیہ السلام مامون کے پاس ۲۰۰ھ میں رجاء بن ابی ضحاک کے ساتھ براہ بصرہ و فارس خراسان پہونچے تھے۔ اور حضرت امام رضا علیہ السلام کا عقد مامون کی دختر سے ہوچکا تھا۔ جب آپ کی ولیعہدی کی خبر عباسیوں کو بغداد میں پہونچی تو اُنھوں نے ابراہیم بن مہدی کو آگے بڑھایا اور خلافت کے لیے اس کی بیعت کرلی۔ دعبلِ خزاعی نے اسی کے متعلق کچھ اشعار کہے جن کا ترجمہ مندرجۂ ذیل ہے:-

ترجمہ: "اے گروہ افواجِ اسلامی مایوس کیوں ہو، خفگی کی کیا بات ہے۔ تمھیں تو اپنی تنخواہوں سے غرض ہے، تنخواہیں لیے جاؤ۔ اور پھر تمھیں تو یہ ایسے ایسے گانے سنائیں گے کہ جن کو سن کر بوڑھے اور جوان بھی وجد میں جھومنے لگیں گے۔ یہ تمھارے سرداروں کو معبدیات (مشہور نغمہ) سے لطف اندوز کریں گے۔ نیز اپنے اصحاب کو بھی اسی سے نوازیں گے اس لیے کہ یہ وہ خلیفہ بنا ہے جس کا دین و ایمان اور قرآن سب کچھ بربط ہے۔"

اور دعبلِ خزاعی نے یہ اس لیے کہا کہ ابراہیم بن مہدی کو عود و بربط بجانے کا بڑا شوق تھا اور ہمیشہ شراب میں غرق رہتا تھا۔ الغرض جب یہ خبر مامون کو پہونچی تو اس کو احساس ہوا کہ فضل بن سہل نے یہ کام غلط کرادیا اور مجھے غلط رائے دی۔ فوراً عراق جانے کے لیے مرو سے نکلا

اور درمیان راہ میں کوئی ایسی تدبیر کی کہ سرخس کے ایک حمام میں اس قتل کرا دیا۔ یہ واقعہ ۲۰۳ھ کا ہے۔ پھر دوسری تدبیر یہ کی کہ حضرت امام رضا علیہ السلام کو زہر دے کر شہید کر دیا۔ اور حکم دیا کہ طوس کے قریۂ سناباد میں ہارون رشید کی قبر کے پہلو میں آپ کو دفن کیا جائے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ وقتِ شہادت آپ کی عمر پچپن ۵۵ سال تھی۔ (عیون اخبار الرضا جلد ۲ صـ ۱۶۵-۱۶۶)

(۱۸) ـــــــ ہم دونوں کیلئے شرائط کی پابندی ضروری ہے

معمر بن خلاد کا بیان ہے کہ مجھ سے حضرت امام رضا علیہ السلام نے بیان فرمایا کہ، ایک دن مامون نے مجھ سے کہا، فرزندِ رسولؐ! آپ ذرا دیکھیں کہ اگر آپ کے بھروسے کا کوئی آدمی ہو تو اس کو اُن شہروں کا والی بنا دیا جائے جن کا انتظام فاسد و خراب ہو رہا ہے تو آپ کو اختیار ہے اس کی جگہ کسی دوسرے شخص کو متعین فرما دیں۔

میں نے کہا، تم میرے ساتھ عہد کی وفا کرو، میں تمہارے ساتھ عہد کو پورا کروں گا اس لیے کہ میں نے ولیعہدی کو اسی معاہدے کے ساتھ قبول کیا تھا کہ میں نہ کوئی حکم جاری کروں گا اور نہ کسی کو کسی کام سے منع کروں گا۔ نہ میں کسی کو معزول کروں گا اور نہ کسی کو والی بناؤں گا، نہ کسی کو شہر بدر کروں گا۔ یہانتک کہ اللہ تعالیٰ تم سے پہلے مجھے اپنی بارگاہ میں طلب فرمائے۔ اور بخدا، خلافت ایسی شے ہے کہ میرے دل میں کبھی اس کا خیال بھی نہیں آیا۔ میں تو شہرِ مدینہ کی گلیوں میں اپنی سواری پر بیٹھ کر چلا پھرا کرتا تھا۔ اہلِ مدینہ اور غیر اہلِ مدینہ سب ہی اپنی اپنی حاجات کے لیے میرے پاس آتے تھے اور میں اُن کی حاجتوں کو پورا کیا کرتا تھا وہاں کے باشندے ہمارے لیے چچاؤں کے مانند تھے۔ تمام دیار و امصار میں میری تحریر نافذ العمل تھی۔ اللہ نے جو نعمات مجھے عطا فرمائی تھیں اُن میں یہ ولیعہدی دے کر تو تم نے کوئی اضافہ نہیں کیا ہے: مامون نے اعتراف کیا اور جواب دیا، اچھا میں اپنے وعدے پر قائم رہوں گا۔ (الکافی جلد ۸ صـ ۱۵۱) عیون اخبار جلد ۲ صـ ۱۶۶-۱۶۷)

(۱۹) ـــــــ عقدِ بیعت اور فسخِ بیعت کے طریقوں میں فرق

برقی نے اپنے باپ سے روایت کی ہے۔ وہ کہتا ہے کہ معتصم کے ماموں اور مادرہ کے بھائی ریان بن شبیب نے مجھ سے بیان کیا کہ جب مامون نے اپنے لیے امیر المومنین ہونے اور حضرت امام رضا علیہ السلام کے لیے ولیعہد ہونے اور فضل بن سہل کے لیے وزیر ہونے کے متعلق بیعت لینے کا ارادہ کیا تو اُس نے حکم دیا کہ تین کرسیاں رکھی جائیں۔ کرسیاں رکھدی گئیں۔ جب یہ تینوں اُن پر بیٹھے تو عوام الناس کو داخلے کی اجازت دی گئی۔ لوگ آتے رہے اور ان

تینوں کے داہنے ہاتھ پر اپنے داہنے ہاتھ سے بیعت کرتے رہے مگر اس طرح کہ اپنے ہاتھوں کے انگوٹھے کے سرے سے چھنگلیا کے سرے کی طرف ہاتھ پر ہاتھ مارتے ہوئے چلے جاتے۔ یہانتک کہ بالکل آخر میں ایک انصار نوجوان آیا وہ اپنے داہنے ہاتھ کو چھنگلیا کے سرے سے انگوٹھے کے سرے کی طرف لے گیا۔ یہ دیکھ کر حضرت امام رضا علیہ السلام متبسم ہوئے اور فرمایا ابتک جن لوگوں نے بیعت کی ہے وہ بیعت کے توڑنے کے طریقے سے بیعت کی سوائے اس نوجوان کے کہ اس نے وہی طریقہ اختیار کیا جو بیعت کے باندھنے کا ہوتا ہے۔

مامون نے پوچھا کہ فسخ بیعت اور عقد بیعت کے طریقوں میں کیا فرق ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا جس کی نیّت بیعت باندھنے کی ہوتی ہے وہ ہاتھ کو چھنگلیا کے سرے سے انگوٹھے کے سرے کی طرف لیجاتا ہے اور جس کی نیّت فسخِ بیعت کی ہوتی ہے وہ ہاتھ کو انگوٹھے کے سرے سے چھنگلیا کے سرے کی طرف لیجاتا ہے۔

راوی کا بیان ہے کہ یہ سُن کر لوگوں میں ایک طوفان برپا ہوگیا۔ اور مامون نے حکم دیا کہ جس طرح حضرت ابوالحسن علی الرضا علیہ السلام نے فرمایا ہے اسی طرح پھر سے بیعت کی جائے۔ اب لوگوں نے کہنا شروع کر دیا کہ وہ شخص جس کو بیعت لینے کا طریقہ بھی نہ معلوم ہو اُسکو امامت اور امارت کا استحقاق ہی کیا ہے۔ اس سے بہتر تو وہی ہے جسے کم از کم بیعت لینے کا طریقہ تو معلوم ہے۔ اور اسی بات نے مامون کو اس پر آمادہ کیا کہ وہ امام رضا علیہ السلام کو زہر سے شہید کر دے۔

(علل الشرائع جلد ۱ ص ۲۲۸، عیون اخبار الرضا جلد ۲ ص ۱۳۸)

(۲۰) میری آخری منزل تو خراسان ہی ہے

محمد بن عبداللہ افطس کا بیان ہے کہ میں ایک دن مامون کے پاس گیا تو اُس نے مجھے اپنے قریب جگہ دی، خوش آمدید کہا، پھر بولا کہ اللہ تعالیٰ امام رضا علیہ السلام کا بھلا کرے، آپ نے مجھے ایک عجیب بات بتائی۔

صورت یہ ہوئی کہ جب سب لوگ آپ کی بیعتِ ولیعہدی کر چکے تو ایک شب میں نے آپ سے عرض کیا، میں آپ پر قربان، میری رائے یہ ہے کہ آپ عراق تشریف لے جائیں اور میں آپ کے جانشین کی حیثیت سے خراسان میں رہوں۔ یہ سُن کر امام رضا علیہ السلام مسکرائے اور فرمایا، میں اپنی جان کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اسی خراسان میں تو میری تجہیز و تکفین ہوگی اور یہیں میری آخری قیام گاہ ہے یعنی موت آنے تک مجھے یہیں ٹھہرنا ہے اور یہیں سے مجھے عرصۂ محشر میں لامحالہ جانا ہے۔

میں نے عرض کیا، میں آپ پر قربان، آپ کو یہ کیسے معلوم ہوا ؟
آپ نے فرمایا مجھے اپنی قبر کی جگہ کا علم اسی طرح ہے جیسے مجھے تمھاری قبر کے متعلق معلوم ہے۔ : میں نے عرض کیا، اللہ آپ کا بھلا کرے، بتائیے میری قبر کہاں ہو گی ؟ : آپ نے فرمایا، ہماری اور تمھاری قبروں کے درمیان بہت فاصلہ ہوگا۔ مجھے مشرق میں موت آئے گی اور تمھیں مغرب میں: میں نے عرض کیا، آپ نے جو فرمایا وہ درست ہے۔ اللہ، اُس کے رسولؐ اور آلِ رسولؐ ہی کو اس کا زیادہ علم ہے: پھر میں نے بہت کوشش کی اور خلافت وغیرہ کی طرف رغبت بھی دلائی مگر آپ نے مزید کچھ نہ فرمایا اور خلافت وغیرہ کی طرف قطعاً راغب نہ ہوئے۔ (غیبۃ الشیخ ص ۵۳ ۔ ۵۲)

(۲۱) ــــ تقریبِ ولی عہدی

اصحاب اخبار و سِیَر خلفاء نے تحریر کیا ہے کہ مامون نے جب حضرت امام رضا علیہ السلام کی ولیعہدی کی بیعت لینے کا ارادہ کیا تو اُس نے فضل بن سہل کو بلا کر اپنے ارادے سے مطلع کیا۔ نیز یہ کہا کہ تم اپنے بھائی حسن بن سہل سے اس سلسلے میں مل لو اور اُسے اپنے ساتھ لے کر آؤ۔ جب حسن بن سہل آیا تو اُس نے مسئلۂ ولی عہدی کے بارے میں اُسے آگاہ کیا کہ اپنے خاندان سے حکومت کو نکال کر دوسرے خاندان کے حوالے کرنے کے کیا اثرات مرتب ہوں گے ؟ مامون نے کہا، کچھ بھی ہو میں نے اپنے معبود سے یہ عہد کر لیا ہے کہ اگر میں نے محمد امین پر فتح پائی تو اس خلافت کو آلِ ابی طالبؑ میں جو شخص سب سے افضل ہوگا اس کے حوالے کر دوں گا۔ اور علی ابن موسی الرضا علیہ السلام سے افضل و بہتر کسی کو نہیں پایا۔
جب فضل اور حسن دونوں نے یہ دیکھا کہ مامون نے اس کا عزم مصمم کر لیا ہے تو مباحثہ اور معارضہ سے باز آئے۔ پھر مامون نے ان دونوں کو حضرت امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں روانہ کیا۔ ان دونوں نے مامون کی یہ پیشکش آپ کے سامنے رکھی۔ آپ نے انکار فرمایا۔ یہ دونوں برابر اصرار کرتے رہے۔ مجبوراً آپ کو اقرار کرنا پڑا۔ پھر یہ دونوں مامون کے پاس آئے اور آپ کے اقرار اور منظوری کی اطلاع دی۔ یہ سُن کر مامون خوش ہو گیا اور جلسۂ خاص منعقد کرنے کے لیے پنجشنبہ کا دن مقرر کر دیا۔ اب فضل مامون کے پاس سے نکلا تو اس نے لوگوں کو بتایا کہ حضرت امام علی ابن موسی الرضا علیہ السلام کے لیے مامون کا یہ خیال ہے اور یہ کہ اس نے آپ کو اپنا ولیعہد مقرر کر دیا ہے۔ اور اُن کو رضا کا خطاب دیا ہے اور سب کے لیے یہ حکم ہے کہ پنجشنبہ کے دن سبز لباس پہن کر بیعت کے لیے آئیں اور اپنے سال بھر کا خرچ بطور انعام لیجائیں۔

الغرض جب پنجشنبہ کا دن آیا تو تمام سرداران فوج، حاجبین، قضاۃ اور ان کے علاوہ دوسرے مصاحبین اپنے حسب مراتب اپنی اپنی سواریوں پر آئے۔ مامون تخت پر بیٹھا اور حضرت امام رضا علیہ السلام کے لیے دو بڑی بڑی مسندیں بچھا دی گئیں جو مامون کی مسند سے ملی ہوئی تھیں۔ حضرت امام رضا علیہ السلام کو سبز لباس پہنا کر سر پر عمامہ اور ہاتھ میں تلوار دے کر مسند پر بٹھایا گیا۔ پھر مامون نے اپنے بیٹے عباس کو حکم دیا کہ سب سے پہلے تم ان کی بیعت کرو۔ امام رضا علیہ السلام نے بیعت لینے کے لیے ہاتھ اُٹھایا۔ آپ نے ہاتھ کی پشت اپنے چہرے کی طرف اور ہتھیلی عوام الناس کی طرف کرلی۔ مامون نے کہا یہ کیا؟ بیعت لینے کے لیے ہاتھ پھیلائیں: تو آپ نے فرمایا حضرت رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو اسی طرح بیعت لیا کرتے تھے۔ تو لوگوں نے آپ کی بیعت اسی طرح کی کہ آپ کا ہاتھ لوگوں کے ہاتھ سے اوپر تھا۔ اس کے بعد دراہم کی تھیلیاں رکھی گئیں۔ خطیب اور شعراء کھڑے ہوئے۔ حضرت امام رضا علیہ السلام کے فضائل بیان کرنے لگے اور مامون کے ساتھ حکومت میں آپ کی شرکت کا ذکر کرنے لگے۔

اس کے بعد مامون نے اپنے بیٹے ابو عباد عباس کو آواز دی اور وہ فوراً ہی اپنے باپ کے پاس پہونچا۔ ہاتھوں کو بوسہ دیا۔ مامون نے حکم دیا کہ بیٹھ جاؤ۔ پھر محمد بن جعفر کو آواز دی گئی اور فضل نے کہا کہ اٹھو تو۔ وہ اُٹھے اور خراماں خراماں چلے، مامون کے قریب آکر کھڑے ہو گئے۔ ہاتھوں کو بوسہ نہیں دیا۔ اُن سے کہا گیا، جائیے اپنا انعام حاصل کرلیجیے۔ مگر مامون نے پکار کر کہا اے ابو جعفر واپس اپنی جگہ جا کر بیٹھ جاؤ۔ تو وہ اپنی جگہ جا کر بیٹھ گئے۔ پھر ابو عباد ہر علوی اور عباسی کو بلاتا رہا اور وہ آکر اپنا اپنا انعام لیتے رہے۔ یہاں تک کہ ساری رقم ختم ہو گئی۔

پھر مامون نے حضرت امام رضا علیہ السلام سے عرض کیا کہ اب آپ کچھ خطبہ ارشاد فرمائیں اور عوام الناس سے گفتگو کریں۔ آپ اُٹھے:

حمد و ثنائے الٰہی بجالائے اور فرمایا "ایہا الناس! سنو! ہمارا حق تم پر رسولؐ کی وجہ سے ہے اور تمہارا حق بھی ہم پر رسولؐ کی وجہ سے ہے۔ جب تم ہمارا حق ادا کرو گے تو پھر ہم پر بھی واجب ہوگا کہ تمہارے حقوق ادا کریں۔"

اس جلسے میں آپ کی تقریر میں سے صرف اتنے خطبے کا ذکر کیا جاتا ہے۔

اس کے بعد مامون نے حکم دیا، دراہم ڈھالے جائیں جن پہ حضرت امام رضا علیہ السلام کا اسمِ گرامی نقش کیا جائے۔ حکم کی تعمیل کی گئی۔ پھر مامون نے اسحاق بن موسیٰ بن جعفر کا نکاح ان کے چچا اسحاق بن جعفر بن محمد کی بیٹی سے کیا اور انھیں حکم دیا کہ وہ لوگوں کے ساتھ حج کیلئے جائیں وہ حج کو گئے۔

پھر اپنے شہر میں حضرت امام رضا علیہ السلام کے ولیعہد ہونے کا ذکر اپنے خطبے میں کیا۔

احمد بن محمد بن سعید نے یحییٰ بن حسن علوی سے روایت کی ہے۔ اُس کا بیان ہے کہ ایک سُننے والے نے مجھے بتایا کہ عبد الحمید بن سعید اُس سال منبرِ رسولؐ پر مدینہ میں خطبہ دے رہا تھا اُس نے خطبہ میں آپ کے لیے بھی دعا کی اور کہا ولیعہد مسلمین علیؑ بن موسیٰؑ بن جعفرؑ بن محمدؑ بن علیؑ ابن الحسینؑ بن علیؑ ابن ابی طالب علیہم السلام۔

(۲۲) ـــــ مدائنی نے اپنے رجال سے یہ روایت کی ہے کہ جب حضرت امام رضا علیہ السلام خلعتِ ولیعہدی پہن کر جلوہ افروز ہوئے تو بہت سے خطباء و شعراء آپ کے سامنے کھڑے ہوئے تھے۔ آپ کے سر کے اوپر پرچم لہرا رہا تھا۔ چنانچہ ایک شخص جو حضرت امام رضا علیہ السلام کے مخصوصین میں سے وہاں موجود تھا، وہ کہتا ہے کہ اُس روز جو کچھ ہوا تھا اُس کی تہنیت کے لیے میں آپ کے سامنے موجود تھا۔ آپ نے مجھے اشارے سے بلایا۔ میں قریب پہونچا تو آپ نے بہت ہی آہستہ سے فرمایا (جس کو میرے علاوہ دوسرا نہ سن سکا) اس سے بہت خوشدل نہ ہونا اور نہ اس کو کوئی مژدہ سمجھنا، اس لیے کہ یہ جانشینی اتمام تک نہیں پہونچے گی۔

اُس روز جو شعراء آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اُن میں سے ایک دعبل بن علی خزاعی بھی تھے۔ یہ جب آپ کی خدمت میں پہونچے تو عرض کیا کہ میں نے ایک قصیدہ کہا ہے، اور دل میں یہ طے کر لیا ہے کہ آپ کو سنانے سے پہلے میں کسی اور کو نہ سُناؤں گا: آپ نے فرمایا، اچھا بیٹھو۔ جب لوگ چلے گئے اور مجمع کم ہو گیا تو فرمایا سناؤ۔ تو دعبل نے اپنا وہ قصیدہ سنایا جس کا پہلا مصرعہ یہ ہے: "مدارس آیاتٍ خلت من تلاوةٍ"

جب وہ پورا قصیدہ سنا چکا تو حضرت امام رضا علیہ السلام اُٹھے، اپنے حجرے میں تشریف لے گئے اور ایک ریشمیں رومال میں چھ سو دینار رکھ کر خادم کے ہاتھ بھیجا اور کہلایا کہ یہ تمھارا سفر خرچ ہے میں معذرت خواہ ہوں کہ کچھ اور نہ دے سکا: تو دعبل نے خادم سے کہا جا کر عرض کرو کہ خدا کی قسم میرا یہ مقصد نہ تھا اور نہ میں اس کے لیے آیا تھا۔ لہٰذا یہ مولا کو واپس دے دو۔ اور میری طرف سے یہ عرض کرو کہ اگر ہو سکے تو اپنے ملبوسات میں سے ایک ملبوس مجھے عطا کر دیں۔ خادم واپس لیکر گیا تو امام علیہ السلام نے پھر بھیجا اور فرمایا کہ اسے لے لو اور اس کے ساتھ ہی اپنا ایک جُبہ بھی بھیجدیا: دعبل یہ سب لیکر نکلا اور قم آیا جب لوگوں نے دعبل کے پاس امامؑ کا جبہ دیکھا تو ایکہزار دینار دینے کو تیار ہو گئے۔ دعبل نے فروخت سے انکار کیا اور کہا۔ خدا کی قسم میں تو اس کا ایک ٹکڑا بھی ایکہزار دینار میں نہ دوں گا۔ پھر دعبل وہ جُبہ لیکر قم سے نکلے تو لوگ اُن کے پیچھے لگ گئے اور راستے میں جُبہ چھین کر لے گئے۔ دعبل قم آئے اور لوگوں سے گفتگو کی

انھوں نے کہا، سنو! اب وہ جُبّہ تم کو نہیں ملے گا، البتہ اگر تم چاہو تو ایک ہزار دینار حاضر ہیں۔ دعبل نے کہا، اچھا بھائیو، مجھے اُس جُبّہ کا ایک ٹکڑا ہی دے دو۔ تب انھوں نے ایک ٹکڑا جُبّہ کا اور ایک ہزار دینار دے دیے۔ (ارشادِ شیخ مفید صہ ۲۹۳-۲۹۱)

(۲۳) امامؑ کے ولیعہد ہونے پر عباسیوں کے تاثرات

صاحبِ مناقب نے بھی تقریبِ ولیعہدی کے واقعات کچھ اس طرح تحریر کیے ہیں اور حضرت امام رضا علیہ السلام کی وہ تحریر بھی نقل کی ہے جو عہد نامہ پر ہے۔ اس کے بعد لکھا ہے کہ معتز باللہ کے بیٹے نے وفاتِ امام رضا علیہ السلام کے بعد اولادِ علیؑ کو خطاب کرتے ہوئے کچھ اشعار کہے۔ جن کا ترجمہ مندرجۂ ذیل ہے۔

ترجمہ: "تمھیں مامون نے خلافت کا حق دے دیا تھا۔ حالانکہ یہ وراثتاً ہمارا حق تھا مگر اُس نے یہ دنیا تمھیں بخش دی تھی۔ پھر جیسا کہ تم سب جانتے ہو کہ امام رضاؑ مر گئے تو وہ خلافت دوبارہ ہماری طرف پلٹ آئے گی۔"

اِس کے بعد صاحبِ مناقب نے تقریبِ ولیعہدی میں جن شعراء نے قصیدے سُنائے اُن میں دعبل کا قصیدہ، ابراہیم بن عباس کا قصیدہ اور ابو نواس کا قصیدہ پیش کیا ہے۔ بلکہ ابو نواس کے قصیدے پر تو امام رضا علیہ السلام نے یہ بھی فرمایا کہ تو نے تو ہماری ایسی مدح کی ہے جیسی اس قبل کسی نے نہ کی تھی۔ اور اپنے غلام کو بُلا کر دریافت فرمایا کہ اخراجات میں سے کچھ باقی ہے؟ اُس نے عرض کیا، جی ہاں، تین سو دینار ہیں: آپ نے فرمایا، اسے دے دو، پھر فرمایا اے غلام! ایک سواری بھی اس کے حوالے کر دو۔ (مناقب آلِ ابی طالب جلد ۴ صہ ۳۶۶-۳۶۲)

(۲۴) عہد نامۂ ولیعہدی کی اصل عبارت

بارگاہِ خداوندی کا بھکاری علی بن عیسیٰ کہتا ہے کہ ۶۷۰ھ میں مشہد امام رضاؑ سے ایک فوجی سردار آیا اس کے پاس وہ عہد نامہ تھا جو مامون کے ہاتھ کا لکھا ہوا تھا اور اس کے بین السطور اور پشت پر خود امام رضا علیہ السلام کے ہاتھ کی تحریر تھی۔ میں نے دیکھا تو جہاں جہاں امام علیہ السلام کا قلم چلا تھا، اس کو بوسہ دیا۔ اور آپ کے گلزارِ تحریر سے لطف اندوز ہوا۔ اس حسنِ اتفاق کو میں نے اللہ تعالیٰ کا بڑا کرم و احسان تصوّر کیا۔ پھر میں نے اُس کو حرف بہ حرف نقل کر لیا۔ مامون کی تحریر یہ تھی:-

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ یہ وہ عہد نامہ ہے جو امیر المومنین عبداللہ بن ہارون الرشید نے اپنے

ولیعہد علی ابن موسی الرضاؑ کے لیے تحریر کیا ہے۔

اما بعد۔ اللہ تعالیٰ نے تمام ادیان میں دین اسلام کو منتخب فرمایا اور اس دین کے لیے اپنے بندوں میں سے کچھ رسول منتخب فرمائے جو لوگوں کو اس دین کی طرف رہنمائی اور ہدایت کرتے رہے۔ چنانچہ جو پہلے آیا اُس نے بعد میں آنے والے کی بشارت دی اور جو بعد میں آیا اس نے پہلے آنے والے کی تصدیق کی۔ یہاںتک کہ اللہ کی اس نبوّت و رسالت کا سلسلہ حضرت محمد مصطفٰےؐ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تک پہونچا۔ آپؐ سے پہلے عرصے تک فترت کا زمانہ تھا کوئی رسول نہیں آیا تھا علم الٰہی کا درس دینے والا کوئی نہ تھا۔ وحی کا سلسلہ منقطع تھا اور چونکہ قیامت قریب تھی اِس لیے اللہ نے آپؐ پر سلسلۂ نبوّت کو ختم کر دیا۔ آپؐ کو تمام انبیاء پر شاہد اور نگراں بنایا اور آپؐ پر اپنی وہ کتاب عزیز نازل فرمائی کہ جس میں باطل نہ تو سامنے ہی سے داخل ہو سکتا ہے، نہ پیچھے سے۔ اس لیے کہ یہ ایک سزاوار حمد اور صاحبِ حکمت ذات کی طرف سے نازل کی ہوئی چیز ہے۔ جس میں یہ بتایا گیا ہے کہ کن چیزوں کو اللہ نے حلال قرار دیا ہے اور کن چیزوں کو حرام۔ کن کاموں پر ثواب کا وعدہ ہے اور کن کاموں پر عذاب کی دھمکی دے کر ڈرایا ہے۔ کن باتوں سے پرہیز کیا جائے اور کن کاموں کے کرنے کا حکم ہے اور کن کاموں کے نہ کرنے کا حکم ہے تاکہ تمام مخلوقات پر اللہ کی حجّت پوری پوری قائم اور تمام ہو جائے اور اب اس کے بعد بھی اگر کوئی ہلاک ہونا چاہے تو ہلاک ہو اور زندہ رہنا چاہتا ہے تو زندہ رہے۔ اللہ تعالیٰ سب کچھ سُننے والا اور جاننے والا ہے۔

پس حضرت رسولِ مقبولؐ نے اللہ کی طرف سے اُس کے بندوں کو پیغام پہونچایا۔ اور اللہ کے حکم کے مطابق حکمت، موعظۂ حسنہ اور بحث وجدال احسن طریقے کے ساتھ اُس کے بتائے ہوئے راستے کی طرف دعوت دی۔ پھر جہاد کیا اور کچھ سختی سے بھی کام لیا۔ یہاںتک کہ اللہ نے آپؐ کی قبضِ روح فرمائی اور جو نعمتیں آپؐ کیلئے اُس کے پاس مہیا تھیں ان کے لیے بلالیا۔

اب جبکہ نبوّت ختم ہوگئی اور اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد مصطفٰےؐ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر سلسلۂ وحی و رسالت کو تمام کر دیا تو اللہ تعؐ نے دین کے قیام اور امورِ مسلمین کے انتظام کو ایسی خلافت کے اتمام، اُس کی قوّت اور اطاعتِ الٰہی کے ساتھ قیامِ حق کی کوشش میں قرار دیا کہ جو اللہ کے فرائض وحدود و اسلامی شریعت و دستور کو قائم کرے اس کیلئے

دشمنانِ اسلام سے جہاد کرے۔

لہٰذا خلفاء کا فرض ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جب اپنے دین اور اپنے بندوں کا انھیں محافظ اور نگراں بنایا ہے تو اس سلسلہ میں بھی اُس کی اطاعت کریں اور مسلمانوں کا فرض ہے کہ وہ خلفاء کی اطاعت کریں اور حق و عدل کے قیام میں اُن کی مدد کریں، راستہ پُرامن بنائیں، خونریزی نہ کریں، آپس میں صلح و آشتی سے رہیں، اگر مخالفت کریں گے تو مسلمانوں کا اتحاد پارہ پارہ ہو جائے گا، ملّت میں اختلال و اختلاف پرورش پائیں گے، اُن کا دین مغلوب ہو جائے گا، دشمن غالب آجائیں، کلمہ کا اتحاد باقی نہ رہے گا، اور اس طرح انھیں دنیا و آخرت دونوں جگہ خسارہ ہی خسارہ ہوگا۔

اور جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنی زمین پر خلیفہ بنایا ہے اپنی مخلوق بطور امانت اُس کے سپرد کی ہے، اُس کا فرض یہ ہے کہ وہ اپنے کو درست رکھنے کی کوشش کرے۔ جن باتوں میں اللہ کی اطاعت اور خوشنودی نظر آئے اُن میں ایثار و قربانی سے کام لے اور اس کام کے لیے تیار رہے جو اللہ کے حکم کے مطابق ہے اور اُس کے متعلق وہ اس سے بازپُرس کرنے والا ہے۔ نیز حق کا فیصلہ کرے جو ذمّہ داریاں اللہ نے اُس کے سپرد کی ہیں اُن میں عدل سے کام لے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی حضرت داؤد علیہ السلام سے فرمایا کہ:

- ترجمہ آیت: "اے داؤد! میں نے تم کو زمین پر اپنا خلیفہ بنایا ہے تو تم میرے بندوں کے درمیان حق کا فیصلہ کرو اور اپنے خواہشِ نفس کی پیروی نہ کرو ورنہ یہ بات تم کو اللہ کے راستے سے ہٹا دے گی، اور جو لوگ راہِ خدا سے ہٹ گئے اُن کے لیے شدید عذاب ہے اس لیے کہ وہ یومِ حساب کو بھول بیٹھے ہیں۔"

اور ایک دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ:

- ترجمہ آیت: "تمھارے رب کی قسم یقیناً ہم اُن تمام لوگوں سے ہر اُس کام کی بازپُرس کریں گے جو وہ کر رہے تھے۔"

نیز ہم تک یہ روایت بھی پہونچی ہے کہ حضرت عمر ابن خطّاب رضؓ نے فرمایا کہ اگر دریائے فرات کے کنارے ایک بکری کا بچّہ بھی ضائع ہو جائے تو مجھے خوف ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھ سے اُس کے متعلق بھی بازپُرس کرے گا۔ اور خدا کی قسم غور کرنے کی بات ہے کہ ایک وہ شخص جو صرف اپنی ذات کا جوابدہ ہے اور وہ بھی اپنے اُن اعمال کی بناء پر کہ جن کا تعلق خود اُس کی ذات اور خدا سے ہے (مجھ سے کوئی مطلب نہیں)

اُس کو بھی آخرت میں بازپرس کا بڑا خطرہ ہے، تو پھر اُس شخص کا کیا حال ہوگا جو پوری اُمّت کا ذمّہ دار اور اُس کا جوابدہ ہے۔ اُس کو تو صرف اللہ پر بھروسہ کرنا ہے، اُسی سے دُعا کرنی ہے، اُسی سے اُمید رکھنی ہے کہ وہ نیکی کی توفیق دے اور گناہوں سے بچائے۔ وہی قوّت دے وہی رہنمائی کرے اور کامیابی تو صرف اللہ کی رضا اور اُس کی رحمت پر منحصر ہے۔

درحقیقت اُمّتِ مسلمہ میں سب سے زیادہ اپنی ذات پر نظر رکھنے والا اور روئے زمین پر اللہ اور اُس کے دین کی طرف بندگانِ خدا کی سب سے بہتر رہنمائی کرنے والا وہی شخص ہوگا جو اپنے اور اپنے بعد کے ادوار کے لیے حکمِ خدا، قرآن اور سنّتِ رسولؐ پر عمل کرتے ہوئے پوری کوشش کرے اور بہت سوچ سمجھ کر رائے قائم کرے کہ اپنے بعد کے لیے وہ جانشین اور ولیعہد کس کو مقرّر کرے۔ آئندہ مسلمانوں کے لیے کس کو خلیفہ منتخب کرے، اس کے بعد مسلمانوں کا سردار کون ہو، وہ اس کے لیے کس کو معیّن کرے، لوگ اپنی فریاد کس کے پاس لیکر جائیں گے، اُن میں باہم اُلفت کون پیدا کرے گا، اُن کی پریشانی اور انتشار کو کون دور کرے گا، اُنھیں آپس کی خونریزی سے کون بچائے گا، حکمِ خدا کے مطابق اُن کے گروہوں میں امن کون قائم کرے گا اور اُن کے اختلافات کون دور کرے گا، شیاطین کے مکروفریب سے کون اُن کو بچائے گا۔ ؟

اسی لیے تو اللہ تعالیٰ نے خلافت کے بعد ولیعہدی اور جانشینی کو بھی اُمورِ اسلام کی تکمیل و اتمام اس کے وقار و عزّت اور اہلِ اسلام کی فلاح کا ذریعہ قرار دیا ہے اور اپنے خلفاء کو بذریعہ الہام یہ تاکید کردی ہے کہ وہ اپنے بعد فلاں شخص کو ولیعہد اور جانشین منتخب کردیں۔ بھلا اب اس سے بڑھ کر نعمت اور عافیت کیا ہوگی کہ اللہ نے اس طرح اہلِ شقاق و نفاق کے مکر اور اُن کی تفرقہ پردازی و فتنہ انگیزی کی آرزوں کو خاک میں ملادیا۔

چنانچہ جب سے امیرالمؤمنین کو خلافت تفویض ہوئی وہ مسلسل اسی فکر میں رہے۔ آپ نے اس خلافت کے جُرعۂ تلخ کو خود نوش کرکے دیکھا، اس کا بار خود اُٹھا کر محسوس کیا اور یہ کہ جو شخص قلادۂ خلافت گلے میں ڈالتا ہے اُس کو اطاعتِ الٰہی سے کس قدر مربوط ہونا واجب و لازم ہے اور جس بار کا اُس کو متحمّل بنایا گیا ہے اُس کو اس کی کتنی دیکھ بھال کرنی ہے۔

چنانچہ اِس سلسلہ میں آپ نے پوری تندہی اور توجہ سے کام لیا، راتوں کو جاگے، دیر تک غور و فکر کیا کہ وہ کون سے اقدامات ہیں جن سے دین میں قوت آئے، مشرکین کا قلع قمع ہو، امت صلاح پکڑے، عدل پھیلے، کتاب و سنت کا نظام قائم ہو، مسلمان پستی میں نہ رہیں بلکہ خوشحالی سے زندگی بسر کریں، یہ جانتے ہوئے کہ اللہ اس کے متعلق ان سے جواب طلب کرے گا اور اس امر کی تمنا رکھتے ہوئے کہ جب اللہ سے ملاقات کریں تو اُس کے دین اور اُس کے بندوں کے بہی خواہ بن کر اور اپنی ولیعہدی اور اپنے بعد اُمت کی پاسبانی کے لیے کسی ایسے شخص کو ہی منتخب کر کے ملاقات کریں جو دین و تقویٰ اور علم کے اعتبار سے سب سے افضل ہو اور احکامِ خدا اور حقوقِ الٰہی کے قیام کی سعی بہتر طریقے پر کر سکے۔

اس کے لیے اُنھوں نے اللہ سے مناجات کی، طلبِ خیر کیا، دن رات دعائیں مانگیں، کہ پروردگارا! جس کا بھی انتخاب ہو وہ تیری مرضی کے مطابق ہو۔ پھر آپ نے اپنے خاندان یعنی اولادِ عبداللہ ابن عباس اور اولادِ علیؑ ابن ابی طالبؑ میں سے ایسے فرد کی تلاش میں ایک ایک کے متعلق غور کیا اور جس کے حالات معلوم نہ تھے پوری کوشش اور جد وجہد کے ساتھ حتی الامکان جاننے والوں سے اُس کے حالات معلوم کرتے رہے یہانتک کہ سب ہی کے حالات سے واقف ہو گئے اور صرف ان کے سُنے ہوئے حالات ہی پر اکتفا نہیں کیا، بلکہ بچشمِ خود بھی دیکھا اور گفتگو و سوالات کر کے اندازہ لگایا کہ کس میں کتنی صلاحیت ہے۔ بالآخر قوم و ملک کے حقوق کی ادائیگی کے لیے اپنی ذاتی جد وجہد اور اللہ سے طلبِ خیر کے بعد دونوں خاندانوں میں آپ کی نظرِ انتخاب حضرت علیؑ بن موسیٰؑ بن جعفرؑ بن محمدؑ بن علیؑ بن الحسینؑ بن علیؑ بن ابی طالب پر ٹھہری، اس لیے کہ آپ نے ان حضرت میں فضل و کمال نفع بخش، علمِ نافع، واضح تقویٰ، پُرخلوص زُہد، دنیا سے کنارہ کشی اور گوشہ نشینی سب ہی کچھ پایا۔

پھر حضرت علی الرضا علیہ السلام کے متعلق جو متفقہ خبریں مل چکی تھیں اُن کی تصدیق بھی کر لی۔ اُن کے متعلق سب ایک زبان تھے، سب کی زبانی ایک ہی بات سُنی، اُن میں کوئی اختلاف نہ تھا۔ نیز عنفوانِ شباب سے لیکر سنِ رسیدگی تک اُن کے فضل و شرف سے خود بھی واقف تھے۔ اس لیے اللہ پر بھروسہ کر کے اپنے بعد کے لیے اُن کو اپنا ولیعہد اور جانشین مقرر کر دیا۔ اور یہ جانتے ہوئے کہ یہ اُن کی طرف سے دینِ حق میں ایثار و قربانی ہے۔ مگر آپ کی نظر اسلام اور مسلمانوں کی فلاح

پر تھی، اسی میں ان کی سلامتی تھی، اسی میں قیامت کے دن اُن کی نجات تھی۔

پھر امیرالمومنین نے اپنی اولاد، اپنے گھر والوں، اپنے مخصوص اصحاب، اپنے سرداران فوج اور اپنے ملازمین سب کو بُلایا، اُن سب نے بھی یہ جانتے ہوئے کہ امیرالمومنین نے اپنی اولاد اور اپنے قریبی اعزاء پر اطاعتِ الٰہی کو ترجیح دی ہے سب نے بخوشی جلدی جلدی بیعت کرلی۔ پھر امیرالمومنین حضرت ابوالحسن علیہ السلام کو رضا کا لقب دیا۔ اس لیے کہ خود امیرالمومنین ان کی ولیعہدی سے راضی اور خوش تھے۔

لہٰذا اے امیرالمومنین کے خاندان والو! اور اے دارالسلطنت میں تعینات فوجیو! اور اے سرداران فوج اور اے مسلمانو! تم بھی اللہ کا نام لیکر اللہ کے دین اور اللہ کے بندوں کے متعلق اس بہترین فیصلے کو تسلیم کرتے ہوئے امیرالمومنین کی خلافت اور ان کے بعد حضرت علی ابن موسیٰ الرضا علیہ السلام کی ولیعہدی اور جانشینی پر کھلے ہاتھوں اور صاف دل سے بیعت کرو، اور یہ سمجھو کہ امیرالمومنین کے مقاصد کیا ہیں انھوں نے کس طرح حکمِ خدا کی تعمیل کی اور اپنی ذمہ داری محسوس کی اور امیرالمومنین کو بحیثیت امیر اور خلیفہ تمہاری حق ادائیگی کا ثبوت دیا۔ اس سلسلے میں اللہ نے جو بذریعہ الہام ان کو ہدایت فرمائی اس کا تمہیں شکرگزار ہونا چاہیے۔ سوچو! کہ امیرالمومنین کو تمھاری فلاح و بہبود کا کتنا خیال ہے۔ وہ چاہتے ہیں کہ تم میں الفت و محبت قائم رہے، خونریزی نہ ہو، انتشار کا شکار نہ ہو، تمھاری سرحدیں محفوظ رہیں، تمھارے دین میں قوت آئے، تمھارے دشمنوں کا قلع قمع ہو، تمھارے سارے امور مستحکم اور درست ہوجائیں۔ بس تم اللہ تعالیٰ اور امیرالمومنین کے حکم کی فوری تعمیل کرو۔ اس لیے کہ گر تم نے ان کی فوری تعمیل کی اور یہ محسوس کیا کہ اس تعمیل میں کیا لطف ہے اور اس پر اللہ کا شکر ادا کیا تو پھر انشاء اللہ تمھارے لیے امن ہی امن ہے۔

یہ عہد نامہ امیرالمومنین نے ۷ ماہِ رمضان ۲۰۱ھ کو اپنے قلم سے تحریر کیا، اور اس کی پشت پر حضرت امام رضا علیہ السلام کے ہاتھ سے لکھی ہوئی مندرجۂ ذیل تحریر ہے۔

(۲۵) عہد نامہ کی پشت پر حضرت امام رضاؑ کی تحریر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم •

اُس خدا کی حمد جو فاعلِ مطلق ہے۔ وہ جو چاہے کرے۔ اُس کے حکم کو کوئی ٹالنے والا نہیں، اُس کے فیصلہ کو کوئی رد کرنے والا نہیں۔ وہ لوگوں کے

دُزدیدہ نگاہوں کو بھی دیکھتا ہے، دلوں کے پوشیدہ اسرار سے بھی خوب اچھی طرح واقف ہے اور درود ہو اللہ کے نبی محمدؐ خاتم النبیّین اور اُن کی طیّب و طاہر آل پر۔

میں علیؑ ابن موسیٰ بن جعفرؑ کہتا ہوں کہ امیرالمومنین مامون، اللہ ان کے بازوؤں کو توانائی بخشے اور ہدایت کی توفیق عطا فرمائے، انھوں نے ہمارے حق کو پہچانا، جبکہ اِس سے قبل ہمارے حق سے تجاہل برتا جاتا رہا تھا۔ نیز عزیزداری اور رشتوں کے وہ رابطے جو ایک عرصے سے منقطع تھے آج انھوں نے اُن کو پھر جوڑ دیا، اور ابتک جو لوگ ایک دوسرے سے خوفزدہ تھے انھیں امن وسکون ملا۔ انھوں نے باہم مِٹے ہوئے تعلقات کو پھر سے زندہ کر دیا۔ جو لوگ فقر و افلاس میں زندگی بسر کر رہے تھے اُن کی عزبت و افلاس کو دور کیا۔ یہ سب کچھ انھوں نے رضائے الٰہی حاصل کرنے کے لیے کیا ہے۔ وہ اس کام میں کسی سے اجر نہیں چاہتے اور سچ ہے کہ اللہ شکر کرنے والوں کو اس کی جزا دیتا ہے اور نیکی کرنے والوں کی نیکیوں کو کبھی ضائع نہیں کرتا۔

انھوں نے مجھے اپنی خلافت اور امارتِ کبریٰ کا ولیعہد اور جانشین مقرر کیا ہے بشرطیکہ میں ان کے بعد زندہ بھی رہوں۔ لہٰذا اب جس گرہ کو باندھنے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے اُس کو کوئی شخص کھولے گا اور جس رسّی کو اللہ مضبوط رکھنا چاہتا ہے اس کو کوئی توڑنے کا ارادہ کرے گا تو وہ سمجھ لے کہ اُس نے حرامِ خدا کو حلال اور حلالِ خدا کو حرام کیا۔ اِس لیے کہ وہ اِس طرح اپنے امام سے رُوگردانی کر کے حرمتِ اسلام کو برباد کرنے کا مرتکب ہوگا۔ جیسا کہ پچھلے لوگوں نے کیا، مگر اُن کے اُس ہنگامی اور فلتتی اقدام پر محض اس لیے صبر کیا گیا اور اُن کے کسی عمل سے فقط اِس لیے تعرض نہیں کیا گیا کہ کہیں اِس سے دین ٹکڑے ٹکڑے نہ ہو جائے اور مسلمانوں کا شیرازہ منتشر نہ ہو جائے، کیونکہ جاہلیت کا زمانہ ابھی ابھی گذرا تھا لوگوں نے اس موقع کو غنیمت جانا اور مصیبتیں رونما ہوگئیں۔

مگر میں نے اپنی ذات کی حد تک یہ طے کر لیا ہے کہ اگر مجھے مسلمانوں کی عنانِ حکومت سنبھالنی پڑ جائے اور خلافت کا قلادہ اپنی گردن میں ڈالنا ہی پڑا تو میرے عہد میں تمام مسلمان بالعموم اور بنی عباس ابن عبدالمطّلب بالخصوص حکمِ خدا اور حکمِ رسولؐ پر عمل کریں گے۔ نہ میں کسی کا خون بہاؤں گا اور نہ کسی کی زن و دولت پر قبضہ کرنے کی کسی کو اجازت دوں گا جبتک کہ شریعت اس کو جائز اور مباح نہ قرار دیدے۔ میں اس سلسلے

میں اپنی پوری کوشش اور طاقت سے کام لوں گا۔ میں نے اپنی ذات کے لیے اللہ سے اس کا عہدِ مؤکد کرلیا ہے وہ مجھ سے اس کی باز پرس کرے گا، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ "اپنے عہد کو پورا کرو کیونکہ عہد کے متعلق باز پُرس کی جائے گی"۔ (سورہ الاسراء آیت ۳۴)

اور یہ بھی عہد ہے کہ اگر میں دین میں احداث کروں یا اس کے احکام میں کوئی تغیر و تبدل کروں تو اس منصب سے ہٹا دیے جانے اور سخت سزا کا متوجب ہوں گا۔ اور میں اللہ کے غضب سے پناہ چاہتا ہوں۔ میری دعا ہے کہ اللہ مجھے اپنی اطاعت کی توفیق عطا فرمائے اور اپنی معصیت اور نافرمانی سے دور رکھے۔ اسی میں میری اور تمام مسلمانوں کی بھلائی اور عافیت ہے۔

یہ عہد نامہ تو مکمل ہو گیا، مگر ہمارا علمِ جامعہ اور علمِ جفر اس کے برعکس کی نشاندہی کرتا ہے۔ میں نہیں جانتا کہ میرے ساتھ کیا ہونے والا ہے اور تم لوگوں کے ساتھ کیا ہوگا۔ اور حاکمیت تو اللہ کے سوا اور کسی کی نہیں ہے وہی حق کا فیصلہ کرے گا اور وہ بہترین فیصلہ کرنے والا ہے۔

میں نے یہ امیر المومنین مامون کے حکم کی تعمیل کی ہے ان کی خوشنودی بجالایا ہوں۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور انھیں دونوں کو اپنی حفاظت میں رکھے۔ میں اپنی ذات پر اللہ کو گواہ بناتا ہوں اور وہ بہترین گواہ ہے۔

یہ تحریر میں نے خود اپنے قلم سے امیر المومنین (اللہ ان کی زندگی کو طویل کرے) فضل بن سہل، سہل بن فضل یحییٰ بن اکثم۔ عبد اللہ بن طاہر۔ ثمامہ بن اشرس۔ بشر بن معتمر اور حماد نعمان کے روبرو ماہِ رمضان ۲۰۱ھ میں لکھی ہے۔"

دائیں جانب کے گواہ۔

اس عہد نامے کے داہنے جانب کے گواہوں میں مندرجہ ذیل اشخاص ہیں جنھوں نے مندرجہ ذیل عبارت کے ساتھ اپنی گواہیاں ثبت کیں۔

گواہ شد

۱۔ اس عہد نامے کے اندر اور پشت پر جو کچھ تحریر ہے اس کا گواہ یحییٰ بن اکثم ہے اور اللہ سے دعا کرتا ہے کہ اس عہد نامے کی برکات سے امیر المومنین اور تمام مسلمانوں کو فیضیاب کرے۔ یحییٰ بن اکثم نے اپنے ہاتھ سے اسی تاریخ کو لکھا جو اس عہد نامے میں مرقوم ہے۔

۲۔ عبداللہ بن طاہر نے بحیثیت گواہ اسی تاریخ میں دستخط کیے۔
۳۔ حماد بن عثمان اس عہد نامے کے اندر اور پشت پر جو کچھ تحریر ہے سارے مضمون کی گواہی دیتا ہے اور اسی تاریخ میں اپنے ہاتھ سے دستخط کیے۔
۴۔ بشر بن معتمر بھی انھیں لوگوں کے ساتھ بمضمونِ واحد گواہی دیتا ہے۔

بائیں جانب کی گواہی

گواہ شد :

بائیں جانب کی گواہی میں خود امیر المومنین (اللہ ان کو طولِ عمر دے) نے تحریر کیا کہ اس تحریر کو جو عہد و میثاق کی تحریر ہے مجھے اُمید ہے کہ اس عہد نامے کے بعد میرے لیے پلِ صراط سے گذرنا آسان ہو جائے گا۔ میں نے اس معاہدے کی پوری تحریر کو مسجدِ رسولؐ کے اندر روضہ اور منبر کے درمیان تمام مجمع کے سامنے جن میں بنی ہاشم کے ذی وجہ بزرگ اور سارے اولیاء و احفاد موجود تھے اور بیعتِ ولیعہدی کے تمام شرائط پوری کرنے کے بعد سنایا، تاکہ تمام لوگ اس سے واقف ہو جائیں۔ اور امیر المومنین کی طرف سے حجّت تمام ہو جائے۔ اور جاہلوں کے سارے شبہات ختم ہو جائیں۔
ترجمہ آیت : "اور اللہ ہرگز یہ نہیں کرے گا کہ مومنین کو یونہی چھوڑ دے اور وہ جس حال میں بھی ہیں اسی میں پڑے رہیں۔"

فضل بن سہل نے امیر المومنین کے حکم سے مندرجہ بالا تاریخ میں تحریر کیا۔
(کشف الغمۃ جلد ۳ صہ ۱۷۹ - صہ ۱۸۲)

(۲۴) موئے مبارکِ رسولؐ اور چوبِ آسیائے فاطمہؑ زہرا

صاحبِ کشف الغمۃ تحریر فرماتے ہیں کہ میں نے ۶۷۰ھ میں مقام واسط پر حضرت امام علی ابن موسیٰ الرضا علیہ السلام کے ہاتھ کا تحریر کردہ ایک خط دیکھا جو آپ نے مامون کے خط کے جواب میں تحریر فرمایا تھا اور وہ مندرجہ ذیل ہے۔
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ امیر المومنین اطال اللہ بقاءہٗ کا خط ملا جس میں یہ تحریر ہے کہ میں ایک بال کے متعلق اور اس لکڑی کے متعلق جو حضرت فاطمۃ الزہراؑ کی چکّی کی ہے جو کچھ میرے نزدیک ازروئے روایات و نشانات ثابت ہے تحریر کروں تو اطلاعاً تحریر ہے کہ وہ ایک بال جس کے متعلق سوال ہے وہ بلاشک و شبہ حضرتِ رسول مقبول صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم

کا موئے مبارک ہے اور وہ لکڑی بھی بلاریب و بلاشک حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کی چلی کی ہے میں اس کی پوری تحقیق و تفتیش کے بعد آپ کو لکھ رہا ہوں۔ میری بات کو تسلیم کریں۔ اللہ تعالےٰ آپ کو اس تحقیق اور تفتیش پر اجرِ عظیم عطا فرمائے گا۔ اور یہ توفیق اللہ ہی کی طرف سے ملتی ہے۔

یہ تحریر ہے علیؑ بن موسیٰ الرضا بن جعفر کی ۲۰۱ھ جو میرے جد صاحبِ تنزیلِ قرآن رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہجرت کے بعد سے شمار کیا جاتا ہے۔

(۲۵) ـــــ مدینہ میں ولیعہدی کا اعلان

ہارون قزوینی کا بیان ہے کہ جس وقت حضرت امام رضا علیہ السلام کی ولیعہدی کے لیے بیعت لینے کا حکمنامہ مدینہ پہونچا تو عبدالجبار بن سعید بن سلیمان ساحقی نے لوگوں کو خطاب کیا اور اپنی تقریر کے آخر میں کہا: تمھیں معلوم ہے اب تمھارا ولیعہدِ حکومت کون ہے؟ سنو! وہ علیؑ بن موسیٰ بن جعفر بن محمدؑ بن علیؑ بن الحسینؑ بن علیؑ بن ابی طالب علیہم السلام ہیں۔

(عیون اخبار الرضا جلد ۲ صـ ۱۴۵)

بحار الانوار

باب ۱۳

امام رضا علیہ السلام اور دورِ

مامون رشید

(۱) ـــــ امام علیہ السلام کا خطاب

حضرت امام رضا علیہ السلام کی کتاب "الحبار والشرط" کا ایک نسخہ جو آپ نے عمّالِ حکومت میں سے فضل بن سہل اور اُس کے بھائی کے متعلق تحریر فرمایا تھا۔ وہ میں ایک کتاب سے نقل کر کے ہدیۂ ناظرین کر رہا ہوں۔ یہ کسی راوی نے مجھ سے بیان نہیں کیا ہے اور وہ مندرجۂ ذیل ہے۔

اما بعد۔ پس ہر طرح کی حمد کا سزاوار ہے وہ اللہ جو خلق کی ابتدار کرنے والا ہے اور جس نے نئی نئی چیزوں کو ایجاد کیا کیونکہ وہ قادر بھی ہے اور قاہر بھی۔ وہ اپنے بندوں کا خود ہی نگراں بھی ہے اور رازق بھی۔ اُس کی مالکیت کے سامنے ہر شے سرافگندہ ہے اُس کی عزّت و غلبے کے سامنے ہر شے ذلیل و مغلوب ہے۔ اُس کی قدرت کے آگے ہر شے سرنگوں اور سرِ تسلیم و نیاز خم کیے ہوئے ہے۔ اُس کی سلطنت کے آگے ہر شے متواضع و منکسر ہے اُس کا علم ہر شے کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔ وہ ہر شے کی مقدار و شمار کو جانتا ہے۔ بڑی سے بڑی چیز کا سنبھالنا اُس کے لیے گراں نہیں۔ اور چھوٹی سے چھوٹی چیز اُس کی علمی نگاہوں سے اوجھل نہیں۔ دیکھنے والوں کی آنکھیں اُس کی دید سے بے بصارت و درماندہ ہیں۔ تعریف کرنے والوں کی تعریفیں اُس کے اوصاف کا احاطہ نہیں کر سکتیں۔ خلق و امر صرف اُسی کیلئے ہے آسمانوں اور زمینوں میں اُسی کی اعلیٰ مثالیں ہیں۔ وہ عزّت اور حکمت والا ہے۔

نیز، سزادار اور لائقِ حمد ہے وہ اللہ جس نے اسلام جیسا پسندیدہ دین و شریعت اپنے بندوں کے لیے بنایا، اور پھر اس کو تمام باطل ادیان پر فضیلت، عظمت، شرافت اور کرامت عطا فرمائی۔ اور اس دین کو قیّم اور نگراں بنایا کہ جس میں بیدینی کی گنجائش ہی نہیں۔ یہ وہ صراطِ مستقیم ہے کہ جو اس پر گامزن رہا کبھی گمراہ نہ ہوگا، اور جس نے اس کو چھوڑا وہ کبھی ہدایت نہ پائے گا۔

اس دین میں اللہ نے نور، بُرھان، شفا اور بیان سب کچھ ودیعت فرما دیا ہے زمانۂ سابق اور گذشتہ اُمتوں میں وہ اسی دین کو اپنے منتخب شدہ رسولوں کے پاس اور اپنے منتخب کردہ فرشتوں کے ذریعے سے بھیجتا رہا، یہانتک کہ یہ سلسلہ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر آکر منتہی ہوا۔ اور آپ پر ختمِ نبوّت و رسالت کی مُہر ثبت فرمادی اور آپ کو بھی رسولانِ ماسبق کے

نقشِ قدم پر چلایا، سارے عالمین کے لیے رحمت اور آپ کی نبوت کی تصدیق کرنے والوں کے لیے بشیر اور جھٹلانے والوں کے لیے نذیر بنا کر اس لیے بھیجا تاکہ اللہ کی حجت سب پر تمام ہو جائے کسی کے پاس کوئی عذر باقی نہ رہے۔ جیسا کہ ارشادِ الٰہی ہے :۔

لِیَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْ بَيِّنَةٍ وَّيَحْيٰى مَنْ حَيَّ
عَنْ بَيِّنَةٍ ۭ وَاِنَّ اللّٰهَ لَسَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝ (سورۂ الانفال آیت ۴۲)

ترجمہ آیت :۔ "اب جو خود ہی ہلاک ہونا چاہتا ہے، ہلاک ہو اور جو زندہ رہنا چاہتا ہے زندہ رہے۔ اللہ یقیناً سننے والا اور جاننے والا ہے۔

پس لائقِ حمد ہے وہ اللہ جس نے آنحضرت کے اہلبیت کو انبیاء کی میراث کا وارث بنایا، انھیں علم و حکمت سے نوازا، اُن کو امامت و خلافت کا معدن قرار دیا، اُن کی محبت کو واجب گردانا، اُن کے شرف و منزلت کو بڑھایا اور اپنے رسولؐ کو حکم دیا کہ وہ اپنی اُمت سے اپنے اہلبیت کی مودّت و محبت کی درخواست کریں۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں اپنے رسولؐ سے اس طرح خطاب فرماتا ہے :۔

"قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى ۔" (سورۂ شوریٰ آیت ۲۳)

ترجمہ آیت :۔ "اے رسولؐ اپنی اُمت سے" کہدو کہ میں تم سے اپنی رسالت کا اجر اور کچھ نہیں چاہتا، مگر یہ کہ میرے قرابتداروں سے مودت و محبت کرنا۔"

یعنی ان سے دشمنی کا سلوک نہ کرنا۔ نیز اہلبیتؑ کے اوصاف کے بارے میں یہ بتایا کہ ہم نے ان کو رِجس سے دور اور تمام برائیوں سے پاک رکھا ہے۔

چنانچہ قرآن مجید میں ارشاد ہے :۔

"اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَ
يُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا ۝" (سورۃ الاحزاب آیت ۳۳)

ترجمہ آیت :۔ "اے اہلبیتِ رسولؐ! اللہ کا حتمی ارادہ یہ ہے کہ تمھیں رِجس اور برائیوں سے ایسا پاک و پاکیزہ رکھے جیسا کہ پاک و پاکیزہ رکھنے کا حق ہے۔"

مامون نے دراصل عترتِ رسولؐ کے معاملے میں رسولِ مقبولؐ کے ساتھ نیک سلوک کیا، اُن کے اہلبیت سے عزیزوں جیسا برتاؤ کیا، باہمی اُلفتوں کو واپس لایا، بکھرے ہوئے شیرازے کو پھر سے مجتمع کیا، درمیان میں پڑی ہوئی خلیج کو ہموار کیا، تعلقات میں آئے ہوئے شگاف کو پُر کیا۔ اللہ نے اس کے ذریعے سے دلی کدورتیں دور کیں، آپس کی نفرتیں مٹائیں اور اس کی جگہ دلوں میں محبت و مودت، آپس میں میل ملاپ اور ایک دوسرے کی مدد اور ہمدردی

کا جذبہ پیدا کیا۔ ان کی توجہ کی برکت اور حسنِ سلوک اور میل ملاپ کی بدولت سب ایک ہو گئے سب ایک زبان اور ایک دل بن گئے۔ اس لیے کہ انھوں نے صاحبانِ حق کا لحاظ کیا اور میراث کو اصل وارث کے حوالے کیا۔ احسان کرنے والوں کے احسانات کا بدلہ چکایا، جو لوگ بلا و مصیبت میں گرفتار تھے اُن کی مصیبتیں دور کیں۔

اِس کے بعد دوسرا کام یہ کیا کہ جو لوگ حکومت کی خدمت اور سعی و کوشش میں بھی پیش پیش تھے۔ ان کو اپنی نوازش اور شرف و منزلت بخشی کے لیے مخصوص کیا۔ چنانچہ ذوالریاستین فضل بن سہل ایسا ہی تھا۔ جب امیرالمومنین نے یہ دیکھا کہ فضل بن سہل نے ان کا بوجھ ہلکا کیا، اُن کے حق کے لیے لڑا۔ ان کی طرفداری میں بولا، یہ ان کے سرداروں کا سردار اور ان کی فوج کا سالار ہے۔ ان کی جنگوں کا منتظمِ اعلیٰ ہے، اس نے ان کی رعایا کا بہت خیال رکھا اور بہت دیکھ بھال کی، لوگوں کو ان کی خلافت کی طرف دعوت دی۔ جس نے امیرالمومنین کی اطاعت کو قبول کیا اُس پر نوازشیں کیں، جس نے روگردانی اور سرتابی کی اس سے قطع تعلق کیا۔ وہ امیرالمومنین کی نصرت و مدد میں یکتا اور منفرد ہے، وہ لوگوں کے دلوں اور نیتوں کا اچھا معالج ہے۔ مال کی کمی یا آدمیوں کی قلت نے کبھی اس کو عمل سے نہیں روکا۔ وہ کبھی کسی کی تحریص و ترغیب میں نہیں آیا۔ اُس نے کسی کے ڈرانے دھمکانے کی پرواہ نہ کی اور اپنے ارادہ پر مستحکم و قائم رہا۔ بلکہ جب ڈرانے والوں نے اُس کو ڈرایا، گرجنے والے گرجے، چمکنے والے چمکے، حاسدوں سے زیادہ تعداد دشمنوں اور مخالفوں کی ہوئی تو اُس کا عزم اور بھی محکم ہوا، اور اُس کا ارادہ اور پختہ ہوا، اُس کی جرأت و دلیری اور بڑھ گئی، اُس نے بہتر سے بہتر انتظام اور اچھی سے اچھی تدبیر کی اور مامون کی طرف دعوت دینے اور اس کے حق کو ثابت کرنے میں اور زیادہ قوت صرف کی یہانتک کہ اُس نے گمراہوں کے دانت توڑ دیے اُن کی ساری تیزیاں ختم کر دیں اُن کے ناخنِ تدبیر تراش دیے اُن کی ساری شان و شوکت خاک میں ملا دی اور انھیں اِس طرح زیر کیا جس طرح ملحدوں، بدعہدی کرنے والوں، حکومت کی مخالفت کرنے والوں، اُس کے حق کا استخفاف کرنے والوں اور اُس کا رعب نہ ماننے والوں کو زیر کرتے ہیں۔

پھر ذوالریاستین کی خدمات مشرک اقوام و ممالک میں بھی کافی ہیں۔ اللہ نے اس کے ذریعے سے مسلم ملک کی حدود میں اضافہ کیا جس کی خبریں تم لوگوں تک پہونچ چکی ہیں اور تمھارے منبروں سے اس کا اعلان ہو چکا ہے اور تم لوگوں سے سن کر یہ خبریں دنیا نے دوسروں تک بھی پہونچائی ہیں۔

واقعتاً ذوالریاستین نے مامون کی نوازشوں پر اپنی شکر گذاریوں اور وفاداریوں کی حد کر دی۔ اُن کے حق کے لیے جنگ کی، اپنی اور اپنے شریف النفس اور ستودہ صفات و مدبر بھائی

ابو محمد حسن بن سہل کی جان کی بازی لگادی اور اس سلسلے میں وہ گذشتہ سرفروشوں اور فاتح افراد سے بھی آگے بڑھ گیا۔ امیر المومنین نے بھی اس کی خدمات کے صلے میں مال جائیداد اور جواہرات بہت کچھ عطا کیے۔ اگرچہ یہ اس کی زندگی بھر کی خدمات میں ایک دن کی خدمت کا بھی صلہ نہیں بن سکتا اور نہ یہ اُس کے مرتبے اور منزلت کے مطابق تھا مگر اس نے اپنی بلند ہمتی، سیر چشمی، اپنے زہد و تقویٰ، ترکِ دنیا اور شوقِ آخرت میں ان سب کو حقیر سمجھا، اور سب کچھ چھوڑ دیا۔

چنانچہ اس نے امیر المومنین سے درخواست کی اور یہ درخواست وہ برابر ہی کرتا رہا تھا کہ اب ہمیں چھوڑ دیجیے اور زاہدانہ زندگی بسر کرنے دیجیے۔ مگر اُس کی یہ درخواست امیر المومنین و نیز ہم لوگوں پر بہت گراں تھی اس لیے کہ ہم واقف تھے کہ اللہ نے اس کے ذریعے سے دین کو عزت بخشی ہے مسلمانوں کی فلاح و بہبود اور مشرکین سے جہاد کی قوت و طاقت عطا کی ہے۔ اور اللہ نے اُس کی صدق نیت، پُر برکت وزارت، اُسکی درست تدبیر، حصولِ مقصد کے لیے عزمِ محکم اور حق و ہدایت، نیکی و تقویٰ میں تعاون سب کچھ آشکارا کر دیا ہے۔

مگر جب ہمیں اور امیر المومنین کو پورا یقین ہو گیا کہ یہ جو کچھ کر رہا ہے اس کے پیشِ نظر دین ہے اور یہ سب قربانیاں وہ اپنے اصلاحِ نفس کے لیے دے رہا ہے تو اُس کی درخواست منظور کر لی گئی، اور ہم نے اُس کے لیے ایک حباء و شرط نامہ تحریر کر دیا جس کی تفصیل سابقہ باب میں دے دی گئی ہے اور اس پر اپنے خاندان میں سے جو لوگ اس وقت موجود تھے اُن کی، سرداران فوج کی، اصحاب اور قاضیوں کی، فقہاء اور دیگر عوام و خواص کی گواہیاں بھی ثبت کرا دی گئیں۔

امیر المومنین کی رائے ہے کہ اس تحریر کی نقول ہر طرف روانہ کر دی جائیں تاکہ وہاں کے لوگوں میں اس کا اعلان ہو جائے اور منبروں سے پڑھ کر سُنا دی جائیں۔ وہاں کے والی اور قاضی ان کو محفوظ کر لیں؛ اور امیر المومنین نے مجھ سے فرمایا کہ یہ تحریر میں لکھوں اور اس کے مفہوم کو بھی واضح کروں یہ کتابچہ تین حصّوں پر مشتمل ہے۔

پہلے حصّے میں ان تمام خدمات کی تفصیل دی گئی ہے جن کی وجہ سے اُس کے حق کی ادائگی کو اللہ نے ہم سب مسلمانوں پر واجب کر دیا ہے۔

دوسرے حصّے میں اس امر کا بیان ہے کہ جن کاموں میں اُس نے ہاتھ ڈالا اور جن اُمور کا انتظام سنبھالا، اُن میں موانع اور رکاوٹوں کو دور کرنے میں اس کا کیا مقام ہے اور جن کاموں کو اُس نے ناپسند کیا اُن میں ہاتھ نہیں ڈالا جس کی اُس پر کوئی ذمّہ داری نہیں۔ یہ وہ خدمات ہیں کہ امیر المومنین کی بیعت کرنے والوں میں سے ہر شخص اس کا اور اُس کے بھائی کا احسان مند رہے گا۔

اِس کے علاوہ جو لوگ ان دونوں کے خلاف ہوئے تھے اور جنھوں نے ہمارے اور تمھارے

ماننے والوں کے خلاف فتنے کھڑے کیے تھے اُن کے متعلق ان دونوں کے فیصلوں پر اعتراضات کا دور کرنا جن فیصلوں کا مقصد یہ تھا کہ آئندہ کوئی ان دونوں کے خلاف اقدام کرنے کی جرأت نہ کر سکے، اُن کے حکم کو نہ ٹال سکے اور ہمارے اور اُن دونوں کے درمیان دخل اندازی کی ہمت نہ کر سکے۔

تیسرے حصّے میں ہمارے عطیات کا ذکر ہے۔ اگرچہ اُنھوں نے حصولِ ثوابِ آخرت کے لیے گوشہ نشینی اور جامۂ زہد پہننے کی خواہش ظاہر کی ہے مگر ہم پر بہر حال لازم ہے کہ اُسے اور اس کے بھائی کو کچھ دیں، اُس کی قدر دانی اور عزت افزائی کریں۔ اِس لیے کہ ان دونوں نے خود کو ان تمام چیزوں سے بچایا جن سے ہم اپنے نفس کو بچاتے ہیں اور واقعتاً وہ شخص جو دینی اور دنیاوی اُمور میں محتاط ہوتا ہے وہی سب کچھ کرتا ہے۔

اور یہ ہے اس کتابِ حباء و شرط کی نقل :۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ : یہ امیر المومنین عبداللہ المامون اور اُن کے ولیٔ عہد علی ابن موسیٰ رضا کی طرف سے ایک تحریر ہے جو ذوالریاستین فضل بن سہل کے لیے دوشنبہ ۷ ماہِ رمضان ۲۰۱ھ کو لکھی گئی آج ہی کا دن وہ ہے جس میں امیر المومنین مامون کی حکومت کی تکمیل ہوئی اور اُن کے ولیعہد کے لیے بیعت لی گئی۔ عوام النّاس نے سبز لباس پہنے اور اپنی ولیعہدی کے متعلق امیر المومنین کی خواہش پوری ہوئی، وہ اپنے دشمن پر فتحیاب ہوئے۔

ہم تمھیں کچھ صلہ دینا چاہتے ہیں، تمھاری اُن خدمات کا جو تم نے اللہ، اُس کے رسولؐ امیر المومنین، اُن کے ولیعہد اور بنی ہاشم کے حق کے لیے انجام دی ہیں جس سے اُمید ہے کہ دین کی فلاح ہوگی، آپس کے منافشات دور ہوں گے۔ ان ہی خدمات کی وجہ سے ہماری حکومت میں استحکام اور عام مسلمانوں کی نعمتوں میں پائیداری آئی۔

تم نے دین اور سنّت کے قیام، دعوتِ ثانیہ کے اظہار و ایثار، نیز شرک کا قلع قمع کرنے، بُت شکنی اور باغیوں کے قتل کرنے میں امیر المومنین کی مدد کی۔ علاوہ ازیں دشمن کے خالی کیے ہوئے شہروں میں اچھی خدمات انجام دیں۔ یہ اس کا صلہ ہے۔

تم نے جو کارہائے نمایاں سرانجام دیے مثلاً اصغر نامی شخص جس کی کنیت ابو سرایا اور نام مہدی محمد بن جعفر ہے کی سرکوبی کی، ترک و خزلیجی، طبرستان اور اس کے مضافات بندار ہرمز بن شروین، دیلم اور اس کے مضافات، کابل اور اس کے مضافات، مہوزین، اصفہد، ابن میرم، کوہ بدار بندہ و غرشستان، غور اور اس کے اقسام، خراسان میں خاقان و ملون صاحب جبل تبت، کیمان و تغزغز میں، آرمینہ دجی، صاحبِ سریر، صاحبِ خزر میں، مغرب اور اس کے غزوات میں جو خدمات

انجام دی ہیں جن کی تفصیل دیوانِ سیرۃ میں درج ہے، اعترافاتِ خدمات کے صلے میں تم کو دس کروڑ درہم نقد اور دس لاکھ درہم کی قیمت کا غلہ دیتے ہیں اور یہ اس کے علاوہ ہے جو امیر المومنین تم کو اس سے قبل جاگیریں دے چکے ہیں۔ اور یہ دس کروڑ درہم بھی تمھارے استحقاق کو دیکھتے ہوئے کم ہیں۔ اس لیے کہ اتنی رقم تم کو محمد ابن مخلوع بھی دے رہا تھا لیکن تم نے چھوڑ دی۔ تم نے اللہ اور اس کے دین کے لیے قربانی دی۔ اس طرح تم نے امیر المومنین اور اُن کے ولیعہد کو ممنون کیا، تمھارا یہ سب مسلمانوں کے لیے ایثار تھا جو اُنھیں بخش دیا۔

تم نے درخواست کی ہے کہ تمھیں زہد اور تخلیے کی اُس منزل پر پہونچنے دیا جائے جس کی تمھیں ہمیشہ خواہش رہی ہے، تاکہ تمھارے ترکِ دنیا پر لوگوں کا شک دور ہو جائے اور وہ سمجھ لیں کہ یہ جو کچھ تم نے کیا ہے وہ آخرت کے لیے کیا ہے دنیا کے لیے نہیں کیا ہے۔ لیکن مشکل یہ ہے کہ نہ تم جیسے شخص سے بے نیاز ہوا جا سکتا ہے اور نہ درخواست کو رد کیا جا سکتا ہے۔ اگر تم نے اپنی درخواست میں کچھ مال و دولت طلب کیا ہوتا، تو وہ بھی مسترد نہیں کیا جاتا چہ جائیکہ ایسے امر کی درخواست کی ہے جس میں کچھ صرف نہیں۔ اور تم چاہتے ہو کہ ان لوگوں پر اپنی حجت تمام کر دو جو یہ سمجھتے ہیں کہ تم نے ہماری امارت و خلافت کی طرف جو دعوت ہے وہ صرف دنیا کے لیے دی ہے آخرت کے لیے نہیں۔

بہر حال ہم نے تمھاری اس درخواست کو قبول کیا اور ہم تمھارے لیے اللہ سے یہ تاکیدی عہد و میثاق کرتے ہیں کہ اس میں کوئی تغیر و تبدل نہیں ہوگا۔ حکومت اور امارت اس وقت بھی تمھارے ہی سپرد ہے۔ خوشدلی کے ساتھ جو کام کرنا چاہو کرو اور جو نہ کرنا چاہو نہ کرو خواہ وہ کوئی سا بھی کام ہو۔ بہر حال، ہم صرف ان ہی کاموں سے تمھیں روکیں گے جن سے ہم خود کو بچاتے ہیں۔ ہم نے اس تخلیے کی درخواست اِس لیے قبول کی ہے کہ تمھیں جسمانی طور پر آرام ملے، اِس لیے کہ تمھیں جسمانی راحت و آرام کی ضرورت ہے۔ اس تحریر میں جو تفصیل دی گئی ہے وہ سب تم کو دیتے ہیں۔ اور جس کو آج تم چھوڑ رہے ہو۔ نیز تمھارے بھائی حسن بن سہل کو بھی اتنی ہی رقم دیتے ہیں جتنی تم کو دی ہے، اِس کے علاوہ جو عطیات تم کو دیے ہیں اُن کا نصف اُس کو بھی دیتے ہیں۔ اِس لیے کہ اُس نے بھی باغیوں سے جہاد کیا! دردمرتبہ فتح عراق اور شیاطین کے جتھے کو پراگندہ کرنے میں جان کی بازی لگادی تھی جس سے دین میں قوت آئی اور جنگ کے شعلے بجھ گئے۔ اُن کا، اُن کے گھر والوں کا اور تمام حق کا ساتھ دینے والوں کا بہت بہت شکریہ۔

اِس تحریر میں جو کچھ مرقوم ہے ہم اس پر اللہ کو، اُس کے ملائکہ کو، اُس کی مخلوقات میں سے منتخب ہستیوں کو اور ہر اُس شخص کو جس نے آج بیعت کی ہے یا اس کے بعد کرے گا

شاہد بناتے ہیں۔ اللہ کو اپنا کفیل قرار دیتے ہیں۔ ہم سب نے اپنے اوپر واجب کر لیا ہے کہ ہم ان تمام شرائط کو بلا استثناء اور بے کم وکاست، درپردہ اور بظاہر میں بھی پورا کریں گے۔ مومنین سے ان کی شرائط اور کیے ہوئے عہد کے لیے بازپرس ہوگی۔ حقیقت یہ ہے کہ جو شخص تمام لوگوں سے وفا کا طالب ہے اُس کو سب سے زیادہ وفا کرنی چاہیے جبکہ وہ صاحبِ قدرت واستطاعت بھی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَاَوْفُوْا بِعَهْدِ اللّٰهِ اِذَا عَاهَدْتُّمْ وَلَا تَنْقُضُوا الْاَيْمَانَ بَعْدَ تَوْكِيْدِهَا وَقَدْ جَعَلْتُمُ اللّٰهَ عَلَيْكُمْ كَفِيْلًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا تَفْعَلُوْنَ ۝ (سورہ النحل آیت ۹۱)

ترجمہ آیت: "اور اللہ کے عہد کو، جب تم عہد کر چکے ہو، پورا کرو اور قسموں کو ان کے پختہ کر دینے کے بعد نہ توڑو جس حال میں کہ تم اللہ کو ضامن قرار دے چکے ہو۔ بیشک جو کچھ تم کرو گے (یا۔ کرتے ہو) اللہ اُس سے خوب واقف ہے۔"

حسن بن سہل نے مامون کی طرف سے یہ تحریر کیا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جو کچھ اس تحریر میں مرقوم ہے ان سب کا پورا کرنا امیر المومنین نے اپنے اوپر واجب و لازم کر لیا ہے اور اس پر اللہ کو داعی اور کفیل وضامن بنایا۔ اور اس پر اپنے ہاتھ سے حبار اور شرط کی تاکید و تشریف کے لیے ماہِ صفر ۲۰۲ھ میں دستخط کیے

حضرت امام رضاؑ کی تحریر و توثیق بخطِ خود

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ اس تحریر میں جو شرائط مرقوم ہیں اُن سب کا پورا کرنا علیؑ ابن موسیٰ رضا نے اپنے اوپر لازم وواجب تاکیدی قرار دیا۔ آج کے لیے بھی اور کل کے لیے بھی جبتک وہ زندہ ہیں۔ اور اس پر اللہ کو داعی اور ضامن وکفیل بنایا اور اللہ شہادت کے لیے بہت کافی ہے۔ اور یہ تحریر اپنے ہاتھ سے اسی مہینے اور اسی سنہ میں لکھی اور ہر طرح کی حمد اللہ کے لیے ہے جو تمام عالمین کا پروردگار ہے اور دُرود ہو محمدؐ اور اُن کی آلؑ پر ہمارے لیے اللہ کافی ہے وہ بہترین وکیل ہے۔ (امام رضا علیہ السلام نے اس تحریر کی تصدیق و توثیق کی)

(عیون اخبار الرضا جلد ۲ صہ ۱۵۹۔ صہ ۱۵۴)

(۲) مجھ پر ولیعہدی کا احسان نہ جتاؤ

ثمامہ بن اشرش سے روایت ہے۔ اُس کا بیان ہے کہ ایک روز مامون نے حضرت امام رضا علیہ السلام پر احسان جتایا کہ اُس نے آپ کو اپنا ولیعہد بنایا: حضرت امام رضا علیہ السلام نے فرمایا کہ جس نے رسولؐ اللہ کی قرابت کے بہانے سے لیا ہے اُس کو رسولؐ اللہ کی قرابت ہی کی وجہ سے دے بھی دینا چاہیے۔ (عیون اخبار الرضا)

(۳) فضل بن سہل کا امامؑ کو ورغلانا

روایت کی گئی ہے کہ ایک مرتبہ فضل بن سہل، ہشام بن عمر کو ساتھ لیکر حضرت امام رضا علیہ السلام کے پاس پہونچا اور کہا، فرزندِ رسولؐ! میں تنہائی میں آپ سے کچھ بات کرنے آیا ہوں۔ تخلیہ چاہیے۔ جب تخلیہ ہوگیا تو فضل نے آزادی اور طلاق کا ایک ایسا حلف نامہ نکالا جس کا کوئی کفّارہ نہ ہو۔ اور ان دونوں نے کہا، ہم لوگ آپ کے پاس اِس لیے آئے ہیں کہ آپ سے حق اور سچی بات کہیں۔

ہمیں معلوم ہے کہ یہ حکومت آپ کی ہے۔ فرزندِ رسولؐ یہ آپ کا حق ہے کہ آپ حکومت کریں۔ ہم جو کچھ زبان سے کہہ رہے ہیں یہی ہمارے دل میں بھی ہے۔ ہم حلفیہ کہتے ہیں کہ ہم مامون کو قتل کردیں گے اور خالص حکومت آپ کی ہوگی۔ آپ کا حق آپ کو مل جائے گا۔ اگر ایسا نہ کریں، تو ہمارے سارے غلام آزاد اور ہماری ساری عورتوں کو طلاق اور تیس حج پا پیادہ ہم پر واجب۔

آپ نے اُن کی ایک بات نہیں سنی اور انھیں ڈانٹا، اُن پر لعنت کی اور اُن سے کہا کہ تم لوگوں نے کفرانِ نعمت کیا۔ لہٰذا اب تمھاری خیر نہیں اور اگر میں اس پر راضی ہو جاؤں تو میری بھی خیر نہیں۔

جب فضل نے ہشام کے سامنے امام رضا علیہ السلام کا یہ جواب سنا تو سمجھ گئے کہ ہم نے غلطی کی۔ تو فوراً امام رضا علیہ السلام سے بولے: ہم نے تو آپ کو آزمانے کے لیے یہ کہا تھا۔ امام رضا علیہ السلام نے فرمایا، تم دونوں جھوٹے ہو۔ جو تم نے کہا وہی تمھارے دلوں میں بھی تھا، مگر میں تمھارے ارادے سے متفق نہیں ہوا۔ اس کے بعد یہ دونوں مامون کے پاس پہونچے اور بولے۔

یا امیرالمومنین! ہم دونوں امام رضا علیہ السلام کے پاس اس لیے گئے تھے کہ انھیں آزمائیں۔ اور دیکھیں کہ اُن کے دل میں کیا ہے۔ ہم نے اُن سے یہ کہا۔ اور اُنھوں نے اس کا یہ جواب دیا۔ مامون نے کہا، اللہ تم دونوں کو توفیقِ خیر دے۔ جب یہ دونوں مامون کے پاس سے واپس ہوئے تو حضرت

امام رضا علیہ السلام، مامون کے پاس تشریف لے گئے اور تخلیے میں مامون کو وہ سب کچھ بتایا جو اُن دونوں نے کہا تھا اور فرمایا کہ آپ اُن سے اپنی جان کی حفاظت کریں۔ جب مامون نے حضرت امام رضا علیہ السلام سے پوری تفصیل سُنی تو سمجھ گیا کہ حضرت امام رضاؑ سچ فرماتے ہیں۔

(عیون اخبار الرضا جلد ۲ صفحہ ۱۶۷)

(۴) ابراہیم بن محمد حسنی کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ مامون نے حضرت امام رضاؑ کے پاس ایک کنیز بھیجی، مگر آپ نے اُسے واپس کر دیا۔ (عیون اخبار الرضا جلد ۲ صفحہ ۱۶۸)

(۵) ـــــ فضل بن سہل کا قتل

علی بن ابراہیم نے یاسر خادم سے روایت کی ہے۔ اُس کا بیان ہے کہ:

حضرت امام رضا علیہ السلام کے پاس جب باہر کا کوئی شخص نہ ہوتا تو آپ اپنے تمام متعلق کو اپنے پاس جمع کرتے خواہ وہ چھوٹا ہو یا بڑا۔ اُن سب سے محبّت و موانست کی باتیں کرتے اور جب دسترخوان پر بیٹھتے تو چھوٹے بڑے سب ہی موجود ہوتے یہانتک سائیس اور حجام بھی آپ کے ساتھ دسترخوان پر بیٹھ کر کھانا کھاتے۔

یاسر کا بیان ہے کہ ایک دن ہم آپ کے پاس بیٹھے تھے کہ ناگاہ اُس دروازے کا قفل کھلا جو مامون اور حضرت امام رضا علیہ السلام کے بیت الشرف کے درمیان تھا۔ آپ نے فرمایا، اب تم لوگ جاؤ۔ ہم اُٹھ کر چلے گئے۔ تو مامون آیا، اُس کے ہاتھ میں ایک طویل خط تھا۔ امام رضا علیہ السلام نے چاہا کہ اُس کی تعظیم کے لیے اُٹھیں کہ مامون نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے حق کی قسم دیدی کہ آپ اپنی جگہ سے نہ اُٹھیں۔ وہ خود آپ کے سامنے ایک مسند پر بیٹھ گیا اور وہ خط پڑھ کر سُنانے لگا اُس میں کابل کے بعض دیہاتوں کی فتح تحریر تھی کہ ہم نے فلاں فلاں دیہات فتح کرلیے۔ جب وہ سارا خط پڑھ کر فارغ ہوا تو حضرت امام رضا علیہ السلام نے فرمایا، اے امیرالمومنین! آپ کو مشرکوں کے ایک قریے کی فتح نے خوش کر دیا؟ مامون نے کہا، کیا یہ خوشی کی بات نہیں ہے؟ آپ نے فرمایا، اے امیرالمومنین اُمّتِ محمدیؐ کے سلسلے میں آپ اللہ سے ڈریں۔ اللہ نے آپ کو اُمّت کی خبر گیری سے ہٹا کر ملک گیری کی خدمت کے لیے معیّن نہیں کر دیا۔ آپ نے مسلمانوں کے اُمور کی ذمہ داریوں کو تو پورا کیا نہیں اس کو دوسرے کے حوالے کر دیا جو اُن لوگوں پر حکمِ خدا کے خلاف اپنا حکم چلاتا ہے اور آپ ہیں کہ اِس ملک میں بیٹھے ہیں۔ آپ نے اُس شہرِ مدینہ کو چھوڑ دیا جو دار الہجرت تھا، وہاں نزولِ وحی ہوتا تھا۔ آپ کی عدم موجودگی میں وہاں مہاجرین و انصار پر ظلم ہو رہا ہے وہاں کے مومنین کے پاس کچھ نہیں ہے۔

بلکہ بعض لوگوں پر تو ایسا وقت آجاتا ہے کہ وہ اپنی زندگی سے تنگ آجاتے ہیں۔ وہ دانے دانے کو محتاج ہو جاتے ہیں، وہاں کون ہے جس سے وہ اپنا دکھ درد بیان کریں۔ وہ لوگ یہاں آپ تک نہیں پہونچ پاتے۔

لہٰذا، اے امیرالمومنین! اُمورِ مسلمین کے سلسلے میں اللہ سے ڈریں اور شہرِ نبیؐ اور مہاجرین و انصار کی آبادی میں واپس چلیں۔ اے امیرالمومنین! کیا آپ کو نہیں معلوم کہ مسلمانوں کے والی اور خلیفہ کی حیثیت اُس عمود اور چوب کی ہے جو خیمے کے درمیان میں استادہ ہوتی ہے۔ جو چاہے اُس تک پہونچ جائے۔

مامون نے کہا، پھر آپ کی کیا رائے ہے؟ آپ نے فرمایا میری رائے یہ ہے کہ اس ملک سے نکلیں اور اپنے آباء و اجداد کے وطن میں واپس چلیں۔ وہاں مسلمانوں کی دیکھ بھال کریں۔ وہاں کے لوگوں کو کسی غیر کے سپرد نہ کریں۔ اللہ آپ ہی سے بازپرس کرے گا، اِس لیے کہ آپ والی ہیں۔

یہ سُن کر مامون اُٹھا اور بولا، ہاں آپ کی رائے بالکل درست ہے اور یہ کہہ کر نکلا اور حکم دیا، کوچ کا سامان کرو۔ جب یہ خبر ذوالریاستین کو پہونچی تو اُسے شدید غم ہوا۔ وہ حکومت پر چھایا ہوا تھا اُس کے سامنے مامون کی رائے بھی اہمیت نہ رکھتی تھی مگر اتنی ہمت بھی نہ تھی کہ اپنے غم کا اظہار کر سکے۔ اِس کے بعد جب حضرت امام رضا علیہ السلام نے مزید زور دیا تو ذوالریاستین مامون کے پاس آیا اور کہا، یا امیرالمومنین! آپ نے جو حکم دیا ہے یہ کس کی رائے سے دیا ہے؟ مامون نے کہا، یہ حضرت ابوالحسن علیہ السلام کی رائے ہے اور یہی درست ہے: اُس نے کہا، یا امیرالمومنین! یہ رائے درست نہیں ہے۔ ابھی کل کی تو بات ہے کہ آپ نے اپنے بھائی کو قتل کیا ہے اور اُس سے خلافت چھینی ہے۔ آپ کے باپ کی اولادیں آپ کی دشمن ہیں بلکہ عراق، عرب اور آپ کا سارا خاندان آپ کا دشمن ہے۔ اس کے علاوہ ایک اور بات آپ نے یہ کردی کہ ابوالحسن الرضاؑ کو اپنا ولیعہد بنا دیا اور اپنے خاندان سے خلافت نکال کر دوسرے خاندان کو دے دی۔ اِس بناء سارے عوام، علماء، فقہا اور آلِ عباس آپ سے ناراض ہیں اُن کے دل آپ سے نفرت کرتے ہیں۔ میری رائے یہ ہے کہ ابھی کچھ دنوں اور خراسان میں قیام کریں تاکہ لوگوں کے دلوں سے یہ بات نکل جائے اور لوگ آپ کے بھائی محمد امین کے واقعے کو بھول جائیں۔ اے امیرالمومنین! یہاں چند اور بھی ایسے بزرگ ہیں جنھوں نے آپ کے والد ہارون الرشید کی خدمت کی ہے معاملہ فہم ہیں اُن سے بھی مشورہ کر لیجیے اگر اُن کا بھی یہی مشورہ ہو تو بسم اللہ۔

مامون نے پوچھا، مثلاً وہ کون لوگ ہیں؟ اُس نے کہا، علی بن عمران، ابنِ مونس اور

جلودی۔ "یہ وہی لوگ ہیں جنھوں نے حضرت ابوالحسن علیہ السلام کی ولیعہدی سے انکار کیا تھا، اس پر راضی نہ ہوئے تھے۔ اسی بات پر مامون نے انھیں قید میں ڈال دیا تھا" مامون نے کہا اچھا ٹھیک ہے۔

دوسرے دن حضرت امام رضا علیہ السلام پھر مامون کے پاس تشریف لے گئے، اور فرمایا، یاامیرالمومنین! آپ نے کیا فیصلہ کیا۔ تو مامون نے وہ سب کچھ بیان کردیا جو کچھ ذوالریاستین نے مشورہ دیا تھا۔

پھر مامون نے حکم دیا کہ وہ لوگ سامنے حاضر کیے جائیں۔ وہ قید خانے سے نکالے گئے اور پہلا شخص جو مامون کے سامنے آیا وہ علی بن عمران تھا۔ اُس نے مامون کے پہلو میں جب حضرت امام رضا علیہ السلام کو بیٹھے ہوئے دیکھا تو بولا۔ خدا کی پناہ یاامیرالمومنین! وہ حکومت جو اللہ نے آپ کو دی اور آپ کے لیے مخصوص کردی تھی آپ نے اُسے اپنے خاندان سے نکالکر اپنے دشمنوں کے ہاتھ میں دے دی۔ اور دی بھی اُن ہی کو جن کے آباء واجداد کو آپ کے آباء واجداد نے قتل کیا تھا اور انھیں شہر بدر کیا تھا: مامون نے کہا، اے زانیہ کی اولاد ابھی تو بچ گیا ہے۔ یہ کہہ کر اُس نے حکم دیا کہ اس کی گردن ماردی جائے۔ پس اُس کی گردن ماردی گئی۔ اب ابنِ مونس آیا اور جب اُس نے مامون کے پہلو میں حضرت امام رضا علیہ السلام کو دیکھا تو بولا۔ یاامیرالمومنین! یہ آپ کے پہلو میں جو بیٹھے ہیں، خدا کی قسم یہ بُت ہیں بُت۔ خدا کو چھوڑکر ان کی پوجا کی جاتی ہے: مامون نے کہا، اے ولدالحرام، تو بھی بچ گیا تھا۔ اُس نے جلاد کو حکم دیا۔ کہ اِس کی بھی گردن ماردو۔ چنانچہ اس کی بھی گردن ماردی گئی۔ اس کے بعد جلودی سامنے آیا۔

(واضح ہو کہ جلودی وہ ہے جو ہارون رشید کے دورِ حکومت میں تھا۔ جب محمد بن جعفر بن محمدؑ نے مدینے سے خروج کیا تو ہارون رشید نے اس کو مدینے بھیجا اور حکم دیا کہ اُن کو پکڑو تو گردن ماردینا۔ نیز اولادِ ابی طالبؑ کے سارے گھروں کو مسمار کردینا۔ اور اُن کی عورتوں کے جسموں پر صرف ایک کپڑے کے سوا اور کچھ نہ چھوڑنا۔ جلودی نے ایسا ہی کیا۔ چنانچہ وہ تمام گھروں کو لوٹتا ہوا حضرت امام ابوالحسن علی ابن موسیٰ الرضا علیہ السلام کے دروازے پر پہونچا اور آپ کے گھر پر اپنے فوجیوں کے ساتھ ہجوم کیا۔ جب حضرت امام ابوالحسن علیہ السلام نے یہ دیکھا تو ساری عورتوں کو ایک مکان میں جمع کرلیا اور خود دروازے پر کھڑے ہوگئے۔ جلودی نے کہا، امیرالمومنین کے حکم کے مطابق لازم ہے کہ میں گھر کے اندر داخل ہوجاؤں اور عورتوں کے جسموں سے کپڑے تک اتارلوں۔ حضرت ابوالحسن علیہ السلام نے فرمایا۔ میں خود عورتوں کے جسموں سے کپڑے اُتار کر تجھے دیے دیتا ہوں اور بہ حلف کہتا ہوں کہ ایک چیز بھی بغیر اُتارے نہ رہوں گا۔ آپ مسلسل اُس سے درخواست کرتے رہے اور بہ حلف کہتے رہے کہ وہ خاموش ہوگیا۔ حضرت ابوالحسن علیہ السلام اندر تشریف

لے گئے اور عورتوں کے کانوں کے بندے اور پاؤں کے خلخال وغیرہ سب اُتروا کر اُسے دے دیں اور گھر میں جو چیز بھی تھی خواہ بڑی تھی یا چھوٹی سب اُس کے حوالے کردی۔"

لیکن آج جب جلودی مامون کے سامنے حاضر ہوا، تو امام رضا علیہ السلام نے فرمایا، یا امیر المومنین! اِس شیخ کو مجھے بخش دیجیے۔ مامون نے کہا، جناب یہ وہی شخص تو ہے جس نے دخترانِ رسولؐ کے جسموں سے کپڑے اور زیورات تک اُتار لیے تھے۔ جلودی نے حضرت امام رضا علیہ السلام کی طرف دیکھا کہ آپ مامون سے مصروفِ گفتگو ہیں، مگر وہ اُس کے لیے عفو کی درخواست کر رہے تھے اور فرما رہے تھے کہ اِس شیخ کو مجھے بخش دیں۔ مگر وہ یہ سمجھا کہ امام رضاؑ مامون کو میرے خلاف بھڑکا رہے ہیں۔ اِس لیے کہ وہ مدینے میں آپ کے ساتھ ظالمانہ سلوک کر چکا تھا۔ اُس نے پکار کر کہا، یا امیر المومنین آپ کو اللہ کا واسطہ، میں نے جو آپ کے باپ ہارون رشید کی خدمت کی ہے اُس کا واسطہ، میرے معاملے میں آپ اِن سے کوئی مشورہ قبول نہ کریں: مامون نے کہا، یا ابوالحسن! اب میں معافی چاہتا ہوں۔ میں آپ کی بات نہیں مان سکتا۔ اس نے مجھ کو قسم دے دی ہے: پھر جلودی سے پکار کر کہا۔ خدا کی قسم، میں تمھارے معاملے میں اِن کی بات نہیں مانوں گا اور حکم دیا، اسے بھی اس کے ساتھیوں کے پاس پہونچا دو۔ اُس کو بھی لیجایا گیا اور گردن ماردی گئی۔

اِدھر مامون ڈیرے خیموں کو آگے بڑھانے کا حکم دے چکا تھا۔ ذوالریاستین تو مامون کو اپنا مشورہ دے کر اپنے باپ سہل کے پاس چلا گیا۔ مگر جب مامون نے ان تینوں کو قتل کرا دیا تو وہ سمجھ گیا کہ مامون نے جانے کا پختہ ارادہ کرلیا ہے۔ امام رضا علیہ السلام نے مامون سے فرمایا۔ یا امیر المومنین! آپ نے ڈیرے خیموں کے آگے بڑھانے کے لیے کیا کیا: مامون نے کہا، یا سیدی! آپ خود ذرا زحمت فرمائیں۔ پس امام رضا علیہ السلام نے لوگوں کو پکار کر فرمایا۔ ڈیرے خیمے آگے بڑھائے جائیں۔ یہ سنتے ہی فوراً لوگوں نے ڈیرے خیمے آگے بڑھانے شروع کیے مگر ذوالریاستین اپنے گھر ہی میں بیٹھا رہا۔ مامون نے آدمی بھیج کر اُسے بلایا اور اُس سے پوچھا، تم گھر میں کیوں بیٹھے ہو؟ کیا چلنا نہیں ہے؟ اُس نے کہا، یا امیر المومنین! میں آپ کے خاندان اور عام مسلمانوں کی نظر میں سب سے بڑا مجرم ہوں۔ لوگ مجھے آپ کے بھائی محمد امین کے قتل اور امام رضا علیہ السلام کی ولیعہدی پر بُرا بھلا کہتے ہیں۔ مجھے خطرہ ہے کہ چغلخور، حاسد اور مخالف آپ سے میرے متعلق لگائی بجھائی کریں گے۔ لہٰذا مجھے یہیں خراسان میں چھوڑ دیجیے۔ میں آپ کی نیابت کروں گا: مامون نے کہا، نہیں ہمیں تو تمھاری ضرورت ہے اور تمھارا یہ خیال کہ لوگ ہم سے تمھارے متعلق چغلیاں کریں گے تو اس کا مجھ پر کیا اثر ہوگا، اِس لیے کہ تم ہمارے نزدیک باوثوق اور ناصح مشفق ہو اور اگر پھر بھی تمھیں خطرہ ہو تو خود اپنے قلم سے امان نامہ اور ضمانت نامہ لکھ لو جس عبارت میں بھی چاہو، تاکہ تمھیں اطمینان ہو جائے۔

فضل بن سہل گیا، اپنے ہاتھ سے ایک امان نامہ لکھا، علماء کو جمع کیا اور مامون کے پاس آیا، اُسے پڑھ کر سنایا، مامون نے اُس امان نامے کی ہر بات قبول کرلی اور اپنے قلم سے ایک حباء نامہ لکھا کہ میں نے فلاں فلاں جاگیر، نقد اور اختیار فضل کو دیا۔ تو فضل نے کہا، یا امیرالمومنین اس امان نامے پر حضرت ابوالحسن علیہ السلام کے بھی دستخط ضروری ہیں اِس لیے کہ وہ آپ کے ولیعہد ہیں: مامون نے کہا، تمھیں معلوم ہے کہ انھوں نے اپنی ولیعہدی کے لیے یہ شرط رکھی ہے کہ وہ یہ سب کچھ نہ کریں گے۔ لہٰذا میں اُن سے دستخط کے لیے نہیں کہوں گا، تم خود ہی اُن سے بات کرو وہ تمھاری بات کو نہیں ٹالیں گے۔

فضل بن سہل وہ امان نامہ لیکر حضرت امام رضا علیہ السلام کے پاس گیا۔

یاسر کا بیان ہے کہ حضرت امام رضا علیہ السلام نے فرمایا، تم سب ہٹ جاؤ۔ ہم وہاں سے ہٹ گئے۔ فضل کو اندر بلایا اور وہ آپ کے سامنے کچھ دیر خاموش کھڑا رہا: امام رضا علیہ السلام نے نظر اُٹھائی، اُسے دیکھا اور دریافت فرمایا، اے فضل! کیا کام ہے؟ اُس نے کہا، یا سیدی! یہ امان نامہ میرے لیے امیرالمومنین نے منظور فرمایا ہے۔ آپ ولیعہد ہیں اس لیے جو مراعات مجھے امیرالمومنین نے دی ہیں آپ بھی منظور فرما کر دستخط فرما دیجیے۔

امام رضا علیہ السلام نے فرمایا، اچھا پڑھو۔ چونکہ امان نامے کی جلد بڑی طویل تھی اس لیے اُس نے کھڑے ہو کر آخر تک پڑھ کر سنا دیا۔ امام رضا علیہ السلام نے فرمایا اے فضل! ان سب کی پابندی ہم پر اُس وقت تک لازم ہے جبتک تم اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو:

یاسر کا بیان ہے کہ امام علیہ السلام نے فقط اس ایک ہی فقرے پر اُس کا تمام معاملہ ختم کر دیا اور وہ امام علیہ السلام کی خدمت سے نکلا۔ اب مامون نے کوچ کیا، اُن کے ساتھ ہم نے بھی امام رضا علیہ السلام کے ہمراہ کوچ کیا۔

جب کئی دن کے سفر کے بعد ہم نے ایک منزل پر قیام کیا تو ذوالریاستین اپنے بھائی حسن بن سہل کا ایک خط لیکر آیا۔ جس میں درج تھا کہ "میں نے ازروئے علم نجوم اِس سال کی تحویل پر نظر ڈالی ہے۔ اس میں یہ ملا کہ فلاں مہینے میں چہارشنبہ کے دن تم کو لوہے اور آگ سے گزند پہونچے گی۔ لہٰذا میری رائے یہ ہے کہ تم اور امیرالمومنین اور حضرت امام رضا علیہ السلام اُس دن حمام جا کر فصد کھلواؤ اور خون اپنے اپنے جسموں پر مَل لو تاکہ نحوست ختم ہو جائے۔ فضل نے مامون کے پاس آدمی بھیجا اور اِس کے متعلق اُسے تحریری اطلاع دی اور درخواست کی کہ آپ بھی میرے ساتھ حمام چلیں اور حضرت امام رضا علیہ السلام سے بھی اپنے ساتھ چلنے کے لیے کہیں۔ مامون امام کو رقعہ لکھا اور ساتھ چلنے کی درخواست کی۔ امام رضا علیہ السلام نے جواباً تحریر فرمایا کہ میں کل حمام [illegible]

جاؤں گا اور میری رائے تو یہ ہے کہ یا امیرالمومنین آپ بھی کل حمام نہ جائیں، بلکہ میری رائے تو فضل کے لیے بھی یہی کہ وہ بھی کل حمام نہ جائے۔" اس سلسلے میں طرفین سے دو مرتبہ رقعے آئے۔ بالآخر حضرت امام رضا علیہ السلام نے رقعے کے جواب میں لکھا کہ میں تو کل حمام نہیں جاؤں گا، اس لیے کہ میں نے حضرت رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس شب خواب میں دیکھا ہے۔ آپ فرما رہے تھے کہ اے علیؑ کل حمام نہ جانا، اور میری رائے یہ ہے کہ یا امیرالمومنین آپ اور فضل دونوں کل حمام نہ جائیں۔ مامون نے رقعے کا جواب لکھا، یا سیدی! آپ نے سچ فرمایا، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی سچ فرمایا، میں بھی کل حمام نہیں جاؤں گا۔ البتہ فضل اپنے معاملہ میں خود مختار ہے۔

یاسر کا بیان ہے کہ جب شام ہوئی اور سورج غروب ہوگیا تو امام رضا علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا کہ یہ دعا پڑھتے رہو۔

نعوذ باللہ من شر ما ینزل فی ھٰذہ اللیلۃ

"ہم اللہ سے پناہ چاہتے ہیں اُس شر سے جو آج کی شب نازل ہونے والی ہے۔"

ہم سب یہ دعا پڑھتے رہے۔ حضرت امام رضا علیہ السلام نے نمازِ صبح ادا فرمائی اور ہم سے فرمایا، اب بھی یہ دعا پڑھتے رہو۔

نعوذ باللہِ مِن شرِ ما ینزل فی ھٰذا الیوم

"ہم اللہ سے پناہ چاہتے ہیں اُس شر سے جو آج دن میں نازل ہونے والا ہے۔"

پھر جب آفتاب طلوع ہونے کے قریب ہوا تو حضرت امام رضا علیہ السلام نے فرمایا، ذرا مکان کی چھت پر جا کر سنو کچھ شور و غل سننے میں آرہا ہے۔ جب میں چھت پر گیا تو سُنا کہ ہر طرف چیخ و پکار کی آوازیں بلند ہو رہی ہیں کہ اتنے میں مامون اُس دروازے میں داخل ہوا، جو امام رضا علیہ السلام اور مامون کے گھروں (کمروں) کے درمیان تھا اور یہ کہتا ہوا آیا، یا سیدی، یا ابوالحسن، فضل کی موت پر صبر کیجیے، اللہ آپ کو اس صبر کا اجر دے گا۔ وہ حمام میں گیا تھا، کچھ لوگ تلواریں لیے ہوئے وہاں پہونچے اور اُسے قتل کر دیا۔ جو لوگ وہاں گئے تھے پکڑے گئے اور وہ تین آدمی تھے۔ ان میں سے ایک فضل کا خالہ زاد بھائی ذوالقلمین بھی گرفتار ہے۔

راوی کا بیان ہے کہ پھر سردارانِ فوج اور تمام فوجی اور ذوالریاستین کے آدمی مامون کے دروازے پر مظاہرہ اور مطالبہ کرنے لگے کہ تم نے دھوکے سے حمام میں بھیج کر فضل کو قتل کرایا ہے ہم اس کے خون کا عوض لیں گے۔

مامون نے حضرت امام رضا علیہ السلام سے کہا، یا سیدی! آپ زحمت فرمائیں اور اس مجمع کو منتشر فرمائیں۔ یاسر کا بیان ہے کہ حضرت امام رضا علیہ السلام اپنی سواری پر سوار

ہوئے اور مجھے بھی ساتھ چلنے کا حکم دیا۔ جب ہم دروازے سے نکلے تو حضرت امام رضاؑ نے اُس مجمع پر نظر ڈالی، وہ لوگ آگ لیے ہوئے تیار تھے کہ مامون کے دروازے کو آگ لگائیں گے۔ حضرت امام رضا علیہ السلام نے مجمع سے فرمایا کہ منتشر ہو جاؤ۔ یہ حکم پاتے ہی سب منتشر ہو گئے۔ یاسر کا بیان ہے کہ خدا کی قسم لوگ ایک دوسرے پر گرے پڑتے تھے۔ اور آپ نے جس کو چلے جانے کا حکم دیا، وہ فوراً ہی سواری کو ایڑ لگا کر روانہ ہو گیا کوئی بھی وہاں نہیں ٹھہرا۔

(عیون اخبار الرضا جلد ۲ صفحہ ۱۶۴ تا ۱۵۹)

- ابن قولویہ نے کلینی سے اُنھوں نے علی ابن ابراہیم سے اور اُنھوں نے یاسر خادم سے معمولی سے اختلاف کے ساتھ قریب قریب اسی کے مثل روایت بیان کی ہے۔

(ارشاد شیخ مفیدؒ صفحہ ۲۹۵۔۲۹۴) الکافی جلد ا صفحہ ۴۹۱۔۴۹۰)

⑥ آپ حکومت کریں میں دُعا کروں

محمد بن ابی عبادہ سے روایت ہے۔ اس کا بیان ہے۔ جب فضل بن سہل کا کام تمام ہوا اور وہ قتل ہو گیا، تو مامون روتا ہوا حضرت امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں آیا اور کہا، اے ابوالحسن! اب اِس وقت ہمیں آپ کی ضرورت ہے۔ اب آپ حکومت کا انتظام سنبھالیں اور میری مدد فرمائیں: آپ نے ارشاد فرمایا، اے امیر المومنین! سلطنت کا انتظام تو آپ ہی کریں البتہ میری دعا آپ کے ساتھ ہے۔ جب مامون چلا گیا۔ تو میں نے حضرت امام رضاؑ سے عرض کیا کہ امیر المومنین نے آپ سے انتظام سنبھالنے کے لیے کہا تو آپ نے انکار کیوں فرمایا آپ کو اِس میں کیا پس وپیش ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا، وائے ہو تجھ پر، مجھے اِس حکومت سے کوئی لگاؤ نہیں۔

راوی کا بیان ہے کہ اس کے بعد آپ نے مجھے غمگین دیکھا تو فرمایا۔ تمھارا اس میں کیا فائدہ ہے۔ فرض کرو تمھارے کہنے کے مطابق اگر حکومت اِدھر پلٹ بھی آئے تو تم کو تو اُس وقت بھی مجھ سے اتنا ہی ملے گا جتنا اخراجات کے لیے اب تمھارے ہاتھ میں ہے اور تم میں اور عام لوگوں میں کوئی فرق تو نہیں ہوگا۔ (عیون اخبار الرضا جلد ۲ صفحہ ۱۶۴)

⑦ بندہ نہ بالکل مجبور ہے نہ بالکل مختار

الآبی نے اپنی کتاب "نثر الدرر" میں تحریر کیا ہے کہ فضل بن سہل نے حضرت امام رضا علیہ السلام سے مامون کے دربار میں سوال کیا، یہ فرمائیے کہ "کیا بندے مجبور ہیں؟"

آپ نے فرمایا، خدا عادل ہے یہ ممکن نہیں کہ لوگوں سے جبراً گناہ کرائے اور پھر اس پر اُن کو سزا دے۔ فضل نے کہا، اچھا تو پھر بالکل آزاد ہیں؟ آپ نے فرمایا، نہیں، اُس کی حکمت سے یہ بعید ہے کہ وہ اپنے بندے کو بالکل آزاد ناقۂ بے مہار بنا کر چھوڑ دے۔

(۸) ـــــــ مامون کے دربار میں ایک نصرانی پیش کیا گیا جو ایک ہاشمیہ سے مرتکبِ جرم ہوا تھا۔ مامون کو اُس پر طیش آیا مگر جب نصرانی نے اُس کو بحید طیش میں دیکھا تو ڈر اور خوف کی وجہ سے کہہ دیا کہ میں اسلام لایا اور مسلمان ہو گیا۔ مامون نے فقہائے دربار سے دریافت کیا کہ اب اس کے بارے میں کیا حکمِ شریعت ہے؟ انھوں نے کہا کہ اس کے اسلام لانے سے پہلے کے سارے گناہ معاف۔ اِس کے بعد مامون نے حضرت امام رضا علیہ السلام سے دریافت کیا کہ آپ کی کیا رائے ہے یعنی شریعت کا کیا حکم ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا کہ اسے قتل کر دیا جائے کیونکہ اُس نے جب یہ دیکھا کہ خطرہ سامنے ہے تو ڈر کے مارے اسلام قبول کر لیا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ: فَلَمَّا رَأَوْا بَأْسَنَا قَالُوا آمَنَّا بِاللَّهِ وَحْدَهُ وَكَفَرْنَا بِمَا كُنَّا بِهِ مُشْرِكِينَ ○ فَلَمْ يَكُ يَنْفَعُهُمْ إِيمَانُهُمْ لَمَّا رَأَوْا بَأْسَنَا سُنَّتَ اللَّهِ الَّتِي قَدْ خَلَتْ فِي عِبَادِهِ وَخَسِرَ هُنَالِكَ الْكَافِرُونَ ○ (سورۃ المومن آیت ۸۵-۸۴)

ترجمہ آیت "پھر جس وقت اُنھوں نے ہمارا عذاب دیکھا تو کہنے لگے، اب ہم خدائے یکتا پر ایمان لائے اور جن چیزوں کو اُس کا شریک بنایا کرتے تھے اب ہم اُن سب سے منکر ہو گئے۔ مگر جب وہ ہمارا عذاب دیکھ چکیں گے تو اللہ کے اِس قاعدے کے مطابق جو اُس کے بندوں میں جاری رہا ہے، اُن کا ایمان لانا اُن کو کوئی فائدہ نہ پہونچائے گا اور کافر وہاں گھاٹے ہی میں رہیں گے۔"

(۹) ـــــــ عمرو بن مسعدہ کا بیان ہے کہ مجھے مامون نے حضرت امام رضا علیہ السلام کے پاس بھیجا تاکہ میں اُنھیں بتاؤں کہ اس کتاب کے متعلق جو بجر و تقریظ لکھی گئی ہے مجھے کیا حکم ملا ہے چنانچہ میں نے آپ کو بتایا تو آپ کچھ دیر خاموش رہے۔ پھر فرمایا اے عمرو! جس شخص نے رسولؐ کی طرف انتساب کی وجہ سے لیا ہے اُس کو رسولؐ ہی کی نسبت کی وجہ سے دینا بھی چاہیے۔

(کشف الغمہ جلد ۳ صہ ۱۴۲)

(۱۰) ═══ عفو کرنے سے عزت بڑھتی ہے

الآبی کا بیان ہے کہ مامون کے دربار میں ایک شخص کو حاضر کیا گیا۔ مامون نے

چاہا کہ اس کی گردن زدنی کا حکم دے۔ امام رضا علیہ السلام وہاں موجود تھے: مامون نے دریافت کیا، اے ابوالحسنؑ! آپ اس کے متعلق کیا فرماتے ہیں؟ آپ نے فرمایا، میں تو یہ کہتا ہوں کہ اگر آپ اس کو معاف کر دیں تو اللہ تعالیٰ آپ کی عزت میں اضافہ ہی کرے گا۔ یہ جواب سُن کر مامون نے اُس کو معاف کر دیا۔ (کشف الغمہ جلد ۳ صہ ۱۴۳)

(۱۱) حضرت علیؑ قسیم الجنۃ و النار کیونکر ہیں

ایک مرتبہ مامون نے حضرت امام رضا علیہ السلام سے کہا۔ اے ابوالحسنؑ یہ تو بتائیے کہ آپ کے جدِ بزرگوار حضرت علی علیہ السلام ابن ابی طالبؑ قسیم الجنۃ و النار کیسے ہیں؟ آپ نے ارشاد فرمایا، یاامیر المومنین! کیا آپ نے اپنے والد سے اور انھوں نے اپنے آبار سے یہ روایت نہیں بیان کی ہے کہ اُنھوں نے کہا، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو فرماتے ہوئے سُنا کہ علیؑ کی محبت ایمان ہے اور اُن سے بُغض رکھنا کُفر ہے: مامون نے کہا جی ہاں۔ امام علیہ السلام نے فرمایا، پس اس طرح اُنھوں نے جنت و جہنم کو تقسیم کر دیا۔

مامون نے کہا، اے ابوالحسنؑ! آپ کے بعد اللہ نہیں باقی نہ رکھے۔ سچ ہے، "میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ وارثِ علمِ رسولؐ ہیں"۔

ابوالصلت ہروی کا بیان ہے کہ جب حضرت امام رضا علیہ السلام مامون کے پاس سے اپنے گھر واپس تشریف لائے تو میں آپ کی خدمت میں گیا اور عرض کیا، فرزندِ رسولؐ! آپ نے امیر المومنین کو کتنا اچھا جواب دیا: آپ نے ارشاد فرمایا، اے ابوالصلت وہ جس حیثیت کا تھا اُسی طرح کا میں نے اُسے جواب بھی دیا۔ ویسے میں نے اپنے پدرِ بزرگوار سے اور اُنھوں نے اپنے آبار سے اور اُنھوں نے حضرت علی علیہ السلام سے یہ حدیث سُنی ہے کہ آپؑ نے فرمایا کہ مجھ سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا۔ "اے علیؑ تم بروزِ قیامت قسیم الجنۃ و النار ہو گے اور جہنم سے کہو گے لے یہ تیرا حصہ ہے اور یہ میرا حصہ ہے۔

(کشف الغمہ جلد ۳ صہ ۱۴۷)

(۱۲) وارثِ کتاب کون ہیں

ریان بن صلت سے روایت ہے۔ اس کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ حضرت امام رضا علیہ السلام مامون کے دربار "مقام مرو" میں تشریف لے گئے۔ وہاں بہت سے علمائے عراق و خراسان بھی جمع تھے۔ مامون نے اُن علمار سے کہا، آپ حضرات ہمیں اس آیت کا مطلب بتائیں کہ اس سے مراد کون لوگ ہیں۔ وہ آیت یہ ہے:۔ " ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتٰبَ الَّذِيْنَ

اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا ۔ (سورہ فاطر آیت ۳۲)

ترجمہ آیت: "پھر ہم نے کتاب کا وارث اُن لوگوں کو بنایا جنھیں ہم نے اپنے بندوں میں سے منتخب کیا"
علماء نے کہا، اِس سے مراد اللہ نے ساری اُمّتِ محمدیؐ کو لیا ہے: مامون، حضرت امام رضا علیہ السلام کی طرف متوجہ ہوا اور بولا۔ یا ابوالحسن! آپ کیا فرماتے ہیں؟

حضرت امام رضا علیہ السلام نے ارشاد فرمایا، یہ لوگ جو کہتے ہیں وہ ہم نہیں کہتے بلکہ ہم تو یہ کہتے ہیں کہ اللہ نے اس سے مراد رسولؐ کی عترتِ طاہرہ کو لیا ہے۔ اور پھر اس پر آپ نے مختلف آیاتِ قرآنی اور روایات سے دلیل پیش فرمائی: تو مامون ونیز تمام علماء بول اُٹھے کہ اے اہلِ بیتِ نبوت آپ حضرات کو اللہ تعالیٰ ساری اُمّتِ محمدیؐ کی طرف سے جزائے خیر عطا فرمائے، واقعاً جو باتیں ہمارے نزدیک مشتبہ ہوتی ہیں اُن کی شرح وتفسیر ہم آپ حضرات کے سوا کہیں اور نہیں پاتے۔ (عیون اخبار الرضا جلد ۲ ص ۲۲۸)

(۱۴) ═══ امامؑ کا علماء سے مناظرہ

حسن بن محمد نوفلی ہاشمی کا بیان ہے کہ جب حضرت امام رضا علیہ السلام، مامون کے پاس تشریف لائے تو مامون نے فضل بن سہل کو حکم دیا کہ تمام مباحثہ کرنے والے مثلاً جاثلیق راس الجالوت، صابئین کے رؤسا، ہربذ اکبر، اصحابِ زردشت ونسطاس رومی اور متکلمین کو جمع کرو تاکہ امام رضا علیہ السلام اور اُن لوگوں کی گفتگو اور بحث سُنی جائے۔ بموجبِ حکم فضل بن سہل نے سب کو جمع کیا اور مامون کو اُن کے جمع ہونے کی اطلاع دی۔ مامون نے کہا، اچھا ان سب کو میرے پاس لاؤ۔ جب سب حاضرِ دربار ہوئے تو مامون نے اُن سب کو مرحبا اور خوش آمدید کہا، اور ان سے بولا۔

میں نے آپ لوگوں کو ایک امرِ نیک کے لیے جمع کیا ہے۔ بات یہ ہے کہ میرے ایک چچا زاد بھائی مدینے سے میرے پاس تشریف لائے ہیں، میں چاہتا ہوں کہ آپ لوگ ان سے مناظرہ اور مباحثہ کریں۔ لہٰذا کل صبح سویرے ہی ہمارے پاس آجائیں کوئی غیر حاضر نہ ہو جائے۔ اُنھوں نے بسروچشم قبول کیا اور کہا یا امیر المومنین ہم سب کل صبح ہی حاضر ہو جائیں گے انشاءاللہ تعالیٰ۔

حسن بن نوفلی کا بیان ہے کہ ادھر ہم حضرت امام رضا علیہ السلام سے مصروفِ گفتگو تھے کہ یاسر خادم حاضرِ خدمت ہوا جس کو مامون نے حضرت امام رضا علیہ السلام کی خدمت پر مامور کیا تھا۔ اُس نے عرض کیا، یا سیدی! امیر المومنین نے آپ کو سلام عرض کیا ہے اور یہ کہا ہے کہ آپ کا بھائی آپ پر قربان، ہمارے پاس مختلف مذاہب کے کچھ علماء اور متکلمین آئے ہوئے ہیں

اگر آپ ان سے گفتگو کرنا پسند فرمائیں تو کل صبح تشریف لائیں اور اگر آپ ان سے گفتگو کرنا ناپسند فرمائیں تو زحمت نہ فرمائیں۔ اگر آپ چاہیں تو ہم سب ہی آپ کی خدمت میں حاضر ہو جائیں۔ ہمارے آنے میں بھی کوئی مضائقہ نہیں۔

امام رضا علیہ السلام نے فرمایا، امیر المومنین سے میرا سلام کہو اور یہ کہدو کہ ہمیں معلوم ہے کہ تمھارا کیا ارادہ ہے۔ ہم کل صبح انشاء اللہ تعالیٰ خود وہاں آئیں گے۔

حسن بن محمد نوفلی کا بیان ہے کہ جب یاسر واپس چلا گیا تو حضرت امام رضا علیہ السلام میری متوجہ ہوئے اور فرمایا، اے نوفلی! تم عراق کے رہنے والے اور عراقی لوگوں میں رقت ہوتی ہے غلظت نہیں ہوتی۔ جانتے ہو کہ تمھارے ابن عم نے ہمارے لیے یہ جو اہلِ شرک و مناظرین کو جمع کیا ہے اُن کا کیا مقصد ہے؟ میں نے عرض کیا، میں آپ پر قربان، وہ آپ کا امتحان لینا چاہتا ہے اور یہ جاننا چاہتا ہے کہ آپ کا مبلغ علم کیا ہے۔ مگر اس کے لیے اُس نے یہ اپنی عمارت سست اور کمزور بنیاد پر تعمیر کی ہے۔ اور خدا کی قسم اُس نے جو کچھ کیا غلط کیا ہے: آپ نے دریافت فرمایا کس بنیاد پر اُس نے یہ منصوبہ بنایا ہے؟ میں نے عرض کیا، بات یہ ہے کہ اصحابِ کلام اور اہلِ بدعت تو علماء کے خلاف ہیں۔ اِس لیے کہ علماء تو صرف اُن ہی باتوں سے انکار کرتے ہیں جو انکار کے لائق ہیں لیکن یہ اصحابِ مقالات، متکلمین، اہلِ شرک، اہلِ کفر اور اہلِ بہتان، اِن کا تو کوئی ٹھیک نہیں ان کے سامنے اگر اللہ کی وحدانیت کی دلیلیں پیش کی جائیں تو وہ کہیں گے کہ ہاں درست ہے۔ اللہ ایک ہی ہے اور جب کوئی یہ کہے کہ محمدؐ اللہ کے رسولؐ ہیں۔ تو وہ فوراً کہیں گے کہ آپ اُن کی رسالت ثابت کیجیے۔ اور اسی میں وہ آدمی کو پریشان کر دیتے ہیں۔ وہ غریب دلیل پر دلیل دیتا ہے اور یہ سب اس کو مغالطہ میں ڈالنے کی کوشش کرتے ہیں۔ بالآخر وہ بیچارہ چپ ہو جاتا ہے۔ لہٰذا میں آپ پر قربان آپ ان لوگوں کے ساتھ مباحثے سے پرہیز فرمائیں۔

راوی کا بیان ہے کہ میری یہ بات سُنکر آپ نے تبسم فرمایا، اور پھر کہا اے نوفلی! کیا تمھیں اس کا خوف ہے کہ وہ میری دلیلوں کو کاٹ کر مجھے لاجواب کر دیں گے؟ میں نے کہا نہیں خدا کی قسم مجھے آپ سے یہ ڈر نہیں کہ آپ اُن کے سامنے لاجواب ہو جائیں گے۔ بلکہ مجھے اُمید ہے کہ اللہ آپ کو اُن پر فتحیاب فرمائے گا انشاء اللہ تعالیٰ۔

پھر آپ نے فرمایا، اے نوفلی کیا تم یہ معلوم کرنا چاہتے ہو کہ مامون کب اپنے اس منصوبے پر نادم ہو گا؟ میں نے کہا، جی ہاں، آپ نے فرمایا جب وہ میری دلیلوں کو اہلِ توریت کے سامنے توریت سے سُنے گا، اہلِ انجیل کے سامنے انجیل سے۔ اہلِ زبور کے سامنے زبور سے۔ صابئین کے سامنے عبرانی زبان میں اہلِ ہرابذہ کے سامنے ان کی فارسی زبان میں اہلِ روم کے

سامنے اُن کی رومی زبان میں بلکہ ان تمام مباحثہ کرنے والوں سے اُن ہی کی زبانوں میں بحث کو سُنے گا اور یہ دیکھے گا کہ میں اُن لوگوں میں سے ہر ایک کی دلیلیں کاٹ کر پھر اپنے مقصد پر آگیا ہوں تب اُسے معلوم ہو جائے گا کہ جس مقام پر وہ بیٹھا ہے اُس کا مستحق نہیں ہے پھر اُس کو شرمندگی و ذلت ہوگی۔ ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ (اور نہیں ہے (کوئی) قوت و طاقت مگر خدائے بزرگ و برتر کی عطا کردہ۔)

الغرض جب صبح نمودار ہوئی تو فضل بن سہل حاضرِ خدمت ہوا اور عرض کی کہ میں آپ پر قربان آپ کے ابنِ عم آپ کا انتظار کر رہے ہیں اور تمام حضرات جمع ہیں۔ وہاں تشریف لیجانے کے متعلق آپ کی کیا رائے ہے؟

حضرت امام رضا علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ تم چلو، میں انشاءاللہ وہیں آرہا ہوں۔ اس کے بعد حضرت امام رضا علیہ السلام نے نماز کے لیے وضو فرمایا اور ستو کا شربت نوش فرمایا اور ہمیں پلایا اور مامون کے دربار میں جانے کے لیے بیت الشرف سے برآمد ہوئے ہم بھی آپ کے ہمراہ تھے۔ جب مامون کے دربار میں پہونچے تو دیکھا کہ سارا دربار لوگوں سے بھرا ہوا ہے۔ محمد بن جعفر طالبین اور ہاشمیین کی جماعت میں بیٹھے ہوئے ہیں اور تمام سردارانِ حکومت بھی دربار میں موجود ہیں۔

مامون نے جیسے ہی آپ کو دیکھا، تعظیماً کھڑا ہو گیا اور اس کے ساتھ ہی محمدّ بن جعفر اور تمام بنی ہاشم بھی کھڑے ہوگئے۔ حضرت امام رضا علیہ السلام مامون کے قریب تشریف فرما ہوئے اور یہ لوگ جبتک ان کو بیٹھنے کا حکم نہیں ملا، کھڑے رہے۔ پھر کچھ دیر تک مامون حضرت امام رضا علیہ السلام کی جانب متوجہ رہا اور آپ سے گفتگو میں مصروف رہا، اس کے بعد کے وہ جاثلیق کی طرف ملتفت ہوا اور کہا۔ اے جاثلیق! یہ میرے ابنِ عم علیؑ ابن موسٰی بن جعفرؑ ہیں۔ یہ ہمارے نبیؑ اکرمؐ کی دختر، فاطمہ زہراؑ اور علیؑ ابن ابی طالبؑ کی اولاد ہیں۔ میں چاہتا ہوں تم ان سے انصاف کے ساتھ مکالمہ اور مباحثہ کرلو۔

جاثلیق نے کہا، یا امیرالمومنین! میں ان سے کیا مباحثہ کروں۔ جو دلیل بھی یہ پیش کریں گے وہ اُسی کتاب سے ہوگی جس کے ہم منکر ہیں اور ایسے نبی کے اقوال پیش کریں گے جن کو ہم نہیں مانتے: امام رضا علیہ السلام نے ارشاد فرمایا، اے نصرانی! اگر میں تیرے سامنے انجیل سے دلائل پیش کروں تو کیا تو اقرار کرے گا؟ جاثلیق نے کہا، ہماری کیا مجال ہے کہ جو انجیل کہے اور ہم اس کو نہ مانیں۔ ہاں خدا کی قسم ہم اسے تسلیم کریں گے خواہ وہ ہمارے خلاف ہی کیوں نہ ہو۔

پھر امام رضا علیہ السلام نے اس کے سامنے انجیل کے بعض حصّوں کی تلاوت

کی اور یہ ثابت کیا کہ ہمارے نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا تذکرہ اس میں موجود ہے۔ پھر حضرت عیسٰی کے حواریین کی تعداد بتائی، ان کے حالات بیان فرمائے اور اس کے علاوہ بہت سی دلیلیں پیش کیں کہ جن کا اُس نے اقرار کیا۔ اس کے بعد آپ نے اُس کے سامنے شعیا وغیرہ کی کتاب کی تلاوت فرمائی، یہانتک کہ جاثلیق نے لاجواب ہوکر کہا، اچھا اب آپ سے کوئی دوسرے صاحب سوال کریں گے۔ حضرت عیسٰی مسیح کی قسم مجھے تو یہ وہم وگمان بھی نہ تھا مسلمان علماء میں آپ جیسے عالم بھی ہوسکتے ہیں۔

پھر آپ راس الجالوت کی طرف متوجہ ہوئے اور اُس کے سامنے توریت و زبور اور کتاب شعیا وحیقوق سے دلائل پیش کیے، یہانتک کہ اُس نے بھی آپ کے علم وبیان سے مرعوب ہوکر اپنی شکست تسلیم کرلی اور مزید گفتگو کرنے سے عاری ہوگیا۔

اس کے بعد آپ نے ہربذ اکبر کو مخاطب کیا اور اُس کے سامنے بھی دلائل پیش کیے۔ وہ بھی لاجواب ہوکر شرمندہ ہوگیا۔

پھر آپ نے پورے مجمع کو خطاب کرکے فرمایا۔ اَیُّہا النّاس! اگر تم میں سے کوئی اسلام کا مخالف ہے اور کچھ دریافت کرنا چاہتا ہے تو وہ مجھ سے بلا تکلف سوالات کرسکتا ہے۔

(۱۴) عمران صابی کا ایمان لانا

یہ سُن کر عمران صابی کھڑا ہوا، جو متکلمین میں سے تھا۔ اُس نے کہا، اے عالمِ زمانہ! اگر آپ نے مجھے دعوتِ سوال نہ دیا ہوتا تو میں آپ سے کوئی سوال نہ کرتا۔ میں کوفہ، بصرہ، شام اور الجزائر و دیگر مقامات پر گیا اور وہاں کے متکلمین سے گفتگو کی مگر اُن سے کوئی ایک بھی یہ ثابت نہ کرسکا کہ اللہ وحدہٗ لاشریک ہے۔ کیا اجازت ہے کہ میں آپ سے سوال کروں؟

آپ نے ارشاد فرمایا، اگر اس مجمع میں عمران صابی ہے تو وہ تو ہے۔ اُس نے کہا، جی ہاں، میں ہی عمران صابی ہوں۔ آپ نے فرمایا، اچھا اے عمران سوال کرو مگر گفتگو میں انصاف اور سنجیدگی سے کام لینا، اور بیہودہ گوئی سے احتیاط کرنا۔ اُس نے عرض کیا: یا سیّدی! واقعتاً میرا مقصد بحث نہیں بلکہ حقیقت سے آگاہ ہونا ہے لہٰذا آپ کوئی ایسی دلیل پیش فرمائیں جو میرے دل میں اُتر جائے۔ آپ فرمایا، اچھا جو چاہو سوال کرو۔

اِس اجتماع میں کافی اضافہ ہوچکا تھا جس کی وجہ سے لوگ ایک دوسرے سے مِل کر کھڑے ہوئے تھے۔ حضرت امام رضا علیہ السلام نے اُس کے سامنے دلیل پیش کی، گفتگو

طویل ہوگئی یہانتک کہ وقتِ زوال آگیا تو حضرت امام رضا علیہ السلام نے مامون سے فرمایا کہ اب نماز کا وقت آگیا ہے : عمران نے عرض کیا، یا سیدی! میرے سوال کو نامکمل چھوڑ کر نہ جائیں میرا دل آپ کے جواب سے متاثر ہوچکا ہے : امام رضا علیہ السلام نے ارشاد فرمایا، میں نماز پڑھ کر پھر آتا ہوں۔ یہ کہہ کر آپ اور مامون دونوں چلے گئے۔ حضرت امام رضا علیہ السلام نے گھر میں نماز پڑھی اور دیگر افراد نے محمد بن جعفر کے پیچھے باہر نماز پڑھی۔

فریضۂ نماز کی ادائیگی کے بعد حضرت امام رضا علیہ السلام اور مامون دونوں برآمد ہوئے۔ حضرت امام رضا علیہ السلام اپنی جگہ پر تشریف فرما ہوئے اور عمران کو آواز دی کہ اب پوچھو کیا پوچھنا چاہتے ہو؟ اُس نے صانعِ کائنات اور اُس کے صفات کے متعلق سوال کیا۔

آپ نے اس کا مفصل اور مدلل جواب دیا۔ جس سے عمران مطمئن ہوگیا، مزید آپ نے فرمایا کہ اے عمران کیا تم سمجھ گئے؟ اُس نے جواب دیا، جی ہاں، یا سیدی میں سمجھ گیا اور مطمئن ہوکر گواہی دیتا ہوں کہ اللہ ویسا ہی ہے جیسا کہ آپ نے بیان فرمایا اور اُس کی وحدنیت کو بہ تفصیل سمجھایا۔ اور اس کی بھی گواہی دیتا ہوں کہ محمدؐ اُس کے بندے ہیں جو ہدایتِ دینِ حق کے لیے مبعوث ہوئے ہیں اور یہ کہہ کر وہ قبلہ رُخ سجدے میں گر پڑا اور دل سے اسلام لایا۔

• اِن مباحثے کی تفصیل کیلئے کتاب عیون اخبار الرضا جلد ا صفحہ ۱۵۶ تا ۱۷۷ ملاحظہ فرمائیں

حسن بن محمد نوفلی کا بیان ہے کہ مجمع میں جتنے متکلمین موجود تھے جب اُنھوں نے عمران صابی جیسے مناظر، جس کو آج تک کوئی شخص اپنی دلیلوں سے قائل نہ کرسکا تھا، جب یہ کہتے ہوئے سنا تو کسی میں ہمت نہ ہوئی کہ بحث کے لیے حضرت امام رضا علیہ السلام کے قریب آتا۔ اس کے بعد حضرت امام رضا علیہ السلام سے کسی نے کوئی سوال نہ کیا۔ اب شام ہوچکی تھی، لہٰذا مامون اور امام رضا علیہ السلام دربار سے اُٹھ کر اندر چلے گئے اور دیگر افراد بھی اپنے اپنے گھروں کو واپس چلے گئے۔ میں اپنے اصحاب کی ایک جماعت کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا کہ محمد بن جعفر نے مجھے آدمی بھیج کر بلایا اور مجھ سے کہا، اے نوفلی! دیکھا تم نے کہ تمھارے دوست نے کیسی کیسی دلیلیں پیش کرکے سب کو لاجواب کردیا۔ خدا کی قسم میرے تو وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ علیؑ ابن موسیٰؑ اس قدر علم میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ مجھے تو اب تک ان کی صحیح معرفت ہی نہ تھی۔ کیا یہ مدینے میں بھی اسی طرح مناظرے اور مباحثے کرتے تھے اور متکلمین و مناظرین ان کے پاس آیا کرتے تھے؟ میں نے کہا ہاں، کبھی کبھی حاجی لوگ بھی آیا کرتے تھے اور اپنے اپنے مسائل دریافت کیا کرتے تھے اور آپ اُن سب کو اطمینان بخش جواب دیا کرتے تھے۔ اور کبھی کبھی کوئی بحث و مباحثے کے لیے بھی آجاتا تھا۔

محمد بن جعفر نے کہا، اے ابو محمد! مجھے تو ڈر ہے کہ ان سے یہ شخص (مامون) حسد کرنے

لگے لگا۔ پھر یا تو زہر دے کر شہید کرے گا ورنہ کوئی اور بلا نازل کرے گا۔ لہٰذا ان کو مشورہ دو کہ بس جو کچھ ہونا تھا وہ ہو چکا، آئندہ اس طرح کے بحث و مناظرہ سے اجتناب کریں اور خاموش رہیں۔

میں نے کہا وہ میرا مشورہ ہرگز قبول نہ فرمائیں گے۔ اور اس شخص کا (مامون کا) مقصد تو یہ تھا کہ وہ ان کا امتحان لے اور دیکھے کہ ان کے آبا کے علوم میں سے کچھ ان کے پاس بھی ہے یا نہیں: محمد بن جعفر نے کہا کہ تم جا کر یہ کہو کہ تمہارے چچا کو یہ پسند نہیں اور چاہتے ہیں کہ آئندہ تم مصلحتاً اس طرح کے بحث و مناظرے سے احتیاط رکھو اور خاموش رہو۔

اب جب میں وہاں سے پلٹ کر حضرت امام رضا علیہ السلام کے پاس گیا اور محمد بن جعفر نے جو کچھ کہا تھا وہ سب بیان کیا، تو آپ مسکرائے اور فرمایا۔ "اللہ میرے چچا کو سلامت رکھے۔ اگر وہ مجھ کو پہچان گئے ہوتے تو کبھی اس کو ناپسند نہ کرتے۔ اور فرمایا اے غلام جا کر عمران صابی کو لے آ"۔ میں نے کہا، میں آپ پر قربان (شاید اس کو گھر نہ معلوم ہو) اس کا جائے قیام مجھے معلوم ہے۔ وہ شیعوں میں سے ایک کے مکان میں مقیم ہے: آپ نے فرمایا، کوئی حرج نہیں اس کے لیے سواری لے جاؤ۔ پس میں جا کر عمران کو بلا لایا۔ آپ نے اس کی آمد پر مرحبا اور خوش آمدید کہا آپ نے ایک خلعت منگا کر پہنائی اور دس ہزار درہم اس کو عطا فرمائے۔

میں نے عرض کیا، میں آپ پر قربان آپ نے تو بالکل وہی کام کیا ہے جو آپ کے جد حضرت امیرالمومنین کیا کرتے تھے: آپ نے فرمایا، ایسا کرنا واجب تھا۔ اس کے بعد حکم دیا کہ رات کے طعام کے لیے دسترخوان بچھایا جائے: آپ نے مجھے اپنی داہنی جانب اور عمران کو بائیں جانب بٹھایا۔ جب ہم طعام سے فارغ ہوئے تو عمران سے فرمایا، اب جاؤ۔ کل صبح آنا، ہم تم کو مدینہ کا کھانا کھلائیں گے۔

اس کے بعد عمران کے پاس متکلمین اور مناظرین آیا کرتے اور وہ ان کی ہر بحث کو رد کر دیا کرتا تھا۔ یہاں تک کہ لوگ اس سے بحث کرنے سے اجتناب کرنے لگے۔ پھر مامون نے بھی اس کو دس ہزار درہم دیے اور فضل نے بھی اس کو کچھ مال دیا۔ اور امام رضا علیہ السلام نے اس کو صدقات بلخ کا والی بنا دیا اور وہ خوشحال ہو گیا۔ (عیون اخبار الرضا جلد ۱ ص ۱۵۴ تا ۱۷۸)

(۱۵) سلیمان مرزوی سے مناظرہ

حسن بن محمد نوفلی سے یہ بھی روایت ہے۔ اس کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ سلیمان مرزوی متکلم خراسان، مامون کے پاس آیا۔ مامون اس کے ساتھ بہت اکرام و احترام سے پیش آیا اور کہا کہ میرے چچازاد بھائی علی بن موسیٰ الرضا علیہ السلام حجاز سے ہمارے پاس آئے ہوئے ہیں۔

وہ اور اُن کے اصحاب بحث مباحثہ کو بہت پسند کرتے ہیں۔ مناسب ہے کہ آپ ان سے مناظرے مباحثے کے لیے یومِ ترویہ یعنی ۸ ذی الحجہ کو ہمارے پاس آجائیں: سلیمان نے جواب دیا۔ یاامیرالمومنین مجھے یہ پسند نہیں کہ اُن جیسے شخص سے آپ کے دربار میں تمام بنی ہاشم کے سامنے میں کچھ سوال کروں، اور گفتگو میں قوم کے سامنے اُن کی کمزوری عیاں ہو اور میں اپنی تحقیق اُن کو بتاؤں: مامون نے کہا، میں نے تو تمھاری طرف اس لیے رُجوع کیا ہے کہ تمھاری علمی قابلیت مجھے معلوم ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ تم فقط ایک ہی دلیل سے اُنھیں لاجواب کردو۔ اُس نے کہا، بہتر ہے، یا امیرالمومنین! پھر آپ میری اور اُن کی ملاقات کرائیں اور یہ سب کچھ مجھ پر چھوڑ دیں۔

اِس کے بعد مامون نے حضرت امام رضا علیہ السلام سے رُجوع کیا اور کہلا بھیجا کہ مرو سے میرے پاس ایک شخص آیا ہے اور وہ خراسان کے سارے متکلمین میں واحد و یکتا ہے۔ اگر مناسب ہو تو تشریف لانے کی زحمت گوارا فرمائیں۔

یہ سُن کر حضرت امام رضا علیہ السلام وضو کے لیے تشریف لے گئے۔ آپ نے ہم سے فرمایا، تم سب پہلے ہی پہونچ جاؤ۔ لہٰذا ہم دربار کی طرف روانہ ہوئے۔ عمران صابی بھی ہمارے ساتھ تھا۔ جب وہاں پہونچے تو یاسر اور خالد نے میرا ہاتھ پکڑا اور دربار میں لے گیا میں نے مامون کو سلام کیا، اُس نے کہا میرے ابنِ عم ابوالحسن کہاں ہیں اللہ اُن کو سلامت رکھے: میں نے کہا آنحضرت لباس تبدیل فرما رہے ہیں۔ آپ نے ہم سے فرمایا تھا کہ تم سب چلو میں بھی آتا ہوں: پھر میں نے کہا یاامیرالمومنین! آپ کا غلام عمران بھی ہمارے ساتھ ہے اور وہ دروازے پر کھڑا ہے: مامون نے پوچھا، کون عمران؟ میں نے کہا وہ صابی جو آپ کے ہاتھ پر اسلام لایا تھا: مامون نے حکم دیا، اُس کو بھی بُلالو۔ جب وہ آیا تو مامون نے اُس کو مرحبا کہا۔ اور کہا، اے عمران! اب تو تم بھی بنی ہاشم کے ایک فرد ہوگئے: اُس نے کہا، یاامیرالمومنین! اُس خدا کا شکر ہے جس نے آپ حضرات کی وجہ سے مجھے یہ شرف بخشا: مامون نے کہا، اے عمران! یہ سلیمان مروزی متکلمِ خراسان ہیں: عمران نے کہا، جی ہاں یاامیرالمومنین! ان کا خیال ہے کہ یہ خراسان کے سب سے بڑے متکلم اور عالم ہیں مگر عقیدۂ بداء کے منکر ہیں: مامون نے کہا، پھر ان سے مناظرہ کر کے دیکھ لو: عمران نے کہا، یہ تو ان ہی پر منحصر ہے مجھے انکار نہیں۔

اسی دوران حضرت امام رضا علیہ السلام تشریف لے آئے اور دریافت فرمایا ابھی آپ لوگ کیا گفتگو کر رہے تھے؟ عمران نے عرض کیا، فرزندِ رسولؐ یہ سلیمان مروزی ہیں۔ سلیمان نے کہا، اے عمران! کیا تم اِس پر راضی ہو کہ حضرت ابوالحسنؑ سے گفتگو کی جائے: عمران نے

جواب دیا۔ ہاں ہاں، حضرت ابوالحسن علیہ السلام جو کچھ عقیدۂ بداء پر ارشاد فرمائیں گے وہ مجھے بسروچشم منظور ہے۔

پھر حضرت امام رضا علیہ السلام نے مسائلِ توحید میں سے عقیدۂ بداء اور ارادۂ باری تعالیٰ پر ایسی ایسی دلیلیں پیش کیں کہ سلیمان خاموش ہوگیا اور اُسے جواب کی جرأت نہ ہوئی: مامون نے کہا: اے سلیمان! تمھیں معلوم ہے یہ بنی ہاشم کے سب سے بڑے عالم ہیں؟ گفتگو ختم ہوگئی اور سب لوگ اُٹھ کر چلے گئے۔

شیخ صدوق علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ مامون کو حضرت امام رضا علیہ السلام سے آپ کے علم وفضل اور قدر ومنزلت کی وجہ سے حسد پیدا ہوگیا تھا اسی لیے وہ مختلف ادیان اور فرقوں کے متکلمین کو تلاش کر کے بُلاتا اور اُن سے مناظرہ کراتا تھا تاکہ وہ کسی سے اپنی شکست تسلیم کرلیں۔ مگر جو بھی آتا وہ آپ کے علم وفضل کا اقرار کر کے جاتا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ وہ اپنے کلمے کو بلند رکھے گا اپنے نور کو اتمام کی منزل تک پہونچائے گا اور اپنی حجت کی مدد کرے گا۔ اور یہ وعدہ اللہ نے اپنی کتاب میں کیا ہے اور یہ فرمایا ہے کہ:

اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ يَقُوْمُ الْاَشْهَادُ ۝ (سورۃ المومن آیت ۵۱)

ترجمہ آیت: "ہم اپنے پیغمبروں کی اور ایمان والوں کی دُنیوی زندگانی میں بھی ضرور مدد کرتے ہیں اور اُس دن بھی جب گواہیاں پیش ہوں گی۔"

اِس آیت میں وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا سے مراد ائمۂ طاہرین علیہم السلام اور اُن کے متبعین اور اُن کی معرفت رکھنے والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اُن کی مدد اُن کے مخالفین کے مقابلے میں دلائل کے ساتھ کرتا رہے گا جبتک یہ لوگ دنیا میں ہیں اور اسی طرح وہ قیامت کے دن بھی اُن کی مدد کرے گا۔ اللہ تعالیٰ کبھی وعدہ خلافی نہیں کرتا۔ (عیون اخبار الرضا جلد ۱ ص ۱۷۹ تا ۱۹۱)

۱۶ ـــــ عصمت انبیاءؑ پر مناظرہ

قاسم بن محمد برمکی نے ہروی سے روایت کی اس کا بیان ہے کہ جب مامون نے حضرت امام رضا علیہ السلام سے مناظرے کے لیے تمام مسلم وغیر مسلم متکلمین ومناظرین یہود ونصاریٰ ومجوس وصابئین وغیرہ کو جمع تو ان میں سے جو بھی بحث کے لیے کھڑا ہوتا آپ اس کی دلیل اسی کے گلے میں ڈال دیتے۔

اسی سلسلے میں علی بن محمد بن الجہم کھڑا ہوا اور بولا، فرزند رسولؐ! کیا آپ عصمتِ

انبیاءؑ کے قائل ہیں ؟ آپ نے فرمایا، ہاں : اُس نے کہا، مگر آپ قرآن کی اس آیت کے متعلق کیا فرماتے ہیں کہ :-

" وَعَصٰى اٰدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰى ." (سورہ طٰہٰ آیت ۱۲۱)

آپ نے اس سلسلے میں جو کچھ اُس نے کہا ان سب کا جواب اس قدر مؤثر انداز میں دیا کہ علی بن محمد بن الجہم رونے لگا۔ اور کہا، فرزندِ رسولؐ ! میں اللہ سے توبہ کرتا ہوں کہ میں آئندہ انبیاءِ کرام کے متعلق وہی کہوں گا جو آپ نے ارشاد فرمایا ہے۔ (عیون اخبار الرضا جلد ۱ ص ۱۹۱ تا ۱۹۵)

۱۷ ـــــ مامون اور عصمتِ انبیاءؑ کے متعلق سوالات

حمران بن سلیمان نے علی بن محمد بن الجہم سے روایت کی ہے۔ اُس کا بیان ہے کہ مامون کا دربار بھرا ہوا تھا اور وہاں حضرت امام رضا علیہ السلام بھی موجود تھے تو مامون نے آپ سے ان تمام احادیث و روایات کے متعلق دریافت کیا جن سے انبیاءؑ کے غیر معصوم ہونے کا شبہ ہوتا ہے۔ آپ نے اُن سب کا جواب دیا۔ اور مامون آپ کا جواب سُن کر کہنے لگا : میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ واقعاً فرزندِ رسولؐ اور وارثِ علمِ رسولؐ ہیں۔ کبھی کہتا کہ فرزندِ رسولؐ آپ کا خدا بھلا کرے، کبھی کہتا، یا ابوالحسنؑ ! اللہ آپ کے علم میں اور اضافہ فرمائے، کبھی کہتا، یا ابوالحسن ! آپ کو اللہ اپنے انبیاءؑ کی طرف سے جزائے خیر عطا فرمائے۔

جب آپ اُس کے تمام سوالات کا جواب دے چکے تو مامون نے کہا، فرزندِ رسولؐ آج آپ نے میرے دل کو شفا بخشی اور جو چیزیں مشتبہ تھیں اُن سب کو واضح فرمادیا اللہ تعالیٰ آپ کو اپنے انبیاء اور اسلام کی طرف سے جزائے خیر عطا فرمائے۔

علی بن محمد بن الجہم کا بیان ہے۔ پھر مامون نماز کے لیے اُٹھا اور محمد بن جعفرؑ جو اُس وقت وہاں موجود تھے، کا ہاتھ پکڑا اور روانہ ہوا۔ میں بھی اُن دونوں کے پیچھے پیچھے تھا۔ مامون نے محمد بن جعفر سے پوچھا، تم نے اپنے بھتیجے کو کیسا پایا۔ اُنھوں نے کہا واقعاً عالم پایا، مگر ہم نے تو کبھی نہیں دیکھا کہ وہ کسی اہلِ علم کے پاس تحصیلِ علم کے لیے گئے ہوں : مامون نے کہا، تمھارا بھتیجا اہلِ بیتِ نبیؐ میں سے ہے جن کے متعلق نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود فرمایا ہے " آگاہ رہو کہ میری عترت کے نیک لوگ اور میری نسل کے پاک لوگ بچپن میں سب سے زیادہ حلیم اور بڑے ہو کر سب سے زیادہ صاحبِ علم ہوتے ہیں تم اُن کو علم سکھانے کی کوشش نہ کرنا۔ وہ خود ہی تم سب سے زیادہ صاحبِ علم ہیں۔ وہ تمھیں نہ کبھی ہدایت کے دروازے سے نکالیں گے اور نہ گمراہی کے دروازے میں داخل کریں گے۔"

پھر حضرت امام رضا علیہ السلام اپنے گھر واپس آگئے۔

شیخ صدوق علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ علی بن محمد بن الجہم ناصبی تھا اور اہلبیتؑ سے بغض و عداوت رکھتا تھا، اُس سے یہ حدیث مروی ہے جو قابلِ حیرت ہے۔

(عیون اخبار الرضا جلد ا ص ۱۹۵ تا ۲۰۴)

(۱۸) حضرتِ امام رضاؑ اور طلب باراں

مفسر نے حضرت ابو محمد عسکری سے اُنھوں نے اپنے پدر بزرگوار سے اور اُنھوں نے اپنے جد سے روایت کی ہے کہ جب مامون نے علی بن موسیٰ رضا کو اپنا ولیعہد مقرر کیا تو اُس سال بارش نہیں ہوئی۔ اور مامون کے بعض حاشیہ نشین اور حضرت امام رضاؑ سے تعصب رکھنے والوں نے یہ کہنا شروع کیا کہ دیکھو! جب سے علیؑ ابن موسیٰ رضاؑ آئے اور ولیعہد مقرر ہوئے اللہ تعالیٰ نے ہم لوگوں پر بارش روک دی۔ یہ باتیں مامون تک پہونچیں، تو اُس کو بہت گراں گذرا۔ اُس نے حضرت امام رضا علیہ السلام سے کہا کہ بارش بالکل نہیں ہوئی، کاش آپ دُعا فرماتے اور بارش ہو جاتی۔

حضرت امام رضا علیہ السلام نے فرمایا، اچھا۔

مامون نے کہا، پھر کب آپ دُعا فرمائیں گے۔

یہ گفتگو جمعہ کے دن ہوئی: آپ نے فرمایا کہ دوشنبہ کو۔ اس لیے کہ شبِ گذشتہ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے پاس خواب میں تشریف لائے تھے آپؐ کے ساتھ حضرت علی امیرالمومنین علیہ السلام بھی تھے۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا، اے فرزند ذرا انتظار کرو دوشنبہ کے دن صحرا میں جاؤ اور بارش کے لیے دعا کرو اللہ تعالیٰ پانی برسا دے گا؛ اور یہ بھی فرمایا کہ یہ خواب تم سب پر ظاہر کر دو تاکہ جو لوگ تم سے ناواقف ہیں اُن کو پتہ چل جائے کہ اللہ کے نزدیک تمھاری کیا قدر و منزلت ہے۔

الغرض جب دوشنبہ کا دن آیا تو آپ صحرا میں تشریف لے گئے۔ ہجومِ خلائق دیکھنے کے لیے پہونچا۔ آپ منبر پر تشریف لے گئے اور اس طرح دُعا شروع کی۔

"اے اللہ، اے ہمارے پروردگار! تو نے ہم اہلبیتؑ کو بڑا حق عطا فرمایا ہے اور اسی لیے سب لوگ تیرے حکم کے مطابق ہمیں اپنا وسیلہ اور ذریعہ بنا کر تیرے فضل و کرم کی اُمید رکھتے ہیں اور تجھ سے احسان و نعمت کی توقع رکھتے ہیں؛ لہٰذا تو ان لوگوں کو سیراب کر دے ایسی بارش دے جو عام اور جلد ہونے والی ہو، غیرِ مضر

بھی ہو، لیکن یہ بارش اُس وقت شروع ہو جب یہاں سے سب لوگ چلے جائیں یہانتک کہ اپنے اپنے گھر اور اپنی اپنی منزلوں پر پہونچ جائیں۔"

راوی کا بیان ہے کہ اُس اللہ کی قسم جس نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے۔ یہ دُعا کرتے ہی فضاؤں میں بادل منڈلانے لگے۔ گرج اور چمک شروع ہو گئی۔ اور لوگ بارش سے بچنے کے لیے وہاں سے دوڑنے لگے۔ امام رضا علیہ السلام نے ارشاد فرمایا، ابھی نہ جاؤ، اپنی ہی جگہ پر رہو کیونکہ یہ بادل تمھارے لیے نہیں ہے بلکہ فلاں شہر کے لیے ہے اور دیکھتے ہی دیکھتے وہ بادل لوگوں کے سروں سے گذر گیا۔ پھر ایک دوسرا بادل گرج چمک کے ساتھ نمودار ہوا۔ لوگوں نے بھاگنا شروع کیا۔ آپ نے فرمایا، ابھی جانے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ یہ بادل بھی فلاں شہر والوں کے لیے ہے۔ اسی طرح یکے بعد دیگرے بادل آتے اور سروں کو عبور کرتے رہے یہانتک کہ دس بار بادل اُٹھے اور ہر مرتبہ حضرت امام رضا علیہ السلام یہی فرماتے رہے کہ ابھی نہ جاؤ، یہ بادل تمھارے لیے نہیں ہے بلکہ فلاں شہر والوں کے لیے ہے۔

بالآخر جب گیارہواں بادل اُٹھا تو آپ نے فرمایا۔ ایہا النّاس! لو یہ بادل اللہ نے تمھارے لیے بھیجا ہے اُس نے تم پر بھی کرم فرمایا، اُس کا شکر ادا کرو اور اپنے اپنے گھروں اور اپنی اپنی منزلوں پر پہونچ جاؤ۔ بھاگنے کی ضرورت نہیں ہے اطمینان سے چلے جاؤ، جبتک تم لوگ اپنے گھروں تک نہیں پہونچ جاؤگے یہ بادل یوں ہی تمھارے سروں پر منڈلاتا رہے گا۔ اس کے بعد ہی برسے گا۔ یہ فرما کر آپ منبر سے اُترے۔ آپ کے ارشاد کے مطابق وہ بادل اسی طرح سروں پر منڈلاتا رہا۔ جب یہ لوگ اپنے گھروں کے قریب پہونچے تو بڑی بڑی بوندیں برسنے لگیں اور اتنی بارش ہوئی کہ سارے گڑھے، تالاب، وادیاں اور صحرا پانی سے پُر باش نظر آنے لگے لوگ کہنے لگے کہ مبارک ہو یہ فرزندِ رسولؐ کی وجہ سے اللہ کا کرم ہوا ہے۔

پھر حضرت امام رضا علیہ السلام برآمد ہوئے۔ سامنے بہت بڑا مجمع تھا۔ آپ نے سب کو خطاب کر کے فرمایا۔ ایہا النّاس! جو نعمتیں اللہ نے تم کو دی ہیں اُن کے بارے میں اللہ سے ڈرو۔ ایسا نہ ہو کہ تمھارے گناہوں کی وجہ سے یہ نعمتیں چھن جائیں۔ ان نعمتوں اور بخششوں پر اُس کا شکر ادا کر کے اور اُس کے احکام کی اطاعت کر کے ان نعمتوں کو ہمیشہ باقی رکھنے کی کوشش کرو۔ اور یہ جان لو کہ اللہ پر ایمان لانے اور آلِ محمدؐ کے حقوق کا اعتراف کرنے کے بعد اللہ کا سب سے بہترین شکر، یہ ہے کہ تم اپنے برادرانِ ایمانی میں ایک دوسرے کی مدد اور اعانت کرو۔ جو ان کو جنّت تک پہونچنے کے لیے بطور معبر اور پُل کام دے گا، اور جو ایسا کرے گا وہ اللہ کے مخصوص بندوں میں شمار ہو گا۔

چنانچہ اس سلسلے میں حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے وہی فرمایا ہے جو ایک کہنے والے کو کہنا چاہیے۔ آپ سے کہا گیا تھا کہ یا رسول اللہ! فلاں شخص ایسے ایسے گناہوں کا ارتکاب کرتا ہے وہ تو تباہ ہوا، اس کی نجات تو نہ ہوگی:

آپؐ نے ارشاد فرمایا، نہیں، اس کی نجات ہوگی۔ اور اس کے اعمال کا اختتام نیکی پر ہوگا۔ اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کو محو فرمادے گا اور ان کے بدلے اس کے نامۂ اعمال میں نیکیاں لکھ دی جائیں گی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ وہ شخص راستہ چل رہا تھا کہ اسے ایک مردِ مومن دکھائی دیا جس کی شرمگاہ کھلی ہوئی تھی۔ اس بیچارے کو پتہ نہ تھا۔ اِس نے بڑھ کر اُس کو ڈھانپ دیا اِس خیال سے کہ اس مردِ مومن کو شرمندگی نہ ہو۔ اور اس شخص نے مردِ مومن سے کچھ نہیں کہا، مگر اُس کو راستہ چلتے ہوئے پتہ چل گیا، تو اُس نے اِس شخص کو دعاء دی کہ اللہ تعالیٰ تیرے ثواب میں اضافہ فرمائے، تیری بازگشت مکرّم ہو، تجھ سے حساب کتاب کرنے میں اللہ تعالیٰ نرمی کرے۔ اللہ نے اُس مردِ مومن کی دعاء اس کے متعلق قبول فرمائی ہے اور اُس مردِ مومن کی دعاء کی بدولت اُس کا انجام بخیر ہوگا۔

چنانچہ رسولِ مقبولؐ کا یہ قول جب اُس گنہگار شخص تک پہونچا تو اُس نے توبہ کی اور اللہ کے احکام پر عمل کرنے لگا۔ اور ابھی سات دن بھی نہ گذرے تھے کہ مدینہ کی چراگاہ میں ڈاکہ زنی ہوئی۔ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ڈاکوؤں کے پیچھے ایک گروہ کو بھیجا جس میں یہ مردِ گنہگار بھی تھا اور وہ اس میں شہید ہوگیا۔

حضرت امام محمد تقی ابن حضرت علی ابن حضرت موسیٰ علیہم السلام کا بیان ہے کہ امام رضا علیہ السلام کی دعاء کی برکت سے ملک میں خوشحالی آئی اور مامون کے رشتہ داروں میں سے کچھ ایسے بھی تھے جو چاہتے کہ حضرت امام رضا علیہ السلام کے عوض وہ خود ہی ولیعہد بن جائیں۔ نیز مامون کے دربار میں امامؑ سے حسد کرنے والوں کی تعداد زیادہ تھی۔ اُن ہی میں سے کسی نے مامون سے کہا، اے امیرالمومنین! خدا نہ کرے خلفاء کی تاریخ میں آپ وہ ہوں کہ جس نے اس قابلِ فخر اور شرفِ عام خلافت کو اولادِ عباس سے نکال کر اولادِ علیؑ میں پہونچا دی۔ آپ نے اپنی اور اپنے خاندان کی بنی ہوئی بات بگاڑ دی۔ آپ اس ساحر ابن ساحر کو خلافت میں لے آئے جو گمنامی میں تھا، آپ نے اس کو شہرت دلائی۔ یہ پست تھا آپ نے اسے بلند کیا۔ لوگ انھیں بھول چکے تھے، آپ نے یاد دلایا۔ اس کا کوئی وزن نہ تھا، آپ نے اس کو گرانقدر بنا دیا۔ اور اس کی دعاء سے یہ جو بارش ہوگئی تو ساری دنیا میں اس کی اور بھی دھوم مچ گئی۔ ہمیں تو سب سے زیادہ خوف اس کا ہے کہ یہ شخص حکومت کو بنی عباس سے نکال کر اولادِ علیؑ میں پہونچا دے گا۔

اور یہی نہیں بلکہ سب سے بڑا خوف یہ ہے کہ یہ آپ سے آپ کی حکومت چھین لے گا۔ بھلا کوئی اپنے اور اپنے ملک کے حق میں ایسی بھی غلطی کرتا ہے جیسی کہ آپ نے کی ہے۔

مامون نے کہا، کیا بتاؤں، یہ ہماری نگاہوں سے پوشیدہ تھے اور در پردہ اپنی طرف لوگوں کو دعوت دیتے تھے۔ میں نے چاہا کہ انھیں اپنا ولیعہد بنا لوں تو بجائے اپنی طرف دعوت دینے کے، یہ ہماری طرف لوگوں کو بلائیں گے اور ہمارے ملک اور ہماری خلافت سے متعارف کرائیں گے اور ان کے معتقدین اور شیدائیوں کو بھی معلوم ہو جائے گا کہ جس امر کا انھیں دعویٰ ہے وہ بات ان میں تھوڑی سی بھی نہیں ہے۔ اور واقعاً خلافت ہمارا حق ہے ان کا نہیں۔ نیز ہمیں ڈر تھا کہ اگر انھیں اسی حال پر چھوڑ دیا گیا تو کہیں یہ ایسا انقلاب نہ لے آئیں جس کا سدِّ باب ہم سے نہ ہو سکے۔ اور ایسی مصیبت ہم نہ نازل کریں جو ناقابلِ برداشت ہو۔ اب تو جو ہم نے کرنا تھا وہ کر چکے، جو ہم سے غلطی ہونی تھی وہ ہو گئی، اب ان کے معاملہ کو کوئی اہمیّت نہ دینا جائز نہیں بلکہ ضرورت اس امر کی ہے کہ ان کی منزلت کو آہستہ آہستہ گھٹائیں اور رعایا کے سامنے انھیں اس شکل میں پیش کریں کہ رعایا سمجھ لے کہ خلافت کے اہل نہیں ہیں۔ پھر ہم ایسی تدبیر کریں کہ اس بلاء و مصیبت کی جڑ کٹ جائے۔

اُس شخص نے کہا، اے امیر المومنین یہ کام آپ میرے حوالے کریں، میں اُن کے اور اُن کے اصحاب کے دانت کھٹے کر دوں گا۔ میں اُن کی قدر و منزلت کو ایسا گھٹا دوں گا کہ آپ بھی دیکھ لیں گے اور واقعاً اگر میرے دل میں آپ کا خوف نہ ہوتا تو میں بہت پہلے یہ کام کر چکا ہوتا۔ اور یہ جو اُن کی وجہ سے بارش ہوئی ہے اُس کا بھی نقص و قصور لوگوں کے سامنے پیش کر دیتا۔

مامون نے کہا، میرے لیے اِس سے اچھی اور کون سی بات ہوگی: اُس نے کہا کہ آپ اپنے ملک کے تمام سرداروں، قاضیوں، اور فقہائے روزگار کو جمع کریں۔ میں اُن سب کے سامنے اس کا نقص و قصور بیان کروں گا۔

راوی کا بیان ہے کہ اس کے بعد مامون نے اپنی رعایا میں سے افاضلین کو جمع کیا اور ایک بہت بڑا جلسہ منعقد کیا جس میں حضرت امام رضا علیہ السلام کو افاضلین کے سامنے اُن کے مناسب مقام پر بٹھایا۔ اور اُس شخص نے امام رضا علیہ السلام کی بے حُرمتی کرنے کے لیے اس طرح خطاب کرنا شروع کیا۔ "اے علی بن موسیٰ! لوگ آپ کے بارے میں بہت کچھ بیان کرتے ہیں اور آپ کے اوصاف کو اس قدر بڑھا چڑھا کر بیان کرتے ہیں کہ اگر آپ انھیں سُنیں تو آپ خود بھی اُن سے برأت کا اظہار کریں گے۔ ان میں سے پہلی صفت تو یہ کہ آپ نے اللہ سے دعا کی اور بارش ہو گئی۔ حالانکہ اس بارش کا وقت مقرر تھا۔ جب وہ وقت آ گیا تو

بارش ہوگئی لیکن لوگوں نے اسے آپ کا معجزہ قرار دے دیا اور طے کرلیا کہ دنیا میں کوئی آپ کا مثل ونظیر نہیں۔ حالانکہ یہ امیر المومنین، اللہ ان کو اور ان کے ملک کو سلامت رکھے، دنیا کے ہر شخص سے بہتر اور افضل ہیں۔ انھوں نے آپ کو اس مرتبے پر پہونچایا ہے، آپ پر ان کا احسان ہے جس کا بدلہ یہ تو نہیں ہے کہ آپ جھوٹوں اور کاذبوں کو چھوڑ دیں کہ وہ آپ کی تعریف اور ان کے خلاف جھوٹی جھوٹی باتیں بیان کرتے پھریں۔

امام رضا علیہ السلام نے ارشاد فرمایا، سنو! اللہ تعالیٰ نے جو کرم واحسان مجھ پر فرمایا ہے اگر لوگ اس کو بیان کرتے ہیں تو ان کو روکا نہیں جاسکتا، اگرچہ میں خود یہ نہیں چاہتا۔ اور تو نے جو یہ کہا کہ امیر المومنین نے مجھے اس عہدے پر فائز کیا، تو انھوں نے مجھے بالکل اسی طرح عہدے پر فائز کیا کہ جس طرح بادشاہِ مصر نے حضرت یوسفؑ کو عہدہ پر فائز کیا تھا (فرق صرف اتنا ہے کہ انھوں نے خود کہا کہ میں فلاں عہدے پر بہت عمدہ کام کرسکتا ہوں اور میں نے از خود کوئی عہدہ حاصل نہیں کیا بلکہ جبراً عہدہ دیا گیا۔) اور اس کی تفصیل بہ تمام وکمال تجھے خوب اچھی طرح معلوم ہے۔

یہ سن کر حاجب کو غصہ آگیا، اس نے کہا، اے فرزندِ موسیٰ! دیکھیے! آپ اپنی حد سے بڑھے جارہے ہیں۔ صرف اس وجہ سے کہ اللہ تعالےٰ نے بارش کردی جس کا ایک وقت مقرر تھا نہ اس سے پہلے بارش ہوسکتی تھی نہ اس کے بعد۔ اور آپ نے اس کو اپنا معجزہ بتادیا تاکہ اس سے آپ کی شان بڑھ جائے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جیسے آپ نے حضرت ابراہیمؑ خلیل اللہ کا معجزہ دکھادیا ہے جو انھوں نے چڑیوں کے سر اپنے ہاتھ میں لیکر ان کے جسم کے ٹکڑے مختلف پہاڑوں پر رکھ دیے اور پھر ہر ایک کو آواز دی تو وہ تیزی سے اڑتے ہوئے اپنے اپنے سروں سے ملحق ہوگئے۔ اگر آپ اپنے دعوے میں سچے ہیں تو آپ اس قالین پر جو دو شیروں کی تصویریں بنی ہوئی ہیں ان کو مجسّم اور زندہ کردیں اور ان سے کہدیں کہ وہ مجھے پھاڑ کھائیں۔ تب میں سمجھوں گا کہ یہ معجزہ ہے ورنہ اس بارش کا تو وقت وہی مقرر تھا آپ کو یہ حق نہیں کہ یہ دعویٰ کریں کہ بارش آپ ہی کی دعا سے ہوئی۔ اس وقت اگر کوئی انسان بھی دعا کرتا تو بارش کو ہونا ہی تھا۔

شیرِ قالین کا مجسّم ہونا

اس کی یہ بیہودگی سن کر حضرت علی بن موسیٰ رضا علیہ السلام کو غصہ آگیا اور قالین پر منقش شیر کی صورتوں کو حکم دیا۔ "اٹھو اور اس فاجر و فاسق کو پھاڑ کھاؤ اور اس طرح کھاجاؤ کہ

اس کی ایک بوٹی بھی نہ باقی رہے۔

یہ حکم سنتے ہی اُن دونوں تصویروں نے ایک مرتبہ پھر اور مجسم شیروں کی شکل اختیار کرلی اور اُس بیہودہ گو حاجب پر جست لگا کر حملہ آور ہوئے اور اس طرح اُس کی تکّہ بوٹی کرکے کھا گئے کہ جس طرح کا حکمِ امامؑ تھا، یہانتک کہ ہڈیاں بھی چبالیں اور خون تک چٹ کر گئے۔ مجمع حیران و ششدر اور سہما ہوا سب کچھ دیکھ رہا تھا۔

جب یہ دونوں شیر اس سے فارغ ہوئے تو حضرت امام رضا علیہ السلام کی طرف مخاطب ہوکر بولے۔ اے روئے زمین پر اللہ کے ولی! اب آپ کا کیا حکم ہے، اگر اجازت ہو تو اس مامون کو بھی اسی طرح صاف کردیں جس طرح حاجب کو صاف کیا ہے۔

یہ سُن کر مامون کو غش آگیا۔ امام رضا علیہ السلام نے فرمایا، نہیں۔ ٹھہر جاؤ وہ دونوں حکمِ امامؑ کے منتظر رہے۔

پھر حضرت امام رضا علیہ السلام نے فرمایا کہ مامون پر عرقِ گلاب چھڑکا جائے اور خوشبو سُنگھائی جائے۔ چنانچہ اُس پر عرقِ گلاب چھڑکا گیا اور وہ ہوش میں آگیا۔ پھر اُن شیروں نے پلٹ کر کہا کہ اگر اجازت ہو تو اِس کو بھی اِس کے ساتھی کے پاس پہونچا دیں۔ آپ نے فرمایا کہ نہیں، اللہ کی مصلحت اسی میں ہے اور وہ پوری ہو کر رہے گی۔ اور حکم دیا، تم دونوں اپنی اصلی صورتوں پر پلٹ جاؤ۔ وہ دونوں قالین کی طرف پلٹے اور پھر تصویر بن گئے۔

اس کے بعد مامون نے سکون کی سانس لی اور کہا، شکر ہے اُس اللہ کا جس نے اس موذی حاجب حمید بن مہران (جس کو شیروں نے پھاڑ کر کھالیا تھا) سے ہمیں نجات دلائی۔ اور پھر وہ امام رضا علیہ السلام سے بولا۔ فرزندِ رسولؐ! یہ حکومت آپ کے جد رسولؐ اللہ کی تھی اور اب آپ کا حق ہے۔ آپ چاہیں تو میں حکومت چھوڑ دوں اور آپ سنبھال لیں۔

آپ نے ارشاد فرمایا۔ کہ اگر میں چاہوں تو مجھے تجھ سے مانگنے کی ضرورت نہیں اللہ نے اپنی ساری مخلوق کو ہمارا مطیع بنایا ہے جیسا کہ تو نے ابھی ابھی دیکھا ہے کہ ان تصویروں نے میری کس طرح اطاعت کی۔ بس صرف چند جاہل انسان ہیں جو نافرمانی اور سرکشی پر تلے ہوئے ہیں۔ اللہ کی اس میں بھی مصلحت ہے کہ ہمیں صبر کا حکم فرمایا کہ تم پر اعتراض نہ کریں۔ مگر تم نے جو اس سے کہلایا تھا کہ تم نے مجھے ولیعہد اور اپنا نائب بنایا ہے، تو یہ ایسا ہی ہے جیسے فرعونِ مصر کے نائب حضرت یوسفؑ تھے۔

راوی کا بیان ہے اس واقعہ کے بعد مامون بالکل سُست پڑ گیا اور اس نے حضرت امام رضاؑ کے متعلق وہ فیصلہ (زہر خورانی کا) کیا، جو آپ کو معلوم ہے (دمعۂ ساکبہ جلد ۱ صفحہ ۱۷۶ تا ۱۷۷)

(۱۹) ـــــ شکریے کی اہمیت

احمد بن عیسےٰ بن زید سے روایت ہے۔ اُس کا بیان ہے کہ مامون نے مجھے ایک شخص کے قتل کا حکم دیا۔ اُس بیچارے نے مجھ سے کہا کہ مجھے زندہ رہنے دیجیے۔ میں آپ کا شکرگذار رہوں گا۔

مامون نے کہا، تیری اور تیرے شکریے کی کیا حقیقت و اہمیت ہے۔؟

حضرت امام رضا علیہ السلام نے ارشاد فرمایا، اے امیرالمومنین! خدا کا واسطہ کسی کے شکریے کے بعد تو اُسے معاف ہی کردینا چاہیے۔ چاہے وہ شکریہ تمھاری نظر میں بے حقیقت ہی کیوں نہ ہو۔ اِس لیے کہ اللہ نے اپنے بندوں کو حکم دیا ہے کہ میرا شکریہ ادا کرو اور جب وہ شکر ادا کرتے ہیں تو انھیں معاف فرمادیتا ہے۔ (عیون اخبار الرضا جلد ۲ ص ۱۲۵)

(۲۰) ـــــ امامؑ کے قتل کا ناکام منصوبہ

ہرثمہ بن اعین سے روایت ہے۔ اُس کا بیان ہے کہ میں مامون کی محلسرا میں حضرت امام رضا علیہ السلام سے ملاقات کو گیا تو وہاں یہ افواہ تھی کہ حضرت امام رضا علیہ السلام وفات پاگئے ہیں مگر اس کی تصدیق نہیں ہوئی تھی۔ میں ملاقات کی غرض سے درِ دولت پر حاضر ہوا۔ صبیح دیلمی، مامون کے باوثوق غلاموں میں سے ایک غلام تھا۔ وہ حضرت امام رضا علیہ السلام کو بہت زیادہ دوست رکھتا تھا۔ میں نے ناگاہ دیکھا کہ وہی صبیح اندر سے برآمد ہوا۔ جب اُس نے مجھے دیکھا تو بولا۔ اے ہرثمہ! کیا تمھیں معلوم نہیں کہ میں مامون کے ہر پوشیدہ و ظاہر باتوں کے لیے اس کا معتمد علیہ ہوں: میں نے کہا، ہاں مجھے معلوم ہے: اُس نے کہا۔ اے ہرثمہ! سنو! مامون نے مجھے اور مجھ ہی جیسے اپنے تیس اور معتمد غلاموں کو رات کا ایک تہائی حصّہ گذر جانے کے بعد بلایا۔ ہم لوگ پہونچے تو دیکھا کہ اتنی شمعیں روشن ہیں کہ رات گویا دن میں تبدیل ہوگئی ہے اور اس کے سامنے بہت سی برہنہ آبدار اور زہر آلود تلواریں رکھی ہوئی تھیں۔

اُس نے ہم میں سے ایک ایک غلام کو الگ الگ بُلایا اور سب سے زبانی عہدوپیمان لیا۔ اُس جگہ ہمارے علاوہ کوئی دوسرا نہیں تھا۔ اور یہ کہا کہ یہ عہد کرو کہ جو کچھ میں کہوں گا وہ کروگے اور ہرگز اس کے خلاف نہ کروگے۔ ہم سب نے بہ حلف اس کا اقرار کیا۔ اُس نے کہا، اچھا تو اب تم میں سے ایک ایک تلوار اٹھالے اور حضرت علی ابن موسیٰ رضا کے حجرے میں جائے اور اُن کو جس حالت میں بھی پائے کھڑے ہوں، بیٹھے ہوں یا سو رہے ہوں، اُن سے کوئی بات بھی نہ کرے، سب ایک ساتھ اُن پر تلواریں

برسائیں، اور اُن کے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے اور قیمہ قیمہ کر دیں۔ پھر اُن پر اُن کا بستر اُلٹ دیں اور اپنی اپنی تلواروں کا خون اُن کے بستر سے صاف کر کے میرے پاس واپس آجائیں۔ ہم تمھیں اس کام کے کرنے اور اسے صیغۂ راز میں رکھنے کے عوض درہموں کی دس دس تھیلیاں اور دس دس جاگیریں دیں گے اور جبتک ہم زندہ رہیں گے تم عیش کرو گے۔

صبیح دیلمی کا بیان ہے کہ ہم نے وہ تلواریں اُٹھائیں اور حضرت امام رضا علیہ السلام کے حجرے میں داخل ہو گئے اور دیکھا کہ آپ لیٹے ہوئے ہیں اور اپنے ہاتھوں کو اُلٹے ہوئے کچھ پڑھ رہے ہیں جسے ہم نہ سمجھ سکے۔ پس سارے غلاموں نے اُن پر تلواریں برسانی شروع کر دیں۔ میں نے اپنی تلوار رکھ دی اور کھڑا ہوا سب کچھ دیکھتا رہا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جیسے اُن کو ہمارے آنے کی اطلاع تھی اور ایسا لباس پہن رکھا تھا جس پر تلوار کارگر نہ ہو۔ اس کے بعد غلاموں نے اُن کا بستر اُن پر لپیٹ دیا اور وہاں سے نکل کر مامون کے پاس پہونچے مامون نے پوچھا تم لوگ کیا کر کے آئے ہو؟ غلاموں نے جواب دیا، یا امیر المومنین جو حکم آپ نے دیا تھا اس پر عمل کر کے آئے ہیں: مامون نے کہا کہ جو کچھ تم نے کیا ہے ہرگز اُس کا اظہار نہ کرنا۔

الغرض جب سپیدیٔ صبح نمودار ہوئی تو مامون اپنی خوابگاہ سے نکل کر اپنی نشست گاہ میں سر برہنہ گریبان چاک کر کے بیٹھا۔ اس حلیے سے اس امر کا اظہار مقصود تھا کہ امام رضا علیہ السلام کی وفات ہو گئی اور وہ تعزیت قبول کرنے کے لیے بیٹھا ہے۔ مگر پھر اچانک پا برہنہ اٹھا، تاکہ امام رضا کا حال دیکھ کر آئے۔ میں اُس کے پاس موجود تھا۔ جب وہ حجرے میں داخل ہونے لگا تو کچھ گنگناہٹ کی آواز سُنی اور رک رک کر بولا۔ ان کے پاس یہ کون ہے؟ میں نے کہا، یا امیر المومنین! مجھے تو پتہ نہیں: مامون نے کہا، جاؤ اندر جلدی جا کر دیکھو: صبیح کا بیان ہے کہ میں فوراً حجرے میں داخل ہوا تو میں نے دیکھا کہ میرے آقا محرابِ عبادت میں اپنے مصلّے پر نماز و تسبیح میں مشغول ہیں۔

میں نے باہر نکل کر کہا، یا امیر المومنین! میں نے تو دیکھا کہ ایک شخص محرابِ عبادت میں نماز و تسبیح میں مشغول ہے: مامون یہ سُن کر کانپنے لگا، اور بولا، خدا تم سب پر لعنت کرے۔ تم نے مجھے دھوکہ دیا۔ پھر میری طرف رُخ کیا اور کہا۔ اے صبیح! تم اُن کو پہچانتے ہو، جا کر دیکھو کون نماز پڑھ رہا ہے۔ صبیح کا بیان ہے کہ میں اندر داخل ہوا اور مامون اُلٹے پاؤں پھرا۔ جب میں دروازے کی چوکھٹ پر پہونچا تو حضرت امام علی رضا علیہ السلام نے آواز دی: یا صبیح! میں نے کہا، میرے آقا، میں حاضر ہوں اور یہ کہہ کر میں منھ کے بَل گر گیا۔ اور قدم چومے۔ آپ نے فرمایا، اُٹھو، اللہ تم پر رحم کرے۔ اس کے بعد آپ نے سورۂ توبہ آیت ۳۲ کی تلاوت فرمائی:-

يُرِيدُونَ أَنْ يُطْفِئُوا نُورَ اللَّهِ بِأَفْوَاهِهِمْ وَيَأْبَى اللَّهُ إِلَّا أَنْ يُتِمَّ

اللہ مُتِمُّ نُوْرِہٖ وَلَوْ کَرِہَ الْکَافِرُوْنَ ○

ترجمہ آیت :۔ یہ لوگ چاہتے ہیں کہ نورِ خدا کو اپنی پھونکوں سے بجھا دیں۔ مگر اللہ اپنے نور کو تمام و کمال تک پہونچانے والا ہے خواہ کافر اپنے کتنا ہی ناپسند کریں "۔

صبیح کا بیان ہے کہ میں مامون کے پاس پلٹا تو دیکھا کہ اُس کا چہرہ بالکل سیاہ پڑگیا ہے۔ (مثل اندھیری رات کے)۔ اُس نے مجھ سے پوچھا، کہو کیا دیکھ آئے ؟ میں نے کہا، یاامیرالمومنین! خدا کی قسم وہ تو اپنے حجرے میں بیٹھے ہوئے ہیں بلکہ انھوں نے مجھے آواز بھی دی اور یہ سب کچھ کہا بھی۔ یہ سُن کر اُس نے اپنے گریبان کے بٹن کھول دیے اور حکم دیا، میرے لیے لباس لاؤ۔ پھر حکم دیا کہ اگر کوئی پوچھے تو کہہ دینا کہ انھیں غش آگیا تھا۔ اب ٹھیک ہیں۔

ہرثمہ کا بیان ہے کہ یہ سُن کر میں نے اللہ کا بہت بہت شکر ادا کیا۔ اس کے بعد میں اپنے آقا حضرت امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں پہونچا۔ آپ نے جب مجھے دیکھا تو فرمایا اے ہرثمہ! جو کچھ تم سے صبیح نے کہا ہے وہ کسی دوسرے سے نہ بیان کرنا، مگر اس سے بیان کر دینا جس کے دل میں ہم اہلبیتؑ کی محبت ہے: میں نے عرض کیا۔ آقا بہتر ہے۔ پھر فرمایا اُن کی کوئی چال ہمیں نقصان نہیں پہونچا سکتی جبتک کہ مدّتِ حیات ختم نہ ہو جائے۔

(عیون اخبار الرضا جلد ۲ صہ ۲۱۲ - ۲۱۴)

(۲۱) سادات اور غیرِ سادات میں بنیادی فرق

شیخ مفید علیہ الرحمۃ نے بیان کیا ہے کہ روایت میں ہے کہ جب مامون خراسان کی طرف روانہ ہوا تو حضرت امام رضا علیہ السلام بھی اُس کے ساتھ تھے۔ درمیانِ راہ میں مامون نے کہا، یا ابوالحسن میں بہت سوچنے کے بعد اس نتیجے پر پہونچا ہوں کہ آپ کے اور میرے معاملات نسب وفضیلت میں ہم دونوں ایک ہیں دونوں میں کوئی امتیاز نہیں۔ ہمارے اور آپ کے شیعوں اور ماننے والوں میں جو اختلاف ہے وہ محض حرص وہوس اور عصبیّت کا نتیجہ ہے۔

حضرت امام رضا علیہ السلام نے ارشاد فرمایا۔ تمھاری اس بات کا ایک جواب ہے، اگر کہو تو بیان کروں، ورنہ خاموشی اختیار کروں۔

مامون نے کہا کہ میں نے یہ بات اسی لیے کہی ہے تاکہ پتہ چلے کہ آپ کی معلومات اس سلسلے میں کیا ہیں ؟ امام رضا علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ : یاامیرالمومنین! میں آپ کو خدا کا واسطہ دے کر دریافت کرتا ہوں کہ، بالفرض اللہ تعالیٰ اپنے نبی محمد مصطفےٰ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو پھر سے اس دنیائے میں فانی تشریف لے آئیں اور وہ تمھاری بیٹی سے عقد کرنے کے لیے تم کو

پیغام دیں تو کیا تم اُن سے اپنی بیٹی کا عقد کردو گے ؟ مامون نے کہا، سبحان اللہ! بھلا کوئی شخص رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بات ٹال سکتا ہے : امام رضا علیہ السلام نے فرمایا، اچھا، اِس مسئلے میں تمھاری کیا رائے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے شرعاً کیا یہ بھی جائز ہے کہ وہ ہماری بیٹی سے عقد کا پیغام دیں ؟ یہ سن کر مامون خاموش ہو گیا پھر ذرا ٹھہر کر بولا۔ ہاں خدا کی قسم ! آپ حضرت کا رسول اللہ سے زیادہ قریبی رشتہ ہے۔

(کتاب عیون والمجالس سید مرتضیٰ علیہ الرحمۃ)

(۲۲) حضرت علیؑ ازروئے قرآن نفسِ رسولؐ ہیں

اسی کتاب میں یہ بھی ہے کہ ایک دن مامون نے حضرت امام رضا علیہ السلام سے کہا، آپ حضرت امیرالمومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام کی جو سب سے بڑی فضیلت ہو اُسے قرآن سے ثابت کریں :

آپ نے فرمایا، اُن حضرت کی ایک فضیلت تو آیۂ مباہلہ ہی سے ثابت ہے۔
جب اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا فَمَنْ حَآجَّكَ فِيهِ.... الخ (آلِ عمران آیت ۶۱) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امام حسن و امام حسین علیہما السلام کو بلایا۔ وہ دونوں آنحضرتؐ کے اَبْنَآء تھے۔ حضرت فاطمہ زہراؑ کو بلایا۔ وہ اس جگہ آپ کی نِسَآء تھیں اور حضرت امیرالمومنینؑ علیؑ کو بلایا تو وہ بحکمِ خدا آنحضرتؐ کے نفس قرار پائے۔ اور یہ طے ہے کہ تمام مخلوقات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب سے افضل ہیں۔ تو اس کا لازمی نتیجہ ہے کہ ازروئے قرآن، رسولؐ کے نفس سے بھی مخلوقات میں کوئی افضل نہیں ہو سکتا۔

مامون نے کہا، مگر کیا ایسا نہیں ہے کہ اس آیت میں اللہ نے اَبْنَآء جمع کے صیغہ میں استعمال کیا ہے مگر رسولِ مقبولؐ نے صرف اپنے دونوں ہی فرزندوں کو بلایا، اور نِسَآء بھی جمع کے صیغہ میں استعمال کیا ہے مگر رسولؐ اللہ نے صرف اپنی اکیلی بیٹی کو بلایا، اسی طرح اَنْفُسَنَا بھی جمع کے صیغہ میں استعمال کیا ہے اور اس سے مراد صرف رسول مقبولؐ کا خود اپنا ہی نفس اور اپنی ذات ہو کوئی دوسرا مراد نہ ہو۔ ایسی صورت میں حضرت علی امیرالمومنین علیہ السلام کی کیا فضیلت رہ جاتی ہے۔ جیسا آپ فرماتے ہیں۔

حضرت امام رضا علیہ السلام نے ارشاد فرمایا۔ کہ آپ جو کچھ کہتے ہیں یہ درست نہیں ہے۔ اِس لیے کہ بلانے والا کسی غیر کو بلایا کرتا ہے خود اپنی ذات کو نہیں بلاتا۔ حکم دینے والا کسی اپنے غیر کو حکم دیتا ہے خود اپنی ذات کو حکم نہیں دیتا۔ اِس لیے یہ درست نہیں

کہ رسولؐ اللہ نے خود اپنی ذات کو بُلایا تھا، اور چونکہ مباہلہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سوائے امیرالمومنین علی ابنِ ابی طالب علیہ السلام کے اور کسی مرد کو نہیں بُلایا۔ اِس بات سے یہ ثابت ہے کہ حضرت امیرالمومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام ہی از روئے کتاب اللہ (قرآن مجید) آنحضرتؐ کے نفس ہیں اور اُن ہی کے بُلانے کا حکم قرآنِ مجید میں رسولِ اکرمؐ کو ملا تھا۔

راوی کا بیان ہے کہ یہ سُن کر مامون نے کہا کہ جب جواب مل گیا تو سوال بھی خود بخود ختم ہوگیا۔

(کتاب عیون والمجالس سید مرتضیٰ علیہ الرحمۃ)

بحار الانوار

باب ۱۴

مامون کا اہلِ بیتؑ کے مخالفین
سے بحث ومناظرہ

① ـــــ مامون کے متعلق امامؑ کا ارشاد

اسحاق بن حماد سے روایت ہے کہ مامون صرف حضرت امام رضا علیہ السلام کو خوش کرنے اور قربت جتانے کے لیے اہلبیت علیہم السلام کے مخالفین سے مباحثوں اور مناظروں کی مجالس منعقد کیا کرتا اور اُن میں حضرت علیؑ امیر المومنین کی امامت اور تمام صحابہ پر آپؑ کی فضیلت کے متعلق بحث کیا کرتا تھا۔ مگر حضرت امام رضا علیہ السلام اپنے معتمد اور باوثوق اصحاب سے یہ بتا دیا کرتے تھے کہ دیکھو! مامون کی باتوں سے دھوکہ نہ کھا جانا۔ بخدا یہی میرا قاتل ہے لیکن ہمیں ابھی اُس معیّنہ اجل تک صبر کرنا ہے۔

② ـــــ مخالفینِ اہلبیتؑ سے مامون کا مناظرہ

اسحاق بن حماد بن زید کا بیان ہے میں نے یحییٰ بن اکثم قاضی کو کہتے ہوئے سُنا کہ مامون نے مجھے حکم دیا کہ میں محدّثین، متکلمین اور مناظرین کی ایک جماعت فراہم کردوں تو میں نے محدّثین و متکلمین دونوں قسم کے تقریباً چالیس افراد جمع کر دیے اور پھر اُن سب کو لے کر دربار میں پہونچا اور انھیں دربان کے پاس بٹھا کر میں اندر گیا تاکہ اُنھیں یہ بتا دوں کہ یہ لوگ کس مرتبے اور منزلت کے ہیں۔ مامون نے یہ سُن کر کہا اچھا ان سب کو میرے سامنے لاؤ۔ میں نے انھیں دربار میں حاضر کیا، تو مامون نے اُن سے بڑے اخلاق سے گفتگو کی اور کہا، میں چاہتا ہوں کہ آج آپ لوگوں کے سامنے اُس حجت کو تمام کردوں جو مجھ پر عنداللہ فرض ہے۔ لہٰذا اب آپ حضرات میں سے جن صاحب کو اپنی ضروریاتِ بشری سے فارغ ہونا ہو وہ فارغ ہو جائیں؛ اپنے موزے اور ردائیں اُتار کر بے تکلف بیٹھ جائیں۔ چنانچہ جب وہ لوگ اپنی ضروریات سے فارغ ہو کر اطمینان کے ساتھ بیٹھ گئے تو مامون نے اُن سے خطاب کیا۔

حضرات! میں نے آپ کو آج اِس لیے زحمت دی ہے کہ آپ سے ایک اہم مسئلے پر گفتگو کروں اور آپ سے بھی اُمید ہے کہ ہمہ تن گوش ہو کر اس گفتگو کو سنیں۔

مامون: سُنیے! میں ایک شخص ہوں جس کا دعویٰ ہے کہ "بعد از نبیِّ اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم حضرت علیؑ خیر البشر اور افضلِ خلائق ہیں۔ اگر آپ حضرات کے نزدیک بھی میرا یہ دعویٰ سچّا ہے تو اِس کی تصدیق وتائید کریں ورنہ اسے رد کریں۔ اور اب اِس سلسلے میں اگر آپ کہیں تو میں چند سوالات کروں یا آپ حضرات مجھ سے سوالات پوچھ سکتے ہیں

پہلا محدّث: ہم آپ سے سوال کریں گے "۔

مامون: بہتر، مگر آپ حضرات اپنے حلقے میں سے ایک کو گفتگو کے لیے منتخب کرلیں تاکہ صرف وہی بات کرے باقی سب سُنتے رہیں۔ البتہ اس کے بعد اگر کوئی اور شخص مزید گفتگو کرنا چاہے تو وہ اُس کی کمی کو پورا کرسکتا ہے۔ چنانچہ ایک محدّث نے بحث کا آغاز اِس طرح کیا۔

محدّث: یا امیرالمومنین! ایک متفق علیہ روایت کی بناء پر ہمارا یہ دعویٰ ہے کہ بعد از نبیؐ اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم اُمّت میں سب سے بہتر ابوبکر صدیق ہیں اور وہ روایت یہ ہے کہ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا، تم لوگ میرے بعد حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق کی اقتدار کرنا۔ پس جب خود نبیؐ اُمتؐ نے یہ حکم دے دیا کہ ان دونوں کی اقتدار کرنا، تو پھر بحث ختم۔ آنحضرتؐ اُسی کی اقتدار کا تو حکم دینگے جو لوگوں میں سب سے بہتر ہوگا"۔

مامون: یہ تو آپ بھی جانتے ہیں کہ ہمارے پاس روایات بیشمار ہیں۔ لہٰذا اب اس کی تین ہی صورتیں ہوسکتی ہیں۔ یا تو ساری روایتیں صحیح تسلیم کرلی جائیں۔ یا ساری روایتیں غلط مان لی جائیں۔ یا بعض روایات کو صحیح تسلیم کیا جائے اور بعض کو غلط۔ اگر ہم ساری روایتوں کو صحیح تسلیم کرتے ہیں تو سب کی سب اپنے آپ ہی باطل ہوجاتی ہیں۔ اِس لیے کہ ان میں سے بعض روایتیں بعض کی نقیض اور ضد ہیں۔ اور اگر تمام روایتوں کو غلط کہتے ہیں تو سارا دین ہی غلط ہوجائے گا اِس لیے کہ شرعی احکامات کا سارا دارو مدار تو روایات ہی پر ہے۔ اِس لیے ضروری ہے کہ یہ تسلیم کرلیا جائے کہ بعض روایات صحیح ہیں اور بعض غلط۔ تو اب ضرورت اس بات کی ہوگی کہ کسی محکم دلیل کے ذریعے سے صحیح روایت کو صحیح ثابت کیا جائے اور پھر اس کے خلاف جو روایات ملیں اُن کی نفی کردی جائے یعنی جو روایات دلیلوں سے صحیح ثابت ہوں اُن پر اپنے عقیدے اور عمل کی بنیاد قائم کی جائے۔

لہٰذا آپ نے جس روایت کا حوالہ دیا ہے اُس کی صحت کی دلیلیں ہی غلط ہیں اور وہ اس طرح کہ یہ امر مسلّم ہے کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم تمام صاحبانِ حکمت میں سب سے بڑھ کر صاحبِ حکمت اور تمام مخلوقات میں سب سے زیادہ سچے ہیں تو یہ ممکن ہی نہیں کہ آپ کسی ناممکن اور محال امر کا حکم فرمائیں اور لوگوں کو

مجبور کریں کہ وہ دیانتداری کے خلاف عمل کریں اور آپ کی پیش کردہ روایت میں یہی بات نظر آتی ہے۔ اس روایت میں جن دو افراد کا ذکر ہے ان کو چاہیے کہ وہ دونوں ہر جہت سے ایک ہوں یعنی شکل وصورت میں ایک ہوں اور تمام صفات میں ایک ہوں۔ پھر اگر ایسا ہوگا تو دو افراد کو دو کیسے کہا جائے گا وہ تو ایک ہی ہوئے۔ یہ ناممکن اور محال ہے کہ دو چیزیں تمام جہات سے ایک ہوں اور پھر ان کو دو کہا جائے۔ اور اگر وہ دونوں مختلف ہیں تو بیک وقت دونوں کی اطاعت کا حکم کیسے دیا جاسکتا ہے۔ اس لیے کہ ایک کی پیروی دوسرے کی مخالفت پر منتج ہوگی اور ان دونوں میں اختلاف کی دلیل یہ ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق نے اہلِ ردّہ کو قید کا حکم دیا اور حضرت عمر فاروق کی رائے تھی کہ انھیں آزاد کر دیا جائے۔ حضرت عمر فاروق نے مالک بن نویرہ کے قتل کے جرم میں خالد بن ولید کو معزول کرنے کا مشورہ دیا اور حضرت ابوبکر صدیق نے اُن کی بات نہ مانی۔ حضرت عمر فاروق نے متعہ کو حرام قرار دیا اور حضرت ابوبکر نے متعہ کو اپنے دور میں جاری رکھا۔ حضرت عمر فاروق نے بیت المال سے لوگوں کے وظیفے مقرر کیے۔ اور حضرت ابوبکر صدیق نے ایسا نہیں کیا۔ حضرت ابوبکر نے اپنے بعد کے لیے اپنا خلیفہ اور جانشین مقرر کیا، مگر حضرت عمر فاروق نے ایسا نہیں کیا، بلکہ یہ معاملہ شوریٰ پر چھوڑا۔ اور اس طرح ان دونوں میں اختلاف کی مثالیں بیشمار ہیں۔ پھر دونوں کی اقتدا کیسے ممکن ہوگی؛ یہ سن کر وہ محدثؔ تو خاموش ہوگیا۔

دوسرا محدّث: مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے یہ بھی تو ارشاد فرمایا ہے کہ اگر میں کسی کو اپنا خلیل منتخب کرتا تو حضرت ابوبکر صدیق کو منتخب کرتا۔

مامون: یہ بھی ناممکن، اِس لیے کہ آپ ہی لوگ یہ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے صحابہ میں سے ایک کو دوسرے کا بھائی بنانے کے لیے منتخب فرمایا مگر حضرت علیؑ کو چھوڑ دیا۔ اور جب حضرت علیؑ نے آپؐ سے اس کا سبب معلوم کیا تو آپؐ نے فرمایا: "اے علیؑ میں نے تمھیں اپنے لیے منتخب کیا ہے" پس آپ حضرات کی یہ روایت اور وہ روایت (جو اوپر بیان ہوچکی) دونوں کس طرح صحیح ہوسکتی ہیں؟ ایک ہی صحیح ہوگی اور دوسری غلط۔ چنانچہ یہ جواب سن کر وہ بھی خاموش ہوگیا۔

تیسرا محدث: جنابِ عالی۔ مگر حضرت علیؑ نے تو برسرِ منبر خود کہا ہے کہ نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد اس اُمّت میں سب سے بہتر ابوبکرؓ و عمرؓ ہیں۔

مامون: آپ خود سوچیے کہ یہ کیسے ممکن ہے۔ اِس لیے کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلّم ان دونوں حضرات کو سب سے بہتر سمجھتے تو ان دونوں کو کبھی عمرو بن عاص کے اور کبھی اُسامہ بن زید کے ماتحت نہ کرتے۔ اور اس روایت کی تکذیب تو حضرت علیؑ کا یہ قول کر رہا ہے کہ جب نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات ہوئی تو میں آنحضرتؐ کی جانشینی کا سب سے زیادہ حقدار تھا مگر میں نے سوچا کہ یہ لوگ ابھی ابھی تو چند دن پہلے مسلمان ہوئے ہیں۔ اگر میں اُلجھوں گا تو یہ پھر کہیں کافر نہ ہو جائیں۔ نیز حضرت علی نے یہ بھی فرمایا کہ یہ دونوں ہم سے بہتر کیسے ہو سکتے ہیں۔ میں ان دونوں کے اسلام لانے کے پہلے سے اللہ کی عبادت کرتا رہا اور ان دونوں کی وفات کے بعد بھی اللہ کی عبادت کر رہا ہوں۔ یہ سُن کر وہ لاجواب ہوا۔

چوتھا محدّث: مگر یہ روایت بھی تو ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نے اپنا دروازہ بند کر لیا تھا اور کہتے تھے۔ کیا کوئی ہے جو مجھ سے یہ عہدہ لے لے اور میں اس کے حق میں دستبردار ہو جاؤں؟ تو اُس موقع پر حضرت علیؑ نے کہا کہ جب آپ کو حضرت رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے مقدّم کیا ہے تو پھر آپ کو مؤخر کون کر سکتا ہے۔

مامون: مگر یہ روایت بھی درست نہیں۔ اِس لیے کہ حضرت علیؑ تو حضرت ابوبکر کی بیعت سے خود ہی کنارہ کش رہے اور آپ ہی لوگوں کی روایات میں ہے کہ حضرت فاطمہ زہرا کی وفات تک حضرت علیؑ بیعت سے کنارہ کش رہے بلکہ حضرت فاطمہ زہرا یہ وصیّت بھی کر کے فوت ہوئی تھیں کہ مجھے شب کے اندھیرے میں دفن کرنا تاکہ یہ دونوں میرے جنازے کو نہ دیکھ سکیں۔

اور ایک دوسری دلیل اِس روایت کے غلط ہونے کی یہ ہے کہ اگر رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم اُن کو اپنا خلیفہ بنا گئے تھے تو پھر اُنھیں جائز نہیں کہ وہ دوسرے کے حق میں دستبردار ہوں۔ اور انھیں کیا حق تھا کہ وہ ایک انصاری سے یہ کہیں کہ میں چاہتا ہوں کہ تم لوگوں پر حضرت ابو عبیدہؓ یا حضرت عمرؓ کو خلیفہ بنا کر خود خلافت سے دستبردار ہو جاؤں۔ جواب معقول تھا اس لیے وہ بھی خاموش ہو گیا۔

پانچواں محدّث: ایک روایت میں یہ بھی تو ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عمرو بن عاصؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا۔ اللہ کے نبیؐ عورتوں میں سب سے زیادہ پسندیدہ آپ کے نزدیک کون ہے؟ آپ نے فرمایا، عائشہ۔ پھر پوچھا۔ اور مردوں میں؟ آپ نے فرمایا، ان کے باپ۔

مامون: یہ روایت بھی درست نہیں۔ اس لیے کہ آپ لوگوں کے پاس یہ ایک بہت مشہور اور متواتر روایت ہے کہ ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے ایک بھنا ہوا طائر رکھا گیا۔ تو آپ نے دعا فرمائی کہ پروردگارا! جو تیرے نزدیک ساری مخلوقات میں سب سے زیادہ محبوب اور پسندیدہ شخص ہو اُس کو اس وقت بھیج دے۔ تو اللہ تعالیٰ نے حضرت علیؑ کو بھیج دیا۔ آپ ہی بتائیں کہ اس متواتر روایت کے سامنے آپ کی پیش کردہ روایت کو کس طرح قبول کیا جائے۔

چھٹا محدّث: حضرت علیؑ نے تو خود ہی کہا ہے کہ جو شخص مجھے حضرت ابوبکرؓ صدیق اور حضرت عمرؓ فاروق پر افضلیت دے گا اُس کو میں اتنے تازیانے لگاؤں گا جتنی کہ ایک جھوٹے اور مفتری پر حد جاری کی جاتی ہے۔

مامون: یہ کیونکر ممکن ہوسکتا ہے کہ حضرت علیؑ ایسا کہیں کہ جس پر از روئے شرع کوئی حد نہیں اُس پر میں حدِ شرع جاری کروں گا۔ اس طرح تو اُنھوں نے خود حدودِ الٰہی سے تجاوز اور حکم خدا کے خلاف کیا۔ اس لیے کہ ان دونوں سے کسی کو افضل سمجھنا کوئی گناہ نہیں ہے۔

اور پھر آپ لوگوں نے تو خود خلیفۂ اوّل سے روایت کی ہے کہ مجھے تم نے اپنا والی تو بنا دیا ہے مگر میں تم لوگوں سے بہتر نہیں ہوں۔ اب آپ ہی بتائیں کہ ان دونوں میں سے کون سچا ہے۔ حضرت ابوبکرؓ جو اپنے لیے یہ اعلان کر رہے ہیں یا حضرت علیؑ جو حضرت ابوبکرؓ کے لیے یہ کہہ رہے ہیں (جیسا کہ مذکور ہو چکا ہے) اور ان دونوں حدیثوں میں جو تناقص و تضاد ہے وہ تو اپنی جگہ ہے۔ مگر دیکھنا یہ ہے کہ حضرت ابوبکرؓ اپنے اس قول میں سچے ہیں تو کس حد تک۔؟ اگر سچے ہیں تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ انھیں یہ کیسے معلوم ہوا؟ بذریعہ وحی؟ تو وحی کا سلسلہ تو منقطع ہو چکا۔ اب یہ کہ وہ خود اپنی ہی نظر میں ایسے تھے؟ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ اپنے متعلق مشکوک تھے اور اگر وہ اپنے اس قول میں سچے نہ تھے تو ایسا شخص جو مسلمانوں

کا والی ہو، جو احکامِ اسلام کے نفاذ کا ذمّہ دار ہو، جو مسلمانوں پر حدودِ اسلامی جاری اور وہ کاذب ہو۔ یہ عجیب بات ہے۔ یہ جواب سُن کر وہ بھی خاموش ہوگیا۔

ساتواں محدّث: مگر حدیث میں یہ بھی تو آیا ہے کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ، یہ دونوں جنّت کے بوڑھوں کے سردار ہیں۔

مامون: آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا یہ فرمانا بھی ممکن نہیں۔ اِس لیے کہ جنّت میں بڑھاپا نہیں ہوگا۔ چنانچہ حدیث میں ہے کہ ایک ضعیفہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ آپؐ نے فرمایا: اے ضعیفہ تجھے خبر بھی ہے کہ کوئی بوڑھی عورت جنّت میں داخل نہ ہوگی۔ یہ سُن کر وہ رونے لگی۔ آپ نے فرمایا، کیوں روتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:۔

"اِنَّآ اَنْشَاْنٰهُنَّ اِنْشَآءً فَجَعَلْنٰهُنَّ اَبْكَارًا عُرُبًا اَتْرَابًا

(سورۂ واقعہ آیت ۳۵ تا ۳۷)

ترجمہ آیت: ہم ان کو خلق کریں گے اور انھیں باکرہ اور آپس میں ہم سِن سہیلیاں بنادیں گے"۔

یعنی وہاں پر بڑھاپا نہیں ہوگا۔ اب اگر آپ یہ کہیں کہ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ بھی جوان ہو کر جنّت میں جائیں گے تو آپ لوگوں کے یہاں یہ روایت بھی موجود ہے کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا ہے کہ حسنؑ وحسینؑ سردار ہیں جوانانِ جنّت کے خواہ وہ اوّلین میں سے ہوں یا آخرین میں سے۔ اور دونوں کے والدین ان سے افضل وبہتر ہیں۔ یہ مسکت جواب سُن کر وہ بھی خاموش ہوگیا۔

آٹھواں محدّث: ان کے افضل ہونے کی یہ دلیل ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اے لوگو! اگر میں تمھارے پاس نبیؐ بنا کر نہ بھیجا جاتا تو حضرت عمرؓ کو نبی بنا کر بھیجا جاتا۔

مامون: یہ بھی ناممکن ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔

"اِنَّآ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ كَمَآ اَوْحَيْنَآ اِلٰى نُوْحٍ وَّالنَّبِيّٖنَ مِنْۢ بَعْدِهٖ ۔ (سورۃ النسآء آیت ۱۶۳)

ترجمہ آیت: اے رسول! ہم نے تمھارے پاس بھی تو اسی طرح وحی بھیجی ہے جس طرح نوحؑ اور اُن کے بعد والے پیغمبروں پر بھیجی تھی۔"

اور دوسری جگہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔

"وَاِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِيّٖنَ مِيْثَاقَهُمْ وَمِنْكَ وَمِنْ

تَنُوْحٍ وَّ اِبْرَاهِیْمَ وَمُوْسٰی وَعِیْسَی ابْنِ مَرْیَمَ (سورۃ الاحزاب آیۃ)

ترجمہ آیت :۔ " اور اے رسول! وہ وقت یاد کرو جب ہم نے دیگر پیغمبروں سے اور خاص کر تم سے اور نوحؑ اور ابراہیمؑ اور موسیٰؑ اور مریمؑ کے بیٹے عیسیٰؑ سے عہد و پیمان لیا۔"

اب آپ ہی بتائیں کہ کیا یہ جائز ہے کہ اللہ تعالیٰ جس سے خاص طور پہ عہد و میثاق لے اُس کو تو نہ بھیجے اور جس سے کوئی عہد و میثاق نہیں لیا گیا اُس کو بھیج دے۔ یہ سُن کر وہ بھی لاجواب ہو گیا۔

نواں محدّث : یہ وہ لوگ ہیں کہ جن پر اللہ تعالیٰ فخر و مباہات کرتا ہے۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت ہے کہ آپؐ یوم عرفہ میں حضرت عمر فاروق کو دیکھ کر مسکرائے اور فرمایا، اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر بالعموم اور حضرت عمرؓ پر بالخصوص فخر و مباہات کرتا ہے۔

مامون : یہ بھی ناممکن اور محال ہے۔ اِس لیے کہ اللہ تعالیٰ یہ نہیں کر سکتا کہ حضرت عمرؓ پر فخر کرے اور اپنے محبوب نبیؐ کو چھوڑ دے۔ حضرت عمرؓ کا شمار خاص بندوں میں ہو اور اپنے محبوب نبی صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا شمار عام بندوں میں ہو۔ اور آپ کی روایات کو دیکھتے ہوئے اِس روایت پر کوئی تعجب بھی نہیں ہوتا۔ اِس لیے کہ آپ کے یہاں یہ بھی تو روایت ہے کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا کہ جب میں جنّت میں داخل ہونے لگوں گا تو مجھے کسی کے پاؤں کے جوتوں کی چاپ سُنائی دے گی اور دیکھوں گا کہ حضرت ابوبکرؓ کے غلام حضرت بلالؓ مجھ سے پہلے جنّت میں داخل ہو رہے ہیں۔ اور اسی بناء پر جب شیعہ یہ کہتے ہیں کہ حضرت علیؑ، حضرت ابوبکرؓ سے بہتر ہیں۔ تو آپ جواب میں یہ کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکرؓ کا تو غلام بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے افضل ہے۔ کیونکہ سابق افضل ہوتا ہے مسبوق سے۔ نیز آپ لوگ یہ بھی روایت کرتے ہیں کہ جب شیطان حضرت عمر فاروق کو آتا ہوا محسوس کرتا تھا تو بھاگ جاتا تھا۔ مگر رسول اکرمؐ کے منہ سے اس شیطان نے انھن الغر انیق العلیٰ تک نماز میں کہلا دیا۔ تو بقول آپ کے شیطان حضرت عمرؓ سے تو بھاگ جاتا تھا، مگر حضرت رسول اکرمؐ سے کلمہ کفر تک کہلا دیا کرتا تھا۔ مامون کا جواب معقول تھا، محدّث بیچارہ کیا کہتا، خاموش ہو گیا۔

دسواں محدّث : سُنیے۔ نبی صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا ارشاد ہے کہ اگر عذاب نازل ہو تو میری اُمّت میں سوائے عمر فاروقؓ کے اور کوئی نہیں بچ سکتا۔ (اب اس سے بڑھ کر افضیلت

کی اور کیا دلیل ہوگی۔)

مامون: مگر یہ روایت تو نصِ قرآنی کے سراسر خلاف ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ (سورۃ الانفال آیت ۳۳)

ترجمہ آیت: اے رسولؐ! "جبتک تم ان لوگوں کے درمیان موجود ہو اللہ ان پر عذاب نہیں کرے گا۔"

آپ لوگوں نے تو اس روایت کی بنا پر حضرت عمرؓ کو حضرت رسولِ اکرمؐ کے مثل بنا دیا۔ (یہ جواب سن کر یہ محدث بھی خاموش ہوگیا۔)

گیارہواں محدث: اچھا، اس میں تو کوئی شک نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود گواہی دی ہے کہ حضرت عمر فاروق ان دس صحابہ میں سے ہیں جو جنّتی ہیں اور جنھیں جنت کی بشارت دے دی گئی ہے؟

مامون: اگر ایسا ہوتا جیسا کہ آپ لوگوں کا خیال ہے تو حضرت عمرؓ بار بار حضرت حذیفہ سے یہ نہ کہتے کہ میں تمھیں خدا کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں، بتاؤ، کیا میں بھی منافقین میں سے ہوں؟ غور کیجیے۔ اگر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُن کے متعلق یہ فرمادیا تھا کہ تم جنّتی ہو۔ تو کیا اُن کو رسولِ اکرمؐ کی بات کا یقین نہ تھا اور وہ حذیفہؓ سے اس کی تصدیق چاہتے تھے؟ اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ وہ حضرت حذیفہؓ کو تو سچّا جانتے تھے مگر رسولِ اکرمؐ کو نہیں۔ اگر ایسا ہے تو یہ ان کے اسلام ہی کی نفی کرتا ہے۔ اور اگر وہ رسولِ اکرمؐ کو سچّا جانتے تھے تو یہ بتائیں کہ پھر انھوں نے حضرت حذیفہؓ سے بار بار کیوں دریافت کیا۔ بہر حال عشرۂ مبشرہ والی روایت اور حذیفہؓ والی روایت یہ دونوں آپس میں متناقض اور متضاد ہیں۔ (محدث کے پاس اس کا کوئی جواب نہ تھا۔ وہ خاموش ہوگیا۔)

بارہواں محدث: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بھی تو ارشاد فرمایا ہے کہ میری ساری اُمت کو ترازو کے ایک پلّے میں رکھا گیا اور دوسرے پلّے میں مجھے رکھا گیا تو میرا پلّہ بھاری رہا۔ پھر مجھے اُتار کر میری جگہ حضرت ابوبکرؓ کو رکھا گیا تو اُن کا پلّہ بھی بھاری رہا۔ پھر اُن کو اُتار کر اُن کی جگہ حضرت عمرؓ کو رکھا گیا۔ اُن کا پلّہ بھی بھاری رہا مگر اس کے بعد وہ ترازو ہی اٹھالی گئی۔

مامون: جناب یہ ناممکن ہے۔ اِس لیے کہ یہ دو حال سے خالی نہیں۔ یہاں یا تو ان دونوں کے اجسام کا وزن مراد ہے یا اُن کے اعمال کا۔ اگر ان دونوں کے اجسام کا

وزن مراد ہے تو دنیا جانتی ہے کہ یہ ناممکن ہے کہ ان کے اجسام اتنے وزنی ہوں کہ ساری اُمت کے اجسام سے بھاری ہو جائیں۔ اب رہ گیا اعمال و افعال کا وزن، تو وہ کچھ دنوں کے بعد تو رہے نہیں، ان کے اعمال کا سلسلہ جلدی ختم ہو گیا۔ مگر کچھ لوگ ان کے بعد بھی زندہ رہے اور اعمال بجالاتے رہے نیز بہت سے لوگ تو ابھی اُمت کے پیدا بھی نہیں ہوئے پھر ان لوگوں کے اعمال سے توازن کے کیا معنی ؟

اچھا، آپ حضرات یہ بتائیں کہ ایک کو دوسرے پر فضیلت کس بنا پر ہوتی ہے ؟ کسی نے کہا اعمالِ صالحہ کی بنا پر : مامون نے کہا، پھر یہ بتائیں کہ زیادہ سے زیادہ عہدِ نبیؐ تک اُن کے اعمال کا پلہ بھاری ہو سکتا ہے مگر جن لوگوں کا پلہ ہلکا تھا اُنھوں نے تو بعدِ نبیؐ بھی اعمالِ صالحہ انجام دیے۔ کیا اُن کو بھی اس میں ملا دیا جائے گا ؟ اگر آپ کہیں کہ ہاں، تو میں عہدِ حاضر کی مثالیں پیش کروں گا۔ ان میں ایسی ہستیاں ہیں جنھوں نے ان دونوں سے زیادہ جہاد کیے ان سے زیادہ حج کیے ان سے زیادہ نمازیں پڑھیں، ان سے زیادہ صدقات و زکوٰۃ دیے۔ لوگوں نے کہا، یا امیرالمومنین آپ نے سچ فرمایا، ہمارے زمانے میں جو لوگ ہیں ان کے اعمالِ صالحہ عہدِ نبیؐ کے زمانے کے لوگوں سے زیادہ ہیں دونوں کا توازن نہیں ہو سکتا۔

مامون نے کہا اچھا ذرا آپ اپنے ان ائمہ کو دیکھیں جن سے آپ نے دین حاصل کیا کہ انھوں نے حضرت علیؑ کے فضائل میں کتنی روایات نقل کی ہیں اور پھر عشرۂ مبشّرہ کے فضائل میں کتنی روایات منقول ہیں اگر عشرۂ مبشّرہ میں سے سب کے فضائل مل کر بھی حضرت علی علیہ السلام کے فضائل کے برابر بھی ہو جائیں تو یہیں آپ حضرات کی بات تسلیم۔ اور اگر ان ائمہ نے عشرۂ مبشّرہ کے فضائل سے زیادہ حضرت علی علیہ السلام کے فضائل نقل کیے ہوں تو آپ حضرات میرے موقف کو تسلیم کریں : یہ سُن کر سب لوگ خاموش ہو گئے۔

مامون نے کہا، کیا بات ہے۔ کیوں خاموش ہو گئے ؟ اُنھوں نے کہا بس اس سلسلے میں ہمیں جو کچھ پیش کرنا تھا پیش کر چکے۔ مزید ہم کچھ کہنا نہیں چاہتے۔

مامون کے محدثین سے سوالات

سوال : پہلی بات تو یہ بتائیں کہ بعثتِ نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وقت کون سا عمل سب سے افضل تھا ؟

جواب : اسلام کی طرف سبقت کرنا۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔
" وَالسَّابِقُوْنَ السَّابِقُوْنَ اُولٰٓئِكَ الْمُقَرَّبُوْنَ ۔" (سورۂ واقعہ آیت ۱۰)

مامون : کیا آپ کو معلوم ہے کہ حضرت علی علیہ السلام سے پہلے کسی اور نے بھی اسلام کی طرف سبقت کی تھی ؟

جواب : نہیں۔ سب سے پہلے حضرت علی علیہ السلام ہی اسلام لائے۔ مگر وہ ابھی نابالغ تھے اور نابالغ کا اسلام معتبر نہیں۔ اور حضرت ابوبکر صدیق بڑھاپے میں اسلام لائے، ان کا اسلام معتبر ہے۔

مامون : خیر! مگر یہ تو بتائیں کہ حضرت علی علیہ السلام کیوں اسلام لائے ؟ کیا آپ کو الہام ہوا تھا کہ تم اسلام لاؤ۔ یا یہ کہ رسولِ مقبولؐ نے آپ کو دعوتِ اسلام دی تھی۔ اگر آپ یہ کہیں کہ انھیں بذریعۂ الہام حکم ملا تھا، تو پھر آپ رسولِ مقبولؐ سے بھی افضل ہوئے۔ اس لیے کہ آنحضرتؐ کو الہام نہیں ہوا تھا بلکہ حضرت جبریلؑ اللہ تعالےٰ کی طرف سے نازل ہوئے اور انھوں نے آنحضرتؐ کو دعوت دی اور بتایا: اور اگر آپ یہ کہیں کہ رسولِ مقبولؐ نے حضرت علیؑ کو دعوت دی تھی تو پھر یہ بتائیں کہ جناب رسولِ مقبولؐ نے آپؑ کو یہ دعوت اپنی طرف سے دی یا خدا کے حکم سے دی ؟
اگر آپ لوگ یہ کہتے ہیں کہ اپنی طرف سے دعوت دی تو یہ آیۂ قرآنی کے خلاف ہے۔ قرآن مجید میں تو یہ ہے کہ " وَمَآ اَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِيْنَ ۔" (سورۂ ص آیت ۸۶)
اور دوسری جگہ ارشاد ہے۔ " وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى " (سورۃ النجم آیت ۳) رسولِ مقبولؐ اپنی مرضی سے کچھ نہیں کہتے جبتک کہ اُن کے پاس اللہ کی طرف سے وحی نہ آجائے۔

اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ اللہ نے اپنے رسولؐ کو حکم دیا کہ بچّوں میں سے علیؑ کو دعوتِ اسلام دیجیے۔ لہٰذا آنحضرتؐ کی دعوتِ اسلام اور حضرت علیؑ کا اسلام لانا دونوں لائقِ وثوق اور معتبر ہیں۔ اور یہیں پر ایک سوال اور پیدا ہوتا ہے کہ کیا خدائے حکیم کے لیے یہ روا ہے کہ وہ اپنی کسی مخلوق کو ایسے کام کا حکم دے جو اُس مخلوق کی

طاقت اور بساط سے باہر ہو؟ اگر آپ کا جواب اثبات میں ہے. تو یہ کفر ہے اور اگر آپ کا جواب نفی میں ہے تو پھر یہ کیسے روا ہوا کہ اللہ اپنے رسولؐ کو حکم دے کہ تم ایسے شخص کو دعوتِ اسلام دو جو اپنے بچپن، اپنی کمسنی، اپنی نابالغیت کی وجہ سے دعوت قبول کرنے کے قابل نہیں۔

دوسرا سوال یہ ہے کہ کیا آپ حضرات نے کہیں دیکھا ہے کہ آنحضرتؐ نے بچوں میں سے کبھی کسی اور بچے کو دعوتِ اسلام دی ہے تاکہ اسی دستور کے مطابق آنحضرتؐ نے حضرت علیؑ کو بھی دعوت دی۔ اگر حضرت علیؑ کے سوا کبھی کسی بچے کو آپؐ نے دعوتِ اسلام نہیں دی، تو یہ حضرت علیؑ کی مخصوص فضیلت ہے تمام دنیا کے بچوں پر۔

سوال : اس کے بعد مامون نے کہا۔ اچھا، یہ بتائیں کہ سابق الایمان ہونے کے بعد سب سے افضل اور برتر عمل کیا ہے ؟

جواب : انھوں نے کہا۔ جہاد فی سبیل اللہ۔

سوال : یہ بتائیے۔ کیا آپ لوگوں نے عشرۂ مبشرہ میں سے کسی ایک کے لیے بھی اُن کے جہاد کے کارناموں کی اتنی حدیثیں روایت کی ہیں جتنی غزواتِ رسولؐ کے سلسلے میں حضرت علیؑ کے لیے نقل کی ہیں؟ مثال کے طور پر آپ دیکھیں، یہ غزوۂ بدر ہے کہ جس میں مشرکین میں سے ساٹھ سے کچھ زائد قتل ہوئے جن میں سے حضرت علیؑ نے بیسؔ سے کچھ زائد آدمی قتل کیے اور جبکہ سارے مسلم مجاہدین نے مل کر چالیسؔ قتل کیے۔

یہ سن کر ایک محدّث نے کہا :

ایک محدّث : مگر حضرت ابوبکر تو غزوۂ بدر میں رسولؐ کے ساتھ عرشے (مچان) پر بیٹھے ہوئے جہاد کا انتظام کر رہے تھے۔

مامون : یہ تو آپ نے عجیب بات کہی ہے۔ اچھا، یہ بتائیں کہ کیا وہ نبیؐ کے علاوہ کوئی اور انتظام کر رہے تھے یا نبیؐ کے انتظام میں شریک تھے یا، یہ کہ آنحضرتؐ اپنے انتظام میں حضرت ابوبکر کی رائے اور مشورے کے محتاج تھے؟ آپ حضرات اِن تینوں باتوں میں سے کوئی ایک بات تسلیم کریں۔

دوسرا محدّث : خدا نہ کرے اگر ہم یہ سمجھیں کہ اُن کا انتظام نبیؐ سے الگ تھا یا وہ انتظام میں نبیؐ کے شریک تھے۔ یا نبیؐ کو اُن کے مشورے کی احتیاج تھی۔

مامون : پھر حضرت ابوبکر کو جہاد (جنگ کا میدان) چھوڑ کر عرشے پر بیٹھے رہنے میں کیا

فضیلت حاصل ہو گئی اور اگر یہی فضیلت ہے تو پھر جو لوگ جنگ کا میدان (جہاد بالسیف) چھوڑ کر بیٹھ گئے اُن مجاہدین سے افضل تسلیم کرنا پڑے گا۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"لَا يَسْتَوِي الْقَاعِدُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ غَيْرُ أُولِي الضَّرَرِ وَالْمُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ ۚ فَضَّلَ اللَّهُ الْمُجَاهِدِينَ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ عَلَى الْقَاعِدِينَ دَرَجَةً ۚ وَكُلًّا وَعَدَ اللَّهُ الْحُسْنَىٰ ۚ وَفَضَّلَ اللَّهُ الْمُجَاهِدِينَ عَلَى الْقَاعِدِينَ أَجْرًا عَظِيمًا ○ (سورۃ النساء آیت ۹۵)

ترجمہ آیت:- معذوروں کے سوا جہاد سے منہ چھپا کر بیٹھنے والے اور خدا کی راہ میں اپنے مال وجان سے جہاد کرنے والے ہرگز برابر نہیں ہو سکتے۔ بلکہ اپنے مال وجان سے جہاد کرنے والوں کو گھر میں بیٹھے والوں پر خدا نے درجہ کے اعتبار سے بڑی فضیلت دی ہے اگرچہ خدا نے ایمان والوں سے، خواہ جہاد کریں یا نہ کریں بھلائی کا وعدہ کر لیا ہے مگر غازیوں کو خانہ نشینوں پر عظیم ثواب کے اعتبار سے خدا نے بڑی فضیلت دی ہے"

سورۂ دھر کی تلاوت:

اسحاق بن حماد بن زید کا بیان ہے کہ پھر مامون نے مجھ سے کہا، ذرا سورۂ هل اتیٰ علی الانسان کی تلاوت تو کرو۔ میں نے تلاوت شروع کی اور جب اس آیت پر پہونچا" وَيُطْعِمُونَ الطَّعَامَ عَلَىٰ حُبِّهِ مِسْكِينًا وَيَتِيمًا وَأَسِيرًا۔ اور اس کے بعد وَكَانَ سَعْيُكُمْ مَشْكُورًا ○ تک تلاوت کرتا ہوا پہونچا تو مامون نے دریافت کیا، بتاؤ یہ آیتیں کس کے لیے نازل ہوئی ہیں؟ میں نے کہا کہ یہ سب حضرت علیؑ کے لیے نازل ہوئی ہیں: مامون نے کہا۔ بتاؤ تمھارے پاس کوئی ایسی روایت پہونچی ہے جس میں اس کا ذکر ہو کہ جب حضرت علیؑ نے مسکین، یتیم اور اسیر کو کھانا کھلایا تو اُن سے کہا ہو کہ إِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللَّهِ لَا نُرِيدُ مِنْكُمْ جَزَاءً وَلَا شُكُورًا ○" یعنی ہم تمھیں اللہ کی خوشنودی کے لیے کھانا کھلا رہے ہیں تم سے نہ اس کی جزا چاہتے ہیں اور نہ اس کا شکریہ" (جیسا کہ قرآن میں مذکور ہے)؟ میں نے کہا، نہیں: مامون نے کہا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اُن کے دلی بھید اور اُن کی نیت کو دیکھتے ہوئے اپنی کتاب میں اُن کی تعریف کر رہا ہے۔ مامون نے پھر کہا، اچھا تمھیں یہ بھی معلوم ہے

کہ اللہ تعالیٰ نے اِس سورہ میں جنّت کی تعریف کے لیے جو الفاظ استعمال کیے ہیں وہ کسی اور شے کے لیے بھی استعمال کیے ہیں۔ (قواریر من فضۃ) میں میں نے کہا؛ نہیں : مامون نے کہا پھر یہ دوسری فضیلت ہوئی۔ مگر معلوم رہے کہ چاندی کا شیشہ کیسا ہوتا ہے؟

میں نے کہا؛ نہیں : مامون نے کہا، اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ چاندی کی طرح سفید اور شیشے کی طرح لطیف کہ اندر کی چیز باہر سے نظر آئے۔ جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا۔ میں ابو طلحہ کے گھوڑے پر سوار ہوا تو اسے ایسا پایا جیسے سمندر کی موج ہو۔ یعنی اپنی تیز رفتاری میں سمندر کی موج کے مانند تھا۔ یا۔ جیسے قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔

وَيَأْتِيهِ الْمَوْتُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ وَمَا هُوَ بِمَيِّتٍ ۖ وَمِنْ وَرَائِهِ عَذَابٌ غَلِيظٌ ۝ (سورۂ ابراہیم آیت ۱۶)

ترجمہ آیت:۔ ”اور اسے موت ہی موت ہر طرف سے آتی ہوئی دکھائی دیتی ہے۔ حالانکہ وہ مارنے سے بھی نہ مر سکے گا اور پھر اس کے پیچھے پیچھے سخت عذاب ہوگا۔“

مامون: اے اسحاق! کیا تم ان لوگوں میں سے نہیں ہو جو اس امر کی گواہی دیتے ہیں کہ عشرۂ مبشّرہ جنّتی ہیں؟

اسحاق: جی ہاں۔

مامون: اچھا، تمھاری کیا رائے ہے اس شخص کے لیے جو یہ کہے کہ پتہ نہیں یہ حدیث صحیح بھی ہے یا نہیں۔ تو کیا اس کہنے سے وہ کافر ہو جائے گا؟

اسحاق: جی نہیں، ایسا کہنے سے کافر نہیں ہو سکتا۔

مامون: اچھا، اب اُس شخص کے متعلّق تمھاری کیا رائے ہے جو یہ کہے کہ پتہ نہیں کہ یہ سورۂ دھر قرآن میں ہے بھی یا نہیں، تو کیا وہ اس طرح کہنے سے کافر ہو جائے گا؟

اسحاق: جی ہاں، وہ کافر ہو جائے گا۔

مامون: اِس طرح تو میری رائے میں حضرت علیؑ کی فضیلت اور زیادہ مستحکم اور مؤکّد ہو گئی۔

کچھ حدیثِ طیر کے متعلّق:

مامون: اے اسحاق! یہ بتاؤ، حدیثِ طیر کے متعلّق تمھارا کیا خیال ہے۔ کیا یہ حدیث صحیح ہے؟

اسحاق : جی ہاں، صحیح ہے۔

مامون : پھر تو خدا کی قسم تمہارا علیؑ سے بغض و عناد ظاہر ہوگیا۔ اس لیے کہ۔ یا تو حضرت علیؑ ایسے تھے جس کی دعا رسولِ مقبولؐ نے فرمائی تھی یا وہ ایسے نہ تھے پھر اللہ تعالیٰ کو معلوم تھا کہ مخلوقات میں سب سے افضل کون ہے۔ مگر اس کے باوجود غیر افضل اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب و پسندیدہ تھا۔ یا پھر تمہارا خیال شاید یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو خود معلوم نہ تھا کہ افضل کون ہے اور غیرِ افضل کون ہے؟ اس لیے اپنی لاعلمی کی وجہ سے غیر افضل اس کے نزدیک زیادہ پسندیدہ ہو گیا۔ بتاؤ۔ ان تمام شکلوں میں سے کون سی شکل تم اختیار کرو گے؟ (یعنی حدیثِ طیر کو صحیح تسلیم کرنے کے باوجود حضرت علیؑ کی افضلیت سے انکار کر دینا بغضِ علیؑ کا ثبوت ہے)

"راوی کہتا ہے کہ اسحاق کا بیان ہے کہ یہ سن کر میں تھوڑی دیر تو خاموش رہا، پھر بولا۔

آیتِ غار (سورۂ توبہ)

اسحاق : یا امیر المومنین! اللہ تعالیٰ، حضرت ابوبکر صدیقؓ کے متعلق ارشاد فرماتا ہے۔

"ثَانِيَ اثْنَيْنِ إِذْ هُمَا فِي الْغَارِ إِذْ يَقُولُ لِصَاحِبِهِ لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللَّهَ مَعَنَا (سورۂ توبہ آیت ۴۰)

ترجمہ آیت: "دو آدمیوں میں سے دوسرے (یعنی رسولؐ) نے، جبکہ وہ دونوں غار میں تھے اپنے ساتھی سے کہا، حزن و ملال نہ کرو اللہ یقیناً ہمارے ساتھ ہے۔"

تو اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ابوبکر کو صحبت و مصاحبت کو نبیؐ سے منسوب کیا ہے۔

مامون : لغت اور کتاب اللہ کا علم واقعاً تم کو بہت کم معلوم ہوتا ہے۔ کیا ایک کافر ایک مومن کا مصاحب نہیں ہو سکتا۔ تو اس مصاحبت سے اس کافر میں کیا فضیلت آگئی۔ کیا تم نے قرآن مجید میں یہ آیت نہیں پڑھی:

"قَالَ لَهُ صَاحِبُهُ وَهُوَ يُحَاوِرُهُ أَكَفَرْتَ بِالَّذِي خَلَقَكَ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُطْفَةٍ ثُمَّ سَوَّاكَ رَجُلًا۔" (سورۂ کہف آیت ۳۷)

ترجمہ آیت: "اس کا ساتھی (مصاحب)، جو اس سے باتیں کر رہا تھا، کہنے لگا۔ کیا تو اس پروردگار

کا منکر ہے جس نے تجھے پہلے مٹّی سے پیدا کیا، پھر نطفے سے، پھر تجھے بالکل ٹھیک ٹھاک مرد (آدمی) بنایا۔"

تو اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ایک کافر کو ایک مومن کا ساتھی اور مصاحب کہا ہے۔ نیز عرب کے شعراء نے تو اپنی سواری کے گھوڑے اور گدھے کو بھی اپنا ساتھی اور مصاحب کہا ہے۔ پھر اگر حضرت ابوبکرؓ کو رسول مقبولؐ کا ساتھی اور مصاحب کہدیا تو اس میں کون سی فضیلت آگئی۔

اور سورۂ توبہ کی اسی آیت میں اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد (اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا) بیشک خدا ہمارے ساتھ ہے۔ تو یہ بھی کوئی فضیلت کی بات نہیں۔ اللہ تو ہر نکوکار اور بدکار کے ساتھ ہے۔ کیا تم نے قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد نہیں پڑھا؟

مَا یَکُوْنُ مِنْ نَّجْوٰی ثَلٰثَةٍ اِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ وَلَا خَمْسَةٍ اِلَّا هُوَ سَادِسُهُمْ وَلَآ اَدْنٰی مِنْ ذٰلِكَ وَلَآ اَكْثَرَ اِلَّا هُوَ مَعَهُمْ اَیْنَ مَا كَانُوْا (سورۂ المجادلہ آیت ۷)

ترجمہ آیت :۔ "جب تین آدمیوں کا خفیہ مشورہ ہوتا ہے تو وہ (اللہ) ضرور اُن کا چوتھا ہے اور جب پانچ آدمیوں کا مشورہ ہوتا ہے تو وہ (اللہ) اُن کا چھٹا، اور اس سے کم ہوں یا زیادہ اور چاہے کہیں بھی ہوں وہ (اللہ) اُن کے ساتھ ضرور ہوتا ہے۔"

پھر اسی آیت میں لَا تَحْزَنْ کا لفظ ہے۔ یعنی حضرت ابوبکر سے کہا گیا کہ حُزن و غم نہ کرو۔ تو یہ بتایئے کہ حضرت ابوبکر کے حُزن کو اس موقع پر کیا سمجھا جائے۔ اطاعتِ الٰہی سمجھا جائے یا معصیتِ الٰہی؟ اگر آپ اس حُزن کو اطاعتِ الٰہی سمجھیں گے تو اِس کا مطلب یہ ہوگا کہ رسولِ مقبولؐ نے حضرت ابوبکر کو اطاعتِ الٰہی سے روکا۔ اور یہ ایک صاحبِ حکمت نبیؐ سے بہت بعید ہے کہ وہ کسی کو اطاعتِ الٰہی سے روکے۔ اور اگر اُن کا یہ حُزن معصیتِ الٰہی ہے تو پھر ایک معصیت کار کے لیے کیا فضیلت رہ جاتی ہے۔

اچھا، آگے بڑھیں، اسی آیت میں یہ فقرہ بھی ہے کہ فَاَنْزَلَ اللّٰہُ سَكِیْنَتَهٗ عَلَیْهِ، پس اللہ تعالیٰ نے اپنا سکینہ اُن پر نازل کیا، تو یہ بتائیں کہ سکینہ کس پر نازل ہوا؟

اسحاق : حضرت ابوبکرؓ پر۔ کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تو سکینہ سے مستغنی ہیں۔ اُن کو اس کی ضرورت نہ تھی۔

مامون : اگر ایسا ہے تو پھر اس آیت کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے :

" وَيَوْمَ حُنَيْنٍ إِذْ أَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنكُمْ شَيْئًا وَضَاقَتْ عَلَيْكُمُ الْأَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ثُمَّ وَلَّيْتُم مُّدْبِرِينَ ۝ ثُمَّ أَنزَلَ اللَّهُ سَكِينَتَهُ عَلَىٰ رَسُولِهِ وَعَلَى الْمُؤْمِنِينَ ۝

(سورۂ توبہ آیت ۲۶-۲۵)

ترجمہ آیت :۔ جنگِ حُنین کے دن جب تمھیں اپنی کثرتِ تعداد نے مغرور کردیا تھا۔ پھر وہ کثرت تمھارے کچھ کام نہ آئی اور زمین باوجود وسعت کے تم پر تنگ ہوگئی۔ پھر تم پیٹھ پھیر کر بھاگ نکلے، تب اللہ نے اپنے رسولؐ پر اور مومنین پر اپنی طرف سے تسکین نازل فرمائی"۔ تمھیں معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس جگہ مومنین سے کن لوگوں کو مراد لیا ہے؟

اسحاق : مجھے معلوم نہیں۔

مامون : مجھ سے سنو! مسلمانوں نے غزوۂ حنین شکست کھائی اور سب فرار ہو گئے۔ پیغمبرِ اسلامؐ کے ساتھ بنی ہاشم میں سے صرف سات آدمی رہ گئے۔ ایک حضرت علیؑ جو تلوار چلا رہے تھے۔ دوسرے حضرت عباس جو آنحضرتؐ کے گھوڑے کی لگام تھامے ہوئے تھے اور ان کے علاوہ پانچ آدمی رسولِ اکرمؐ کو اپنے حلقے میں لیے ہوئے تھے۔ محض اِس خوف سے کہ کفار آپؐ کو گزند نہ پہونچا سکیں۔ تب اللہ تعالےٰ نے اپنے رسولؐ کو فتح و کامرانی عطا فرمائی۔ اِس موقع پر مومنین سے حضرت علیؑ اور بنی ہاشم کے چھ اشخاص کو مراد لیا۔ اب بتائیں کہ افضل کون ہے۔ وہ کہ جو رسولؐ کے ساتھ رہا اور سکینہ اُس پر نازل ہوا، یا وہ کہ جو رسولِ اکرمؐ کے ساتھ غار میں رہا ؟

بسترِ رسولؐ پر شب بسری :

اے اسحاق! تم ہی انصاف سے کہو کون افضل ہے؟ آیا وہ افضل ہے جو پیغمبرؐ کے ساتھ غار میں رہا، یا وہ افضل ہے جس نے پیغمبرِ اکرمؐ کے بستر پر سو کر اپنی جان کی بازی لگائی اور پیغمبرِ اکرمؐ کو بچا لیا، یہانتک کہ پیغمبرِ اکرمؐ نے اپنے ہجرت کے ارادے کو عملی جامہ پہنایا۔ اور اللہ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو حکم دیا کہ تم علیؑ سے کہہ دو کہ وہ تمھارے بستر پر تم کو خطرہ سے بچانے کے لیے سو رہیں۔ تو حضرت علیؑ نے کہا۔ (بسر و چشم) لیکن یا رسول اللہؐ! میرے بستر پر سونے کی وجہ سے کیا آپکی

جان بچ جائے گی ؟ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ ہاں۔ حضرت علیؑ نے کہا پھر تو میں دل و جان سے سو جاؤں گا، یہ کہہ آپ آنحضرتؐ کی خوابگاہ میں پہونچے اور آپؐ کی چادر اوڑھ کر سو رہے۔

چنانچہ مشرکین شب کی تاریکی میں آئے اور چاروں جانب سے آپ کا محاصرہ کر لیا۔ اُن کو یقین تھا کہ بستر پر پیغمبرؐ سو رہے ہیں۔ اُن لوگوں نے متفقہ طور پر یہ طے کر لیا تھا کہ قریش کے خاندان کا ہر فرد ایک ساتھ آنحضرتؐ پر تلوار چلائے تاکہ اُن کا خون تمام قریش میں تقسیم ہو جائے اور بنی ہاشم سارے خاندانِ قریش سے اُن کے خون کا بدلہ نہ لے سکیں۔

حضرت علیؑ کی جب آنکھ کھلی تو اُن کی آہٹ سنی اور سمجھ لیا کہ آج میں حد درجہ خطرے میں ہوں۔ اس کے باوجود آپ نے حسبِ وعدہ انتہائی صبر و تحمل سے کام لیا۔ (جبکہ حضرت ابوبکر غار میں رسولؐ کے ساتھ تھے اور صبر نہ کر سکے اور رونا شروع کر دیا۔) اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت علیؑ کی حفاظت کے لیے فرشتوں کو بھیجا۔

جب صبح ہوئی تو حضرت علیؑ بسترِ سے اُٹھے۔ مشرکین نے جب آپ کو دیکھا تو حیران تھے۔ پوچھنے لگے کہ محمدؐ کہاں ہیں ؟ حضرت علیؑ نے جواب دیا کیا تم نے اُنھیں میرے سپرد کیا تھا ؟ اُنھوں نے کہا کہ تم نے ہمیں رات بھر دھوکے میں رکھا۔ اِس کے بعد حضرت علیؑ بھی مدینہ جا کر پیغمبرِ اکرمؐ سے ملاقی ہوئے

چونکہ حضرت علیؑ نے شروع ہی سے ایسے ایسے کارنامے انجام دیے۔ اِس لیے وہ ہمیشہ ہی سے افضل رہے اور پھر اس کے بعد ان کے کارناموں میں اور اضافہ ہوتا گیا اور وہ افضل ترین ہو گئے۔ یہانتک کہ جب آپ اِس دنیا سے اُٹھے تو محمود و مغفور اُٹھے۔

حدیثِ ولایت

مامون : اے اسحاق ! کیا تم حدیثِ ولایت کی روایت نہیں کرتے ؟

اسحاق : جی ہاں، کرتا ہوں۔

مامون : اچھا تو بیان کرو۔

اسحاق : سُنیے ! "من کنت مولاہ فھٰذا علی مولاہ "

مامون : کیا تم نہیں دیکھتے کہ حضرت ابوبکرؓ و حضرت عمرؓ پر حضرت علیؑ کا حقِ ولایت واجب ہے۔ مگر حضرت علیؑ پر ان دونوں کا کوئی حق واجب نہیں ہے۔ ؟

اسحاق : مگر لوگ تو یہ کہتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے حضرت علیؑ کے لیے جو بات کہی وہ زید بن حارثہ کے سبب سے کہی۔

مامون : یہ بتاؤ، آنحضرتؐ نے یہ حدیث کس مقام پر فرمائی ؟

اسحاق : غدیرِ خم پر حجۃ الوداع سے واپسی میں۔

مامون : اور زید بن حارثہ قتل کب ہوئے تھے ؟

اسحاق : جنگِ موتہ میں قتل ہوئے تھے۔

مامون : تو کیا یہ ایسا نہیں ہے کہ زید بن حارثہ غدیرِ خم کے واقعہ سے پہلے قتل ہو چکے تھے ؟

اسحاق : جی ہاں۔ ایسا ہی ہے۔

مامون : پھر تو تم پر افسوس ہے کہ تم لوگوں نے یہود و نصاریٰ کی طرح اپنے علماء و فقہاء کو اپنا رب بنالیا ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد ہے کہ :

"اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ (سورہ برأت (توبہ) آیت ۳۱)

ترجمہ آیت :۔ "ان یہود و نصاریٰ نے اللہ کو چھوڑ کر اپنے احبار و رھبان (علماء وغیرہ) کو اپنا رب بنا رکھا ہے۔" اور یہ معلوم ہے کہ یہ یہود و نصاریٰ اپنے احبار و رُھبان کی عبادت نہیں کرتے تھے یعنی نہ اُن کے لیے روزہ رکھتے، نہ نماز پڑھتے بلکہ جو وہ حکم دیتے یہ لوگ ان کی اطاعت کرتے۔ یہی حال تم لوگوں کا بھی ہے کہ جو تمہارے فقہاء نے کہا تم نے اُن کی اطاعت کی۔

حدیثِ منزلت

مامون : اچھا، یہ بتاؤ۔ کیا تم اس حدیث کی بھی روایت کرتے ہو۔ حضرت رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام کے متعلق فرمایا :

"اَنْتَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَۃِ ھَارُوْنَ مِنْ مُوْسٰی"

ترجمہ حدیث : (اے علیؑ) تم کو مجھ سے وہی منزلت حاصل ہے جو ہارونؑ کو موسیٰؑ سے تھی"

اسحاق : جی ہاں، اس کی بھی روایت کرتا ہوں۔

مامون : کیا تمھیں نہیں معلوم کہ ہارونؑ حضرت موسیٰؑ کے حقیقی بھائی، ایک باپ اور ایک ماں سے تھے

اسحاق : جی ہاں، دونوں حقیقی بھائی تھے۔

مامون : کیا علیؑ بھی ایسے ہی رسولؐ کے بھائی تھے؟

اسحاق : نہیں، ایسے نہیں تھے بلکہ چچازاد بھائی تھے۔

مامون : مگر ہارونؑ تو نبی تھے اور حضرت علیؑ نبی نہیں تھے۔ پھر، جب نہ یہ منزلت نہ وہ منزلت، تو اب تیسری منزلت سوائے خلافت ونیابت کے اور کیا باقی رہ جاتی ہے؟ جیسا کہ منافقین بھی اس حدیث سے انکار نہیں کرتے، بلکہ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم حضرت علیؑ کو ایک بوجھ سمجھ کر چھوڑ گئے تھے۔ پھر اُن کی دلجوئی کے لیے یہ کہہ دیا اور یہ حدیث اس آیتِ قرآنی کے مطابق ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے حضرت ہارون علیہ السّلام سے فرمایا:

"وَاخْلُفْنِي فِي قَوْمِي وَأَصْلِحْ وَلَا تَتَّبِعْ سَبِيلَ الْمُفْسِدِينَ ○ (سورۂ الاعراف آیت ۱۴۲)"

ترجمہ آیت : "اور میری قوم میں میری نیابت اور جانشینی کرو، اُنکی اصلاح کرنا اور مفسدوں کی پیروی نہ کرنا۔"

اسحاق : جی ہاں حضرت موسیٰ نے حضرت ہارونؑ کو اپنی قوم میں اپنا جانشین اپنی زندگی میں بنایا تھا اور پھر میقات رب کی طرف (کوہِ طور پر) تشریف لے گئے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی حضرت علیؑ کو اپنی زندگی میں اپنا جانشین بنایا۔ جب آپ جنگ کے لیے تشریف لے جا رہے تھے۔ (یعنی یہ جانشینی وقتی تھی آپؐ کی وفات کے بعد کے لیے نہ تھی۔)

مامون : اچھا، یہ بتاؤ کہ حضرت موسیٰ علیہ السّلام جس وقت حضرت ہارونؑ کو اپنا خلیفہ اور جانشین بنا کر میقات رب عزّ وجل کی طرف روانہ ہوئے تو اُن کے اصحاب میں سے کوئی حضرت ہارون کے پاس تھا۔؟

اسحاق : جی ہاں۔

مامون : تو کیا حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے اُن کو اُن سب پر اپنا خلیفہ نہیں بنایا تھا؟

اسحاق : جی ہاں، سب پر خلیفہ بنایا تھا۔

مامون : بس اسی طرح حضرت علیؑ کو بھی آنحضرتؐ نے جنگ پر جاتے وقت بوڑھوں، عورتوں اور بچوں پر اپنا نائب اور خلیفہ بنا دیا تھا۔ اِس لیے کہ قوم کی اکثریت تو حضرت

علیؑ کے پاس رہ گئی تھی۔ (سب جنگ پر نہیں گئے تھے) اگرچہ آپ نے پوری قوم پر اُن کو اپنا خلیفہ بنا دیا تھا۔ اب رہ گئی اِس امر کی دلیل، کہ آپؐ نے اُن کو اپنی زندگی میں اور اپنی وفات کے بعد کے لیے بھی بنایا تھا، تو اس کی دلیل تو خود یہی حدیث ہے کہ "عَلِیٌّ مِّنِّیْ بِمَنْزِلَۃِ هَارُوْنَ مِنْ مُّوْسٰی اِلَّا اَنَّہٗ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ۔"

ترجمہ حدیث :۔ علیؑ کو مجھ سے وہی منزلت حاصل ہے جو ہارُون کو موسٰیؑ سے حاصل تھی مگر یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔" (البتہ خلیفہ ہوگا)

اور اس حدیث کے مطابق حضرت علیؑ آپؐ کے وزیر بھی ثابت ہوتے ہیں۔ کیونکہ حضرت موسیٰؑ نے اللہ تعالیٰ سے دُعا کی تھی کہ :۔

وَاجْعَلْ لِّیْ وَزِیْرًا مِّنْ اَهْلِیْ هَارُوْنَ اَخِی اشْدُدْ بِہٖۤ اَزْرِیْ وَاَشْرِکْہُ فِیْۤ اَمْرِیْ۔" (سورۂ طٰہٰ آیت ۲۹-۳۲)

ترجمہ آیت : پروردگارا! "میرے اہل میں سے میرے بھائی ہارون کو میرا وزیر قرار دے اس سے میری پشت کو مضبوط کر دے اور اس کو میرے کاموں میں میرا شریک بنا دے۔"

اور جب حضرت علی علیہ السلام حضرت رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے بمنزلۂ ہارونؑ کے ہیں تو پھر یہ بھی آپؐ کے اسی طرح وزیر ہوئے جس طرح حضرت ہارونؑ حضرت موسیٰؑ کے وزیر تھے۔ نیز یہ بھی آپؐ کے اسی طرح خلیفہ ہوئے جس طرح حضرت ہارونؑ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے خلیفہ تھے

متکلمین سے گفتگو :

اس کے بعد مامون الرشید مناظرین و متکلمین کے گروہ کی طرف متوجہ ہوا اور بولا، بتاؤ، میں تم سے کچھ پوچھوں یا تم لوگ مجھ سے پوچھنا چاہتے ہو اُن لوگوں نے کہا، ہم آپ سے پوچھیں گے۔ مامون نے کہا پوچھیے۔

پہلا متکلم : یہ بتائیے کہ کیا حضرت علیؑ کی امامت بھی اللہ کی جانب سے اسی طرح فرض نہیں ہے جس طرح ظہر کی چار رکعات نماز یا دوسو درہم پر پانچ درہم زکوٰۃ یا مکے میں خانۂ کعبہ کا حج ؟ (مامون نے کہا ہاں ہاں)۔ متکلم نے اپنی بات جاری رکھتے ہوئے کہا کہ آخر یہ تمام فرائض بھی رسول اللہؐ ہی نے تعلیم

فرمائے ہیں اور حضرت علیؑ کی امامت بھی رسول اللہؐ کی تعلیم کردہ ہے کہ اللہ کی طرف سے فرض ہے۔ تو پھر کیا بات ہے کہ اُمت نے ان تمام فرائض میں تو کوئی اختلاف نہیں کیا، اور اختلاف کیا تو صرف حضرت علیؑ کی امامت میں۔؟

مامون : اِس لیے کہ خلافت میں جو جلبِ منفعت اور دنیاوی فائدہ نظر آرہا تھا وہ دیگر فرائض میں نہ تھا۔

دوسرا متکلم : آپ کو اس سے کیوں انکار ہے کہ آنحضرتؐ چونکہ اپنی اُمت پر انتہائی مہربان اور شفیق تھے اِس لیے آپؐ نے سوچا کہ اگر میں اپنے خلیفہ اور جانشین کا خود انتخاب کروں اور اُمت اُس کی نافرمانی کرے تو وہ معذب ہوگی۔ اِس لیے آپؐ نے اُمت کو ہی حکم دے دیا کہ تم جس کو چاہو میرا خلیفہ اور جانشین منتخب کرلو تاکہ نافرمانی سے بچو۔

مامون : ہمیں انکار اللہ کی وجہ سے ہے اِس لیے کہ اللہ تعالیٰ تو آنحضرتؐ سے کہیں زیادہ اپنے بندوں پر مہربان اور شفیق ہے مگر اس کے باوجود اُس نے انبیاء اور رسول بھیجے، یہ جانتے ہوئے بھی کہ میرے بندے میرے منتخب شدہ انبیاء اور رُسل کی نافرمانی کریں گے۔ اور باوجود تجربے کے انبیاء اور رُسل کے بھیجنے کا سلسلہ جاری رکھا، اور اِس سے باز نہ رہا۔

اِس کے علاوہ، دوسری بات یہ کہ اگر آپؐ نے اُمت کو خلیفہ منتخب کرنے کا اختیار دیا بھی ہے تو سوال یہ ہے کہ ساری اُمت کو اختیار دیا ہے، یا اُمت میں سے صرف چند لوگوں کو ؟ اگر ساری اُمت کو اس کا حق دیا ہے تو بتاؤ وہ کون سا خلیفہ ہے جو تمام اُمت کا منتخب کیا ہوا ہے۔ اور اگر اُمت میں سے صرف چند کو آپؐ نے یہ اختیار دیا ہے تو اُن کی شناخت اور پہچان بھی بتائی ہوتی۔ اگر تم کہو کہ اُمت کے فقہاء کو اختیار دیا ہے تو اُن کی بھی تحدید، پہچان اور شناخت کی ضرورت تھی۔

تیسرا متکلم : آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت ہے کہ تمام مسلمان جس بات کو اچھا سمجھیں اور پسند کریں وہ اللہ کے نزدیک بھی اچھی اور پسندیدہ ہے اور جس بات کو تمام مسلمان ناپسند اور بُرا سمجھیں وہ اللہ کے نزدیک بھی ناپسندیدہ اور بُری ہے۔

مامون : یہ امر بھی وضاحت طلب ہے کہ اس سے مراد تمام مومنین بلا استثنار فردِ واحد ہیں یا بعض مومنین ؟ اگر تمام مومنین بلا استثنار مراد ہیں، تو اس کا وجود ہی نہیں۔ اس لیے کہ تمام مومنین کا بلا استثنار ایک فرد پر مجتمع ہونا ہی ناممکن اور محال ہے۔ اور اگر بعض مومنین مراد ہے تو یہ اور زیادہ مشکل ہے۔ اس لیے کہ بعض مومنین ایک فرد کو پسند کریں گے اور بعض دوسرے کو۔ مثلاً شیعہ ایک فرد کو پسند کرتے ہیں اور حشویہ دوسرے فرد کو پسند کرتے ہیں تو وہ خلافت جو مقصود ہے وہاں کہاں ثابت ہو سکتی ہے۔

تیسرا متکلّم : اس کا مطلب تو یہ ہے کہ یہ سمجھنا کہ اصحابِ محمدؐ سے خطا ہوئی، کیا یہ جائز ہے؟

مامون : ہم یہ کیوں سمجھیں کہ اصحابِ محمدؐ نے خطا کی جبکہ وہ خلافت کو نہ فرض سمجھتے تھے نہ سنّت۔ اس لیے کہ تمھارا تو یہی خیال ہے کہ امامت و خلافت نہ اللہ کی طرف سے فرض ہے اور نہ رسول اللہؐ کی سنّت ہے۔ تو وہ چیز جو تمھارے نزدیک نہ فرض ہے نہ سنّت، تو اس کے لیے خطا کا کیا سوال ہے ؟

چوتھا متکلّم : اچھا، اگر آپ کا دعویٰ ہے کہ حضرت علی علیہ السلام ہی حقدارِ خلافت ہیں آپ کے علاوہ کوئی دوسرا نہیں، تو اپنے اس دعوے کی دلیل پیش کیجیے۔

مامون : یہ دعویٰ میرا تو نہیں، میں تو اقرار کرنے والا ہوں اور اقرار کرنے والے پر بارِ ثبوت نہیں۔ دعویٰ تو اُن کا ہے اور بارِ ثبوت اُن پر ہے جو یہ سمجھتے ہیں کہ انھیں خلیفہ مقرر کرنے اور معزول کرنے کا اختیار ہے مگر یہ امر بھی خالی از دلچسپی نہیں کہ گواہی اور ثبوت میں کس کو پیش کیا جائے گا۔ کیا اُن کو جن کا خود اس میں ہاتھ ہے؟ وہ تو خود ایک فریق اور مدّعا علیہ ہیں۔ تو اُن کی گواہی کے کیا معنی یا غیروں کو پیش کیا جائے۔ تو غیر وہاں کوئی تھا ہی نہیں۔ لہٰذا گواہی اور ثبوت اگر کوئی پیش بھی کرے گا تو کیسے اور کس طرح ؟

پانچواں متکلّم : اچھا جناب یہ بتائیے کہ بعد وفاتِ رسولؐ حضرت علیؑ کا کیا فریضہ تھا؟

مامون : تم بتاؤ کیا فریضہ تھا ؟

متکلّم : کیا حضرت علیؑ پر یہ واجب نہ تھا کہ لوگوں کو یہ بتاتے کہ میں خلیفہ و امام ہوں ؟

مامون : وہ امام خود نہیں بن گئے تھے کہ سب کو بتلاتے پھرتے کہ میں امام بن گیا ہوں اور نہ لوگوں نے اُن کو امام بنایا تھا یا منتخب کیا تھا یا انھیں ترجیح دی تھی وغیرہ وغیرہ بلکہ امام بنانا تو اللہ کا کام ہے جیسا کہ قرآن مجید میں حضرت ابراہیم علیہ السلام

کے لیے ارشاد ہے۔ "اِنِّیْ جَاعِلُکَ لِلنَّاسِ اِمَامًاہ
(سورۃ البقرۃ آیت ۱۲۴)

اور حضرت داؤد علیہ السلام کے لیے ارشادِ ربّ العزّت ہے
"یَا دَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰکَ خَلِیْفَۃً فِی الْاَرْضِ (سورہ ص آیت ۲۶)
اور حضرت آدم علیہ السلام کے لیے اللہ تعالیٰ نے ملائکہ سے یہ ارشاد فرمایا کہ:
"اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃً (سورۃ البقرۃ آیت ۳۰)
اِن تینوں آیات کی روشنی میں دیکھیے تو پتہ چلتا ہے کہ امام ابتدائے خلقت ہی سے اللہ کا بنایا ہوا ہوتا ہے۔ وہ اپنے نسب میں شریف و نجیب ہوتا ہے وہ پیدائشی طاہر ہوتا ہے وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے معصوم بنایا جاتا ہے۔ اگر امام بن جانا حضرت علی علیہ السلام کا ذاتی فعل ہوتا یعنی اپنے کسی فعل کی وجہ سے وہ مستحقِ امامت ہوتے اور جب اس کے خلاف کام کرتے تو معزول ہو جاتے، تب کہا جا سکتا تھا کہ امامت اُن کا ذاتی فعل ہے۔ مگر جب اُن کا یہ فعل ہے ہی نہیں تو پھر اُن پر اس طرح کا فرض بھی کوئی نہیں۔

چھٹا متکلم : یہ کیا ضروری ہے کہ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد حضرت علیؑ ہی امام ہوں ؟

مامون : یہ اس لیے ضروری ہے کہ حضرت علی علیہ السلام بچپن ہی سے صاحبِ ایمان تھے۔ بالکل اسی طرح جیسے نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بچپن ہی سے صاحبِ ایمان تھے۔ اور آپؐ بھی اپنی قوم کی ضلالت و گمراہی سے کنارہ کش رہے تھے اور کفر و شرک و بدعات سے اجتناب کرتے رہے تھے جس طرح آنحضرتؐ اپنی اُمت کی گمراہیوں اور کفر و شرک سے مجتنب رہے تھے کیونکہ شرک بقولِ قرآن ظلمِ عظیم اور سب سے بڑا گناہ ہے۔ اور بنصِ قرآنی: لَا یَنَالُ عَھْدِی الظّٰلِمِیْنَ ۔ یعنی کوئی ظالم امامت کا عہدہ نہیں پا سکتا۔ اور جس نے بُت پرستی کی ہو، وہ بھلا کس طرح اس عہدہ تک پہنچ سکتا ہے۔ اِس لیے کہ جس نے شرک کیا اس کا شمار اللہ کے دشمنوں میں ہوگا اور یہ وہ فیصلہ ہے کہ جس پر ساری اُمت کا اجماع ہے۔ جبتک کہ اِس فیصلے کے خلاف اُمت کا کوئی دوسرا اجماع نہ ہو جائے۔

ساتواں متکلم : اچھا یہ بتائیے کہ حضرت علیؑ نے حضرت ابوبکرؓ و حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ سے

جنگ کیوں نہیں کی، جس طرح انھوں نے حضرت معاویہ سے جنگ کی تھی ؟

مامون: تمھارا یہ سوال ہی غلط ہے۔ کسی کام کے کرنے کا سبب ہوتا ہے نہ کرنے کا کوئی سبب نہیں ہوتا۔ اس کے علاوہ حضرت علی علیہ السلام کے معاملے میں لازماً یہ دیکھنا پڑے گا کہ آپؑ اللہ کے بنائے ہوئے امام تھے یا کسی دوسرے کے بنائے ہوئے۔ اگر اللہ کے بنائے ہوئے تھے تو پھر جو کچھ آپؑ نے کیا اس میں نہ تو شک وشبہہ کی گنجائش اور نہ چون وچرا کی۔ اور اگر کوئی یہ کرتا ہے تو اُس پر کفر کا فتویٰ لازم ہے۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

" فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتّٰى يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا (سورۂ النساء آیت ۶۵)

ترجمہ آیت: " پس نہیں تمھارے پروردگار کی قسم نہیں، یہ لوگ اُس وقت تک مومن بن ہی نہیں سکتے جبتک یہ لوگ آپس کے اختلافات میں تم کو حَکَم نہ بنائیں اور پھر جب تم اس کا فیصلہ کردو تو یہ اس کے ماننے میں ہرگز پس وپیش نہ کریں اور اس فیصلے کو اس طرح تسلیم کرلیں جیسا تسلیم کرنے کا حق ہے۔"

اِس لیے کہ کسی فاعل کا فعل اس کے اصل کا تابع ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ نے اُن کو امام بنایا ہے پھر ان کے ہر کام کو بھی اللہ کی طرف سے سمجھنا چاہیے اور لوگوں کا فرض ہے کہ اُن کے کام پر راضی رہیں اور اسے تسلیم کریں۔

اور پھر یہ بھی تو دیکھو کہ یوم حدیبیہ پر مشرکین نے آنحضرتؐ کا مناسکِ حج بجالانے سے روک دیا تھا۔ اُس وقت آپؐ نے جنگ نہیں کی، مگر جب آپؐ کے اعوان وانصار کی تعداد میں اضافہ ہوگیا اور آپؐ کی ظاہری قوت وطاقت بڑھ گئی تو جنگ سے گریز بھی نہیں کیا۔ حدیبیہ کے موقع پر اللہ نے اپنے رسولؐ کو حکم دیا

فَاصْفَحِ الصَّفْحَ الْجَمِيلَ (سورۃ الحجر آیت ۸۵)

ترجمہ آیت " ایک اچھے انداز سے اس موقع کو ٹال دو جنگ نہ کرو۔"

مگر جب دیکھ لیا کہ ہمارے رسولؐ کی ظاہری طاقت بڑھ گئی تو اس کا حکم آ پہنچا۔

فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِينَ حَيْثُ وَجَدتُّمُوهُمْ وَخُذُوهُمْ وَاحْصُرُوهُمْ وَاقْعُدُوا لَهُمْ كُلَّ مَرْصَدٍ (سورۃ التوبہ آیت ۵)

ترجمہ آیت :۔ تم لوگ ان مشرکوں کو جہاں بھی پاؤ قتل کرد، انھیں پکڑو، گرفتار کرو اور ہر طرف ان کے لیے پہرے بٹھا دو۔"

آٹھواں متکلم : جب آپ کا یہ خیال ہے کہ حضرت علیؑ کو عہدۂ امامت اللہ کی طرف سے عطا ہوا تھا اور لوگوں پر اُن کی اطاعت فرض تھی۔ تو پھر اُنھوں نے انبیاء کی طرح لوگوں کو اپنی طرف دعوت کیوں نہ دی اور یہ پیغام بندوں تک کیوں نہ پہونچایا۔ حضرت علیؑ کے لیے یہ کیسے جائز تھا کہ لوگوں کو اپنی طرف دعوت دینے اور اپنی اطاعت پر خاموش رہیں ۔ ؟

مامون : میں اس سے پہلے بھی کہہ چکا ہوں کہ میرا یہ دعویٰ نہیں ہے کہ حضرت علیؑ کو تبلیغ اور پیغام رسانی کا حکم تھا۔ اِس لیے کہ آپؑ رسول نہیں تھے بلکہ آپؑ اللہ اور اس کی مخلوق کے درمیان ایک عَلم اور ایک نشان بنائے گئے تھے جس نے آپؑ کی پیروی کی اُس کو مطیع کہا جائے گا اور جس نے آپؑ کی مخالفت کی وہ عاصی اور گنہگار کہلائے گا۔ اور جب آپؑ کو اعوان و انصار ملے اور قوت جہاد پائی تو جہاد کیا اور جب اعوان و انصار میسّر نہ آئے تو جہاد نہ کرنے کا الزام آپؑ پر نہیں بلکہ اُن لوگوں پر ہے جنھوں نے آپؑ کی اطاعت اور مدد و نصرت سے اعراض کیا۔ اس لیے کہ لوگوں کو حکم دے دیا گیا تھا کہ وہ بہر حال حضرت علیؑ کی پیروی کریں۔ حضرت علیؑ کو تو یہ حکم نہیں دیا گیا تھا کہ وہ بغیر اعوان و انصار کی قوت کے جہاد کریں۔

اس کے علاوہ حضرت علی علیہ السلام کی مثال بالکل خانۂ کعبہ جیسی ہے۔ لوگوں کا فرض ہے کہ وہ خانۂ کعبہ کے پاس جائیں، خانۂ کعبہ پر فرض نہیں کہ وہ لوگوں کے پاس جائے۔ اگر لوگ خانۂ کعبہ تک پہونچ کر مناسکِ حج ادا کرتے ہیں تو وہ اپنا فرض پورا کرتے ہیں اور اگر وہ نہیں پہونچتے تو قابلِ ملامت ہیں وہی لوگ جو وہاں نہیں پہونچے، نہ کہ خانۂ کعبہ پر کوئی ذمّہ داری عائد کی جائے۔

نواں متکلم : یہ بتائیے۔ کہ اگر کسی امام پر مفترض الطّاعۃ ہونا واجب و لازم ہی ہے تو یہ کیا ضروری ہے کہ حضرت علیؑ ہی امام ہوں ان کے علاوہ کوئی دوسرا نہ ہو۔

مامون : اللہ کی طرف سے کوئی ایسا فریضہ عائد نہیں کیا جا سکتا جو مجہول ہو اور لوگ اس سے ناواقف اور لاعلم ہوں اور یہ بھی یقینی ہے کہ جب اللہ نے ایک فریضہ عائد کیا ہے تو اس کا وجود بھی یقینی ہوگا۔ وہ ممتنع العمل نہیں ہوگا اور ظاہر ہے کہ

مجہول ممتنع العمل ہوتا ہے۔ اس لیے ضروری تھا کہ رسول اس فرض کی نشاندہی کر دیں، تاکہ اللہ اور اُس کے بندوں کے درمیان کوئی عذر باقی نہ رہے۔

تمھاری اس میں کیا رائے ہے کہ اگر اللہ نے ایک مہینے کے روزے فرض کیے ہوتے اور لوگوں کو معلوم نہ ہوتا کہ وہ کون سا مہینہ ہے اور نہ اللہ نے اُس مہینے کا نام بتایا ہوتا اور لوگوں پر واجب کر دیا ہوتا کہ وہ بغیر کسی نبی یا امام سے دریافت کیے ہوئے خود ہی اپنی عقلوں سے سوچ کر یہ فیصلہ کریں کہ اللہ نے کس مہینے کے روزے فرض کیے ہیں۔ کیا یہ درست ہوتا۔؟

دسواں متکلم: یہ کہاں سے ثابت ہے کہ جس وقت رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعوتِ اسلام و ایمان دی تو حضرت علیؑ بالغ تھے۔ اِس لیے کہ لوگوں کا تو خیال یہ ہے کہ اُس وقت حضرت علیؑ سنِ طفولیت میں تھے۔ بلوغیت کی حد تک نہیں پہونچے تھے اِس لیے اُن کا اسلام معتبر نہ تھا۔

مامون: یہ امر دو حال سے خالی نہیں۔ یا تو حضرت علی علیہ السلام اُس وقت اُن لوگوں میں سے تھے جن کی طرف نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مبعوث ہوئے تھے تاکہ اُنھیں دعوتِ ایمان دیں۔ اگر اُن میں سے تھے تو مکلّف تھے اور اتنی قوّت رکھتے تھے کہ فرائض کو ادا کر سکیں اور اگر آپؑ اُن میں سے تھے جن کی طرف نبیؐ مبعوث نہیں ہوئے تھے تو پھر یہ الزام خود نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر آتا ہے کہ آپؐ نے قرآنِ مجید کے اس حکم کے خلاف کیا:

" وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْأَقَاوِيلِ ۝ لَأَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِينِ ۝ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِينَ ۝ (سورۃ الحاقہ آیت ۴۴-۴۶)

ترجمہ آیت:- " اگر رسولؐ ہماری نسبت کوئی جھوٹ بات بنا لاتے تو ہم اُن کا داہنا ہاتھ پکڑ لیتے۔ پھر ہم ضرور اُن کی شہ رگ کاٹ دیتے۔"

یعنی آپؐ نے اللہ کی طرف اُن بندوں کو تکلیف دی جو ابھی مکلّف نہ تھے ابھی وہ غیر مکلّف تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ والاصفات سے یہ امر ناممکن اور محال ہے اور ایک حکیم ایسا حکم کبھی نہ دے گا، اور نہ اللہ کا رسولؐ یہ کام کرے گا۔ اللہ اس سے کہیں بالاتر ہے کہ وہ کسی امرِ محال کا حکم دے اور اُس کا رسولؐ اِس سے بالاتر ہے کہ وہ ایسے امر کا حکم دے جو خدائے حکیم کی حکمت کے خلاف ہو۔ مامون کے یہ جوابات سُن کر سارے فقہاء خاموش ہو گئے۔ اور مزید کسی

نے کوئی سوال نہ کیا۔

مامون نے کہا کہ تم سب اپنے اپنے سوالات کر چکے اور مجھ پر اعتراضات کر چکے۔ اب اگر کہو تو میں بھی تم سے چند سوالات کروں ؟ سب نے کہا جی ہاں۔ پوچھیے آپ کیا پوچھنا چاہتے ہیں ؟

محدّثین و متکلّمین سے مامون کے سوالات

سوال : بتاؤ، کیا ساری اُمت نے بالاجماع یہ روایت نہیں کی ہے کہ نبیٔ اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے یہ ارشاد فرمایا کہ جو شخص عمداً کوئی جھوٹ بات میری طرف منسوب کرے گا وہ اوندھے منہ جہنّم میں جائے گا ؟

جواب : جی ہاں، یہ حدیث صحیح ہے۔

سوال : اور یہ بھی تو لوگوں نے روایت کی ہے کہ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص کوئی گناہِ صغیرہ یا کبیرہ کرے اور پھر اس گناہ کو اپنا دین بنالے اور اس پر اصرار کرے، تو وہ ہمیشہ ہمیشہ جہنّم کے نچلے طبقوں میں رہے گا۔

جواب : جی ہاں، بیشک یہ بھی روایت درست ہے۔

سوال : اچھا، اب یہ بتاؤ کہ ایک شخص کو عوام نے منتخب کیا، اور اُسے اپنا خلیفہ بنایا تو کیا یہ جائز ہے کہ رسول اللہؐ کا خلیفہ کہا جائے یا یہ کہ وہ اللہ کی طرف سے خلیفہ ہے۔ حالانکہ نہ اُس کو رسول اللہؐ نے خلیفہ بنایا، اور نہ اللہ تعالیٰ نے؟ اگر تم کہو کہ ہاں جائز ہے تو پھر یہ مکابرہ اور بلاوجہ کی بات ہوگی۔ اور اگر کہوگے کہ نہیں تو یہ لازمی بات ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نہ خلیفۂ رسولؐ تھے اور نہ اللہ کی طرف سے وہ خلیفہ بنائے گئے تھے اور تم لوگ اُن کو خلیفۂ رسولؐ کہہ کر رسولِ مقبول صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم پر جھوٹ اتہام لگاتے ہو اور وہ کام کرتے ہو جس کے مرتکب ہونے پر آنحضرتؐ نے جہنّم کا مستحق ٹھہرایا ہے۔

اچھا یہ بتاؤ کہ ان دونوں باتوں میں سے کون سی ایک بات سچ ہے؟

یہ کہ رسولِ مقبولؐ نے انتقال فرمایا اور کسی شخص کو اپنا خلیفہ نہیں بنایا۔ یا۔ یہ کہ : حضرت ابوبکر کو "خلیفۃ الرسول اللہ" کہہ کر مخاطب کرنا ؟

اگر کہوگے کہ دونوں باتیں سچ ہیں، تو یہ ناممکن ہے۔ اس لیے کہ یہ دونوں آپس میں ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ اگر ان دونوں میں سے ایک بات سچ ہے

تو دوسری لازماً جھوٹ ہے۔

لہٰذا تم لوگ اللہ سے ڈرو اور اپنے دل میں سوچو، دوسروں کی تقلید مت کرو اور شک و شبہے میں نہ پڑو! خدا کی قسم، اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے صرف اُسی عمل کو قبول فرماتا ہے جس کو وہ سوچ سمجھ صحیح انجام دیتا ہے اور اُس کام میں ہاتھ ڈالتا ہے جس کو وہ سمجھتا ہے کہ یہ حق ہے۔ اور سنو! شک و شُبہ اور اس کا تسلسل کفر باللہ ہے اور ایسا شخص جہنم میں جائے گا۔

بتاؤ، کیا یہ درست ہے کہ تم میں سے کوئی شخص ایک غلام خریدے اور وہ غلام مالک و آقا بن جائے اور مالک و آقا غلام بن جائے۔ ؟

جواب : نہیں، یہ ہرگز نہیں ہو سکتا۔

سوال : پھر یہ کیسے درست ہو گیا کہ تم نے اپنی حرص و ہوائے نفس کی خاطر ایک فرد پر اجماع کر کے خلیفہ بنایا، لہٰذا وہ تم لوگوں پر خلیفہ اور حاکم ہو گیا۔ حالانکہ تم ہی نے اُس کو اپنا والی اور خلیفہ بنایا تھا اور اُس کے خلیفہ ہونے پہلے تم لوگ اُس پر والی اور حاکم تھے اور اب وہ تم پر حاکم ہو گیا۔ تم لوگ اُس کو خلیفۂ رسولؐ کے نام سے یاد کرنے لگے۔ جب تم اُس سے خفا و ناراض ہوئے تو اُسے قتل بھی کر دیا۔ جیسا کہ حضرت عثمانؓ کے ساتھ برتاؤ کیا گیا۔

جواب : بات یہ ہے کہ امام درحقیقت مسلمانوں کا وکیل ہوتا ہے۔ جبتک مسلمان اُس سے راضی رہے، اُس کو اپنا والی اور امام بنائے رکھا اور جب ناراض ہوئے تو اُس کو معزول کر دیا۔ اِس میں بُرائی کیا ہے۔ ؟

سوال : یہ بتاؤ کہ، یہ سارے مسلمان، یہ سارے بندے اور یہ سارا ملک کس کا ہے ؟

جواب : اللہ تعالیٰ کا۔

سوال : تو پھر اللہ تعالیٰ کسی اور سے زیادہ حق دار و سزاوار ہے کہ وہ اپنے بندوں اور اپنے ملک پر وکیل بنے۔ کیونکہ ساری اُمت کا اس امر پر اجماع ہے کہ اگر کوئی شخص کسی غیر کی ملکیت میں کوئی امر حادث کرے تو وہ اس کا ذمّہ دار ہے۔ اس کو کوئی حق نہیں کہ کسی غیر کی ملکیت میں کوئی امر حادث و صادر کرے، اگر کرے گا تو وہ گنہگار ہوگا اور اُسے تاوان دینا پڑے گا۔

اور یہ بھی بتاؤ کہ حضرت رسولِ مقبول صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم جب دنیا سے رخصت ہونے لگے تو آپؐ نے کسی کو اپنا جانشین اور خلیفہ بنایا تھا یا نہیں ؟

جواب : نہیں، کسی کو اپنا جانشین نہیں بنایا۔
سوال : آنحضرتؐ نے اپنی اُمّت کو ہدایت پر چھوڑا تھا، یا، گمراہی پر۔؟
جواب : ہدایت پر۔
سوال : تو پھر لوگوں (اُمّت) پر لازم تھا کہ اُسی ہدایت پر قائم رہتے جس پر رسولِ مقبولؐ چھوڑ کر گئے تھے، گمراہی میں مبتلا نہ ہوتے۔
جواب : اُمّت نے ایسا ہی تو کیا۔
سوال : پھر اُمّت نے خلیفہ کیوں بنایا، جبکہ رسولؐ اس کام کو ترک کرکے گئے تھے۔ اور جس کام کو رسولؐ نے ترک کردیا تھا اُس کام کو کرنا تو گمراہی ہے (جبکہ رسولؐ کا ایک کام کو ترک کرنا عینِ ہدایت ہو) اس ہدایت کے خلاف کرنا بھی ہدایت ہی ہو۔ یہ ناممکن اور محال ہے۔ اب بتاؤ کہ جب نبیؐ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے کسی کو خلیفہ نہیں بنایا تھا تو حضرت ابوبکرؓ نے حضرت عمرؓ کو خلیفہ کیوں بنایا؟ اور حضرت عمرؓ نے اپنے پچھلے خلیفہ کی سیرت کے خلاف استخلاف کے کام کو شوریٰ کے حوالے کیوں کردیا؟

تمہارے خیال کے بموجب نبیؐ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے تو کسی کو خلیفہ نہیں بنایا، مگر حضرت ابوبکرؓ نے خلیفہ بنایا۔ اور حضرت عمرؓ نے بھی استخلاف کو نہیں چھوڑا، حالانکہ تمہارے خیال کے بموجب آنحضرتؐ نے استخلاف کو ترک کردیا تھا، اور اس طرح بھی خلیفہ نہیں بنایا جس طرح حضرت ابوبکرؓ نے بنایا تھا بلکہ اس کے لیے ایک تیسری صورت اختیار کی۔ بتاؤ ان تینوں صورتوں میں سے کونسی صورت درست ہے؟ اگر تمہاری رائے میں وہ صورت درست ہے جو نبیؐ اکرمؐ نے اختیار کی۔ یا۔ یہ صورت درست ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ تم لوگوں نے یہ تسلیم کرلیا کہ حضرت ابوبکرؓ خطا کے مرتکب ہوئے۔ اور اسی طرح وہ دیگر باتوں میں بھی خطا کار ثابت ہوئے۔

- بتاؤ تمہارے خیال کے بموجب رسولِ اکرمؐ نے استخلاف کو ترک کیا تو آنحضرتؐ کا یہ فعل افضل ہے یا ان لوگوں کا استخلاف کرنا افضل ہے؟
- اور یہ بھی بتاؤ کہ اگر ایک کام کو رسولؐ کا ترک کرنا ہدایت ہے اور اسی کام کو دوسرا کرے تو وہ بھی ہدایت ہو تو، اس کا مطلب یہ ہوا کہ ہدایت کی ضد بھی ہدایت ہے
- اور یہ بھی بتاؤ کہ وفاتِ سرورِ کائنات کے وقت سے لیکر آج تک کیا کوئی

شخص تمام صحابہ کا انتخاب کیا ہوا ولی اور خلیفہ ہوا ہے؟ اگر تم کہو گے کہ نہیں، تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ تم نے تسلیم کر لیا کہ بعد نبیؐ اکرم سب لوگوں نے گمراہی پر عمل کیا۔ اور اگر کہو گے کہ ہاں، تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ تم ساری اُمت کو جھوٹا بنا رہے ہو۔

- اور یہ بھی بتاؤ کہ اللہ تعالیٰ کا یہ قول " قُلْ لِّمَنْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ قُلْ لِّلّٰهِ " (سورۃ الانعام آیت ۱۲)

ترجمہ آیت: "کہدو، آسمانوں اور زمین کے اندر جو کچھ ہے وہ کس کا ہے، کہدو کہ اللہ کا"۔

سوال : بولو! سچ ہے یا جھوٹ؟

جواب : سچ ہے۔

سوال : تو کیا ایسا نہیں ہے کہ اللہ کے سوا جتنی چیزیں ہیں وہ اللہ کی ہیں، اس لیے کہ اُسی نے ان سب کو پیدا کیا ہے اور وہی ان سب کا مالک ہے۔

جواب : جی ہاں۔

سوال : پھر تو تمہارا واجب الاطاعت خلیفہ منتخب کرنا، اُس کو خلیفۂ رسولؐ کے نام سے یاد کرنا، اُس سے ناراض ہونا، اگر وہ تمہاری مرضی کے خلاف عمل کرے تو اُس کو معزول کر دینا اور اگر وہ معزول ہونے کو قبول نہ کرے تو قتل کر دینا، یہ سب کا سب باطل ہے۔

مامون نے پھر کہا۔ وائے ہو تم پر تم اللہ پر یہ جھوٹ اتہام تو نہ رکھو، ورنہ جب تم کل قیامت کے دن اللہ کی بارگاہ میں پیش ہو گے اور رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم پر عمداً جھوٹ بول کر اُن کے سامنے جاؤ گے تو اس کی سخت سزا پاؤ گے۔ اِس لیے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا ہے "جو شخص مجھ پر عمداً جھوٹ منسوب کرے گا وہ اوندھے منہ جہنم میں جائے گا"۔ اِس کے بعد مامون نے قبلہ کی طرف رُخ کیا، اپنے دونوں ہاتھ اُٹھائے اور یہ کہا۔ پروردگارا! میں ان لوگوں کو پوری نصیحت کر چکا، پروردگارا! میں ان لوگوں کی پوری پوری ہدایت کی کوشش کر چکا، میں نے اپنا فرض پورا کر دیا، اور اپنی گردن سے ذمّہ داری کا لوجھ اُتار چکا۔ پروردگارا! تو جانتا ہے کہ میں خود کسی شک و شبہہ میں مبتلا رہ کر ان لوگوں کو حق کی دعوت نہیں دے رہا ہوں۔ پروردگارا! میں حضرت علی علیہ السلام کو بعدِ نبیؐ اکرم تمام مخلوق میں سب سے افضل مان کر تیرا تقرب چاہتا ہوں جیسا کہ تیرے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ہمیں حکم فرمایا ہے۔

راوی کا بیان ہے کہ پھر تمام علماء کا مجمع منتشر ہو گیا اور اس کے بعد ایسا کوئی اجتماع

نہ ہو سکا، حتیٰ کہ مامون مر گیا۔

محمد بن احمد بن یحییٰ بن عمران اشعری کا بیان ہے کہ ایک دوسری روایت میں یہ ہے کہ مامون کی باتیں سُن کر علماء خاموش رہے۔ مامون نے پوچھا کیوں؟ خاموش کیوں ہو؟ اُنھوں نے کہا، سمجھ میں نہیں آتا کہ اب کیا کہیں: مامون نے کہا، بس یہی کافی ہے حجت تو تمام ہو گئی۔

اِس کے بعد ہمیں چلے جانے کا حکم دیا۔ راوی کا بیان ہے کہ ہم سب حیرت زدہ اور شرمندہ شرمندہ وہاں سے نکلے تو مامون نے فضل بن سہل کی طرف دیکھا اور کہا اِن علماء میں بس یہی دم خم تھا۔ میں نے ان کو بے جھجک گفتگو کا موقع دیا اور کوئی گمان کرنے والا یہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ یہ لوگ میرے رُعب میں آکر حضرت علی علیہ السلام پر اعتراض سے باز رہے۔

(عیون اخبار الرضا جلد ۲ صہ ۲۰۰ - ۱۸۵)

(۴) ـــــ مامون کا بنی ہاشم کو جواب

حضرت علی علیہ السلام اور اہلبیتِ رسولؐ کی مدح میں مامون نے جو نادر اور پُر لطف حقائق پیش کیے ہیں اس کا ذکر مسکویہ نے اپنی تاریخ "ندیم الفرید" میں کیا ہے اور اس میں ایک خط نقل کیا ہے جو بنی ہاشم نے مامون کو تحریر کیا تھا اور اس سے اس خط کا جواب طلب کیا تھا مامون نے اس خط جواب مندرجہ ذیل الفاظ میں دیا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ ہر طرح کی حمد سزاوار ہے اُس اللہ کے لیے جو عالمین کا پروردگار ہے اور درود ہو محمدؐ و آلِ محمدؐ پر، ناک رگڑتے ہوئے اُن لوگوں کی جو اس درود کو ناپسند کرتے ہیں۔

اما بعد۔ مامون تمھارے خط کے مندرجات سے مطّلع ہوا تمھارے اُمور تمھاری تدابیر اور تمھاری اصلِ نیت سے آگاہ ہو گیا۔ اسے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ تمھارے ہر چھوٹے بڑے امیر غریب کے دلوں میں کیا ہے۔ وہ تمھارے اس خط کے آنے سے پہلے ہی جانتا تھا کہ تم سب حق کو اس کی جگہ سے ہٹا کر باطل کی شادابی و سرسبزی چاہتے ہو۔ تم لوگوں نے کتابِ خدا، احادیثِ رسولؐ بلکہ ہر اُس چیز کو جو رسولِ صادق و امین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لیکر آئے تھے، چھوڑ بیٹھے ہو اور اُن سابق اُمتوں کی منزل پر پہونچ گئے ہو جو زمین شق ہونے، غرق ہونے، آندھی طوفان آنے، بجلی گرنے اور آسمان سے پتھر برسنے کی وجہ سے ہلاک ہو گئی تھیں۔

کیا تم لوگ قرآن مجید پر غور و فکر نہیں کرتے یا تمھارے دلوں پہ تالے پڑے ہوئے ہیں؟ اُس ذات کی قسم جو مامون کی رشہ رگ گردن سے بھی زیادہ قریب ہے کہ اگر اس کا خیال

نہ ہوتا کہ کہنے والے کہیں گے کہ مامون سے اس خط کا جواب بن نہ پایا تو میں تمھاری بد اخلاقیوں، کوتاہ اندیشیوں، کم عقلیوں اور رائے کی سخافتوں کو دیکھتے ہوئے ہرگز جواب نہ دیتا، مگر اب سُننے والے سُنیں اور یہ سُن کر دوسروں تک بھی پہونچادیں۔

امّا بعد۔ اللہ تعالیٰ نے محمّد صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو اُس وقت رسول بنا کر بھیجا جب کہ صدیوں سے کوئی رسول نہ آیا تھا۔ زمانۂ فترت تھا اور اس عرصے میں قبیلۂ قریش اس منزل پر پہونچ چکا تھا کہ وہ اپنی ذات اور اپنے مال و دولت کے سامنے کسی کو خاطر میں نہ لاتے تھے۔ ہمارے نبیٔ امین صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم قریش کے ایک متوسط گھرانے سے تعلق رکھتے تھے جس کو دولت مند نہیں سمجھا جاتا تھا۔ اعلانِ نبوّت کے بعد حضرت خدیجہ بنت خویلد اُن پر ایمان لائیں اور اپنے مال سے آپؐ کی مدد کی۔ پھر حضرت امیر المومنین علیؑ ابن ابی طالبؑ جن کا سِن ابھی سات سال کا تھا آنحضرتؐ پر ایمان لائے اور چشم زدن کے لیے بھی کبھی مشرک نہ رہے نہ کبھی کسی بُت کو سجدہ کیا نہ کبھی سود کھایا، نہ کبھی ایّامِ جاہلیّت کے عرلوں کی جہالت میں اُن کے شریک رہے۔ حالانکہ آنحضرتؐ کے چچاؤں میں سے کچھ مسلم تھے مگر کمزور تھے، کچھ کافر تھے جو آپؐ کے سخت دشمن تھے سوائے حضرت حمزہ کے کہ جنھیں نہ اسلام سے کوئی روک سکا اور نہ اسلام کو ان کے قبول کرنے سے کوئی باز رکھ سکا۔ اور انھوں نے اسی طرح اپنے رب کی ہدایت پر قائم رہتے ہوئے عدم کی راہ لی۔

لیکن آپ چچاؤں میں صرف ابو طالبؑ تھے جنھوں نے آنحضرتؐ کی کفالت اور آپؐ کی پرورش کی۔ وہ ہمیشہ آپؐ کی حفاظت اور دشمنوں سے آپؐ کا دفاع کرتے رہے مگر جب حضرت ابو طالبؑ کا بھی انتقال ہوگیا تو ساری قوم اِس بات پر آمادہ اور متفق ہوگئی کہ آنحضرتؐ کو قتل کر دیا جائے۔ یہ دیکھ کر آنحضرتؐ نے ترکِ وطن اور ہجرت اختیار کی اور اُن لوگوں کے پاس (مدینہ) چلے گئے جو اس سے پہلے اسلام قبول کر چکے تھے۔ کفارِ مکّہ کے ظلم سے تنگ آکر جو اُن کے پاس ہجرت کر کے جاتا، یہ لوگ اُس کے ساتھ محبّت سے پیش آتے اور اُن کو کچھ دینا اور مدد کرنا، اِن پر گراں نہ گزرتا، بلکہ ایثار سے کام لیتے۔ اپنی ضرورتوں کو ترک کر کے اُن کی مدد کرتے اور حقیقت یہ ہے کہ جس نے اپنے نفس کو بخل سے بچایا وہی فلاح یافتہ ہے۔

مگر مہاجرین میں سے کوئی بھی رسولِ مقبول صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی مدد کے لیے اِس طرح کھڑا نہ ہوا جس طرح حضرت علی علیہ السّلام کھڑے ہوئے۔ انھوں نے آپؐ کی اکثر ذمّے داریاں سنبھال لیں۔ جان کی بازی لگا کر آپؐ کا دفاع کیا۔ شبِ ہجرت آپؐ کے بستر پر سوئے۔ اس کے بعد فتح کرنے کے لیے مختلف قلعوں کے گرد چکّر لگاتے رہے، بڑے بڑے

پہلوانوں اور بہادروں کے سر قلم کرتے رہے۔ کسی مدِ مقابل سے پیچھے نہیں ہٹے، اگر مقابلہ پر دشمن کا پورا لشکر بھی ہوتا تب بھی منہ نہ موڑتے (جیسا آپ نے خود فرمایا تھا کہ میں نے بچپن اور اپنی کمسنی کے باوجود عرب کے بہادروں کے گھٹنے زمین پر ٹکوا دیے تھے) آپ اپنی ساری فوج کے سردار اور امیر ہوتے۔ اُن پر کوئی سردار و امیر نہ ہوتا مشرکین کی صفوں کو پامال کرنے میں سب سے بڑھ کر صف شکن، اللہ کی راہ میں سب سے بڑے مجاہد، دینِ الٰہی کے سب سے بڑے عالم، کتابِ خدا کے سب سے بڑے قاری، حلال و حرام کو سب سے زیادہ جاننے والے سب سے زیادہ عبادت گذار، متقیوں کے امام، مومنوں کے امیر، مقامِ غدیر میں رسولِ اکرمؐ نے آپؑ ہی کی ولایت کا اعلان کیا، آپؑ ہی کے متعلق رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا کہ :-

انت منی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ الا انہ لا نبیَّ بعدی

مقامِ طائف میں آیۂ نجویٰ پر تنہا عمل کرنے والے۔ آپؑ کے علاوہ اس آیت پر عمل کوئی نہ کر سکا اللہ اور اُس کے رسولؐ کے نزدیک تمام مخلوقات میں سب سے زیادہ محبوب، مسجدِ رسولؐ میں سب کے دروازے بند ہوئے لیکن آپؑ کا دروازہ کھلا رہا۔ فتح خیبر کے دن رسولؐ سے علم پانے والے۔ جنگِ خندق میں عمرو بن عبدود کو قتل کرنے والے، مواخات کے موقع پر رسول اللہؐ نے آپؑ ہی کو دنیا و آخرت میں اپنا بھائی بنایا تھا۔

آپؑ بڑے صاحبِ قوت و طاقت و کرامت تھے۔ سورۂ دھر کی آیت ۸ آپؑ کی شان میں نازل ہوئی "(وَ يُطْعِمُونَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّ يَتِيْمًا وَّ اَسِيْرًا۔") آپؑ ہی حضرت خاتونِ جنت سیدۃ النساء العالمین فاطمہ زہراؑ کے شوہرِ نامدار اور حضرت خدیجہ علیہا السلام کے داماد تھے۔ آپؑ حضرت رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وہ حقیقی چچا زاد بھائی تھے جن کی تربیت اور کفالت خود رسولِ مقبولؐ نے اپنے ذمے لی تھی آپؑ ہی حضرت ابوطالبؑ کے وہ فرزند تھے جو جہاد اور نصرتِ رسولؐ میں بالکل اپنے پدرِ بزرگوار کے نقشِ قدم پر تھے۔ آپؑ ہی مباہلہ کے موقع پر نفسِ رسولؐ قرار پائے۔ آپؑ وہ ہیں کہ جن کے مشورے کے بغیر حضرت ابوبکرؓ و حضرت عمرؓ کوئی حکم یا فتویٰ نافذ نہ کرتے۔ آپؑ وہ ہیں کہ حضرت عمرؓ نے بنی ہاشم میں سے مجلسِ شوریٰ کے لیے انہی کو منتخب کیا۔

اور میں اپنی جان کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ جس طرح آنحضرتؐ کے چچا حضرت عباس نے حضرت علیؑ کی طرف سے دفاع کیا، اگر حضرت علیؑ کے اور اصحاب میں قدرت ہوتی تو وہ بھی حضرت علیؑ کا یقیناً دفاع کرتے اور ساتھ دیتے۔

اب تم لوگوں کا یہ کہنا کہ حضرت عباس جو رشتے میں چچا تھے وہ حضرت علیؑ سے افضل تھے

تو اس کے متعلق تو قرآن مجید کی نص موجود ہے یہ فیصلہ قرآن مجید نے اس طرح کر دیا ہے کہ

اَجَعَلْتُمْ سِقَايَةَ الْحَاجِّ وَعِمَارَةَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ كَمَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَجَاهَدَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ لَا يَسْتَوٗنَ عِنْدَ اللّٰهِ ؕ (سورۃ التوبہ آیت ۱۹)

ترجمہ آیت: "کیا تم لوگوں نے حاجیوں کے پانی پلانے اور مسجد حرام کی تعمیر کو اس شخص کے عمل کے برابر سمجھ لیا ہے جو ایمان لایا اللہ پر اور یوم آخرت (قیامت) پر اور اس نے راہِ خدا میں جہاد کیا؟ یہ اللہ کے نزدیک ہرگز برابر نہیں ہے"

اور خدا کی قسم قرآن مجید میں امیر المومنینؑ کے جس قدر مناقب و فضائل کا تذکرہ ہے اُن میں سے اگر کوئی ایک فضیلت بھی تمھارے مردوں میں سے کسی ایک کو یا کسی غیر کو مل جاتی تو یقین کرو کہ وہ صرف اُسی ایک فضیلت پر خلافت کا حقدار بن جاتا اور تمام صحابہ میں اس کا حق سب سے مقدّم سمجھا جاتا۔ (مگر حضرت علیؑ کو اس حق سے محروم رکھا گیا) پھر اُمورِ خلافت مسلسل آگے بڑھتے گئے یہانتک کہ حضرت علی علیہ السلام خلیفۃ المسلمین قرار پائے اور آپؑ نے حضرت عبداللہ ابن عباس کو اپنا رشتہ دار اور قابلِ وثوق سمجھتے ہوئے انتظامی امورِ خلافت میں شامل کر لیا اُن کے علاوہ بنی ہاشم میں سے کسی سے بھی مدد نہیں لی۔ اللہ تعالیٰ حضرت عبداللہ ابن عباسؓ کی مغفرت فرمائے، اُنھوں نے جو اُمور انجام دیے وہ سب کو معلوم ہیں۔ پھر ہم بنی عباس اور وہ یعنی آلِ محمدؐ یک دل ہو کر چلے، جیسا کہ تم لوگوں نے بھی تحریر کیا ہے۔ یہانتک کہ حکومت بنی عباس کو اللہ نے عطا کی اور حکومت پاتے ہی ہم بنی عباس نے آلِ محمدؐ کی اہمیت کو گھٹانا اُنھیں تنگ کرنا اور اُنھیں قتل کرنا شروع کر دیا۔ اور ہم نے دَورِ بنی اُمیّہ سے بھی زیادہ آلِ محمدؐ کو قتل کیا۔

تم پر وائے ہو، کیوں نہیں سمجھتے کہ بنی اُمیّہ نے تو آلِ محمدؐ میں سے صرف اُسی کو قتل کیا جس نے اُن کے مقابلے میں تلوار کھینچی۔ اور ہم گروہِ بنی عباس نے تو سبھی کو قتل کرنا شروع کر دیا۔ اور قیامت کے دن ہم بنی عباس سے یقیناً یہ سوال ہوگا کہ بنی ہاشم میں سے فلاں فلاں کو کس جُرم میں قتل کیا گیا۔ فلاں فلاں کو کس جُرم میں دجلہ و فرات کی لہروں کے حوالے کیا گیا، فلاں فلاں نفوس کو بغداد اور کوفہ میں کس جُرم میں زندہ دفن کیا گیا۔ افسوس۔ قرآن مجید کا یہ کھلا ہوا فیصلہ ہے کہ جو شخص ذرّہ برابر نیکی کرے گا اُس کو اُس نیکی کی جزا ملے گی اور جو شخص ذرّہ برابر بدی کرے گا اُس کو اُس بدی کی سزا ملے گی۔

تم نے اپنے خط میں مخلوع الخلافت ابن اور اُس کی حکومت کی تعریف کی ہے اور اس کی خلعِ خلافت میں اشتباہ ظاہر کیا ہے۔ تو سنو! کہ اس سے خلعِ خلافت میں تم لوگوں کے

سوا اور کسی کو بھی اشتباہ نہیں ہے۔ اس لیے کہ اُس نے پوری طرح بد عہدی کی اور غداری سے کام لیا۔ مگر تم لوگوں نے اُس کی اِس غداری کی تعریف کی اور اُس سے کہا کہ اُمید نہیں کہ تمھارے بھائی (مامون) کی حکومت قائم ہو۔ اِس لیے کہ وہ دارالحکومت سے دور ہے اور جلاوطن ہے۔ اس کے پاس خزانہ بھی ہے اور فوج بھی۔ ہم فوج بھیجیں گے جو اُسے پکڑ لائے گی۔ یہ تم نے غلط کہا اور بلا وجہ دھمکی دی۔ تم اللہ تعالیٰ کے اس قول کو بھول گئے کہ:

ثُمَّ بُغِيَ عَلَيْهِ لَيَنْصُرَنَّهُ (سورۃ الحج آیت ۶۰)

ترجمۂ آیت "جس شخص پر زیادتی کی جائے گی ہم اُس کی ضرور مدد کریں گے۔"

حضرت ابوالحسن رضاؑ کی ولیعہدی کو جو تم نے مامون کی بے بصیرتی پر محمول کیا ہے تو ایسا نہیں ہے، بلکہ مامون نے یہ فیصلہ خوب سوچ سمجھ کر اور یہ جان کر کیا ہے کہ روئے زمین پر اُن سے بڑھ کر نہ کوئی صاحبِ فضل ہے اور نہ صاحبِ عفت۔ نہ اُن سے بڑھ کر کوئی صاحبِ ورع ہے نہ صاحبِ زُہد۔ نہ اُن سے بڑھ کر کوئی نفسانیت سے آزاد اور راضی بہ رضائے الٰہی ہے نہ اُن سے زیادہ کوئی اللہ کے معاملے میں سخت۔ خواہ وہ عوام ہوں یا خواص۔ اُن کی بیعتِ ولیعہدی رضائے رب کے مطابق ہوئی ہے۔ میں نے اِس کے لیے بڑی کوشش کی اور اللہ کے معاملے میں کسی ملامت کرنے والے کی پروا نہیں کی۔ اور میں اپنی جان کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اگر یہ ولیعہدی میری طرف سے کوئی عطیہ ہوتی تو میرے دل کو سب سے زیادہ پسند اور میری نظر میں سب سے زیادہ اہمیت خود میرے فرزند عباس اور میری دوسری اولاد کی تھی لیکن میری پسند کچھ اور اللہ کی پسند کچھ اور۔ میں اپنی پسند کو اللہ کی پسند پر ترجیح نہ دے سکا۔

تم لوگوں نے یہ بھی لکھا ہے کہ میرے دورِ حکومت میں تم پر بڑے مظالم ہوئے تو میں اپنی جان کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ یہ جو کچھ ہوا وہ خود تمھاری وجہ سے ہوا۔ اُس کو (امین کو) فتحیاب کرانے کی کوشش اور اُس کا ساتھ دینے کی وجہ سے ہوا۔ اور جب وہ میرے ہاتھوں قتل ہو گیا تو تم لوگ گروہوں میں بٹ گئے۔ تم نے کبھی ابن ابی خالد کی اتباع کی، کبھی اعرابی کی پیروی کی، کبھی ابن شکلہ کے پیچھے چل پڑے۔ غرض جس نے ہمارے خلاف تلوار اُٹھائی تم لوگ اُسی کے ساتھ ہو لیے۔ یاد رکھو! کہ اگر میری عادت درگذر کی نہ ہوتی اور طبیعت میں ظلم و زیادتی ہوتی تو میں روئے زمین پر تم میں سے کسی ایک کو بھی نہ چھوڑتا، اِس لیے کہ تم سب کا خون حلال اور تم سب ہی مستحقِ قتل ہو۔

نیز تمھاری یہ استدعا کہ میں حضرت ابوالحسن رضاؑ کی ولیعہدی کو ختم کر کے اپنے بیٹے عباس کو ولیعہد بنا لوں، تو کیا تم سب ایک بہتر فرد کو ایک کمتر فرد سے بدل لینا چاہتے ہو؟

وائے ہو تم سب پر۔ عباس ابھی بچّہ اور کمسن ہے۔ اُس کو تنہا نہیں چھوڑا جا سکتا کیونکہ ناتجربہ کار ہے، عورتوں کی تربیت میں رہا ہے کنیزوں کی گودیوں میں پلا بڑھا ہے پھر یہ کہ ابھی دینی تعلیم بھی حاصل نہیں کی ہے۔ حرام و حلال کی پہچان بھی نہیں۔ اور اگر کچھ جانتا بھی ہے تو رعایا کو نہیں سنبھال سکتا۔ نہ اُن پر حجّت قائم کر کے اُنھیں مطمئن کر سکتا ہے۔ اور بالفرض وہ اِس لائق بھی ہوتا، یعنی اُسے تجربہ بھی ہوتا، دینی معلومات بھی ہوتیں، زُہد و تقویٰ اور دنیا سے بے رُخی بھی ہوتی، بلکہ یوں کہوں کہ وہ ایک عادل حکمراں بھی ہوتا، تو خلافت کے لیے اُس کی حیثیت میرے نزدیک قبیلۂ عک و حمیر کے کسی آدمی کے برابر ہی ہوتی (یعنی ناقابلِ خلافت) لہٰذا اِس سلسلے میں میری زبان نہ کھلواؤ، ورنہ میں ایسی ایسی پیشین گوئیاں اور خبریں بیان کر دوں گا کہ اللہ تعالیٰ ایک نہ ایک دن اپنی بات پوری کر کے، جو طے کر لیا ہے اُس کو ظاہر کر کے رہے گا؛ تو لوگ میری باتوں کو ہنسی اور مذاق سمجھیں گے۔ اور اگر تم ان باتوں سے پردہ چاک کرائے بغیر نہ مانو گے تو پھر سنو!

ہارون الرشید نے اپنے آبار کے سلسلے سے یہ روایت مجھ سے بیان کی اور کتابِ حکومت میں اُس نے یہ بھی پایا کہ بنی عباس کی ساتویں پشت پر زوال آئے گا۔ اس کے بعد بنی عباس کی حکومت ختم ہو جائے گی بس اس کی زندگی تک یہ حکومت رہے گی۔ اِدھر وہ رخصت ہوا اور اُدھر یہ حکومت بھی رخصت ہوئی۔ لہٰذا خبردار! جب میں دنیا سے رخصت ہو جاؤں تو تم لوگ اپنے لیے جائے پناہ تلاش کر لینا۔ افسوس اُس وقت تم سب تہِ تیغ ہو گے۔ ایک حسنی شخص تم سے انتقام کے لیے آئے گا، وہ کسی کی رعایت نہ کرے گا اور تمھیں اتنا کاٹے گا جتنا وہ کاٹ سکے گا۔ یا سفیانی آئے گا جو تمھیں ذلیل و خوار کرے گا۔ اور قائم مہدیؑ آئے گا جو تمھارا ناحق خون بہنے سے بچائے گا۔

میں بتاؤں کہ میں نے علیؑ ابن موسیٰ رضا کو ولیعہد کیوں بنایا؟ اوّل تو وہ فی نفسہٖ اس کے مستحق تھے دوسرے ہم نے جو اُن کو ولیعہدی کے لیے منتخب کیا تو اس لیے کہ تمھارا خون بہنے سے بچاؤں اور اپنے اور آلِ محمدؐ کے درمیان رشتۂ مودّت کو مسلسل باقی رکھ کر (اُس آنے والے وقت پر) تم لوگوں کا تحفّظ کر جاؤں۔ یہی وجہ ہے کہ میں آلِ ابی طالبؑ کا اکرام کرتا ہوں اور مالِ غنیمت میں سے کچھ دے کر اُن کے ساتھ مواسات اور حسنِ سلوک سے پیش آتا ہوں۔ اگر تمھارا یہ خیال ہے کہ میں نے عافیت اور منفعت ان لوگوں کے حوالے کرنے کا ارادہ کر لیا ہے تو ایسا نہیں ہے۔ میں تمھاری بہبود اور نفع رسانی کی تدبیر میں ہوں۔ میری نظر تم پر، تمھاری اولاد اور آئندہ نسلوں پر ہے کہ تمھارے بعد اُن کا حشر کیا ہوگا؟ تم لوگ تو انجام کو بھولے ہوئے ہو، لہو و لعب میں مبتلا ہو، غفلت کے سمندر میں ڈوبے ہوئے ہو، گمراہی کے

صحرا میں بھٹکتے ہوئے پھر رہے ہو۔ تمھیں نہیں معلوم کہ تمھارے ساتھ کیا ہونے والا ہے اور کون سا عذاب تمھارے سروں پر منڈلا رہا ہے۔ یہ عیش وعشرت، یہ نعمت و دولت سب سلب ہونے والی ہے۔ تم میں سے ہر ایک یہ چاہتا ہے کہ شام کو سواریوں پر سوار ہو سیر و تفریح میں وقت گذاریں اور صبح کو مخمور اور نشے میں چور اُٹھیں۔ تم گناہوں کا ارتکاب کر کے ایک دوسرے پر فخر کرتے ہو اور بہت خوش ہوتے ہو۔ بربط تمھارا خدا بن گیا ہے۔ تمھارے اندر نسوانیت اور زنانہ پن رچ بس گیا ہے۔ تم میں کوئی ایسا سوچ بچار اور غور و فکر کرنیوالا بھی نہیں جو اپنی معیشت کی اصلاح و درستی کے لیے اور اللہ کی دی ہوئی نعمتوں کی حفاظت اور بقا کے لیے کوشش کرے۔ نہ حصولِ کرامت و شرف کی فکر، نہ کارِ خیر اور اعمالِ حسنہ انجام دینے کا ارادہ جس سے اُس دن (قیامت کے روز) سرفرازی اور بلندی نصیب ہو اور گردن اُٹھا کر چل سکیں، جس دن مال اور اولاد کوئی کام نہ آئے گا۔

تم لوگوں نے نماز ترک کر رکھی ہے، شہوات و خواہشات کی پیروی میں لگے ہوئے ہو۔ لغمات ولذات پر منھ کے بل گرے پڑ رہے ہو اور گمراہی میں مبتلا ہونے والے ہو۔

خدا کی قسم میں اکثر تمھارے حالات پر غور کرتا ہوں اور دیکھتا ہوں کہ سابق اُمتوں میں سے جو اُمت بھی موردِ عذابِ الٰہی ہوئی وہ اپنی ہی بدکرداری و بداعمالی کی وجہ سے۔ اور تمھارے اندر بہت سی بدکرداریاں موجود ہیں اور وہ ایسی کہ میرا تو خیال ہے کہ شاید ابلیس کو بھی شرم آئے۔ قومِ صالحؑ کے متعلق قرآن مجید میں ہے کہ اُن میں نو گروہ تھے جو زمین پر فساد پھیلا رہے تھے اور اصلاح قبول نہیں کر رہے تھے۔ مگر تم میں سے کون ایسا ہے کہ جس کے ساتھ ننانوے مفسدین نہ ہوں۔ تم لوگوں نے معاد اور آخرت کا استخفاف اور مذاق اُڑانا اپنا شعار اور دستور بنا لیا ہے۔ حساب و کتاب پر یقین نہ ہونے کے برابر ہے۔

سوچو! کہ تم میں کوئی ایک بھی ایسا صاحبِ رائے نہیں ہے کہ جس کی پیروی کی جائے یا اُس کے کردار سے استفادہ کیا جائے ؟ تم لوگوں کی شکلوں پر پھٹکار، تمھارے چہروں پر خاک۔ کدھر بھٹکے جا رہے ہو۔

تم لوگوں نے یہ بھی تحریر کیا ہے کہ حضرت ابوالحسن علیہ السلام نور اللہ وجہہٗ کی ولیعہدی کا معاملہ غلط رہا۔ تو میں اپنی جان کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میرے نزدیک یہ وہ بہترین اقدام ہے کہ جس کے ذریعے سے مجھے اُمید ہے کہ میں صراط سے آسانی کے ساتھ گذر سکوں گا۔ اور قیامت کے ہولناک دن مجھے خوف سے امن و نجات ملے گی۔ میرا تو خیال ہے کہ میں نے اپنی زندگی میں کوئی کام اس سے بہتر انجام نہیں دیا اور نہ آئندہ انجام دے سکوں گا۔ اور اگر کبھی

سکوں گا تو وہ اسی کے مثل کوئی دوسرا کام ہوگا مگر بھی میرے لیے کہاں ممکن ہے اور تم یہ سعادت بھلا کیسے حاصل کر سکتے ہو۔

تمھارا یہ کہنا کہ میں نے یہ قدم اُٹھا کر تمھارے بزرگوں اور تمھارے آبار واجداد کو بے عقل اور کج رائے ثابت کر دیا ہے۔ یہی تو مشرکینِ قریش بھی کہا کرتے تھے کہ ہم نے اپنے آبار واجداد کو جس مسلک پر پایا ہے ہم بھی اسی مسلک پر چلیں گے اور انہی کی پیروی کریں گے

وَیل ہو تم پر، دین ہمیشہ سے صرف انبیائے کرام ہی کے ذریعے سے لیا جاتا رہا ہے۔ سوچو اور سمجھو! مگر مجھے اُمید نہیں کہ تم سمجھ سکو گے۔

تمھیں اس کی بھی شکایت ہے کہ میرا برتاؤ تمھارے ساتھ مجوسیوں جیسا ہے تو میرا خیال ہے کہ اگر میں تمھارے ساتھ بندروں اور خنزیروں جیسا سلوک کروں تب بھی تمھاری اکڑ نہیں جائے گی جو تم امیر المومنین کو دکھا رہے ہو۔ میں اپنی جان کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ جس طرح ہمارے ماں باپ اسلام لائے اسی طرح یہ مجوسی بھی اسلام لائے تھے تو وہ مجوسی بیچارے تو اب بھی مسلمان ہیں مگر تم مسلمان ہو کر مرتد ہو گئے۔ اور وہ مجوسی جو مسلمان ہو گئے، اس مسلمان سے بہتر ہیں جو مرتد ہو گیا ہے۔ وہ بیچارے گناہوں سے پرہیز کرتے ہیں نیکی کا حکم دیتے ہیں۔ اچھائیوں کے قریب اور بُرائیوں سے دور رہتے ہیں مسلمانوں کی عزّت وحرمت کی حفاظت کرتے ہیں۔ وہ شرک و اہل شرک کی بُرائیوں سے پاک ہو کر خوش ہیں۔ اسلام نے جو خوبیاں دی ہیں اُن کو سینے سے لگائے ہوئے ہیں۔ اُن میں سے بعض تو اپنی مدّتِ حیات پوری کر کے جا چکے اور بعض اس کا انتظار کر رہے ہیں اُنھوں نے اپنے اِس عنوانِ زندگی میں کوئی تبدیلی نہیں کی۔

اور ایک تم ہو کہ تم میں سے ایک بھی ایسا نہیں جو لہو و لعب میں مبتلا نہ ہو۔ اُس کی عقل و تدبیر ماؤف نہ ہو چکی ہو۔ تم میں سے کوئی یا تو گویّا (گانے والا) ہوگا یا طبلچی یا بانسری بجانے والا۔ خدا کی قسم وہ بنی اُمیّہ جن کو تم نے کل تہہ تیغ کیا ہے کہ وہ پھر سے زندہ کیے جائیں اور اُن سے کہا جائے کہ جس قدر بُرائیاں تم کر سکتے ہو کر گذرو۔ تو وہ بھی اس سے زیادہ نہیں کر سکیں گے جتنی بُرائیوں کو تم لوگوں نے اپنا شعار و کردار بنا رکھا ہے۔

تم میں ہر ایک کی یہ فطرت ہے کہ جب بدحالی میں مبتلا ہوا تو چیخنے لگا۔ اور جیسے ہی خوشحالی آئی پھر کسی کی بات بھی سُننا گوارا نہیں کرتا۔ اور جب تک ڈرایا نہ جائے، نہ تو وہ باز آتا ہے اور نہ پرہیزگار بنتا ہے۔ اور کیسے باز آئے گا۔ وہ شخص جس کی رات مرکوب (سواری) پر سیر و تفریح میں) بسر ہوتی ہے اور جب صبح کو (تمام رات عیش و طرب کی لذّت و تھکان کے بعد) اُٹھتا ہے

تو اپنے گناہوں پر نازاں اور فرحاں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اُس نے کوئی بہت ہی قابلِ تعریف کام کیا ہے۔ اُس کی زندگی کا مقصد شکم پروری یا شہوت رانی ہے۔ اور اگر اس کو اپنی شہوت کی تسکین کے لیے ایک ہزار نبی پیغمبر یا ملکِ مقرب کو بھی قتل کرنا پڑے تو وہ اس کی بھی پروا نہیں کرے گا۔

اُس کے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ شخص وہ ہے جو اُس کو معصیت پر اُبھارے اور فواحش میں اس کی مدد کرے۔ مگر اب وہ زمانہ نہیں رہا۔ اگر تم لوگ اب بھی بُرائیوں اور بدکاریوں سے باز نہ آئے تو تمھیں اختیار ہے۔ میرے پاس جو بھی قوت ہے وہ اللہ کی دی ہوئی ہے اور میں اُسی پر بھروسہ کرتا ہوں اور وہی میرے لیے کافی ہے۔

بحار الانوار

باب ۱۵

آپؐ کی ازواج و اولاد

(۱) ــــــ زید النار

ابن ابی عبدون نے اپنے باپ سے روایت کی ہے ۱۹۹ھ میں زید بن موسیٰ (حضرت امام رضا علیہ السلام کے بھائی) نے بصرہ میں خروج کیا اور عباسیوں کے گھروں کو نذر آتش کر دیا جس کی بنا پر انہیں زید آتشین کہا جانے لگا تھا۔ جب یہ گرفتار کرکے مامون کے سامنے لائے گئے تو مامون نے ان سے کہا۔ اے زید اگر تمہیں آگ لگانی ہی تھی تو ہم لوگوں کے دشمن بنوامیہ۔ وثقیف وغنی وباھلہ اور آل زیاد ہیں ان کے گھروں سے شروع کیا ہوتا۔ یہ کیا کہ تم نے انہیں تو چھوڑا اور اپنے چچا کی اولادوں کے گھروں کا رُخ کر دیا؟ زید بھی بہت پُر مزاح آدمی تھے انھوں نے برجستہ جواب دیا۔ یا امیر المومنین غلطی ہوگئی اب جب آگ لگاؤں گا تو پہلے انہی لوگوں کے گھروں سے شروع کروں گا۔ مامون یہ سن کر ہنسنے لگا۔ پھر انہیں ان کے بھائی حضرت ابوالحسن الرضا کے پاس بھیج دیا اور کہلایا کہ زید کے جرم کا میں نے آپ کو اختیار دیا۔ جب لوگ ان کو لے کر امام کی خدمت میں آئے تو آپ نے انہیں بہت جھڑکا اور رہا کر دیا مگر حلف کہہ دیا کہ میں تا عمر ان سے بات نہ کروں گا۔

ابوالخیر علی بن احمد نسابہ نے اپنے مشائخ سے روایت کی ہے کہ حضرت زید بن موسیٰ علیہ السلام منتصر کے ندیم ومصاحب تھے اور بڑے خوش گفتار تھے۔ یہ زیدیہ خیالات کے حامل تھے اور بغداد میں نہر کرخایا پر قیام کیا کرتے تھے۔ یہی وہ زید ہیں جو ابوسرایا کے دور میں کوفہ کے اندر تھے اور اس نے ان کو کوفہ کا والی بنا دیا تھا مگر جب ابوسرایا قتل ہوگیا تو طالبین منتشر ہوگئے کچھ بغداد جا کر چھپ رہے کچھ کوفہ اور کچھ مدینہ واپس چلے گئے اور انہی روپوش ہونے والوں میں زید بن موسیٰ بھی تھے۔ حسن بن سہل نے ان کو تلاش کرنے کا حکم دیا جب مل گئے تو انہیں حسن بن سہل کے سامنے پیش کیا گیا اس نے ان کو قید کا حکم دے دیا چند دن بعد انہیں گردن زدنی کے لئے پیش کیا گیا جلاد نے ان کے قتل کے لئے تلوار کھینچ لی۔ جب قریب پہنچا تو انھوں نے پکار کر کہا۔ ایہا الامیر اگر آپ مناسب سمجھیں تو میرے قتل میں اتنی جلدی نہ کریں ٹھہر جائیں۔ مجھے آپ سے ایک بات کہنی ہے۔ حسن بن سہل نے حکم دیا جلاد نے تلوار روک لی۔ یہ حسن بن سہل کے قریب پہونچے اور اس وقت وہاں حجاج بن خیثمہ بھی موجود تھا۔ انھوں نے کہا ایہا الامیر یہ جو آپ نے میرے قتل کا ارادہ کیا ہے تو کیا اس کے متعلق امیر المومنین کا کوئی حکم آپ کے پاس آیا ہے؟ حسن بن سہل نے کہا۔ نہیں۔ زید بن موسیٰ نے کہا تو پھر آپ امیر المومنین کے چچازاد بھائی کو بغیر ان کی اجازت۔ بغیر ان کے حکم اور بغیر ان کی رائے لئے ہوئے کیوں قتل کر رہے ہیں۔؟ پھر انھوں نے ابوعبداللہ بن افطس کا واقعہ بیان کیا کہ ہارون رشید نے ان کو جعفر بن یحیٰی کے پاس قید میں ڈال دیا تھا۔ مگر رشید کے حکم کے بغیر جعفر نے ان کو قتل کر دیا۔ اور نوروز کے نذرانوں اور ہدیوں کے ساتھ ان کا سر بھی رشید کے پاس بھیجا تھا۔ مگر جب ہارون رشید نے مسرور کبیر کو جعفر بن یحیٰی کے قتل کرنے کا حکم دیا تو یہ کہا کہ اگر جعفر تم سے یہ پوچھے کہ مجھے کس جرم کی پاداش میں قتل کیا جا رہا ہے تو کہہ دینا کہ تو نے

میرے چچازاد بھائی ابن افطس کو بغیر میرے حکم کے قتل کیا تھا اس کے بدلے میں تجھے قتل کر رہا ہوں۔
یہ سن کر حجاج بن خیثمہ نے حسن بن سہل سے کہا ایہا الامیر کیا آپ کو پورا اطمینان ہے؟ کہیں ایسا نہ ہو کہ کبھی آپ کے اور امیر المومنین کے درمیان کوئی تلخی پیدا ہو اور آپ بھی اس شخص کو بغیر اجازت کے قتل کر چکے ہوں اور وہ آپ کے لئے وہی بہانہ پیش کرے جو رشید نے جعفر بن یحیٰ کے قتل کے لئے پیش کیا تھا۔ یہ سن کر حسن بن سہل نے حجاج سے کہا اللہ تمہیں اس کی اچھی جزا دے تم نے ہمیں خطرہ سے بچایا۔ پھر زید کے قتل کے حکم کو واپس لے لیا اور انہیں قید میں واپس کر دیا پھر یہ مسلسل قید میں رہے یہاں تک کہ ابراہیم بن مہدی کا دور آیا اور اہل بغداد نے جسارت کر کے حسن بن سہل کو بغداد سے نکال دیا مگر زید اسی طرح قید میں پڑے رہے بالآخر انہیں مامون کے پاس بھیج دیا گیا۔ اور مامون نے ان کو ان کے بھائی امام رضاؑ کے پاس بھیج دیا امام رضا علیہ السلام نے انہیں رہا کر دیا۔ زید بن موسیٰ خلافت متوکل کے آخر دور تک زندہ رہے بالآخر سر من رای میں ان کا انتقال ہو گیا۔ (عیون اخبار الرضا جلد ۲ ص ۲۳۲-۲۳۳)

یاسر کا بیان ہے کہ حضرت امام رضا علیہ السلام کے بھائی زید بن موسیٰ نے مدینہ میں خروج کیا لوگوں کے گھر جلائے اور انہیں قتل کیا اور اسی بنا پر ان کو زید النار کہا جانے لگا۔ مامون نے ان کی گرفتاری کے لئے آدمی بھیجے اور جب انہیں گرفتار کر کے مامون کے سامنے پیش کیا گیا تو مامون نے حکم دیا انہیں حضرت ابوالحسن علیہ السلام کے پاس لے جاؤ۔
یاسر کہتا ہے کہ جب یہ حضرت امام ابوالحسن علیہ السلام کے پاس پہنچے تو آپ نے ان سے کہا۔ اے زید تم نے پست فطرت اہل کوفہ کے اس قول سے دھوکا کھایا کہ "حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا چونکہ صاحب عصمت و عفت ہیں اس لئے اللہ نے ان کی ذریت پر جہنم کو حرام کر دیا ہے"۔ حالانکہ یہ بات صرف امام حسن اور امام حسین علیہما السلام کے لئے مخصوص ہے۔ اگر تمہارا یہ خیال ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرو گے پھر بھی جنت میں جاؤ گے اور موسیٰ بن جعفر اللہ کی اطاعت کریں گے اور جنت میں جائیں گے تو پھر اللہ کے نزدیک موسیٰ بن جعفر سے تم ہی اچھے ٹھہرے۔ سن لو خدا کی قسم اللہ کے پاس جو کچھ ہے وہ بغیر اس کی اطاعت کے حاصل نہیں ہو سکتا اور تمہارا خیال ہے کہ تم اللہ کی معصیت کر کے اسے حاصل کر لو گے تو یہ تمہارا خیال غلط ہے۔
زید نے کہا میں آپ کا بھائی اور آپ کے باپ کا فرزند ہوں۔ حضرت امام ابوالحسن علیہ السلام نے فرمایا ٹھیک ہے تم میرے بھائی اس وقت تک ہو جب تک اللہ کی اطاعت کرتے رہو گے۔ حضرت نوح علیہ السلام کا واقعہ یاد کرو جو قرآن مجید میں مذکور ہے کہ حضرت نوح نے کہا۔ رَبِّ اِنَّ ابْنِیْ مِنْ اَھْلِیْ وَاِنَّ وَعْدَكَ الْحَقُّ وَاَنْتَ اَحْكَمُ الْحَاكِمِیْنَ

پروردگار میرا یہ فرزند میرے اہل میں سے ہے اور تیرا وعدہ سچا ہے تو حاکم الحاکمین ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے جواب دیا۔ یٰنُوحُ اِنَّہٗ لَیْسَ مِنْ اَھْلِکَ اِنَّہٗ عَمَلٌ غَیْرُ صَالِحٍ (سورہ ہود صد ۴۶-۴۵) اے نوح یہ تمہارے اہل میں سے نہیں ہے اس لئے کہ اس کا عمل غیر صالح ہے۔ (یہ نافرمان ہے)

تو دیکھا تم نے کہ اللہ نے نوح کے بیٹے کو اس کی معصیت اور نافرمانی کی وجہ سے حضرت نوحؑ کے اہل سے خارج کر دیا۔ (عیون اخبار الرضا جلد ۲ صد ۲۳۴)

(۳) ـــــ اولاد فاطمہؑ اور نار جہنم

حسن بن موسیٰ وشاء بغدادی کا بیان ہے کہ میں خراسان کے اندر حضرت امام رضا علیہ السلام کی مجلس میں موجود تھا اور وہاں زید بن موسیٰ بھی تھے وہ اہل مجلس سے مخاطب تھے اور ان پر فخر کر رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ ہم وہ لوگ ہیں اور ہم لوگ وہ ہیں اور ادھر حضرت امام رضاؑ کچھ دوسرے لوگوں سے باتیں کر رہے تھے۔ زید کی باتیں سنیں تو ان کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا۔ اے زید کیا تم کو اہل کوفہ کے ناقلین روایت کے اس قول نے دھوکے میں مبتلا کر دیا کہ "حضرت فاطمہ زہرا صلوۃ اللہ وسلامہ علیہا چونکہ صاحب عصمت و عفت ہیں اس لئے اللہ نے ان کی ذریت پر جہنم کو حرام کر دیا ہے" خدا کی قسم یہ سوائے امام حسن اور بطن فاطمہ سے جو پیدا ہوئے اور کسی کے لئے نہیں ہے۔ لیکن اگر یہ ہو کہ موسیٰ بن جعفر اللہ کی اطاعت کر رہے ہیں۔ دن بھر روزہ رکھ رہے ہیں رات بھر عبادت کر رہے ہیں اور تم اللہ کی معصیت اور اس کی نافرمانی کر رہے ہو پھر دونوں قیامت میں پہنچیں اور دونوں برابر ہو جائیں تو اس کا مطلب تو یہ ہوگا کہ تم اللہ کے نزدیک زیادہ معزز ہو۔ حضرت علی ابن الحسین علیہ السلام تو یہ فرمایا کرتے تھے کہ ہم میں جو نیکوکار ہیں ان کو دہرا ثواب ملے گا اور جو خطا کار ہیں ان کو دہرا عذاب دیا جائے گا۔

حسن وشاء کا بیان ہے کہ پھر آپؑ میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا اے حسن بتاؤ تم لوگ اس آیت کو کس طرح پڑھتے ہو۔ یٰنُوحُ اِنَّہٗ لَیْسَ مِنْ اَھْلِکَ اِنَّہٗ عَمَلٌ غَیْرُ صَالِحٍ میں نے عرض کیا کچھ لوگ اس کو انہ عملٌ غیر صالح پڑھتے اور کچھ لوگ اس کو انہ عمِلَ غیرَ صالح پڑھتے ہیں وہ حضرت نوح کے باپ ہونے ہی سے انکار کرتے ہیں۔ تو آپؑ نے فرمایا نہیں نہیں وہ حضرت نوح کا ہی بیٹا تھا مگر چونکہ اس نے اللہ کی نافرمانی کی اس لئے اللہ نے اس کو حضرت نوح کا بیٹا ہونے سے انکار کر دیا۔ پس اس طرح ہم میں سے بھی جو شخص اللہ کی اطاعت نہیں کرتا وہ ہم میں سے نہیں ہے اور تم اگر اللہ کی اطاعت کرتے ہو تو تم اہل بیت میں سے ہو۔ عیون اخبار الرضا جلد ۲ صد ۲۳۲ معانی الاخبار شیخ صدوق صد ۱۰۸-۱۰۷

(۴) ـــــ اصل شئے تقویٰ ہے

حسن بن جہم سے روایت ہے اس کا بیان ہے کہ میں امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا تھا اور وہاں ان کے بھائی زید بن موسیٰ بھی موجود تھے اور حضرت امام رضاؑ زید سے کہہ رہے تھے کہ اے زید تقویٰ اور خوفِ خدا اختیار کرو اس لئے کہ ہم لوگ جس مرتبہ اور منزلت پر پہنچے ہیں وہ تقویٰ اور خوفِ خدا سے پہنچے ہیں۔ پس جس میں تقویٰ اور خوف خدا نہیں وہ نہ ہم میں سے ہے اور نہ ہم اس میں سے ہیں اے زید ہمارے شیعوں میں سے تم جس سے ملو اس کی توہین نہ کیا کرو ورنہ تم سے نور ایمان رخصت ہو جائے گا۔ اے زید تمہیں معلوم ہے کہ ہمارے شیعوں سے لوگ بغض و عداوت رکھتے ہیں۔ ان کا خون بہانا، ان کا مال لوٹ لینا لوگ حلال اور جائز سمجھتے ہیں محض اس لئے کہ وہ بیچارے ہم سے محبت کرتے ہیں ہماری ولایت و امامت کا اعتقاد رکھتے ہیں لہذا اگر تم نے ان بیچاروں سے بدسلوکی کی تو خود اپنے اوپر ظلم کرو گے اور اپنے حق سے محروم ہو جاؤ گے۔

حسن بن جہم کا بیان ہے کہ زید کو ہدایت کرنے کے بعد آپؑ میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا اے ابن جہم جو شخص بھی دین خدا کا مخالف ہے میں اس سے برائت اور لاتعلقی کا اظہار کرتا ہوں خواہ وہ کوئی ہو اور کسی قبیلہ کا ہو۔ اور جو شخص اللہ کا دشمن ہو اس سے دوستی نہ رکھو خواہ وہ کوئی ہو اور کسی قبیلہ کا ہو۔ میں نے عرض کیا فرزند رسول خدا کا دشمن کون ہے؟ آپ نے فرمایا جو اس کی معصیت اور نافرمانی کرے۔

(عیون الاخبار جلد ۲ ص ۲۳۵)

(۵) ——— حسین بن جعفر

بزنطی سے روایت ہے وہ کہتا ہے کہ میں حضرت امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھا۔ اور اکثر کہا کرتا کہ میں ان سے یعنی ابو جعفر سے باتیں اخذ کیا کرتا ہوں تو ایک دن میں نے ان سے پوچھا۔ آپ کے ساتھ آپ کے چچاؤں میں سے کس کا سلوک سب سے زیادہ اچھا ہے تو انھوں نے جواب دیا "حسین کا" تو آپ کے والد نے فرمایا کہ انھوں نے سچ کہا خدا کی قسم وہ واقعتاً ان کے لئے سب سے بہتر اور سب سے زیادہ اچھا سلوک کرتے ہیں۔ اللہ ان سب پر اپنی رحمتیں نازل فرمائے۔ قرب الاسناد ص ۲۲۳

(۶) ——— محمد بن جعفر

عمیر بن برید سے روایت ہے اس کا بیان ہے کہ میں ایک مرتبہ حضرت امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھا کہ وہاں محمد بن جعفر کا تذکرہ چھڑ گیا۔ تو آپ نے فرمایا کہ میں نے تو اپنے متعلق یہ طے کر لیا ہے کہ ہم اور وہ دونوں کبھی ایک گھر میں ایک چھت کے نیچے جمع نہ ہوں گے۔ راوی کا بیان ہے کہ میں نے اپنے دل میں کہا کہ یہ ہمیں تو حسنِ سلوک اور اعزا کے ساتھ اچھے برتاؤ کا حکم دیتے ہیں اور خود

اپنے چچا کے لئے ایسا کہہ رہے ہیں۔ میرے دل میں یہ خیال آتے ہی انھوں نے میری طرف دیکھا اور فرمایا یہ بھی ایک طرح کا حسن سلوک اور صلہ رحمی ہی ہے اس لئے کہ یہ بزرگ جب میرے پاس آتے ہیں اور مجھ سے ملتے ہیں تو یہاں سے جاکر میرے متعلق طرح طرح کی باتیں کہا کرتے ہیں اور لوگ ان کو سچا سمجھنے لگتے ہیں مگر جب نہ وہ میرے پاس آئیں گے اور نہ میں ان کے پاس جاؤں گا تو وہ میرے متعلق جب بھی کوئی بات کہیں گے کسی کو یقین نہ آئے گا۔ (عیون اخبار الرضا ص ۲۰۴)

(۷) ـــــ محمد بن سلیمان علوی

محمد بن اثرم کی روایت ہے وہ یہ کہ مدینہ میں ابو سرایا کے دور میں محمد بن سلیمان علوی کے سپاہیوں پر تعینات تھا۔ اس کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ محمد بن سلیمان علوی کے پاس ان کے خاندان والے اور دوسرے لوگ جمع ہوئے اور ان کی بیعت کی اور یہ کہا کہ اگر آپ حضرت ابوالحسن رضا علیہ السلام کو پیغام بھیجیں کہ وہ بھی ہمارے ساتھ ہوجائیں تو بڑا اچھا ہو اس لئے کہ ہمارا اور ان کا معاملہ ایک ہے۔ محمد بن سلیمان علوی نے مجھ سے کہا۔ ان کے پاس تم جاؤ میرا سلام کہو اور یہ کہو کہ آپ کا سارا خاندان متحد اور یک رائے ہوگیا اور وہ یہ چاہتا ہے کہ آپ بھی ان لوگوں کے ساتھ ہوجائیں لہٰذا اگر آپ مناسب سمجھیں تو ایسا کرلیں اور آجائیں۔

راوی کا بیان ہے کہ حضرت امام رضا علیہ السلام اس وقت مقام حمرا میں تھے میں نے جاکر محمد بن سلیمان کا پیغام آپ تک پہنچایا۔ آپ نے جواب دیا۔ تم میرا بھی سلام ان سے کہنا اور یہ کہنا کہ میں بیس دن کے بعد آؤں گا۔ الغرض میں نے واپس آکر آپ کا جواب محمد بن سلیمان کو پہنچا دیا۔ اور اس کے بعد ہم لوگ چند دن کسی اقدام کے بغیر ٹھہرے رہے جب اٹھارواں دن آیا تو ورقا قائد جلودی آپہنچا۔ ہم لوگوں نے اس سے جنگ کی بالآخر شکست کھائی اور میں صورین کی طرف بھاگ نکلا کہ اتنے میں پیچھے سے کسی نے آواز دی اے اثرم، میں نے مڑکر دیکھا تو حضرت ابوالحسن امام رضا تھے اور فرمارہے تھے بتاؤ ابھی بیس دن گذرے یا نہیں۔ محمد بن سلیمان کا پورا سلسلہ نسب یہ ہے۔ محمد بن سلیمان بن داؤد بن حسن بن حسن بن علی بن ابی طالب علیہ السلام۔ عیون اخبار الرضا جلد ۲ ص ۲۰۸

(۸) ـــــ جعفر بن عمر علوی

حسین بن موسیٰ بن جعفر بن محمد علیہم السلام سے روایت ہے ان کا بیان ہے کہ ہم چند جوانان بنی ہاشم حضرت ابوالحسن رضا علیہ السلام کے گرد جمع تھے کہ اتنے میں ادھر سے جعفر بن عمر علوی کا گذر ہوا وہ اس وقت بالکل بوسیدہ اور پھٹے پرانے کپڑوں میں تھے۔ ان کی یہ ہیئت جو نظر آئی تو ہم لوگوں

نے ایک دوسرے کو دیکھا اور ہنسنے لگے۔ امام رضا علیہ السلام نے فرمایا مگر عنقریب تم ان کو دیکھو گے کہ یہ بہت دولتمند اور صاحب حشم و خدم ہوں گے آپ کے اس ارشاد کو ابھی چند ہی مہینے گذرے تھے کہ وہ مدینہ کے حاکم بن گئے اور خوشحالی آ گئی اور اس کے بعد جب بھی ہمارے سامنے سے گذرتے تو پورے حشم و خدم کے ساتھ گذرتے۔

مذکورہ جعفر کا سلسلہ نسب یہ ہے جعفر بن محمد بن عمر بن الحسن بن عمر بن علی بن الحسین ابن علی ابن ابی طالب علیہم السلام۔ (عیون اخبار الرضا۔ جلد ۲ صـ ۲۰۹)

(۹) ــــ رشتۂ اخوت

ایک مرتبہ زید موسیٰ بن جعفر مامون کے پاس گئے اس نے ان کی بہت تعظیم و تکریم کی اور وہیں حضرت امام رضا علیہ بھی موجود تھے زید نے ان کو بھی سلام کیا مگر آپ نے کوئی جواب نہیں دیا۔ تو زید نے کہا میں آپ کا بھائی اور آپ کے باپ کا فرزند ہوں اور آپ میرے سلام کا جواب تک نہیں دیتے۔ آپ نے فرمایا تم اس وقت تک میرے بھائی ہو جب تک تم اللہ کی اطاعت کرو اور جب تم نے اللہ کی نافرمانی کی تو ہمارے تمہارے درمیان کوئی برادری نہیں۔ (مناقب ال ابی طالب جلد ۴ صـ ۳۲۱)

(۱۰) ــــ تعداد اولاد

محمد بن طلحہ کا بیان ہے کہ آپ کی چھ اولادیں تھیں جن میں پانچ لڑکے اور ایک لڑکی تھی۔ ان کے نام یہ ہیں۔ محمد القانع[۱] حسن[۲] جعفر[۳] ابراہیم[۴] حسین[۵] عائشہ[۶]

اور عبد العزیز اخضر کا بیان ہے کہ آپ کے پانچ لڑکے اور ایک لڑکی تھی۔ امام محمد تقی[۱] ابو محمد حسن[۲] جعفر[۳] ابراہیم[۴] حسین[۵] عائشہ[۶]۔

دلائل حمیری میں حنان بن سدیر سے روایت ہے۔ اس کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام رضا علیہ السلام سے کہا۔ کیا کوئی لاولد شخص امام ہو سکتا ہے؟۔ آپ نے جواب دیا۔ میرے صرف ایک لڑکا ہوگا اور اسی سے اللہ میری نسل کو بہت پھیلائے گا۔ ابو خداش کا بیان ہے کہ میں نے اس حدیث کو تیس سال پہلے سنا تھا۔

(عیون اخبار الرضا جلد ۳ صـ ۱۳۶)

ابن خشاب کا بیان ہے کہ آپ کے پانچ لڑکے اور ایک لڑکی تھی جن کے نام مندرجہ ذیل ہیں۔

امام محمد تقی۔ ابو جعفر ثانی۔ ابو محمد الحسن۔ جعفر۔ ابراہیم حسین اور عائشہ۔ (عیون اخبار الرضا جلد ۳ صـ ۱۱۲)

مناقب ابی طالب جلد ۴ صـ ۳۶۷ پر درج ہے کہ حضرت امام رضا علیہ السلام کے صرف ایک فرزند حضرت ابو جعفر محمد بن علی الجواد تھے اور کوئی دوسرا نہ تھا۔ کتاب الدر میں مرقوم ہے کہ جب حضرت امام رضا علیہ السلام

کا انتقال ہوا آپ نے صرف ایک فرزند چھوڑا جن کا نام ابوجعفر محمد بن علی ہے جن کی عمر اپنے والد کی وفات کے وقت صرف سات سال اور چند ماہ تھی۔

(۱۱) ——— احمد بن جعفر

محمد بن احمد بن اسید سے روایت ہے اس کا بیان ہے کہ جب حضرت ابوالحسن موسیٰ بن جعفر کے ساتھ جو ہونا تھا ہو چکا۔ تو ابوسمال کے دونوں فرزندوں ابراہیم و اسماعیل نے کہا کہ ہم اب ان کے بیٹے احمد کو لائیں گے اس کے بعد ان لوگوں نے احمد کے پاس آمد و رفت شروع کردی اور ایک عرصہ تک آتے جاتے رہے۔ مگر جب ابوسرایا نے خروج کیا تو اس کے ساتھ احمد نے بھی خروج کیا۔ اس کی اطلاع کے بعد میں ابراہیم و اسماعیل کے پاس آیا اور ان سے دریافت کیا کہ انھوں نے تو ابوسرایا کے ساتھ خروج کرلیا۔ اب تم دونوں کیا کہتے ہو۔؟ راوی کہتا ہے کہ یہ سن کر دونوں نے اس اقدام کو ناپسند کیا اور اپنی عقیدت و ارادت ان سے ختم کرلی اور بولے حضرت ابوالحسن موسیٰ بن جعفر تو زندہ ہیں۔ (اور غیبت اختیار کرلی) لہٰذا ہم (کسی اور کو امام نہ مانیں گے بلکہ) انہی پر ثابت قدمی سے توقف کریں گے۔ راوی کہتا ہے کہ میرا تو خیال ہے کہ اسماعیل اسی اپنے شک پر قائم رہتے ہوئے مرگیا۔ (رجال کشی صفحہ ۴۰۰ روایت نمبر ۲۴۴-۲۴۳)

(۱۲) ——— علی بن عبیداللہ

سلیمان بن جعفر سے روایت ہے کہ اس کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ علی بن عبیداللہ بن الحسین بن علی بن الحسین بن علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے مجھ سے کہا کہ کسی دن حضرت ابوالحسن علی ابن موسیٰ الرضا علیہ السلام کی خدمت میں سلام کے لئے چلوں۔ میں نے کہا تو پھر تمہارے لئے اس میں رکاوٹ کیا ہے۔ انھوں نے کہا اور تو کچھ نہیں صرف ان کا رعب و جلال مانع ہے ان کے سامنے جاتے ہوئے ڈر لگتا ہے۔

راوی کا بیان کہ اسی اثنا میں حضرت امام رضا علیہ السلام کی ذرا طبیعت ناساز ہوگئی اور لوگ ان کی عیادت کو جانے لگے تو میں نے علی بن عبیداللہ سے جاکر کہا۔ لو تم ملاقات کا موقع چاہتے تھے وہ موقع آگیا حضرت امام رضا علیہ السلام کی طبیعت کچھ ناساز ہے لوگ عیادت کے لئے جارہے ہیں۔ اگر تمہارا ارادہ ہو تو آج چلے جاؤ۔ راوی کا بیان ہے کہ علی بن عبیداللہ اسی دن حضرت امام رضا کی عیادت کو گئے تو آپ ان سے بہت تکریم و تعظیم سے پیش آئے یہ سلوک دیکھ کر علی ابن عبیداللہ بہت خوش ہوئے۔ اور اس کے کچھ دنوں بعد خود علی ابن عبیداللہ بیمار ہوگئے تو حضرت امام رضا علیہ السلام ان کی عیادت کو ان کے گھر گئے میں آپ کے ساتھ تھا۔ ہم ان کے پاس اتنی دیر تک بیٹھے کہ سارے عیادت کرنے والے چلے گئے۔ پھر ہم جب وہاں سے واپس آئے تو میری ایک کنیز نے مجھ سے بیان کیا کہ علی بن عبیداللہ کی زوجہ ام سلمہ پس پردہ امام کو دیکھ رہی تھیں یوں ہی حضرت امام رضا علیہ السلام

وہاں سے نکلے وہ فوراً پردے سے نکل آئیں اور اس مقام پر جہاں حضرت امام رضا علیہ السلام بیٹھے تھے جھک پڑیں اور اس مقام کو بوسہ دینے لگیں اور ہاتھوں سے مسح کرنے لگیں۔

سلیمان کا بیان ہے کہ اس کے بعد پھر جب میں علی بن عبید اللہ کے پاس گیا تو انھوں نے بھی ام سلمہ کی عقیدت کو بیان کیا۔ میں نے حضرت امام رضا علیہ السلام سے اس کا تذکرہ کیا تو آپ نے فرمایا اے سلیمان اگر اولاد علی وفاطمہ کو امام کی صحیح معرفت عطا کر دے تو وہ پھر عام لوگوں کی طرح نہیں رہ جاتے۔

(رجال کشی ص ۴۹۵ روایت نمبر ۴۸۵ = اختصاص ص ۱۹)

(۱۳) ——— حضرت موسیٰ بن جعفر کا وصیّت نامہ

یزید بن سلیط سے روایت ہے اس کا بیان ہے کہ جب حضرت ابو ابراہیم (موسیٰ بن جعفر) علیہ السلام نے اپنا وصیت نامہ مرتب فرمایا تو اس پر مندرجہ ذیل اصحاب کو شاہد اور گواہ بنایا۔

۱۔ ابراہیم بن محمد جعفری۔ ۲۔ اسحاق بن محمد جعفری۔ ۳۔ اسحاق بن جعفر بن محمد۔ ۴۔ جعفر بن صالح ۵۔ معاویہ جعفری۔ ۶۔ یحییٰ بن زید بن علی۔ ۷۔ سعد بن عمران انصاری۔ ۸۔ محمد بن حارث انصاری ۹۔ یزید بن سلیط انصاری۔ ۱۰۔ محمد بن جعفر بن سعد اسلمی)۔ اور سابق میں وصیتوں کے یہی کاتب ہوا کرتے تھے۔ وصیّت نامہ کی عبارت مندرجہ ذیل تھی:

"میں ان لوگوں کو گواہ بناتا ہوں اس امر کی کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ وحدہٗ لاشریک لہٗ کے سوا کوئی اللہ نہیں ہے۔ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ قیامت آنے والی ہے اس کے آنے میں کوئی شک نہیں۔ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو جو قبروں میں ہیں ان کو پھر سے اٹھائے گا، اور یہ کہ موت کے بعد پھر اٹھایا جانا اور دوبارہ زندہ ہونا حق ہے اور یہ کہ اللہ کا وعدہ سچا ہے۔ حساب حق ہے۔ قضا حق ہے۔ اللہ کی بارگاہ میں کھڑا ہونا حق ہے۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو کچھ بھی لے کر آئے وہ سب حق ہے۔ روح الامین جبریل جو کچھ لے کر نازل ہوئے وہ سب حق ہے انہی اعتقادات کے ساتھ میں نے زندگی بسر کی اور ان ہی اعتقادات کے ساتھ میں مروں گا اور انشاء اللہ ان ہی اعتقادات کو لئے ہوئے میں قبر سے اٹھوں گا۔

اور میں ان لوگوں کو اس امر کا بھی شاہد بناتا ہوں کہ یہ خود میرے ہاتھ کا لکھا ہوا وصیّت نامہ ہے۔ میں نے اس میں اپنے جد امیرالمومنین علیؑ ابن ابی طالب اور محمدؑ بن علیؑ اور جعفر ابن محمد کے وصایا کو حرف بحرف شامل کیا ہے۔

میں نے اپنا وصی بنایا علی کو اور پھر اگر یہ چاہیں اور محسوس کریں کہ میری دیگر اولادیں سعید و رشید ہیں تو اپنے ساتھ لے لیں یہ ان کو اختیار ہے اور اگر ناپسند کریں اور خارج کر دینا چاہیں تو یہ بھی ان کی

مرضی پر ہے۔ اور اس امر میں میری باقی اولاد کو کوئی اختیار نہیں۔ یہ وصیت میں نے ان کو (یعنی علی کو) اپنے صدقات (کارِ خیر) اموال۔ غلاموں۔ بچوں (جو میرے پسماندگان ہیں) اور اپنی اولاد ابراہیم، عباس، قاسم، اسماعیل، احمد اور ام احمد تک کے لیئے کی ہے۔ میری ازواج کے معاملات کا اختیار صرف علی کو ہے میری اولاد میں سے کسی دوسرے کو نہیں ہے۔ میرے متروکات میں سے ایک تہائی صدقہ اور کارِ خیر کے لیئے ہے اور دو تہائی وہ جیسے چاہیں استعمال کریں۔ اس پر انہیں وہی حق ہے جو ایک صاحبِ مال کو اپنے مال پر ہوتا ہے۔

اگر وہ چاہیں تو اسے فروخت کر دیں، کسی کو بخش دیں۔ کسی کے لئے چھوڑ دیں یا ہم نے جن لوگوں کا نام لیا ہے یا ان لوگوں کے علاوہ جس پر چاہیں صرف کریں یہ ان کو اختیار ہے۔ وہ میری وصیت کی رو سے میرے مال میرے اہل وعیال اور میری اولاد پر وہی اختیار رکھتے ہیں جو مجھے ان پر تھا اگر وہ مناسب سمجھیں تو ہم نے اس تحریر میں جن جن کے نام لئے ہیں انہیں اس وصیت میں برقرار رکھیں اور اگر نہ چاہیں تو انہیں حق ہے کہ وہ بے روک ٹوک ان لوگوں کو خارج کر دیں۔ اگر وہ محسوس کریں یہ لوگ جیسا میں ان کو چھوڑ کر جا رہا ہوں اس میں فرق آرہا ہے تو اگر چاہیں تو اپنی ولایت اور سرپرستی میں لے لیں یہ ان کو اختیار ہے۔ اور اگر ان میں سے کوئی مرد یہ چاہے کہ اپنی بہن کا نکاح کسی سے کر دے تو اسے یہ حق نہیں کہ بغیر ان کی اجازت اور بغیر ان کے حکم کے ایسا کرے۔ اس لئے کہ یہ بہتر جانتے ہیں کہ قوم میں مناکحت کے قابل کون ہے اور کون نہیں۔

اور کسی صاحبِ اقتدار یا کسی اور شخص کو یا ان لوگوں کو جن کا ذکر میں نے اس تحریر میں کیا ہے۔ ان کو کوئی حق نہیں کہ ان کو (یعنی علی کو) ان تمام باتوں سے باز رکھے یا درمیان میں حائل ہو جن کا ذکر میں نے اس تحریر میں کر دیا ہے۔ اور اگر کسی نے ایسا کیا تو وہ اللہ اور اس کے رسول سے بری ہے اللہ اور اس کا رسول اس سے بری ہے۔ اس پر اللہ کی لعنت اور اس کا غضب نازل ہوگا۔ اور ملائکہ مقربین، انبیاؑ و مرسلین نیز جماعت مومنین اس پر سدا لعنت کرتے رہیں گے۔ سلاطین وصاحبان اقتدار میں سے کسی کو حق نہیں کہ انہیں اس سے باز رکھے۔ اور جو کچھ اُن کے پاس ہے وہ اب میرا نہیں خواہ اس کا نفع ہو خواہ اس کا نقصان اور نہ میری کسی اولاد کا۔ میرے پاس جو مال ہے وہ سب ان کا ہے اور وقف ہے اس میں شامل ہے جس کا میں ذکر کر چکا ہوں اگر کم ہے تو اس کا بھی ان کو علم ہے اور زیادہ تو اس کے متعلق بھی وہ سچ ہی کہیں گے۔ اور میں نے ان کے نام کے ساتھ جو اور لوگوں کے نام لئے ہیں تو صرف اس لئے کہ ان لوگوں کی عزت افزائی ہو ان کو شرف حاصل ہو۔

میری وہ کنیزیں کہ جن کے بطن سے میرا کوئی لڑکا ہے (امہات اولاد) تو ان میں سے جو اپنے گھر میں اقامت کرے اور چار دیواری میں رہے تو میری زندگی میں جو اس کو ملتا تھا جاری رہے گا بشرطیکہ وہ (علی) اس کو مناسب سمجھیں۔ اور ان میں سے جو اپنے گھر سے نکل کر دوسرا شوہر کرلے تو پھر اسے کوئی حق نہیں کہ ہمارے گھروں کی طرف رجوع کرے الا یہ کہ علی اس کو مناسب خیال کریں اور اسی طرح میری بیٹیاں بھی۔ اور میری لڑکیوں کا نکاح کوئی ان کا ہم بطن بھائی۔ یا سلطان وحاکم یا چچا بھی بغیر علی کے مشورے اور رائے کے نہیں کر سکتا اگر کسی نے ایسا کیا تو

گویا اس نے اللہ اور اس کے رسولؐ کی مخالفت اور اس سے جنگ کی۔ اس لئے کہ وہ خوب جانتے ہیں کہ قوم میں سے کون کون مناکحت کے لائق ہے۔ یہ سب علی کی مرضی پر ہے اگر وہ نکاح کر دینا چاہیں تو کر دیں اور اپنی مرضی ترک کرنا چاہیں تو ترک کر دیں۔ اس وصیت نامہ میں جو کچھ میں نے لکھا ہے اس کی مثل میں نے اپنی عورتوں، کنیزوں وغیرہ کو بھی وصیت کی ہے اور اس پر اللہ کو، علی کو، اور امام احمد گواہ بنایا ہے۔

وہ لوگ کہ جن کا ذکر یا جن کا نام میں نے اپنی تحریر میں کیا ہے، ان میں سے کسی کے لئے یہ جائز نہیں اس وصیت نامہ کو غیروں پر ظاہر کرے اور اس کو نشر کرے۔ جو بدی کرے گا اس کو اس کی سزا ملے گی اور جو نیکی کرے گا اس کو اس کی جزا ملے گی۔ تمہارا رب اپنے بندوں پر ہرگز ظلم کرنے والا نہیں ہے۔ اور اللہ اپنی رحمتیں نازل کرے محمد اور ان کی آل پر۔ اور کسی سلطان و صاحب اقتدار وغیرہ کے لئے اس کی اجازت نہیں کہ وہ اس وصیت نامہ کے آخری حصّہ کو جسے بند کر کے ہم نے اپنی مہر ثبت کر دی اس مہر کو نہ توڑے اور جو ایسا کرے گا اس پر اللہ کی لعنت اللہ کا غضب اور ملایکہ مقربین و گروہ مرسلین و مسلمین اور لعنت کرنے والوں کی لعنت جو میرے اس وصیّت نامہ کی مہر توڑے۔ اس وصیت نامہ کو لکھا اور اس پر مہر لگائی ابو ابراہیم اور گواہ ہوں نے اللہ تعالیٰ درود نازل کرے محمد پر اور ان کی آل پر۔

یزید بن سلیط کا بیان ہے کہ اس وقت مدینہ کے قاضی ابو عمران طلحی تھے جب حضرت موسی بن جعفر کا انتقال ہو گیا تو امام رضا علیہ السلام کے سب بھائی قاضی کے پاس پہنچے اور عباس بن موسی نے کہا اللہ آپ کو سلامت رکھے اور بھلا کرے اس وصیت نامہ کے آخر میں کسی خزانے اور جواہرات کا پتہ معلوم ہوتا ہے۔ غالباً میرے والد یہ چاہتے تھے وہ ہم سے پوشیدہ رہے اور ہمارے علاوہ کوئی اور شخص اس سے نہ فائدہ اٹھائے میرے والد اللہ ان پر رحم کرے انھوں نے تو ہم لوگوں کو علی کا محتاج بنا کر چھوڑا۔ اور ہمیں تنگدست بنا گئے۔ بس میں ضبط کئے ہوئے ہوں ورنہ کچھ باتیں تم کو سب کے سامنے بتاتا۔

یہ سُن کر ابراہیم بن محمد ان کی طرف لپکے اور بولے۔ خدا کی قسم اس کا مطلب یہ ہے کہ اب تم ایسی باتیں کہنے والے ہو کہ جو ہمیں قبول نہیں۔ اور نہ ہم اس کی تصدیق کریں گے، اور پھر تم ہمارے نزدیک قابلِ ملامت و نفرت بن جاؤ گے، اور ہم تو تمہیں پہلے ہی سے جانتے ہیں کہ تم ہر بات چھوٹی اور بڑی جھوٹ ہی کہتے ہو۔ اور تمہارے والد تو تم کو ہم سے زیادہ جانتے تھے اگر تمہارے اندر ذرا بھی بھلائی ہوتی خواہ ظاہر یا باطن میں تو وہ اس سے واقف ہوتے تو کم از کم دو عدد کھجوریں ہی تمہارے سپرد کر کے جاتے۔

پھر ان کے چچا اسحاق بن جعفر ان کی طرف بڑھے تو عباس نے ان کا گریبان تھام لیا اور بولے تم بوڑھے سفیہ اور احمق ہو۔ جو کام تم کل کر چکے تھے وہی آج بھی کر رہے ہو۔ سب نے بیچ بچاؤ کیا۔ اس کے بعد قاضی ابو عمران نے حضرت علی ابن موسی الرضا علیہ السلام سے کہا یا ابا الحسن میں آپ کے پدر بزرگوار کی لعنت کا مستحق ہوں۔ آپ لوگوں کے معاملہ میں پڑ کر جو ہوا وہی میرے لئے کافی ہے۔ آپ تشریف لے جائیں۔ آپ کے والد نے تو خود آپ کو

ہر طرح کا اختیار دے دیا ہے (مزید فیصلے کی ضرورت ہی نہیں) اور خدا کی قسم باپ اپنے بیٹے کے متعلق سب سے زیادہ جانتا ہے کہ وہ کیسا ہے اور لا واللہ ہماری نظر میں تو آپ کے پدر بزرگوار نہ کم عقل تھے اور نہ سست رائے تھے۔

اس کے بعد عباس نے قاضی سے کہا خدا تمہارا بھلا کرے اس مُہر کو توڑ کر دیکھو کہ اس میں کیا لکھا ہوا ہے۔ قاضی ابو عمران نے کہا نہیں میں ہرگز یہ مُہر نہ توڑوں گا۔ آج جو آپ کے والد نے مجھ پر لعنت بھیج دی ہے وہی میرے لئے کافی ہے۔ عباس نے کہا اچھا آپ نہیں توڑتے تو میں توڑتا ہوں۔ قاضی نے کہا ہاں تم کو اختیار ہے۔ عباس نے مہر توڑی تو اس میں لکھا ہوا تھا کہ ان سب کو تولیت اور وصایت سے خارج کر دیا جائے اور حضرت علی ابن موسیٰ رضا تنہا متولی اور وصی رہیں۔ اور ان سب کو ان کی ولایت اور سرپرستی میں دے دیا جائے خواہ یہ لوگ اسے پسند کریں یا نہ کریں اور ان لوگوں کو وقف وغیرہ تولیت اور ملکیت سے خارج کر دیا جائے۔ وصیت نامے کے اس حصے کا کھلنا ان لوگوں کے لئے بلا و مصیبت اور رسوائی و ذلت کا سبب بنا اور حضرت علی ابن موسیٰ رضا کے لئے بہتری ہی بہتری رہی۔ اور وصیت نامہ کے اس دوسرے حصے پر جس کی مہر کو عباس نے توڑا تھا اس پر ان لوگوں کی گواہیاں تھیں۔ ابراہیم بن محمد و اسحاق بن جعفر و جعفر بن صالح اور سعید بن عمران۔

اور ان لوگوں نے حد یہ کر دی کہ قاضی کے دربار میں اُم احمد کا چہرہ کھلوایا۔ اس لئے کہ ان لوگوں نے یہ دعویٰ کیا برقعہ میں اُم احمد نہیں ہے کوئی دوسری عورت ہے اس لئے نقاب ہٹا کر اس کا چہرہ دیکھا گیا اور پہچانا گیا۔ اور اس وقت اُم احمد نے کہا خدا کی قسم میرے آقا نے سچ کہا تھا کہ تم کو عنقریب جبریہ مجلسوں میں پکڑ کر بلایا جائے گا۔ یہ سن کر اسحاق بن جعفر نے کہا خاموش رہ کم عقل عورت۔ اور غالباً خیال ہے کہ اس سے آگے کچھ نہیں کہا۔

جب یہ سب کچھ ہو چکا تو آپ حضرت امام رضا علیہ السلام عباس کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا میں جانتا ہوں کہ یہ باتیں جو تم نے کی ہیں کہ تم کو خسارہ ہوا ہے اور تم پر قرض ہو گیا ہے۔ اچھا سعید جاؤ اور معلوم کرو کہ ان پر کس کس کا کتنا کتنا قرض ہے اس کو ادا کر دو اور ان سب سے فارغ الخطی (ادائیگی کی رسید) لکھوا لاؤ۔ اور سنو جب تک میں زندہ ہوں اور اس زمین پر چل پھر رہا ہوں تمہارے ساتھ مواخات اور حسنِ سلوک سے خدا کی قسم باز نہ آؤں گا۔ خواہ لوگ میرے متعلق کچھ کہتے رہیں۔

عباس نے کہا۔ یہ تو آپ صرف اصل سرمایہ کی آمدنی میں سے دے رہے ہیں۔ ہمارا حق تو آپ کے پاس اس سے بھی زیادہ بنتا ہے۔ امام رضا علیہ السلام نے فرمایا تم جو چاہو کہو۔ جو کچھ ہے وہ تم لوگوں کے سامنے ہے۔ اگر نیکی کرو گے اللہ سے اس کی جزا پاؤ گے اگر بدی کرو گے اللہ غفور و رحیم ہے۔ تم یہ بھی جانتے ہو کہ میرے اب تک کوئی اولاد نہیں تمہارے سوا میرا کوئی وارث نہیں اگر تمہارے خیال کے مطابق میں نے کچھ بچا رکھا ہے یا جمع کر رکھا ہے تو وہ سب تم ہی لوگوں کے لئے ہے اور تم ہی لوگوں تک پلٹ کر جائے گا۔ خدا کی قسم جب سے پدر بزرگوار کا انتقال ہوا تم لوگوں نے دیکھا کہ میں نے سب صرف کر دیا۔

عباس نے پلٹ کر جواب دیا۔ خدا کی قسم ایسا نہیں ہے اللہ نے آپ کو اس کا حق نہیں دیا ہے کہ آپ ہم پر اپنی کوئی رائے تھوپیں۔ بات یہ ہے کہ ہمارے باپ ہی نے ہمارے ساتھ حسد سے کام لیا اور جو نیت ان کی تھی وہی نیت آپ کی ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اُن کو یا آپ کو اس کا حق نہیں دیا ہے۔ اور آپ جانتے ہیں کہ میں کوفہ کے اس پارچہ فروش صفوان بن یحییٰ کو خوب پہچانتا ہوں میں یہ چیز اس کے گلے میں بھی اٹکا دوں گا اور آپ بھی اس کے زد میں آئیں گے۔

حضرت امام رضا علیہ السلام نے فرمایا **لاحول و لاقوۃ الا باللہ العلی العظیم** میرے بھائیو اللہ جانتا ہے کہ میں تم لوگوں کی خوشحالی اور شادمانی کا خواہشمند ہوں۔

پروردگار اگر تیرے علم میں ہے کہ میں ان کی بھلائی چاہتا ہوں، ان کے لئے نیکی کرتا ہوں ان کے ساتھ حسنِ سلوک سے پیش آتا ہوں۔ ان کے ساتھ نرمی سے پیش آتا ہوں۔ اور دن رات ان کے امور میں ان کی مدد کرتا ہوں تو مجھے اس کی اچھی جزا دے۔ اور اگر میں ایسا نہیں کرتا تو علام الغیوب مجھے اس کی وہ جزا دے جس کا میں اہل و مستحق ہوں۔ اگر برائی کی ہے تو بُری جزا دے اور اگر نیکی کی ہے تو نیک جزا دے۔ پروردگار تو ان کی اصلاح کر ان کے حالات کو درست کر مجھے اور ان کو شر شیطان سے دور رکھ ان کو اپنی اطاعت میں مدد دے اور ہدایت کی توفیق عطا فرما۔"

اور سنو اے میرے بھائی یقین کرو کہ میں تمہاری خوشحالی اور شادمانی چاہتا ہوں تمہارے حالات کی درستی کی کوشش کر رہا ہوں اور یہ جو کچھ کہہ رہا ہوں اس پر اللہ شاہد ہے۔

عباس نے جواب دیا۔ بس بس زیادہ باتیں نہ بنائیے اب آپ کے بیلچہ کے لئے میرے پاس کوئی کولی نہیں (آپ کا حیلہ نہیں چلے گا) بس اس گفتگو کے بعد سب لوگ متفرق و منتشر ہوگئے درود بر محمدؐ و آل محمدؐ۔

(عیون اخبار الرضا جلد ۱ ص ۳۷-۳۳۔ الکافی جلد ۱ ص ۳۱۹-۳۱۶)

(۱۴) —— علی بن عبداللہ اور ان کی زوجہ جنتی ہیں

سلیمان بن جعفر سے روایت ہے اس کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام رضا علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سنا کہ علی بن عبداللہ بن حسین بن علی ابن الحسن ابن علی ابن ابی طالب علیہ السلام اور ان کی زوجہ اور ان کی اولاد اہلِ جنت میں سے ہیں۔

(۱۵) —— حضرت موسیٰ بن جعفر کی وفات میں اختلاف

علی بن اسباط سے روایت ہے اس کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام رضا علیہ السلام سے عرض کیا کہ ایک شخص کو آپ کے بھائی ابراہیم نے بتایا کہ آپ کے پدر بزرگوار بقیدِ حیات ہیں مگر اس کے

متعلق آپ کو جو علم ہوگا وہ ان کو نہیں ہوگا۔ آپ نے فرمایا سبحان اللہ، عجیب بات ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے تو موت آئے اور موسیٰ بن جعفر کے لئے موت نہ آئے۔ خدا کی قسم جس طرح رسول اللہؐ نے انتقال فرمایا اسی طرح موسیٰ بن جعفر نے بھی انتقال کیا لیکن بعد وفات رسولؐ اللہ تعالیٰ نے مسلسل اولاد عجم کو اس دین سے نوازنا شروع کر دیا۔ اور نبی کے قرابتداروں کی دین کی توفیق سلب کرنی شروع کر دی اور مسلسل اُن کو یہ توفیق دیتا جاتا ہے اور ان سے یہ توفیق سلب کرتا جاتا ہے۔ ابھی ماہ ذی الحجہ میں میں نے ان کی طرف سے ایک ہزار دینار ادا کئے، اور اس سے قبل ان کو اپنی عورتوں کے طلاق دینے اور غلاموں کو آزاد کر دینے سے بچا چکا ہوں لیکن تم نے تو سنا ہی ہے کہ حضرت یوسف نے اپنے بھائیوں کے ہاتھوں کیا کیا مصیبتیں جھیلیں۔

(۱۶) ——— نصیحت ہمیشہ تلخ ہوتی ہے

ریان بن الصلت سے روایت ہے اس کا بیان ہے کہ کچھ لوگ خراسان میں حضرت امام رضا علیہ السلام کے پاس آئے اور عرض کیا کہ آپ کے گھرانے کے کچھ لوگ امور قبیحہ میں مبتلا ہیں، اگر آپ منع کر دیتے تو اچھا تھا۔ آپ نے فرمایا میں ایسا نہیں کروں گا۔ لوگوں نے پوچھا کیوں؟ آپ نے فرمایا میں نے اپنے پدر بزرگوار کو فرماتے ہوئے سُنا ہے۔ نصیحت ہمیشہ تلخ محسوس کی جاتی ہے (کسی کو اچھی نہیں لگتی)

(۱۷) ——— سفیان بن عیینہ

وشاء نے حضرت امام رضا علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ اگر ذی الحجہ کا چاند نظر آجائے اور ہم مدینہ میں ہوں تو ہمیں یہ جائز نہیں کہ حج کے سوا کسی اور قسم کا احرام باندھیں اس لئے کہ ہم مقام شجرہ سے احرام باندھیں گے اور یہ وہ مقام ہے جسے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے میقات بنایا ہے اور تم جب عراق سے آؤ اور ذی الحجہ کا چاند نظر آجائے تو تم لوگ عمرہ کی نیت کرو اس لئے کہ تمہارے آگے مقام ذات عرق وغیرہ ہے جسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میقات قرار دیا ہے۔ تو فضل نے کہا اس کا مطلب یہ ہوا کہ ابھی میں طوافِ کعبہ کر چکا ہوں اب تمتع کروں۔ آپ نے فرمایا ہاں۔ تو محمد بن جعفر اس کو (یعنی فضل کو) سفیان بن عیینہ اور ان کے اصحاب کے پاس لے گئے اور ان لوگوں سے کہا فلاں صاحب ایسا ایسا کہتے ہیں اور حضرت امام رضا علیہ السلام پر طعن و تشنیع کی۔

نوٹ ۔ صدوق علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ سفیان بن عیینہ نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ملاقات کی ہے اور آپ سے روایت بھی کی ہے۔ اور حضرت امام رضا علیہ السلام کے دور تک زندہ رہے ۔

(۱۸) ـــــ عباس بن الحسن کی فصاحت و بلاغت

حضرت عباس ابن الحسن امیر المومنین علیہ السلام کی نسل میں سے ایک بزرگ تھے جن کا نام عباس بن الحسن بن عبید اللہ ابن العباس بن امیر المومنین علیہ السلام تھا۔ جن کا ذکر خطیب نے تاریخ بغداد میں کیا ہے۔ اور کہا ہے کہ آپ ہارون رشید کے عہد میں بغداد تشریف لائے اور اس کی صحبت میں شامل رہے رشید ان کا بڑا اکرام کیا کرتا تھا۔ پھر اس کی وفات کے بعد مامون کے اصحاب میں داخل رہے اور یہ نہ صرف ایک مرد فاضل و شاعر و فصیح شخص تھے بلکہ علوی خاندان تو ان کو آل ابی طالب میں سب سے بڑا شاعر سمجھتا تھا۔

خطیب کا بیان ہے کہ ایک دن آپ مامون کے پاس آئے اور اس سے بہت فصیح و بلیغ گفتگو کی۔ تو مامون نے کہا کہ آپ بولتے ہیں اور خوب بولتے ہیں۔ ہماری مجلس میں آتے ہیں تو مجلس کی زینت بن جاتے ہیں غائب رہتے ہیں تو کبھی اعتماد کو ٹھیس نہیں لگاتے۔

خطیب کا یہ بھی بیان ہے کہ ایک دن آپ مامون کی ڈیوڑھی پر آئے تو حاجب نے نگاہ اٹھا کر ان کی طرف دیکھا اور گردن جھکا لی۔ عباس بن حسن نے کہا۔ اگر (مامون) اجازت دیں گے تو ہم اندر جائیں گے۔ اگر نہ ملنے کا عذر پیش کریں گے تو ہم قبول کرلیں گے اگر وہ واپس کر دیں گے تو واپس ہو جائیں گے پھر یہ تمہاری ترچھی نگاہ یہ گردن کا جھکانا کیا ہے۔ حاجب یہ سن کر شرمندہ ہو گیا۔ تو آپ نے یہ شعر پڑھا سنو۔

ترجمہ - کوئی شخص گدھے پر سوار ہونا قبول نہیں کرتا۔ مگر جو بیچارہ پیدل چل رہا ہے اس کو جو سواری مل جائے وہی قبول ہے۔

بحار الانوار

باب ۱۶

ولیعہدی اور شعراء کا نذرانۂ عقیدت

ANSAR

(۱) شعراء کی خدمتِ امام میں حاضری

احمد بن اسماعیل بن خضیب سے روایت ہے کہ جب حضرت امام رضا علیہ السلام ولیعہد بنائیے گئے تو ابراہیم بن عباس اور دعبل بن علی (یہ دونوں کبھی ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوتے تھے) اور دعبل کے بھائی زرین بن علی یہ تینوں آپ کی خدمت میں روانہ ہوئے۔ مگر راستہ ہی میں ڈاکوؤں نے ان کا سب کچھ لوٹ لیا۔ ان لوگوں نے بڑی التجا کی تو آخر ڈاکوؤں نے انہیں اگلی منزل تک کے لئے چند ایسے گدھے دے دئیے جن پر خار و خاشاک لادے جاتے تھے۔

(عیون الاخبار جلد ۲ ص ۱۴۱)

(۲) —— ہارون بن عبداللہ مہلبی کی روایت ہے کہ جب ابراہیم بن عباس اور دعبل بن علی حضرت امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں پہنچے تو آپ کی ولیعہدی بیعت ہو چکی تھی۔ دعبل نے حضرت کی مدح میں اپنا یہ مشہور قصیدہ پڑھا۔

مدارس آیات خلت من تلاوۃ و منزل وحی مقفر العرصات

پھر ابراہیم بن عباس نے اپنا مندرجہ ذیل قصیدہ پیش کیا۔

ازال عزاء القلب بعد التجلد مصارع اولاد النبی محمد

تو حضرت امام رضا علیہ السلام نے ان دونوں کو بیس ہزار درہم ایسے دئیے جن پر آپ کا اسم گرامی منقوش تھا اور جسے مامون نے اس وقت ڈھلوایا تھا۔

راوی کا بیان ہے کہ دعبل اپنا حصہ دس ہزار درہم لے کر قم گیا اور وہاں اس میں سے ہر درہم کو دس درہموں کے عوض فروخت کر دیا اس طرح اسے ایک لاکھ درہم مل گئے۔ لیکن ابراہیم نے اپنا حصہ اپنے پاس رکھا اور اس میں سے کچھ درہم لوگوں کو تحفتہً دیئے کچھ اپنے اعزا و اقارب میں تقسیم کئے بقیہ اپنے پاس رکھے اور جب وفات پائی تو یہی رقم تجہیز و تکفین میں کام آئی۔

(عیون اخبار الرضا جلد ۲ ص ۱۴۲)

(۳) —— علی بن محمد بن سلیمان کی روایت ہے کہ جب مامون نے حضرت امام رضا علیہ السلام کو اپنا ولیعہد مقرر کیا تو ابو نواس کے سوا تمام شعراء مامون کے دربار میں پہنچے اور ہر ایک نے امام کی مدح اور مامون کے اس اقدام کی تعریف کر کے بہت کافی انعامات حاصل کئے۔ ابو نواس نہ حاضر دربار ہوا اور نہ اس نے مدح میں کوئی قصیدہ کہا۔ پھر جب وہ مامون کے پاس آیا تو مامون نے اس سے پوچھا اے ابو نواس تمہیں معلوم ہے کہ علی ابن موسیٰ رضا کا میرے نزدیک کیا مقام ہے اور میں نے ان کو کس عہدہ پر فائز کیا ہے۔ اس کے باوجود تم نے ان کی مدح میں کوئی قصیدہ نہیں

پیش کیا حالانکہ تم شاعرِ عصر، سرتاج شعرائے دھر ہو۔ تو ابو نواس نے یہ قطعہ پیش کیا جس کا ترجمہ یہ ہے۔

۱۔ مجھ سے کہا گیا کہ تم مختلف اصناف سخن میں طبع آزمائی کرنے والے شعراء میں فرد ہو۔

۲۔ تم اپنے نادر اور بدیع کلام سے ایسے ایسے جواہرات پیش کرتے ہو جس کے سننے والے افکار خیالات کے موتی چنتے ہیں۔

۳۔ مگر حضرت علی ابن موسیٰ الرضا میں اتنے فضائل کے باوجود تم نے ان کی مدح کیوں نہ کی۔

۴۔ تو میں نے کہا کہ میری کیا تاب و مجال جو ایسے امام کی مدح میں لب کشائی کروں کہ جبریل ایسا جلیل القدر ابائی اور خاندانی خادم ہو مامون نے کہا۔ واہ واہ۔ پھر تمام شعراء کو جس قدر انعام دیئے تھے اتنا ہی بلکہ اس سے زیادہ اس کو بھی دیا۔ (عیون اخبار الرضا جلد ۲ صفحہ ۱۴۴)

(۴) صولی سے روایت ہے کہ میں نے ابو العباس محمد بن یزید مبرّد کو کہتے ہوئے سنا کہ ایک دن ابو نواس اپنے گھر سے نکلا تو دیکھا کہ ایک سوار اس کے سامنے سے گذرا مگر اس کا چہرہ نہ دیکھ سکا تو لوگوں سے پوچھا کہ یہ کون تھا؟ لوگوں نے کہا یہ حضرت علی ابن موسیٰ الرضا علیہ السلام تھے تو اس نے دو شعر پڑھے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ

کاش قوم مجھے اپنا امام بنائے ہوتی تو تیری قیادت میں یہ اسلام کا سارا قافلہ ہدایت پا جاتا۔

(عیون اخبار الرضا جلد ۲ صفحہ ۱۴۴)

(۵) ـــــ ابو نواس کے چار شعر

محمد بن یحییٰ فارسی کی روایت ہے اس کا بیان ہے کہ ایک دن حضرت علی ابن موسیٰ رضا اپنے بغلہ پر سوار ہو کر نکل رہے تھے کہ ابو نواس کی آپ پر نظر پڑی فوراً قریب گیا اور سلام کیا اور عرض کیا فرزند رسولؐ میں نے آپ کی مدح میں چند شعر کہے ہیں چاہتا ہوں کہ آپ میری زبان سے ان کو سن لیں۔ آپ نے فرمایا سناؤ کیا ہے تو اس نے چار اشعار سنائے جن کا ترجمہ مندرجہ ذیل ہے۔

۱۔ یہ آئمہ طاہرین اللہ کی طرف سے طاہر و مطہر پیدا کئے گئے ہیں۔ ان کا لباس بھی پاک صاف اور طیب و طاہر ہے۔ ان لوگوں کا جہاں بھی ذکر ہوتا ہے درود اور صلوٰۃ کا ایک سلسلہ جاری ہو جاتا ہے۔

۲۔ حسب و نسب کی گفتگو میں اگر کوئی شخص علوی النسب نہ نکلے تو سمجھ لو کہ اس کا ابتدائی اور قدیمی سلسلۂ نسب کوئی قابلِ فخر نہیں ہے۔

۳۔ اے قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ کے مصداق لوگو۔ اللہ تعالیٰ نے جب سے مخلوقات کو پیدا کیا اور ان کی خلقت کو استوار کیا اسی وقت سے تم لوگوں کو چنا اور منتخب کیا ہے۔

۴۔ تمہیں لوگ باشندگان قاب قوسین اور ملاء اعلیٰ ہو تمہیں لوگوں کے پاس قرآن اور اس کے تمام سوروں میں جو مفاہیم و مطالب ہیں ان سب کا علم ہے۔

ابو نواس کے ان اشعار کو سُن کر حضرت امام رضا علیہ السلام نے فرمایا واقعی تم نے ایسے اشعار سنائے کہ تم سے پہلے ایسے اشعار کسی نے نہیں سنائے تھے۔ پھر آواز دی اے غلام ہمارے اخراجات کی رقم میں سے تیرے پاس کچھ ہے؟ اس نے عرض کیا جی ہاں تین سو دینار ہیں فرمایا۔ یہ ابو نواس کو دے دو پھر فرمایا شاید اس کے پاس سواری نہیں ہے۔ اے غلام اسے سواری کے لئے یہ بغلہ بھی دے دو۔

(۶) ——— جب ۲۰۱ھ ہجری کا سال آیا تو اسحٰق بن موسیٰ بن عیسیٰ بن موسیٰ لوگوں کے ساتھ حج کے لئے گیا اور وہاں لوگوں کو مامون کی خلافت اور حضرت امام رضا علیہ السلام کی ولیعہدی کی دعوت دی۔ اس کے بعد حمدویہ ابن علی بن عیسیٰ بن ماہان آگے بڑھے تو اسحٰق نے سیاہ لباس منگوایا تاکہ انہیں پہنایا جائے مگر وہ نہ ملا تو ایک علم کا سیاہ پھریرا لے کر اپنے جسم پر ڈال لیا۔ پھر بولے ایہا الناس ہمیں جو حکم دیا گیا تھا وہی ہم نے پہنچایا ہے۔ ہم امیرالمومنین مامون اور فضل بن سہل کے علاوہ اور کسی کو نہیں جانتے یہ کہہ کر وہ ممبر سے اتر آئے۔

(۷) ——— ایک دن عبداللہ بن مطرف بن ماہان مامون کے پاس آیا وہاں حضرت علی ابن موسیٰ رضا علیہ السلام بھی موجود تھے، مامون نے کہا کہ اہل بیت کے متعلق تم کیا کہتے ہو؟ عبداللہ نے جواب دیا، اس طینت کے متعلق میرے قول کی کیا حقیقت جو آبِ رسالت سے گوندھی اور خمیر کی گئی ہو پھر وحی کے پانی سے مسلسل تر رکھی گئی ہو تو ہدایت کی مشک اور تقویٰ کے عنبر کی خوشبو کے سوا اس سے بھلا کوئی اور خوشبو آسکتی ہے؟ راوی کا بیان ہے کہ (مامون کو اس کے یہ فقرات اتنے پسند آئے کہ) اس نے جواہرات کا صندوقچہ منگوایا اور عبداللہ بن مطرف کے منہ کو موتیوں سے بھر دیا۔ عیون اخبار الرضا جلد ۲ صفحہ ۱۴۳-۱۴۴

(۸) ═══ دعبل کے دو الہامی اشعار

ہروی سے روایت ہے اس کا بیان ہے کہ میں نے دعبل ابن علی خزاعی کو کہتے ہوئے سنا کہ میں نے اپنے مولا و آقا حضرت علی ابن موسیٰ رضا علیہ السلام کو اپنا وہ قصیدہ سنایا جس کا پہلا شعر یہ ہے۔

مدارس آیات خلت من تلاوۃ ومنزل وحی مقفر العرصات

اور جب میں قصیدہ سناتے ہوئے اپنے ان اشعار پر پہونچا

۱۔ ہمیں یقین واثق ہے کہ ہمارے امام پردہ غیب سے لازماً برآمد ہوں گے۔ اور اللہ کا نام اور اس کی نصرت و برکت لئے ہوئے اٹھیں گے۔

۲۔ سارے حق اور باطل کو جدا جدا کر دیں گے پھر اہلِ حق کو انعام اور اہلِ باطل کو سزائیں

دی جائیں گی۔

دعبل کا بیان ہے کہ یہ سن کر حضرت امام رضا علیہ السلام بہت روئے پھر میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا اے خزاعی یہ تیرے دونوں اشعار الہامی ہیں روح القدس تیری زبان سے گویا ہوا ہے۔ مگر تجھے معلوم ہے کہ وہ امام کون ہے اور کب اٹھے گا؟ میں نے عرض کیا آقا مجھے نہیں معلوم میں نے تو آپ ہی حضرات سے سنا ہے کہ آپ میں سے ہی ایک امام ظہور فرمائیں گے جو زمین کو فتنہ و فساد سے پاک کرکے اسے قسط و عدل سے بھر دیں گے۔ آپ نے فرمایا اے دعبل میرے بعد امام میرا فرزند محمد ہے محمد کے بعد ان کا فرزند علی ہوگا۔ اور علی کے بعد ان کا فرزند جو امام ہوگا اس کا نام حسن ہے۔ حسن کے بعد ان کا فرزند حجت قائم ہوگا۔ اور اس کی غیبت میں اس کے ظہور کا انتظار کیا جائے گا۔ ظہور کے بعد سب کو اس کی اطاعت کرنی پڑے گی۔ اور اگر دنیا کی مدت کے ختم ہونے میں ایک دن بھی باقی رہ جائے گا تو اللہ اس ایک دن ہی کو اتنا طویل کر دے گا کہ وہ ظہور کرے اور دنیا کو عدل و داد سے بھر دے جس طرح ظلم و جور سے بھری ہوئی ہے لیکن یہ کہ وہ کب ظہور فرمائیں گے۔ اس بارے میں مجھ سے میرے والد نے اور انہوں نے اپنے آباء سے اور انہوں نے حضرت علی علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ یا رسول اللہ آپ کی ذریت میں سے امام قائم کب ظہور کریں گے؟ تو آپ نے فرمایا کہ ان کے ظہور کا وقت بھی قیامت کے وقت کے مانند ہے اس کا وقت بھی متعین نہیں کیا جا سکتا کیونکہ اس کا تعین آسمانوں اور زمینوں پر گراں گزرے گا۔ وہ یک بیک بغیر کسی سابقہ اعلان کے ظہور کرے گا۔

عیون اخبار الرضا جلد ۲ صفحہ ۲۶۶-۲۶۵ اور آیت متعلقہ روایت سورہ اعراف آیت ۱۸۷ کشف الغمہ جلد ۲ صفحہ ۱۶۴۔ اکمال الدین جلد ۲ صفحہ ۴۴-۴۳

(۹) ——— دعبل کے قصیدہ میں امام کی طرف سے دو اشعار کا اضافہ

ہروی سے روایت ہے کہ دعبل بن علی خزاعی مرد میں حضرت امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا فرزند رسول میں نے آپ کی مدح میں ایک قصیدہ کہا ہے اور قسم کھائی ہے کہ آپ کے سنانے سے پہلے میں کسی کو نہ سناؤں گا۔ آپ نے فرمایا سناؤ کیا قصیدہ ہے؟ تو دعبل نے اپنا وہ مشہور قصیدہ سنانا شروع کیا۔

مدارس آیات خلت من تلاوۃ ومنزل وحی مقفرات العرصات

اور جب دعبل اپنے اس شعر پر پہونچا جس کا ترجمہ یہ ہے کہ

۱۔ میں دیکھتا ہوں کہ ان لوگوں کا مال تو اغیار میں تقسیم ہو رہا ہے اور یہ لوگ بے چارے بالکل

خالی اور تنگدست ہیں۔ یہ سن کر حضرت امام رضا علیہ السلام رونے لگے اور فرمایا اے خزاعی تو نے بالکل سچ کہا۔

اس کے بعد آل محمد کے مصائب کا ذکر کرتے کرتے جب دعبل اپنے اس شعر پر پہونچا

ترجمہ: (ان بے چاروں کو تو قبریں بھی ایک جا نہیں ملیں چنانچہ) ایک قبر بغداد میں ہے جو نفس ذکیہ کی ہے۔ اللہ ان کو غرفہائے جنت میں جگہ دے۔

تو حضرت امام رضا علیہ السلام نے فرمایا کیوں نہ میں یہاں پر دو شعروں کا اضافہ کر دوں؟ تاکہ تمہارا قصیدہ مکمل ہو جائے۔ دعبل نے عرض کیا ہاں ہاں فرزند رسولؐ اس سے بڑھ کر میرے لئے اور کیا سعادت ہوگی آپ نے فرمایا اچھا لکھو۔

ترجمہ: اور ایک قبر طوس میں بھی ہوگی افسوس یہ مصائب ایسے ہیں کہ اس کے غم کی آگ حشر تک دلوں میں بھڑکتی رہے گی۔ یہاں تک کہ امام قائم کو اللہ بھیجے گا جو ہمارے سارے غم و اندوہ کو دور کر دے گا۔

دعبل نے عرض کیا فرزند رسول یہ طوس میں کس کی قبر ہوگی؟ امام نے فرمایا یہ میری قبر ہوگی اور کچھ زیادہ مدت نہ گزرے گی کہ طوس میں ہمارے شیعوں اور زواروں کی آمد و رفت شروع ہو جائے گی۔ یاد رکھو جو طوس میں آکر مجھ غریب و آوارہ وطن کی زیارت کرے گا۔ وہ قیامت کے دن میرے درجے میں ہوگا۔ اللہ اسے بخش دے گا۔

دعبل کے اس قصیدے کو آخر تک سننے کے بعد حضرت امام رضا علیہ السلام اٹھے اور اندر تشریف لے گئے اور دعبل کو حکم دیا بیٹھے رہنا ابھی جاتا نہیں۔ ذرا دیر کے بعد ایک خادم گھر میں سے برآمد ہوا اور ایک سو دینار رضویہ کی تھیلی دعبل کو دے کر بولا آقا نے فرمایا ہے کہ یہ رقم تمہارے اخراجات کے لئے ہے۔ دعبل نے کہا خدا کی قسم میں اس لئے تو نہیں آیا تھا اور نہ اس لالچ میں یہ قصیدہ کہا تھا کہ اس کے صلے میں کچھ مجھ کو ملے گا اور یہ کہہ کر اس نے وہ تھیلی واپس کر دی اور کہا کہ اگر مولا و آقا کے لباسوں میں سے ایک لباس مجھے مل جاتا تو میں بطور تبرک اپنے پاس رکھتا اور اسے اپنے لئے باعث شرف سمجھتا۔ امام رضا علیہ السلام نے اپنا ایک خز کا جُبّہ اور اس کے ساتھ دیناروں کی وہ تھیلی بھی بھیجی اور کہلایا یہ تھیلی واپس نہ کرو اس کی تمہیں ضرورت پڑے گی۔

دعبل نے وہ جُبّہ اور وہ تھیلی لے لی اب واپسی کا ارادہ کیا اور مرو سے ایک قافلہ کے ساتھ روانہ ہوا جب خراسان پہونچا تو ڈاکہ پڑ گیا۔ اور ڈاکوؤں نے سارے اہل قافلہ کو پکڑ پکڑ ان کی مشکیں باندھ دیں اور دعبل کی بھی مشکیں باندھ دی گئی تھیں۔ اب ڈاکوؤں نے قافلہ کے سارے مال پر قبضہ کر کے اسے آپس میں تقسیم کرنے لگے کہ انہیں میں سے ایک ڈاکو نے دعبل کا یہ شعر بطور مثل پڑھا۔

ترجمہ: میں دیکھتا ہوں کہ بے چاروں کا مال و متاع تو اغیار میں تقسیم ہو رہا ہے اور اب ان غریبوں کے ہاتھ میں کچھ نہیں رہا۔

جب دعبل نے اپنا یہ شعر ایک ڈاکو کو پڑھتے ہوئے سُنا تو بولے۔ یہ شعر کس کا ہے۔ اس ڈاکو نے کہا۔ قبیلہ خزاعہ کے ایک شاعر کا جس کا نام دعبل بن علی ہے: دعبل نے کہا میں ہی تو وہ دعبل ہوں جس نے یہ قصیدہ کہا ہے کہ جس کا ایک شعر یہ ہے۔ یہ سن کر وہ ڈاکو دوڑا ہوا اپنے سردار کے پاس پہونچا جو ایک ٹیلے پر نماز میں مشغول تھا اور شیعوں میں سے تھا۔ اور اس کو اس کی اطلاع دی۔ وہ سردار خود آکر دعبل کے سامنے کھڑا ہو گیا اور بولا۔ کیا تم دعبل ہو؟ دعبل نے کہا ہاں سردار نے کہا اچھا اگر تم دعبل ہو تو اپنا پورا قصیدہ سناؤ۔ دعبل نے پورا قصیدہ سنایا تو سردار نے دعبل کی مشکیں کھول دیں اور پھر سارے اہلِ قافلہ کی مشکیں کھول دی گئیں اور دعبل کے اعزاز میں سارے قافلے کا مال و متاع جو کچھ لوٹا تھا: وہ سب واپس کر دیا۔

ڈاکوؤں سے چھٹکارا پاکر دعبل قم میں پہونچے۔ اہلِ قم نے ان سے قصیدہ سنانے کی فرمائش کی تو انہوں نے کہا اچھا سب لوگ جامع مسجد میں جمع ہو جائیں۔ جب سب لوگ جمع ہو گئے تو دعبل منبر پر گئے اور اپنا قصیدہ سنایا اور لوگوں نے ان کو بہت کچھ مال و متاع اور خلعت و پوشاک ان کی نذر کیا۔ پھر جب لوگوں کو پتہ چلا کہ امام نے ان کو ایک جُبّہ بھی دیا ہے تو ان سے گذارش کی کہ وہ جُبّہ ان لوگوں کے ہاتھ ایک ہزار دینار میں فروخت کر دیں۔ مگر جب دعبل اس پر راضی نہ ہوئے تو بولے اچھا اس جبّہ کا ٹکڑا ہی ایک ہزار دینار پر فروخت کر دو۔ مگر دعبل اس پر بھی راضی نہ ہوئے اور قم سے روانہ ہو گئے۔ مگر شہر کے قرب و جوار کے قصبات سے جوں ہی آگے بڑھے۔ عرب کے نوجوانوں کا ایک گروہ آ پہونچا اور اس نے ان سے وہ جُبّہ چھین لیا۔ اب بے چارے دعبل قم پھر واپس آئے اور جُبّہ کی واپسی کی درخواست کی مگر نوجوانوں نے دینے سے انکار کیا اور اپنے بزرگوں کی بات بھی نہیں مانی اور بولے جناب اب یہ جبّہ تو آپ کو ملتا نہیں۔ آپ اس کی قیمت ایک ہزار دینار اگر چاہیں تو لے لیں۔ دعبل نے قیمت لینے سے انکار کیا مگر جب دیکھا کہ جبہ کسی طرح ہاتھ نہیں آتا تو کہا اچھا ان میں سے کوئی ٹکڑا ہی دے دو نوجوانوں نے کہا ہاں یہ منظور ہے پھر اس جبّہ کا ایک حصہ اور باقی حصہ کی قیمت ایک ہزار دینار دے دی

اب دعبل وہاں سے پلٹے تو دیکھا کہ گھر کا سارا اثاثہ چور لے گئے تو دعبل نے حضرت امام رضا کے عطا کردہ دیناروں میں سے ایک سو دینار فی دینار ایک سو درہم پر لوگوں کے ہاتھ فروخت کر دیا۔ اس طرح انکو دس ہزار درہم ہاتھ آ گئے۔ اب انہیں یاد آیا کہ حضرت امام رضا علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ یہ دینار واپس نہ کرو۔ اس کی تمہیں ضرورت پیش آئے گی۔

(عیون اخبار الرضا جلد ۲ صـ ۲۶۵) کشف الغمہ جلد ۳ صـ ۷۸-۴۷، صـ ۱۶۴، ۱۵۷ میں یہی روایت

کچھ اضافے کے ساتھ تحریر ہے۔

رجال الکشی ص۲۶۲و۴۲ پر اسی مثل کی روایت درج ہے۔

(۱۰) دعبل پر امام کی عنایات

دعبل خزاعی کے بھائی کے فرزند علی بن علی کہتے ہیں کہ ۱۹۸ھ میں مجھ سے میرے آقا حضرت ابوالحسن علی ابن موسیٰ علیہ السلام نے مقام طوس میں بیان فرمایا۔ اور اسی سنہ میں ہم کوچ کر کے بصرہ کے راستہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے اور اسی سفر میں عبدالرحمن بن مہدی سے ہم ملے جوان دنوں بیمار تھے۔ ہم نے چند دن ان کے وہاں قیام کیا اسی اثنا میں عبدالرحمن کا انتقال ہو گیا۔ ہم سب ان کے جنازے میں شریک ہوئے۔ نمازِ جنازہ اسمٰعیل بن جعفر نے پڑھائی۔ اس کے بعد ہم اور ہمارے بھائی دعبل دونوں اپنے آقا کی خدمت میں روانہ ہوئے اور ان کے پاس ۲۰۰ھ کے آخر تک قیام کیا۔ پھر حضرت امام رضا علیہ السلام نے میرے بھائی دعبل کو خز کی ہرے رنگ کی ایک قمیص، ایک انگوٹھی جس پر عقیق کا نگینہ تھا اور کچھ دراہم رضویہ عطا فرمائے اور کہا اس قمیص کو حفاظت سے رکھنا، اس کے اندر میں نے ایک ہزار راتوں میں ایک ہزار رکعتیں نماز کی پڑھی ہیں اور اسی کو پہن کر میں نے ایک ہزار مرتبہ قرآن مجید بھی ختم کیا ہے نیز فرمایا کہ تم چلے جاؤ تمہارے لئے مفید رہے گا۔ پھر ہم لوگ قم روانہ ہو گئے

(۱۱) ابونواس کو رسول کی شفاعت پر بھروسہ

محمد بن ابراہیم بن کثیر سے روایت ہے اس کا بیان ہے کہ ابونواس حسن بن ہانی مرض الموت میں مبتلا تھے ہم ان کی عیادت کے لئے گئے تو عیسیٰ بن موسیٰ ہاشمی نے کہا اے ابو علی غالباً یہ تمہارا دنیا کا آخری دن اور آخرت کا پہلا دن ہے اور تمہارے اور اللہ کے درمیان تمہاری کچھ کمزوریاں ہیں۔ بہتر ہے کہ توبہ کر لو اور اللہ سے معافی چاہ لو۔ یہ سُن کر ابونواس نے کہا مجھے تکیہ کا سہارا لگا دو۔ وہ تکیہ کا سہارا لگا کر بیٹھے اور کہا کیوں تم مجھے اللہ سے ڈراتے ہو؟ سنو مجھ سے حماد بن سلمہ نے اور ان سے ثابت بنانی نے اور ان سے انس بن مالک نے روایت کی ان کا بیان ہے کہ حضرت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہر نبی کو شفاعت کا حق دیا گیا ہے مگر میں نے اپنی شفاعت قیامت کے دن اپنی امت کے گناہانِ کبیرہ کرنے والوں کے لئے چھپا رکھی ہے تو تمہارا کیا خیال ہے کیا میں اُن اہلِ کبائر میں سے نہ ہوں گا؟

(۱۲) دعبل کا عالمِ نزع

علی بن دعبل بن علی خزائی کا بیان ہے کہ جب میرے والد کا وقتِ وفات قریب آیا تو ان کا رنگ

بدل گیا۔ زبان بیٹھ گئی۔ چہرہ سیاہ پڑ گیا۔ ان کا یہ حال دیکھ کر قریب تھا کہ میں ان کے مذہب ہی کو چھوڑ دوں۔ مگر ان کے انتقال کے تین دن کے بعد میں نے انہیں خواب میں دیکھا کہ وہ سفید ٹوپی پہنے ہوئے ہیں۔ میں نے پوچھا بابا یہ بتائیے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا سلوک کیا؟ انہوں نے جواب دیا۔ بیٹے وہ جو تم نے دیکھا تھا کہ میرا چہرہ سیاہ ہو گیا تھا اور زبان بیٹھ گئی تھی تو یہ دار دنیا میں میری شراب نوشی کی وجہ سے ہوا تھا اور میں یہاں آکر ایسا ہی رہا کہ اتنے میں حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا سامنا ہو گیا وہ سفید لباس اور سفید ٹوپی پہنے ہوئے تھے مجھے دیکھا تو پوچھا کیا تم دعبل ہو؟ میں نے عرض کیا ہاں یارسول اللہ آپ نے فرمایا میری اولاد کی مدح میں جو تم نے اشعار کہے ہیں وہ سناؤ تو میں نے یہ دو شعر سنائے۔

ترجمہ: جس دن آل احمد پر ظلم ہو رہا ہو۔ وہ بے چارے مظلوم ہوں اور دنیا کھڑی ہنس رہی ہو تو اللہ ان کے چہرے کی ہنسی کو سلب کر لے گا۔

یہ غریب اپنے گھروں سے زبردستی نکال دیئے گئے جیسے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے کوئی ایسا بڑا جرم کر دیا ہے جو ناقابلِ معافی ہے۔ یہ سن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ماشاءاللہ بہت خوب کہا۔ پھر آپ نے اللہ سے میری شفاعت فرما دی اور آپؐ نے اپنا لباس مجھے دے دیا اور یہ وہی ہے جو اب میرے جسم پر ہے۔

(عیون اخبار الرضا جلد ۲ صـ ۲۶۶)

⑫ دعبل کی لوح قبر

ابو نصر محمد بن حسن کرخی کاتب کا بیان ہے کہ میں نے دعبل بن علی خزاعی کی لوح قبر پر مندرجہ ذیل تین شعر کندہ کئے ہوئے دیکھے۔

۱۔ دعبل نے اللہ سے ملاقات کے دن کے لئے (کلمۂ توحید) لا الٰہ الا اللہ کا سامان فراہم کر رکھا ہے۔

۲۔ وہ یہ کلمہ بہت اور صدق دل سے پڑھتا تھا ہو سکتا ہے کہ اس کلمہ کے صدقہ میں اللہ قیامت کے دن اس پر رحم فرمائے۔

۳۔ دعبل اللہ کو اپنا مولا پھر رسول کو اپنا مولا اور ان دونوں کے بعد وصی رسول (حضرت علی) کو اپنا مولا جانتا تھا۔ عیون اخبار الرضا جلد ۲ صـ ۲۶۷

دعبل نے یہ اپنا قصیدہ ایک کپڑے پر تحریر کیا اور اسی کپڑے میں وہ احرام باندھا کرتا تھا اور وصیت کی کہ یہ کپڑا اس کے کفن میں استعمال کیا جائے۔ دعبل کی زبان ہمیشہ پرخطر رہی۔ اس کی ہجو سے خلفاء ڈرتے تھے۔

ابن مدبر کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں دعبل سے ملا اور اس سے کہا کہ تم بہت نڈر اور جرأتمند انسان ہو، تم نے مامون کے لئے یہ اشعار کہے۔

ترجمہ: ۱۔ میں اس قوم سے ہوں کہ جن کی تلواروں نے تیرے بھائی کو قتل کرکے تجھے تخت خلافت پر بٹھایا۔

۲۔ تو ایک عرصہ سے گمنامی کے گوشے میں پڑا ہوا تھا، میری قوم نے تیرے مرتبہ کو بلند کیا اور تجھے پستی سے بلندی پر پہونچا دیا۔

دعبل نے جواب دیا اے ابو اسحق میں اپنا تختۂ دار تو چالیس سال سے اپنے کاندھے پر اٹھائے پھرتا ہوں کوئی ایسا نہیں ملتا جو مجھے اس تختۂ دار پر چڑھادے۔

(الاغانی جلد ۲۰ ص ۶۹-۸۱)

بحار الانوار

باب ۱۷

آپؐ کے اصحاب و معاصرین

(۱) حضرت علیؑ سے احمد بن حنبل کی مخالفت کا سبب

عبدالرحمٰن بن محمد ابن محمود کا بیان ہے کہ میں نے ابراہیم بن محمد بن سفیان کو کہتے ہوئے سنا کہ حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام سے احمد ابن حنبل کی مخالفت کی بنیاد یہ تھی کہ احمد ابن حنبل کا جداعلی ذوالثدیہ تھے جن کو حضرت علیؑ نے یوم نہروان قتل کیا تھا یہ خوارج کا سردار تھا ابوسعید کا بیان ہے کہ انھوں نے بھی یہ بات بعینہٖ ابراہیم بن محمد بن سفیان سے سنی ہے۔

(عیون)

محمد بن عورک ہروی کا بیان ہے کہ میں نے علی بن حشرم کو بیان کرتے ہوتے سنا کہ میں احمد بن حنبل کی مجلس میں بیٹھا ہوا تھا کہ اس میں حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام کا ذکر چھڑ گیا تو احمد بن حنبل نے کہا۔

لایکون الرجل سنیاً حتی یبغض علیاً قلیلاً۔ ایسا کوئی شخص نہیں ہو سکتا جو کہ علی سے تھوڑا بغض نہ رکھتا ہو۔

علی بن حشرم کا بیان ہے کہ میں نے فوراً اس کے جواب میں کہا۔

لایکون الرجل سنیاً حتی یحب علیاً کثیراً۔ کوئی شخص سنی نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ حضرت علی سے بہت زیادہ محبت نہ کرتا ہو۔

اور یہی حکایت دوسرے مقام پر بھی ہے جس میں علی بن حشرم کا بیان یہ ہے کہ میرے اس کہنے پر مجھے لوگوں نے مار پیٹ کر مجلس سے باہر نکال دیا۔

(۲) ابن یقطین کے غلام یونس کی جسارت

محمد بن فضیل بصری کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ شب کو حضرت ابوالحسن امام رضا علیہ السلام بصرہ تشریف لاتے اور مغرب کی نماز آپ نے چھت پر ادا فرمائی اس کے بعد سجدے میں گئے تو فرمایا اللھم العن الفاسق ابن الفاسق پروردگار تو فاسق ابن فاسق پر لعنت کر۔ جب آپ نماز سے فارغ ہو چکے تو میں نے عرض کیا۔ اللہ آپ کو سلامت رکھے یہ کون ہے جس پر آپ سجدے میں لعنت کر رہے تھے۔ آپ نے فرمایا۔ یہ ابن یقطین کا غلام یونس ہے۔ میں نے عرض کیا درست ہے اس نے آپ کے بہت سے ماننے والوں کو گمراہ کر رکھا ہے اور آپ کے آبائے کرام کی طرف منسوب کر کے لوگوں کو فتوے دیا کرتا ہے۔

(۳) آپ کے اصحاب و رواۃ

آپ کا دربان محمد بن راشد تھا

آپ کے ثقہ رواۃ میں۔ احمد بن محمد بن ابی نصر بزنطی۔ محمد بن فضل کوفی ازدی۔ عبداللہ بن جندب بجلی۔ اسماعیل بن سعد احوص اشعری۔ اور احمد بن محمد اشعری تھے۔

اور آپ کے اصحاب میں۔ حسن بن علی خزاز المعروف بہ دشاء۔ محمد بن سلیمان دیلمی۔ علی بن حکم انباری۔ عبداللہ ابن مبارک نہاوندی، حماد بن عثمان ناب۔ سعد بن سعد۔ حسن بن سعید اہوازی۔ محمد بن فضل رنجی۔ خلف بصری، محمد بن سنان۔ بکر بن محمد ازدی۔ ابراہیم بن محمد ہمدانی۔ محمد بن احمد بن قیس بن غیلان اور اسحاق بن معاویہ خصیمی تھے۔

(۴) حضرت معروف کرخی اور خدمت امام رضاؑ

ابن شہر آشوب نے مناقب الابرار تحریر کیا ہے کہ حضرت معروف کرخی حضرت علی ابن موسیٰ رضا علیہ السلام کے دوستدار اور خادموں میں سے تھے ان کے والدین نصرانی تھے۔ انھوں نے بچپن میں ان کو ایک معلّم کے سپرد کیا اس نے کہا کہو تین سے تیسرا۔ اور وہ کہتے رہے کہ نہیں بلکہ وہ ایک۔ پس معلّم نے ان کی خوب پٹائی کی۔ یہ بھاگ کر حضرت امام موسیٰ رضا علیہ السلام کی خدمت میں پہنچے آپ کے ہاتھوں پر اسلام لائے۔ پھر اپنے گھر پہنچے اور دروازہ کھٹکھٹایا۔ آپ نے پوچھا کون؟ انھوں نے کہا معروف۔ پوچھا کس دین پر ہو؟ کہا دین حنیف (اسلام) پر۔ پھر ان کے باپ بھی حضرت امام رضا کی برکت سے اسلام لائے۔

حضرت معروف کرخی کا بیان ہے کہ پھر میں ایک عرصہ تک معصیت کی زندگی بسر کرتا رہا بالآخر دنیا کا سارا کاروبار چھوڑ کر صرف اپنے آقا حضرت امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں لگ گیا۔

(۵) نور خدا کو ہر دور میں بجھانے کی کوشش کی گئی

بزنطی سے روایت ہے اس کا بیان ہے حضرت امام رضا نے ہم سے ایک شب مسجد دار معاویہ میں تشریف لانے کا وعدہ فرمایا تھا وہ تشریف لائے اور سلام کرنے کے بعد کہا کہ حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد ہی سے لوگ اس کوشش میں لگے ہوتے تھے کہ اللہ کے نور کو بجھا دیں لیکن اللہ نے اپنے نور کو اتمام تک پہنچائے بغیر نہیں چھوڑا۔

اور جب حضرت ابوالحسن امام موسیٰ بن جعفر علیہ السلام نے رحلت فرمائی تو اس وقت علی بن حمزہ نے کوشش کی کہ اللہ کے نور کو بجھا دے مگر اللہ نے اس وقت بھی اپنے نور کو بچایا اور جس امر سے لوگ ناواقف تھے اللہ نے اس کی طرف تمہاری ہدایت کر دی۔ لہٰذا اللہ کے اس احسان پر تم شکر ادا کرو۔

اور سورہ انعام کی آیت نمبر ۹۸ میں لفظ مستقرٌ و مستودعٌ کے متعلق حضرت امام صادق کا ارشاد ہے کہ مستقر سے مراد ایمان میں ثابت قدمی ہے اور مستودعٌ سے مراد عارضی اور چند روزہ ایمان ہے۔ اللہ نے تمھیں اس امر کی ہدایت کر دی ہے۔ جس سے لوگ ناواقف ہیں لہٰذا اس پر اللہ کا شکر ادا کرو۔

(قرب الاسناد صـ۲۰۲)

(۶) —— حرمتِ غنا کی ایک دلیل

ریان بن صلت کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام رضا علیہ السلام سے عرض کیا کہ ہشام بن ابراہیم عباسی نے مجھے بتایا کہ آپ نے گانا سننے کی اجازت دے دی ہے؟ آپ نے فرمایا وہ زندیق اور بے دین جھوٹ بولتا ہے۔ ایسا نہیں ہے بلکہ اس نے گانا سننے کے متعلق مجھ سے دریافت کیا تو میں نے کہا اے شخص یہ بتا کہ جب اللہ تعالیٰ اہلِ حق اور اہلِ باطل کو ایک میدان میں جمع فرمائے گا تو اہلِ غنا کس گروہ میں ہوں گے۔ اس نے کہا اہلِ باطل کے گروہ میں۔ میں نے کہا تھا بس یہی کافی ہے تو نے تو خود فیصلہ کر دیا تو یہی بات میں نے عباسی سے بھی کہی تھی۔

(قرب الاسناد صـ۱۹۸) (عیون اخبار الرضا جلد ۲ صـ۱۴)

(۷) —— ہشام بن ابراہیم عباسی زندیق

ریان بن صلت کا بیان ہے کہ ایک دن میں ہشام بن ابراہیم عباسی کے پاس گیا تو اس نے فوراً دوات اور کاغذ منگوایا، میں نے پوچھا اس کی کیا ضرورت پیش آگئی ؟ اس نے جواب دیا میں نے امام رضا سے چند باتیں سنی ہیں چاہتا ہوں کہ لکھ لوں ورنہ کہیں بھول نہ جاؤں اس کے بعد اس نے کچھ لکھا اور یہ واقعہ مقام مرو کا ہے اور دوپہر کے وقت نمازِ جمعہ کے بعد اس کے میرے پاس آنے سے پہلے کا ہے۔ جب وہ بعد نمازِ جمعہ میرے پاس آیا تو میں نے پوچھا کہاں سے آتے ہو؟ جواب دیا "اس کے پاس سے"۔ میں نے پوچھا "مامون کے پاس سے"؟ بولا "نہیں" "اس کے پاس سے"، میں نے کہا "فضل بن سہیل کے پاس سے" اس نے کہا "نہیں"۔ اس کے پاس سے" میں نے کہا "تمہارا اس کے پاس سے کون مراد ہے" عباسی نے کہا "علی بن موسےٰ"۔

میں نے کہا تجھ پر واقتے ہو معاملہ کیا ہے۔ اس نے کہا اس بات کو چھوڑو۔ ان کے آباؤ اجداد ولی عہدی کی بیعت کے لئے کب کرسیوں پر بیٹھا کرتے تھے جیسا کہ انھوں نے کیا ہے۔ میں نے کہا تیرا اللہ بُرا کرے اللہ سے توبہ واستغفار کر۔ اس نے کہا۔ میری فلاں کنیز ان سے زیادہ علم رکھتی ہے۔ اس کے بعد بولا کہ اگر میں کہوں کہ میرے سر کی قسم یہ بات ہے تو شیعہ کہیں گے کہ نہیں ہمارے سر کی قسم یہ بات نہیں ہے۔ میں نے کہا تجھے خبر نہیں شیعوں کا یہ عقیدہ ہے کہ امام جس وقت جو اقدام کرتا ہے وہ اطاعتِ الٰہی میں ہوتا ہے۔

پھر مختلف اوقات میں حضرت امام رضا علیہ السلام کا ذکر آتا رہا۔ ایک دن میں حضرت امام رضا کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ عباسی مجھ سے آپ کے بارے میں طرح طرح کی باتیں کرتا ہے۔ وہ اکثر ہمارے پاس سوتا اور قیلولہ کرتا ہے اگر آپ کی رائے ہو تو میں اس کی گردن پکڑ کر دبا دوں، وہ مرجائے اور شور کر دوں کہ وہ ناگہانی طور پر مرگیا ہے۔ تو آپ نے اپنے دونوں ہاتھوں کی انگلیاں تین بار چٹخائیں اور کہا۔ نہیں اے ریان۔ نہیں اے ریان۔ نہیں اے ریان۔ میں نے عرض کیا اچھا فضل بن سہیل مجھے اپنے ایک کام کے لئے عراق بھیج رہا ہے اور عباسی بھی میرے جانے کے چند دن بعد عراق کے لئے نکلنے والا ہے اگر آپ کی رائے ہو تو میں ساکنانِ قم جو آپ کے دوستدار ہیں ان سے کہہ دوں کہ ان میں سے بیس تیس آدمی رہزنوں یا گداگروں کے بھیس میں نکلیں اور جب اس کا سامنا ہو تو اس کا کام تمام کردیں اور لوگ کہیں گے کہ اُسے گداگروں نے قتل کردیا۔ یہ سُن کر آپ خاموش رہے نہ ہاں کہا نہ نہیں کہا۔

الغرض میں عراق کے لئے چلا اور مقامِ حوآن پر پہنچا تو ایک سوار کو زکریا ابن آدم کے پاس بھیجا اور اسے خط لکھا کہ کچھ باتیں ایسی ہیں جو خط میں تحریر نہیں کی جاسکتیں اگر مناسب ہو تو فلاں روز مقامِ مشکوٰۃ پر آجاؤ وہاں انشاء اللہ میری تمھاری ملاقات ہوگی۔ اب جو میں مشکوٰۃ پہنچا تو وہ پہلے ہی سے وہاں آتے ہوتے تھے۔ میں نے انھیں تمام قصہ سنایا اور کہا کہ وہ دعباسی، یہاں فلاں فلاں دن پہنچے گا۔ انھوں نے کہا اچھا مجھے چھوڑیں اس شخص کو دیکھ لوں گا میں نے انھیں رخصت کیا اور خود وہاں سے آگے روانہ ہو۔ زکریا ابن آدم قم واپس گئے۔ وہاں ان کی معمر سے ملاقات ہوتی انھوں نے ان سے ہماری بات کے متعلق مشورہ کیا۔ معمر نے کہا کہ معلوم نہیں کہ امام کا سکوت امر ہے یا نہی۔ امام نے اس کا کوئی حکم تو دیا نہیں لہٰذا مناسب نہیں کہ اس سے کوئی تعرض کیا جائے۔ پس زکریا اس اقدام سے باز رہے اور عباسی سلامتی کے ساتھ اپنا راستہ طے کر گیا۔

(۸) ——— بزنطی کے خطوط اور اس کے جوابات

بزنطی کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام رضا علیہ السلام کو خط لکھا کہ میں کوفہ کا رہنے والا ایک شخص ہوں۔ میرا کنبہ دین الہٰی کا پابند اور آپ حضرات کا اطاعت گذار ہے۔ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہونا چاہتا ہوں تاکہ کچھ دینی مسائل معلوم کروں اور ان باتوں کے متعلق دریافت کروں جو لوگ آپ کے متعلق مجھ سے کہتے ہیں۔ اور آپ کے خلاف میرے سامنے دلیلیں پیش کرتے ہیں کہ انھوں نے آپ سے چند باتیں دریافت کیں تو آپ نے اپنے آباؤ اقربا کے جواب کے خلاف جواب دیا۔ پھر آپ نے اپنی ذات کے لئے تقیہ کی نفی کر دی ہے۔

پھر صفوان نے آپ سے ملاقات کی اور ان لوگوں نے جو سوالات آپ سے کئے تھے ان سے متعلق آپ سے دریافت کیا تو آپ نے اس کا اقرار فرمایا۔ اس سے انکار بھی نہیں کیا۔ اور ان سوالات کے جوابات ان لوگوں کو کچھ اور دیئے تھے اور صفوان کو کچھ اور دیئے۔ میں اسی لئے حاضرِ خدمت ہونا چاہتا ہوں تاکہ معلوم تو کروں کہ وہ کیا سبب ہے۔ آپ نے صفوان کو جو جوابات دیئے وہ ان لوگوں کو نہیں دیئے۔ بات یہ ہے کہ اس میں میری اور ساری قوم کی زندگی کا سوال ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَمَنْ اَحْيَاهَا فَكَاَنَّمَا اَحْيَا النَّاسَ جَمِيْعًا (جس نے اس کو زندہ کیا اس نے گویا سارے لوگوں کو زندہ کیا)۔

(سورۂ مائدہ ۳۲)

حضرت امام رضا علیہ السلام نے اس خط کا جواب ان الفاظ میں دیا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ تمہارا خط موصول ہو کر کاشف بما فیہ ہوا۔ تم مجھ سے ملنا چاہتے ہو اور لوگوں نے جو کچھ میرے متعلق کہا ہے اور جن باتوں کو یہ لوگ میرے خلاف دلیل بنا کر تمھارے سامنے پیش کرتے نیز یہ کہ میں نے اپنے آباء کی روایات و احادیث کے خلاف ان کے کسی مسئلہ کا جواب دیا ہے ان سب کے متعلق تم مجھ سے بالمشافہ گفتگو لازمی سمجھتے ہو۔ تو مجھے اپنی جان کی قسم سوائے اللہ کے نہ کسی بہرے کو کوئی سنا سکتا ہے اور نہ کسی اندھے کو کوئی راستہ دکھا سکتا ہے۔

قرآن مجید میں ہے فَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ اَنْ يَّهْدِيَهٗ يَشْرَحْ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ وَمَنْ يُّرِدْ اَنْ يُّضِلَّهٗ يَجْعَلْ صَدْرَهٗ ضَيِّقًا حَرَجًا كَاَنَّمَا يَصَّعَّدُ فِى السَّمَآءِ كَذٰلِكَ يَجْعَلُ اللّٰهُ الرِّجْسَ عَلَى الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ اللہ تعالیٰ جس کی ہدایت کا ارادہ کرتا ہے اس کے سینے کو اسلام

کے لئے کھول دیتا ہے اور جس کو گمراہی میں چھوڑ دینے کا ارادہ کرتا ہے اس کے سینے کو تنگ کر دیتا ہے اور اتنا تنگ کہ گویا آسمان پر اڑ جاتے گا۔ اور اللہ تعالیٰ اس طرح ایمان نہ لانے والوں کے اوپر رجس و پلیدگی کو باقی رہنے دیتا ہے۔ (سورہ الانعام ۱۲۶)

دوسری جگہ ہے اِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِي مَنْ يَّشَاۗءُ ۚ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ اے رسولؐ تم جسے ہدایت دینا چاہو نہیں دے سکتے بس اللہ جسے چاہے ہدایت دیتا ہے اور وہ جانتا ہے کہ ہدایت پانے کے لائق کون لوگ ہیں۔ (سورہ قصص ۵۶)

نیز حضرت ابوجعفر امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا ہے اگر لوگوں کے اختیار و استطاعت میں ہوتا تو سب کے سب ہمارے شیعہ بن جاتے مگر اللہ تعالیٰ نے جس دن انبیاءؑ سے عہد و میثاق لیا تھا اسی دن ہمارے شیعوں سے بھی شیعہ ہونے کا عہد و میثاق لیا تھا۔

حضرت ابوجعفر علیہ السلام نے فرمایا ہمارا شیعہ وہ ہے جو ہماری اتباع کرے ہماری مخالفت نہ کرے۔ ہمارا شیعہ وہ ہے کہ جس سے ہم ڈریں وہ ڈرے اور جس سے ہم نہ ڈریں وہ بھی نہ ڈرے درحقیقت وہ ہے ہمارا شیعہ۔

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ فَسْـَٔلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ۔ (سورہ نحل ا ۴۳ سورہ الانبیاء ا ۷)

نیز ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔ وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ لِيَنْفِرُوْا كَاۗفَّةً ۭ فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْھُمْ طَاۗىِٕفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ وَلِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْٓا اِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ۔ (سورہ توبہ آیت ۱۲۲)

ان آیات کے بموجب تم پر سوال کرنا اور جو معلوم نہ ہو اس کے متعلق ہم سے دریافت کرنا فرض ہے مگر ہم پر تمھارے ہر سوال کا جواب فرض نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے فَاِنْ لَّمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَكَ فَاعْلَمْ اَنَّمَا يَتَّبِعُوْنَ اَهْوَاۗءَهُمْ ۭ وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوٰىهُ بِغَيْرِ هُدًى مِّنَ اللّٰهِ۔

(سورہ القصص ا ۵۰)

اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو ائمہ ہدیٰ میں سے کسی امام کے بغیر دینی مسائل میں اپنی رائے پر عمل کرتے ہیں۔

بزنطی کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام رضا علیہ السلام کو پھر خط لکھا کہ آپ

کے پدر بزرگوار کے متعلق یہ لوگ جو روایات بیان کرتے ہیں ان کی وجہ سے میرے دل میں ایک الجھن سی ہے۔

تو آپ نے جواب میں تحریر فرمایا کہ حضرت امام محمد باقر (ابوجعفر) علیہ السلام نے ارشاد کیا ہے کہ اللہ اور اس کے رسول پر کوئی شخص اتنا زیادہ جھوٹ نہیں باندھتا جتنا ہم اہلِ بیت کی طرف جھوٹ بات منسوب کی جاتی ہے یا ہمیں جھٹلایا جاتا ہے۔ اس لئے کہ جو شخص ہماری تکذیب کرتا ہے یا ہماری طرف جھوٹ منسوب کرتا ہے تو گویا کہ اس نے اللہ اور اس کے رسول کی تکذیب کی کیونکہ ہم جو کچھ کہتے ہیں وہ اللہ کی یا اس کے رسول کی کہی ہوتی کہتے ہیں۔

ایک شخص حضرت ابوجعفر علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے کہا آپ حضرات اہلِ بیت رحمت ہیں آپ کو اللہ نے اپنی رحمت کے لئے مخصوص فرمالیا ہے تو آپ نے فرمایا ہاں ہم ایسے ہی ہیں خدا کا شکر ہے کہ ہم اہلِ بیت میں سے کوئی ایک شخص بھی کبھی نہ گمراہی میں داخل ہوا اور نہ ہدایت سے خارج ہوا۔ اور یہ دنیا اس وقت تک ختم نہیں ہوسکتی جب تک کہ ہم اہلِ بیت میں سے ایک فرد کتاب خدا پر عمل نہ کرائے اور برائیوں کو ختم نہ کردے۔

بزنطی کہتا ہے کہ میں نے حضرت امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں پھر عریضہ لکھا کہ میں آپ پر قربان، چونکہ ان لوگوں کی روایات کی وجہ سے میرے دل میں ایک الجھن سی تھی اس لئے میں آپ کے پدر بزرگوار کی وفات پر رسمِ تعزیت بھی ادا نہ کرسکا۔ اور اب مجھے یقین آگیا کہ واقعاً آپ کے پدر بزرگوار نے وفات پائی۔ میری طرف سے تعزیت قبول فرمائیے۔ اللہ اس عظیم مصیبت میں صبر کرنے پر آپ کو اجر و ثواب عطا فرمائے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی اللہ نہیں اور محمد اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ بزنطی کہتا ہے پھر اس کے بعد میں نے مسلسل ایک کے بعد دوسرے امام کی امامت کی گواہی دیتا ہوا حضرت امام رضا علیہ السلام کی امامت کی گواہی دی۔

بزنطی کا بیان ہے کہ حضرت امام رضا علیہ السلام نے میرے اس خط کے جواب میں تحریر فرمایا کہ:۔

حضرت ابوجعفر امام محمد باقر کا ارشاد ہے کہ کسی بندہ کا ایمان اس وقت تک مکمل نہیں ہوسکتا جب تک حجت و اطاعت و حرام و حلال کے سلسلہ میں اس امر کا اعتقاد نہ ہو کہ آئمہ میں سے جو منزلت پہلے کی ہے وہی آخر کی بھی۔ سب ایک سطح کے ہیں، صرف

ان میں دو شخصیتیں حضرت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم اور حضرت امیر المؤمنین علی ابنِ طالب علیہ السلام ان سب میں افضل ہیں۔

اور حضرت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص مر جاتے اور اس کا کوئی ایسا امام نہ ہو جو زندہ ہو اور اسے وہ پہچانتا ہو۔ تو اس کی موت جاہلیت کی موت ہو گی۔

نیز حضرت ابو جعفر علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ مخلوق پر اللہ کی حجت اس وقت تک قائم نہیں ہو سکتی جب تک کہ کوئی ایسا امام نہ ہو جسے لوگ پہچانتے ہوں اور حضرت ابو جعفر علیہ السلام نے یہ بھی فرمایا کہ جو شخص یہ چاہتا ہے کہ اس کے اور اللہ کے درمیان کوئی پردہ و حجاب نہ ہو تاکہ یہ اللہ کو دیکھ سکے اور اللہ اس کو دیکھ سکے تو اُسے چاہئے کہ آلِ محمدؐ سے محبت کرے اور ان کے دشمنوں سے برأت کا اظہار کرے اور آلِ محمدؐ میں سے کسی امام کے دامن سے متمسک ہو۔ جب ایسا ہو گا تو اللہ اس کو دیکھے گا اور وہ اللہ کو دیکھے گا۔ اور اگر ایسا نہ ہوتا تو حضرت ابو جعفر علیہ السلام یہ ہرگز نہ فرماتے کہ :۔

ہمارے شیعوں کے متعلق کوئی رائے قائم کرنے میں جلدی نہ کرو اس لئے کہ اگر ان کے ایک قدم میں لغزش آئے گی تو دوسرے قدم پر سنبھل جائیں گے۔ نیز اگر یہ نہ فرماتے کہ جو تمھارا ہے وہ تمھارے تمام بھائیوں کا ہے تو ابن ابی حمزہ اور ابن سراج اور اصحاب ابن ابی حمزہ کے متعلق ہم کچھ کہتے۔

ابنِ سراج نے لوگوں سے ہماری مخالفت کی اور ہمارے حلقۂ اتباع سے نکلنے کی دعوت دی۔ اس نے حضرت ابو الحسن موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کے مال پر عظیم دست درازی کی۔ اور حضرت ابو الحسن کی حیات ہی میں اس پر قابض ہو گیا اور ہم سے مکابرہ کیا اس کی واپسی سے انکار کیا۔ حالانکہ تمام مسلمانوں کا یہ اجتماعی فیصلہ تھا کہ تمام اشیاء میرے سپرد کر دی جائیں مگر حضرت ابو الحسن موسیٰ بن جعفر کی رحلت سے جو باتیں پیدا ہوئیں۔ ان کو دیکھتے ہوئے علی بن ابی حمزہ کی علیحدگی میرے لئے غنیمت رہی اور اب اس میں کوئی خرابی نہیں سوائے اس کے کہ وہ مال ہڑپ کر گیا۔

اور ابنِ ابی حمزہ وہ شخص ہے کہ جس نے احادیث کی غلط تاویلیں کیں جبکہ اس کو اس کا علم ہی نہیں دیا گیا تھا۔ پھر اس نے ان تاویلوں کو لوگوں کے سامنے پیش کیا اور اس پر ضد کر گیا۔ اور احادیث میں اپنی تاویلات کی غلطیوں کے اقرار کے لئے تیار نہ ہوا۔ اس نے سوچا کہ اگر حضرت موسیٰ بن جعفر کے متعلق سابقہ آئمہ طاہرین کے اقوال کو ہم صحیح نہیں سمجھتے تو پھر

سفیانی وغیرہ کے متعلق ان کی پیشینگوئیوں کو لوگ کیسے سچ سمجھیں گے۔ اس لئے لوگوں سے کہنے لگا۔ امام رضا کے آباء کرام کے اقوال ناقابل تردید ہیں۔ اور واقعاً ہمارے آبائے کرام کے اقوال ناقابلِ تردید ہیں لیکن وہ اپنے علم کی کمی کی وجہ سے ان اقوال کے مقاصد اور حقائق تک نہ پہنچ سکا اور فتنہ وضلالت میں گرفتار ہوگیا اور وہ جس امر سے گریزاں تھا اسی میں پھنس کر رہ گیا۔

حضرت ابو جعفر علیہ السلام نے یہ بھی فرمایا کہ اگر کوئی شخص یہ سمجھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمام امور سے فارغ ہو کر بیٹھ چکا ہے تو یہ غلط اور جھوٹ ہے کیونکہ مخلوقات میں اللہ کی مشیت اب بھی کارفرما ہے وہ جانتا ہے پیدا کرتا ہے اور جو کام چاہتا ہے کرتا ہے اور اس نے کہا ہے ذریۃ بعضھا من بعض۔ نسل اور ذریت کی تمام فردیں ایک دوسرے پر مربوط ہیں آخر کا تعلق اوّل سے ہے اور اوّل کا تعلق آخر سے ہے لہٰذا اگر کسی ایک فرد کے لئے یہ خبر دی جاتے کہ اس کے متعلق یہ ہونے والا ہے مگر وہ بات بعینہ اس فرد میں رونما نہ ہو بلکہ اسی نسل اور ذریت کی دوسری فرد میں رونما ہو جائے تو سمجھنا چاہئے کہ خبر دینے والوں نے ٹھیک خبر دی تھی۔ کیا ان لوگوں کے پاس حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی یہ حدیث موجود نہیں ہے۔

آپ نے ارشاد فرمایا کہ اگر کسی شخص کے متعلق کوئی بات کہی جائے مگر وہ بات اس میں رونما نہ ہو بلکہ اس کے بعد اس کی اولاد میں رونما ہو تو سمجھ لو کہ یہ بات اس میں رونما ہوتی اور کہنے والے نے سچ کہا تھا۔ (قرب الاسناد ص۲۰۲-۲۰۳)

(۹) ——— "پس جب" کا مطلب

محمد بن عیسیٰ کا بیان ہے کہ میں اور یونس بن عبدالرحمٰن دونوں حضرت امام رضا علیہ السلام کے درِ دولت پر حاضر ہوتے مگر ہم سے پہلے کچھ لوگ باریابی کی درخواست کر کے اذن کے منتظر تھے۔ ہماری درخواست ان کے بعد کی تھی پس اذن دینے والا برآمد ہوا اور کہا اندر آجاؤ۔ مگر اس نے یونس اور اس کے ساتھ آنے والے آل یقطین کو پیچھے کر دیا۔ سب لوگ اندر داخل ہوئے صرف ہم باقی رہ گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ باہر نکلے تو ہمیں داخلہ کی اجازت ملی ہم داخل ہوئے اور ان کو سلام کیا آپ نے جواب سلام دیا اور کہا بیٹھ جاؤ۔ اس کے بعد یونس نے چند سوالات کئے۔ آپ نے اس کے جواب دیئے۔

یونس نے دریافت کیا مولا و آقا۔ آپ کے چچا زید نے بصرہ سے خروج کیا ہے۔ اور انھوں نے مجھے طلب کیا ہے۔ مگر میں اپنے متعلق ان کی طرف سے مطمئن نہیں ہوں لہٰذا میرے

لیئے آپ کی کیا رائے ہے۔ بصرہ جاؤں یا کوفہ چلا جاؤں؟ آپ نے فرمایا کہ کوفہ جاؤ، "پس جب" تو بصرہ چلے جانا۔ راوی کا بیان ہے کہ اس کے بعد ہم وہاں سے نکلے مگر ہمیں آپ کے "پس جب" کہنے کا مطلب سمجھ میں نہیں آیا۔ جب ہم قادسیہ پہنچے تو دیکھا کہ لوگ پس پا ہو کر چلے آرہے ہیں۔ ابوسرایا کو شکست ہو چکی ہے اور ہرثمہ میں داخل ہو چکا ہے اور آل ابی طالب کا ایک گروہ قادسیہ میں ہم سے ملا جو حجاز جا رہا تھا۔ تو یونس نے مجھ سے کہا دیکھو آقا نے جو "پس جب" کہا تھا اس کا یہ مطلب ہے۔ اب ہم کوفہ جانے کے بجائے بصرہ چلے گئے اور ہر گزند سے بچ گئے۔ (قرب الاسناد صفحہ ۲۰۱)

(۱۰) فخر کی کیا بات ہے تواضع ہمارا شیوہ ہے

ابنِ عیسیٰ نے بزنطی سے روایت کی ہے اس کا بیان ہے ایک مرتبہ حضرت امام رضا علیہ السلام نے اپنی سواری بھیجی۔ میں اس پر سوار ہو کر مقام صریا پہنچا۔ رات کو وہیں قیام کیا۔ جب رات کے کھانے سے فارغ ہوئے تو حکم دیا کہ بزنطی کے لئے بستر لگا دو۔ تعمیلِ حکم میں ایک طبرستانی تکیہ خوشبو میں بسا ہوا، شب باشی کا لباس، قیاصری چادر اور مرو کا تیار کیا ہوا کمبل لایا گیا۔ جب میں رات کے کھانے سے فارغ ہوا تو مجھ سے فرمایا کیا تم سونا نہیں چاہتے؟ میں نے کہا جی ہاں سونا چاہتا ہوں میں آپ پر قربان۔ تو آپ نے چادر یا کمبل اڑھا دیا۔ اور فرمایا شب بخیر، اور ہم مکان کی چھت پر تھے۔

جب حضرت امام رضا علیہ السلام چھت سے اترے تو میں نے اپنے جی میں کہا۔ انھوں نے تو میری اتنی تواضع کی کہ اتنی کسی کے لئے نہ کی ہو گی۔ ابھی میرے دل میں یہ خیال آہی رہا تھا کہ ناگاہ ایک آواز دینے والے نے آواز دی اے احمد۔ میں نے اس کی آواز نہیں پہچانی مگر آپ کا ایک غلام آیا اور اس نے کہا کہ مولا آپ کو بلاتے ہیں۔ میں چھت سے اترنے لگا تو دیکھا کہ مولا خود تشریف لا رہے ہیں آتے ہی آپ نے فرمایا۔ اپنا ہاتھ بڑھاؤ۔ میں نے ہاتھ بڑھایا تو آپ نے میرا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر دبایا اور فرمایا ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ حضرت امیر المومنین علیہ السلام صعصعہ بن صوحان کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے اور جب وہاں سے اٹھ کر جانے لگے تو فرمایا۔ یہ جو میں تمھاری عیادت کے لئے آیا ہوں اس پر ہرگز فخر و ناز نہ کرنا۔ بلکہ اپنی ذات پر نظر رکھنا اس لئے کہ تقریباً تمھارا معاملہ تم تک پہنچا ہی چاہتا ہے۔ دیکھو امیدیں تمھیں غافل نہ کر دیں۔ اب میں تمھیں اللہ کے سپرد کرتا ہوں تم پر بہت بہت سلام۔

([illegible])

ابنِ ولید نے صفار سے اور انھوں نے ابنِ عیسیٰ سے بعینہ یہی روایت کی ہے۔

عیون اخبار الرضا جلد ۲ ص ۲۱۲

(۱۱) ایک قیدی کے خط کا جواب

حسن بن بشار کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام رضا علیہ السلام کا وہ خط پڑھا جو آپ نے داؤد بن کثیر رقی کے خط کے جواب میں تحریر فرمایا تھا وہ قید میں تھا اور آپ سے دعا کی درخواست کی تھی۔ آپ نے یہ لکھا تھا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ اللہ تعالیٰ اپنی مہربانی سے ہمیں اور تمھیں دونوں کو دنیا و آخرت میں بخیر و عافیت سے رکھے۔ میں تمھیں لکھ چکا ہوں کہ ہم لوگوں کے پاس جو نعمتیں ہیں وہ اللہ کی عطا کردہ ہیں اس کا شکر ادا کرو اس کا کوئی شریک نہیں۔ تمہارا خط مجھے ملا۔ اے ابو سلیمان! میں اپنی جان کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں تمھارے کام کیلئے کوئی کسر اٹھا رکھوں گا۔ اگر تم یہاں موجود ہوتے تو ہو سکتا ہے کہ کوتاہی کرتا۔ لہٰذا اس خدائے علی و عظیم پر بھروسہ کرو جس پر بھروسہ کیا جاتا ہے۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ۔ (قرب الاسناد ص ۲۳۲)

(۱۲) مجنونوں کے لئے تسوار

محمد بن عبداللہ بن طاہر کی روایت ہے۔ راوی کا بیان ہے کہ میں اپنے والد کے سامنے کھڑا ہوا تھا۔ اور ان کے پاس ابو صلت ہروی اسحاق بن راہویہ اور احمد بن محمد بن حنبل بیٹھے ہوئے تھے۔ میرے والد نے ان لوگوں سے کہا کہ آپ میں سے ہم لوگوں میں ہر ایک شخص ایک حدیث بیان کرے۔ تو ابو صلت ہروی نے یہ حدیث (پورے اسناد کے ساتھ) پیش کی کہ:۔

مجھ سے بیان فرمایا حضرت علی ابنِ موسیٰ رضا علیہ السلام نے (اور واقعاً وہ رضا ہی تھے جیسا ان کا نام تھا)، اور ان سے بیان فرمایا ان کے باپ حضرت موسیٰ بن جعفر نے اور ان سے بیان فرمایا ان کے باپ حضرت جعفر بن محمد نے اور ان سے بیان فرمایا ان کے باپ حضرت محمد بن علی نے اور ان سے بیان کیا ان کے باپ حضرت علی ابن الحسن نے اور ان سے بیان کیا ان کے باپ حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے، ان کا بیان ہے حضرت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم نے کہ ایمان قول و عمل کا نام ہے۔

غرض جب مجلس برخاست ہوئی تو احمد بن حنبل نے میرے والد سے کہا یہ کیا اسناد تھیں جو ابو صلت ہروی نے اس حدیث کے ساتھ پیش کیں تو میرے والد نے جواب میں کہا، پتہ نہیں

یہ مجنونوں اور دیوانوں کے ناک میں چڑھانے کی نسوار ہے۔ اگر کسی مجنوں کی ناک میں یہ چڑھادی جائے تو اس کا جنون دور ہو جائے۔ (عیون اخبار الرضا جلد ا صـ ۲۲۸)

(۱۴) ــــ دورِ متوکل

احمد بن محمد بن فرات اور حسین بن علی باقطانی دونوں کا بیان ہے کہ ابراہیم بن عباس اور اسحاق بن ابراہیم رخی زیدان کاتب المعروف زمن کے درمیان بڑی دوستی تھی۔ خراسان سے واپسی کے وقت اس نے حضرت امام رضا علیہ السلام کی مدح میں اپنا ایک شعر اپنے ہاتھ سے اخی زیدان کی ڈائری میں لکھ دیا اور اس کے علاوہ بھی اس نے اپنے ہاتھ سے اس ڈائری میں بہت کچھ لکھا تھا وہ ڈائری اخی زیدان کے پاس محفوظ تھی۔ اتفاق سے ابراہیم بن عباس متوکل عباسی کی طرف سے اس کی جائیداد کا والی مقرر ہو گیا۔ اور اب اس کے اور اخی زیدان کے مابین کچھ دوری سی آگئی تھی پھر کسی وجہ سے ابراہیم بن عباس نے اخی زیدان کو اس جائیداد کی نگرانی سے معزول کر دیا جس پر وہ اب تک مقرر تھا۔ اور اس کی پیداوار کا شدت کے ساتھ مطالبہ کیا۔ تو اسحاق اخی زیدان نے اپنے ایک معتبر شخص نے کہا کہ ابراہیم بن عباس کے پاس جاؤ۔ اور اسے بتا دو کہ امام رضا علیہ السلام کی مدح میں تمہارے ہاتھ کا وہ لکھا ہوا شعر اب تک میرے پاس موجود ہے اگر تم اپنے اس مطالبہ سے باز نہ آئے تو میں وہ متوکل کے سامنے پیش کر دوں گا۔ الغرض وہ شخص گیا اور اس نے ابراہیم بن عباس کو اخی زیدان کا پیغام پہنچا دیا یہ سنتے ہی اس کے سامنے دنیا تنگ ہو گئی۔ وہ فوراً اپنے مطالبہ سے باز آیا۔ پھر آپس میں حلفیہ معاہدہ ہوا۔ اور اس نے اپنے تمام لکھے ہوئے اشعار اخی زیدان سے واپس لے لئے۔

صولی کی روایت ہے کہ مجھ سے یحییٰ بن علی منجم نے بیان کیا کہ ان دونوں کے درمیان میں سفیر بنا ہوا تھا اور وہ تمام اشعار اخی زیدان سے واپس لئے اور ابراہیم بن عباس نے میرے سامنے ان اشعار کو جلایا۔

صولی کہتا ہے کہ مجھ سے احمد بن ملحان نے بیان کیا کہ ابراہیم بن عباس کے دو لڑکے تھے ایک کا نام حسن تھا دوسرے کا نام حسین۔ ایک کی کنیت ابو محمد تھی اور دوسرے کی ابو عبداللہ۔ مگر جب متوکل عباسی خلیفہ ہوا تو مارے خوف کے اس نے اپنے بڑے لڑکے کا نام بدل کر اسحاق رکھ دیا اور کنیت ابو محمد ہی رہنے دی۔ اور چھوٹے کا نام بدل کر عباس رکھ دیا۔ اور کنیت ابو عبداللہ کے بدلے ابو الفضل کر دی۔

صولی کا یہ بھی بیان ہے کہ مجھ سے احمد بن اسماعیل بن خصیب نے بیان کیا کہ ابراہیم

ین عباس اور موسیٰ بن عبد الملک نے کبھی شراب نہیں پی تھی مگر جب متوکل خلیفہ ہوا تو ان دونوں نے شراب پینی شروع کر دی بلکہ یہ دونوں کمینوں اور مخنثوں کو عمداً جمع کر کے ان کے ساتھ دن میں تین بار شراب پیا کرتے تاکہ ان کی شراب نوشی کی خبر مشہور ہو جائے اور ان کے متعلق اس طرح کے بہت سے واقعات ہیں جس کا ذکر یہاں مناسب نہیں ہے۔

(عیون اخبار الرضا جلد ۲ ص ۱۴۹-۱۴۸)

(۱۴) ــــ ادائیگی قرض کے لئے مکان کے فروخت کی ممانعت

ابن ولید نے علی سے اور انھوں نے اپنے باپ سے روایت کی ہے کہ ابن ابی عمیر ایک مرد بزاز تھا اس کا ایک شخص پر دس ہزار درہم قرض تھا۔ اس کا سارا مال جاتا رہا وہ خالی ہاتھ ہو گیا مگر قرض کی ادائیگی کے لئے اس شخص کو اپنا رہائشی مکان دس ہزار درہم میں فروخت کر دیا اور رقم لے کر ابن ابی عمیر کے پاس پہنچا۔ دروازہ کھٹکھٹایا۔ ابن ابی عمیر باہر نکلے تو اس نے ان سے کہا یہ آپ کے قرض کی رقم ہے لے لیجئے۔ ابن ابی عمیر نے کہا یہ رقم تمھارے پاس کہاں سے آئی۔ ؟ کوئی مر گیا جس کی وراثت ملی ؟ اس نے کہا نہیں۔ پوچھا پھر یہ کسی کا عطیہ ہے ؟ کہا نہیں بلکہ میں نے اپنا مکان فروخت کر دیا تاکہ قرض ادا کر دوں۔ تو ابن ابی عمیر نے کہا۔ سنو۔ ذریح محاربی نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا کوئی اپنے قرض کی ادائیگی کے لئے اپنے جائے پیدائش و رہائشی مکان سے نہیں نکلے گا۔ یہ رقم واپس لے جاؤ مجھے اس رقم کی ضرورت نہیں اگرچہ خدا کی قسم میں بھی اس وقت ایک ایک درہم کو محتاج ہوں۔ مگر میں تمھاری اس رقم سے ایک درہم بھی نہ لوں گا۔ (علل الشرائع جلد ۲ ص ۲۱۶) الاختصاص ص ۸۶

(۱۵) ــــ ایسے ایسے دوست

محمد بن جعفر مودب کا بیان ہے کہ صفوان بن یحییٰ جس کی کنیت ابو محمد تھی اور جو ایک سابری پارچہ فروش کا غلام تھا وہ اصحاب حدیث میں سب سے زیادہ موثق اور ان میں سب سے زیادہ عبادت گذار تھا اس کا حال یہ تھا کہ ہر روز ایک سو پچاس رکعتیں نماز کی ادا کرتا۔ سال بھر میں تین ماہ روزہ رکھتا۔ اور سال میں تین بار مال کی زکوٰۃ نکالتا تھا۔ اور اس کا سبب یہ تھا کہ اس نے عبد اللہ بن جندب اور علی بن نعمان کے ساتھ خانہ کعبہ میں جا کر یہ معاہدہ کیا تھا کہ اگر ہم میں سے کوئی ایک مر جائے تو جو باقی رہے گا وہ اس کی طرف سے اس کی نماز پڑھے گا اس کا روزہ رکھے گا اس کی طرف سے حج کرے گا اور جب تک زندہ رہے اس کی طرف سے

زکوٰۃ ادا کرے گا۔ اتفاق یہ کہ اس کے دونوں ساتھی مر گئے۔ صفوان تنہا باقی رہ گیا تو وہ ان لوگوں سے کئے ہوئے معاہدہ کو پورا کیا کرتا تھا۔ ان دونوں کی طرف سے نمازیں پڑھتا۔ زکوٰۃ دیتا اور ان دونوں کی طرف حج ادا کرتا اور جب بھی کوئی خیر وخیرات کرتا ان لوگوں کی طرف سے بھی کرتا۔

ایک مرتبہ اس کے کسی پڑوسی نے جو کوفہ کا رہنے والا تھا مکہ میں صفوان سے کہا میرے یہ دو دینار اپنے ساتھ لیتے جائیے میرے گھر دیجئے گا۔ تو انھوں نے کہا بات یہ ہے میں کرایہ کی سواری پر آیا ہوں اب میں اس کے متعلق اپنے جمّال سے مشورہ کر لوں تو تمھیں جواب دوں گا۔

(الاختصاص صہ ۸۸)

(۱۶) —— کسی کی طرف سے بدگمانی میں عجلت نہ کرو

محمد بن علی قمی کا بیان ہے کہ میرے پاس حضرت ابو جعفرؑ نے ایک آدمی کے ہاتھ ایک خط بھیجا جس میں لکھا تھا کہ تم میرے پاس آجاؤ۔ لہٰذا میں مدینہ پہنچا اور آپ دار خان بزیع میں مقیم تھے۔ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا سلام کیا۔ آپ نے صفوان اور ابن سنان کے متعلق بہت سی باتیں سنی تھیں اس کا تذکرہ کیا۔ تو میں نے اپنے دل میں کہا کہ میں زکریا بن آدم کی طرف سے صفائی پیش کر دوں تاکہ وہ ان الزامات سے بچ جائے جو اوروں کے متعلق ہیں۔ مگر پھر دل نے کہا کہ میں اس معاملہ میں کیوں دخل دوں یہ خود بہتر جانتے ہیں کہ کیا کیا جائے۔ پھر آپ نے فرمایا اے ابو علی ابو یحییٰ جیسے لوگوں کے متعلق اتنی عجلت نہیں کرنی چاہئے جب کہ میرے پدر بزرگوار کے ساتھ اس کی خدمات ہیں۔

احمد بن عمر حلال سے روایت ہے اس کا بیان ہے کہ میں نے سنا کہ اخرس مکّہ کے اندر حضرت امام رضا علیہ السلام کی بدگوئیاں کرتا پھرتا تھا تو میں مکہ پہنچا اور ایک چھرا خریدا اور اسے دیکھا تو کہا خدا کی قسم جوں ہی یہ مسجد سے نکلا میں اس کو قتل کر دوں گا۔ اور اس ارادہ سے وہیں باہر کھڑا ہو گیا کہ اتنے میں حضرت امام رضا علیہ السلام کا ایک رقعہ مجھے ملا جس میں تحریر تھا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ تجھے میرے حق کی قسم اخرس سے خود کو روک لے۔ اس لئے کہ مجھے اللہ پر بھروسہ ہے اور وہی میرے لئے کافی ہے۔ بصائرالدرجات صہ ۲۵۲

(۱۷) —— آپ کے لائق ستائش اصحاب

آپ کے لائق ستائش اصحاب میں سے ایک عبداللہ بن جندب بجلّی بھی تھے یہ حضرت

ابو ابراہیم (موسیٰ بن جعفر) اور حضرت ابو الحسن رضا علیہما السلام کے وکیل تھے۔ یہ بڑے عبادت گذار تھے اور ان دونوں حضرات کے سامنے ان کی بڑی قدر و منزلت تھی جیسا کہ ان کے متعلق بہت سی روایتیں ہیں۔ اور ان لائق ستائش لوگوں میں کچھ اور لوگ بھی ہیں۔ چنانچہ ابو طالب قمی کی روایت ہے کہ میں حضرت ابو جعفر ثانی کی خدمت میں آپ کی عمر کے آخری حصہ میں پہنچا تو آپ نے فرمایا۔ صفوان بن یحییٰ و محمد بن سنان و زکریا بن آدم و سعد بن سعد کو اللہ تعالیٰ ہماری طرف سے جزائے خیر دے ان لوگوں نے میرے ساتھ وفاداری نبھائی۔ اور زکریا بن آدم تو آپ کے دوستداروں میں سے تھے۔

اور حضرت ابو جعفر علیہ السلام نے ایک خط کے جواب میں یہ تحریر فرمایا کہ:۔

"تم نے جو ایک مرنے والے کا ذکر کیا ہے کہ وہ قضائے الٰہی سے فوت ہو گیا تو اللہ یوم ولادت یوم وفات اور یوم حشر اس پر رحم فرمائے۔ واقعاً وہ اپنی پوری زندگی حق کا عارف، حق کا قائل، حق پر صابر اور حق کے لئے محتسب رہا۔ اور اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے جو فریضہ اس پر عائد تھا وہ اس پر قائم رہا۔ اللہ اس پر رحم کرے۔ وہ مر گیا مگر اس نے نہ کبھی نکث بیعت کی۔ نہ اس میں کوئی تبدیلی آئی۔ اللہ اس کو اس کی نیت کا اجر اور اس کے عمل کی جزا عطا فرمائے۔

اور محمد بن سنان تو ان کے متعلق علی بن الحسین بن داؤد سے روایت ہے ان کا بیان ہے کہ میں نے حضرت ابو جعفر ثانی کو محمد بن سنان کا خیر کے ساتھ ذکر کرتے ہوئے سنا۔ آپ فرماتے تھے کہ ہم اس سے راضی ہیں اللہ بھی اس سے راضی ہے۔ اس نے نہ کبھی میری مخالفت کی اور نہ میرے پدر بزرگوار کی مخالفت کی۔ (غیبۃ الشیخ طوسی ص ۲۲۵)

(۱۸) —— رواۃ نص امامت

حضرت امام رضا علیہ السلام کی امامت پر ان کے پدر بزرگوار کے جن خاص اصحاب ثقہ، اہل علم و ورع، فقیہ اور شیعہ حضرات نے نص کی روایت کی ہے ان میں سے داؤد بن کثیر رقی۔ محمد بن اسحاق بن عمار۔ علی بن یقطین۔ نعیم قابوسی۔ حسین بن مختار۔ زیاد بن مروان مخزومی داؤد بن سلیمان۔ نصر بن قابوس۔ داؤد بن زربی۔ یزید بن سلیط اور محمد بن سنان بھی ہیں۔

(ارشاد شیخ مفید ص ۲۸۵)

(۱۹) ـــــ عفو و درگذر

صفوان سے روایت ہے کہ اس نے حضرت امام رضا علیہ السلام سے محمد بن خالد کے حاضرِ خدمت ہونے کی اجازت لی اور عرض کیا کہ اس نے یہ بات نہیں کہی تھی بلکہ اس نے کہا ہے کہ خدا کی قسم میری ملاقات کا مقصد صرف یہ ہے کہ بات ختم ہو جائے۔ آپ نے فرمایا۔ اچھا اسے بلالو۔ وہ حاضر ہوا اور اس نے عرض کیا میں آپ پر قربان یقیناً میری کوتاہی اور تقصیر ہے میں نے خود اپنے اوپر ظلم کیا۔ اور یہ ان لوگوں میں شمار ہوتا تھا جن کے متعلق یہ گمان تھا کہ یہ حضرت امام رضا علیہ السلام کی بدگوئیاں کرتے ہیں۔ اس نے کہا جو کچھ مجھ سے سرزد ہوا میں اس کے لئے اللہ سے توبہ استغفار کرتا ہوں اور چاہتا ہوں آپ میری معذرت قبول فرمائیں، میری خطائیں معاف کریں۔ آپ نے فرمایا۔ ہاں میں نے تیری معذرت قبول کی، اگر نہ قبول کروں تو یہ اور ان کے ساتھیوں کی بات غلط ثابت ہو جائے گی اور یہ کہہ کر آپ نے میری طرف اشارہ فرمایا کہ تمھارے مخالفین کی تصدیق ہو جائے گی۔ اور اللہ تعالیٰ بھی اپنے نبی سے کہتا ہے فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ ج وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ (سورہ آل عمران ۱۵۹)

اس کے بعد آپ نے اس کے باپ کے متعلق دریافت کیا تو اس نے کہا کہ ان کا تو انتقال ہو گیا تو آپ نے اس کے باپ کے لئے مغفرت کی دعا کی۔

(۲۰) ـــــ لباسِ حکمران

آبی نے اپنی کتاب "نثر الدر" میں یہ واقعہ تحریر کیا ہے کہ خراسان میں کچھ صوفیائے کرام حضرت امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوتے اور کہا کہ امیر المؤمنین مامون نے نظر دوڑائی کہ دیکھیں اللہ نے اپنی طرف سے اولی الامر کن لوگوں کو بنایا ہے تو اس کی نظر آپ پر ٹھہری تو اس نے آپ کو سب سے اولیٰ پایا۔ لہٰذا اس نے ولی عہدی آپ کے سپرد کر دی۔ مگر قوم کو تو ایسے فرد کی ضرورت ہے جو موٹا جھوٹا کھائے اور موٹا جھوٹا پہنے۔ گدھے پر سواری کرے۔ لوگوں کی عیادت کو جایا کرے۔ راوی کا بیان ہے کہ یہ سن کر حضرت امام رضا علیہ السلام تکیہ لگائے تھے اب سیدھے ہو کر بیٹھ گئے۔ اور فرمایا تمھیں معلوم ہونا چاہیئے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نبی تھے اور وہ ریشم و دیباج کی ایسی قبائیں پہنتے تھے جس پر سونے کی تاروں کا کام کیا ہوا ہوتا۔ اور

آل فرعون کے تخت اور مسند پر بیٹھتے تھے اور حکومت کرتے تھے۔ لہٰذا امام سے قسط و عدل کی توقع رکھنی چاہیئے۔ وہ اپنے قول کا سچا ہو۔ جب کوئی فیصلہ کرے تو عدل کے ساتھ کرے جب کوئی وعدہ کرے تو اسے پورا کرے۔ اللہ تعالیٰ نے اچھے لباس اور اچھے کھانوں کو حرام تو نہیں کیا ہے۔ چنانچہ وہ خود سورہ اعراف میں ارشاد فرماتا ہے۔

قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَالطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ ۔ سورہ الاعراف ۳۲ (نثر الدر)

(۲۱) —— مدح محمد بن سنان

میں نے ان لوگوں کو سنا جو محمد بن سنان کی بدگوئی اور ان پر طعنہ زنی کرتے ہیں لیکن شاید وہ اس پر طعنہ زنی ہی کرنا جانتے ہیں۔ اس کے محاسن اور پاکیزگی نفس کو نہیں جانتے۔

چنانچہ شیخ مفید علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب کمال شہر رمضان میں تحریر فرمایا ہے کہ آئمہ طاہرین علیہم السلام سے اس شخص کی تعریف میں بہت سی روایات مشہور ہیں۔

مثلاً عبداللہ بن الصلت سے روایت ہے کہ حضرت ابو جعفر علیہ السلام نے فرمایا اللہ محمد ابن سنان کو جزائے خیر دے وہ ہمارا وفادار تھا۔ علی بن حسین بن داؤد کی روایت کہ حضرت ابو جعفر علیہ السلام نے محمد بن سنان کو یاد کیا اور فرمایا ہم اس سے راضی ہیں اللہ اس سے راضی ہو اس نے نہ کبھی میری مخالفت کی اور نہ کبھی میرے پدر بزرگوار کی مخالفت کی۔

پھر اس کی جلالتِ قدر اور علوِ شان کے لئے یہی کافی ہے کہ اس نے ہمارے آئمہ علیہم السلام میں سے تین اماموں سے ملاقات کی اور ان سے روایات لیں۔ یعنی حضرت امام موسیٰ بن جعفرؑ اور حضرت امام ابو الحسن علی الرضا علیہ السلام اور حضرت ابو جعفر محمد بن علی علیہ السلام۔

نیز ان کے ذریعہ حضرت ابو جعفر علیہ السلام کا معجزہ ظاہر ہوا۔ اور وہ یہ کہ حسب روایت محمد بن حسین بن ابی خطاب۔ بیچارے محمد بن سنان نابینا تھے۔ حضرت ابو جعفرؑ ثانی علیہ السلام نے اپنا دست مبارک پر مسح کیا اور ان کی بینائی پلٹ آئی۔

حسین بن احمد مالکی کا بیان ہے کہ میں نے احمد بن ملیک کرخی سے پوچھا کہ محمد بن سنان کے متعلق لوگ کہتے ہیں کہ غالی ہے آپ کا کیا خیال ہے۔ تو انھوں نے کہا خدا کی پناہ ایسی بات نہیں انھوں نے تو مجھے باب طہارت کی تعلیم دی۔ وہ ایک مرد مرتاض اور عبادت گذار تھے۔

(۲۲) —— شرائطِ شاہی نوکری

حسن بن حسین انباری کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام ابوالحسن علیہ السلام کو خط لکھا اور ان سے شاہی نوکری کی اجازت چاہی نیز خط کے آخر میں یہ بھی لکھا کہ مجھے اپنی گردن زدنی کا بھی خطرہ ہے اس لئے کہ بادشاہ کہتا ہے تو رافضی ہے اور اس میں شک بھی نہیں کہ میں نے رفض ہی کی وجہ سے شاہی نوکری چھوڑی۔

حضرت امام ابوالحسن علیہ السلام نے جواب میں تحریر فرمایا۔ میں نے تمھارے خط کا مطلب سمجھ لیا ہے اور یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ تمھیں اپنی جان کا خطرہ ہے۔ اگر تمھیں یہ معلوم ہے کہ اس شاہی نوکری میں تم جو کام کروگے وہ حکم خدا اور حکم رسول کے مطابق ہوگا اور پھر تمھارے ماتحت عملہ میں تمھارے اہلِ بیت ہوں گے اگر کوئی بات ہوئی تو تم ان غریب مومنین کے ساتھ ہمدردی کروگے خواہ عملہ میں ایک ہی مومن کیوں نہ ہو اگر ایسا ہے تو ٹھیک ہے۔ اگر ایسا نہیں تو پھر نہیں۔

(۲۳) ═══ اصحاب ثقہ

ابواحمد محمد بن ابی عمیر۔ اور ابوعمیر کا نام زیاد تھا یہ ازد کے غلاموں میں سے تھے۔ عامہ اور خاصہ دونوں کے نزدیک سب سے زیادہ موثق سب سے زیادہ عبادت گذار سب سے زیادہ پرہیزگار تسلیم کئے گئے ہیں یہ یکتائے زمانہ تھے۔ انھوں نے حضرت موسیٰ بن جعفر کا زمانہ بھی پایا مگر ان سے کوئی روایت نہ کرسکے۔ صرف حضرت امام رضا علیہ السلام سے روایت کرنے کا انھیں موقع ملا۔ (الاختصاص ص۸۶)

(۲۴) —— ابوجویر

زکریا بن آدم کا بیان ہے کہ ایک دن میں اوّل شب حضرت امام رضا کی خدمت میں حاضر ہوا اور اسی زمانہ میں ابوجویر رحمہ اللہ کا انتقال ہو چکا تھا۔ تو آپ نے ان کے متعلق پوچھا پھر ان کے لئے رحمت کی دعا کی۔ اس کے بعد وہ ہم سے اور ہم ان سے مسلسل باتیں کرتے رہے یہاں تک کہ فجر طالع ہوگئی پھر آپ نے اٹھ کر صبح کی نماز پڑھی۔ (الاختصاص ص۸۶)

(۲۵) گھر چھوڑنے کی ممانعت

زکریا ابن آدم کا بیان ہے کہ ایک دن میں نے حضرت امام رضا علیہ السلام سے عرض کیا کہ میں چاہتا ہوں کہ اپنے خاندان اور کنبہ کو چھوڑ کر کہیں اور چلا جاؤں۔ اس لئے کہ ان میں بیوقوفوں کی کثرت ہو چکی ہے۔ آپ نے فرمایا ایسا نہ کرو اس لئے کہ تمھاری ہی وجہ سے اہلِ قم ان کی حمایت کرتے ہیں۔ جس طرح ابوالحسن علیہ السلام کی وجہ سے اہلِ بغداد کا دفاع ہوتا ہے۔

(الاختصاص ص۸۷)

(۲۶) دینی مسائل کی دریافت

علی بن مسیب کا بیان ہے کہ ایک بار میں نے حضرت امام رضا علیہ السلام سے عرض کیا کہ میرا گھر دور ہے میں ہر وقت آپ کے پاس نہیں پہنچ سکتا۔ اس لئے فرمائیں کہ میں وہاں دینی معلومات کس سے حاصل کروں۔ آپ نے فرمایا زکریا بن آدم سے اس لئے کہ اس کا دین اور اس کی دنیا دونوں محفوظ ہیں۔ ابنِ مسیب کا بیان ہے جب میں وہاں سے واپس ہوا تو زکریا بن آدم کے پاس گیا اور ان سے اپنی ضرورت کے مسائل دریافت کیے۔ (الاختصاص ص۸۷)

(۲۷) صفوان اور محمد بن سنان کا کردار

ابنِ عیسیٰ کا بیان ہے کہ حضرت ابو جعفر علیہ السلام نے اپنے ایک آدمی کو اپنا خط دے کر میرے پاس بھیجا۔ اور اس میں مجھے حاضرِ خدمت ہونے کا حکم دیا تھا۔ اس وقت آپ مدینہ میں دار خان بزیع کے اندر مقیم تھے۔ میں وہاں پہنچا اندر داخل ہوا۔ سلام کیا۔ آپ نے صفوان اور محمد بن سنان کا ذکر فرمایا اور ان کے متعلق جو متعدد خبریں ملی تھیں اسے بیان کیا۔ تو میں نے اپنے دل میں کہا کہ میں زکریا بن آدم کی صفائی پیش کر دوں تاکہ وہ ان الزامات سے بچ جائیں جو ان پر عائد ہیں۔ مگر پھر دل میں کہا کہ مجھے کیا مطلب کہ اس معاملہ میں دخل دوں۔ جبکہ مولا ان لوگوں سے مشکوک ہیں۔ امام بہتر جانتے ہیں کہ وہ کیا کریں۔

تو آپ نے فرمایا اے ابو علی سنو۔ ابو یحییٰ ایسے شخص کے لئے رائے قائم کرنے میں تعجیل نہیں کرنی چاہیئے میرے پدر بزرگوار کے ساتھ ان کی خدمات ہیں ان کے بعد میرے نزدیک اس کی منزلت ہے مگر میرا مال جو ان کے پاس ہے اس کی مجھے ضرورت ہے میں نے عرض کیا میں آپ پر قربان۔ وہ مال آپ کے پاس بھیجنے والا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اچھا جب تم اس سے ملو تو

یہ بتادو کہ مال جو رکا ہے وہ میمون اور مسافر کے اختلافات کی وجہ سے رکا ہے اور میرا خط لے جاؤ اسے دے دو اور کہو کہ وہ میرے پاس مال بھیج دے۔ میں آپ کا خط لے کر زکریا بن آدم کے پاس گیا اور وہ مال لے کر آپ کے پاس گئے۔ (الاختصاص ص۸۷)

(۲۸) ــــــ امامت و خلافت پر بحث

ابو ہذیل سے یہ واقعہ نقل کیا گیا ہے اس کا بیان ہے کہ میں مقام رقّہ پہنچا تو مجھ سے بیان کیا گیا کہ دیر زکی میں ایک مجنون شخص ہے مگر باتیں اچھی کرتا ہے یہ سن کر میں بھی اس کے پاس گیا تو دیکھا کہ ایک بوڑھا خوش منظر شخص تکیہ لگائے بیٹھا ہے اور اپنے سر اور داڑھی کو کنگھی کر رہا ہے۔ میں نے سلام کیا اس نے جواب سلام دیا اور پوچھا تم کس ملک کے رہنے والے ہو؟ میں نے کہا میں اہلِ عراق کا ہوں۔ بولا بہت خوب عراق والے تو بڑے ظریف اور صاحبِ ادب ہوتے ہیں۔ اس نے پھر پوچھا عراق میں کہاں سے تعلق ہے؟ میں نے کہا بصرہ کا رہنے والا ہوں۔ کہا۔ بصرہ والے تو بڑے تجربہ کار اور اہلِ علم ہوا کرتے ہیں۔ پوچھا مگر ان میں کس طبقہ سے ہو؟ ابو ہذیل نے کہا میرا تعلق طبقہ متکلمین سے ہے۔ یہ سنتے ہی وہ بوڑھا اپنے تکیہ سے ہٹا اور مجھے اپنی جگہ بٹھا دیا۔

پھر ادھر کی باتیں کرنے کے بعد اس نے پوچھا۔ امامت کے متعلق تمھارا کیا خیال ہے؟ میں نے کہا آپ کی مراد امامت سے کیا ہے؟ بولا۔ یہی کہ تم بعد نبی کس کو مقدم سمجھتے ہو؟ میں نے کہا اسی کو جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے مقدم کیا تھا۔ بولا۔ وہ کون؟ میں نے کہا حضرت ابوبکرؓ۔ اس نے کہا اے ابو ہذیل بتاؤ ان کو کس بنیاد پر مقدم کیا؟ میں نے کہا اس لئے کہ نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا تھا کہ تم اپنے میں سے جو سب سے بہتر اور افضل ہو اس کو مقدم کرنا۔ اور سب لوگ ان کے مقدم کرنے اور خلیفہ بنانے پر راضی ہو گئے۔

اس بوڑھے نے کہا اے ابو ہذیل یہی تو تم ٹھنجی کھا گئے۔ کیا تم نے یہ ابھی نہیں کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا تھا کہ اپنے سے بہتر کو مقدم کرنا اور اپنے سے افضل کو والی امر بنانا۔ اور میں تم کو اس کا ثبوت دوں گا کہ حضرت ابوبکرؓ بعد بیعت جب منبر پر گئے تو بولے۔ تم لوگوں نے مجھے اپنا ولی تو بنا لیا مگر میں تم لوگوں سے بہتر نہیں ہوں۔ یہ بات دو حال سے خالی نہیں یا تو واقعاً وہ سب سے بہتر نہ تھے مگر لوگوں نے ان کو والی بنا لیا۔ ایسی صورت میں ان لوگوں نے حکم نبیؐ کی مخالفت کی یا حضرت ابوبکرؓ نے غلط کہا کہ میں تم لوگوں سے بہتر نہیں ہوں۔

اب تمھارا یہ کہنا کہ سب لوگ ان کی خلافت پر راضی ہو گئے تھے تو یہ بھی غلط۔ اکثر انصار

نے کہا تھا کہ منا امیر و منکم امیر ایک امیر ہم میں سے ہو اور ایک امیر تم میں سے ہو۔ اب رہ گئے مہاجرین تو ان میں سے حضرت زبیر بن العوام نے تو صاف کہہ دیا کہ ہم علی کے سوا کسی کی بیعت نہ کریں گے۔ تو ان کی تلوار توڑ دی گئی پھر حضرت ابوسفیان بن حرب نے حضرت علیؑ سے آکر کہا اگر آپ چاہیں تو میں ابھی اس مدینہ کو سواروں اور پیدلوں سے بھر دوں۔ حضرت سلمان نکلے تو وہ بولے کہ (کردند و نکردند) ان لوگوں نے بہت کیا پر کچھ بھی نہ کیا۔ ان لوگوں کو خود نہیں معلوم کہ ہم نے کیا کیا اور پھر حضرت مقداد اور حضرت ابوذر یہ سب بھی تو آخر مہاجرین ہی میں سے تھے۔

اب تمہی بتاؤ اے ابوہذیل کہ حضرت ابوبکرؓ نے منبر پر کھڑے ہو کر کہا کہ میرا ایک شیطان ہے جو اکثر میرے سر آجاتا ہے لہٰذا جب تم مجھے غضبناک دیکھو تو بچ کر رہو کہیں ایسا نہ ہو کہ ہم کھال ادھیڑ دیں سر پر ایک بال نہ رہنے دیں۔

اور یہ بھی بتاؤ اے ابوہذیل کہ ایک مرتبہ حضرت عمرؓ منبر پر کھڑے ہوئے تو فرمایا کہ کاش میں ابوبکرؓ کے سینہ کا ایک بال ہوتا۔ پھر وہی جب دوسرے جمعہ کو منبر پر کھڑے ہوتے ہیں تو فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکرؓ کی بیعت تو بالکل اتفاقیہ اور ناگہانی طور پر ہو گئی۔ اللہ نے اس کے شر سے سب کو محفوظ رکھا۔ اب اگر انہی کی مثل کسی اور کی بیعت کی جائے تو اس کو قتل کر دو۔

اے ابوہذیل اسے کیا کہو گے کہ بعض لوگوں کے گمان کے مطابق رسولِ خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے کسی کو خلیفہ نہیں بنایا مگر حضرت ابوبکر نے حضرت عمر کو اپنا خلیفہ بنایا اور حضرت عمر نے خود کسی کو خلیفہ نہیں بنایا۔ بلکہ انھوں نے چھ آدمیوں پر مشتمل ایک شوریٰ کمیٹی بنائی اور یہ سمجھ کر کہ یہ سب کے سب جنتی ہیں۔ مگر حکم یہ دیا کہ اگر یہ لوگ کسی ایک پر متفق نہ ہوں، چار کی رائے ایک ہو اور دو کی رائے ان چاروں کے مخالف تو ان دونوں کو قتل کر دو۔ اور تین ایک رائے ہوں اور تین دوسرے اس کے مخالف تو جس گروہ میں عبدالرحمٰن بن عوف نہ ہوں اس کو قتل کر دو۔

اور پھر اے ابوہذیل اسے کیا کہو گے کہ جب حضرت عمرؓ گھائل ہوئے تو عبداللہ بن عباس ان کو دیکھنے گئے اور ان کا بیان ہے کہ میں نے حضرت عمر کو جزع فزع کرتے دیکھا۔ میں نے عرض کیا یا امیر المؤمنین یہ جزع فزع یہ ہائے وائے کیسی؟ انھوں نے فرمایا اے ابن عباس یہ میری ہائے وائے خود اپنے لئے نہیں ہے بلکہ یہ ہائے وائے امر خلافت کے لئے ہے کہ میرے بعد کون خلافت کے لائق ہے۔ ابن عباسؓ کا بیان ہے کہ میں نے کہا اس میں پریشانی کی کیا بات ہے آپ طلحہ بن عبید اللہ کو خلیفہ بنا جائیں۔ حضرت عمرؓ نے کہا تمھیں معلوم ہے کہ وہ بہت گرم مزاج

ہیں اور رسول اللہؐ بھی ان کو جانتے تھے۔ اور گرم مزاج آدمی مسلمانوں کا خلیفہ نہیں ہو سکتا۔

میں نے کہا پھر زبیر بن العوام کو خلیفہ بنا دیں۔ حضرت عمرؓ نے جواب دیا یہ بہت بخیل انسان ہیں یہ اپنی زوجہ سے دھاگے کا ایک ایک کبہ بچاتے ہیں۔ پھر بھلا بخیل شخص مسلمانوں کا خلیفہ کیسے ہو سکتا ہے۔

میں نے کہا اچھا پھر سعد بن ابی وقاص کو سہی تو بولے کہ وہ تو محض گھوڑ سواری اور تیر اندازی کریں وہ میدانِ خلافت کے شہسوار نہیں۔

میں نے کہا خیر عبدالرحمٰن بن عوف کو خلافت سپرد کر دی جائے۔ حضرت عمرؓ بولے یہ شخص تو اپنے اہل و عیال کو بھی نہیں سنبھال سکتا تو خلافت کیا سنبھالے گا۔

میں نے کہا سب کو چھوڑیے عبداللہ بن عمر کے حوالے یہ خلافت کر دیجئے۔ یہ سُن کر حضرت عمر سیدھے ہو بیٹھے اور بولے۔ اے ابن عباس خدا کی قسم اس کا تو میں نے کبھی ارادہ ہی نہیں کیا۔ کیا ایسے کو خلیفہ بنا دوں جو سیدھے سے اپنی زوجہ کو طلاق بھی نہ دے سکے۔

میں نے کہا اچھا عثمان بن عفان ہیں انہیں بنا دیجئے۔ تو جواب دیا خدا کی قسم اگر میں انہیں خلیفہ بنا دوں تو وہ سارے آل ابی معیط کو مسلمانوں کے گردنوں پر بٹھا دیں گے اور میرا خیال ہے کہ اگر میں ان کو خلیفہ بنا جاؤں تو (یہ ایسے کام کریں گے کہ) قتل کر دیئے جائیں گے اور یہ بات انھوں نے تین مرتبہ کہی۔

بالآخر میں چپ ہو گیا مجھے چپ دیکھ کر انھوں نے خود ہی یہ چھیڑا اور کہا کہ ان صاحب کا نام کیوں نہیں لیتے؟ میں نے کہا اچھا تو پھر حضرت علی کو خلیفہ بنا دیں

حضرت عمر نے جواب دیا خدا کی قسم اسی کا تو مجھے آج رونا ہے کہ صاحبانِ حق سے ان کا حق لے لیا گیا۔ خدا کی قسم اگر میں علی کو خلیفہ بنا جاؤں تو یہ ساری امّت کو صحیح راہ پر چلانے کی کوشش کریں گے اور اگر امّت نے ان کی اطاعت کی تو سیدھے جنّت میں جائے گی۔

اے ابوھذیل کہاں تو حضرت عمر امیرالمومنین علی ابن ابی طالب کے متعلق یہ کہتے ہیں اور چھ آدمیوں کا شوریٰ قائم کر دیتے ہیں۔ یہ تو بڑے افسوس کی بات ہے۔

ابوھذیل کا بیان ہے کہ ابھی وہ ہم سے گفتگو کر ہی رہے تھے کہ اسی اثنا میں (ان کی عقل پھر جاتی رہی) بہر حال میں نے یہ قصہ جب مامون رشید سے بیان کیا اور درحقیقت اس بیچارے کا سارا قصہ یہ تھا کہ اس کا سارا مال ساری جائیداد دغا بازی اور غداری کی بنا پر جا چکی تھی پھر وہ کیوں نہ دیوانہ ہو جاتا۔ تو مامون نے آدمی بھیج کر اسے بلوایا۔ اس کا علاج کرایا پھر

اس کا سارا مال اور ساری جائیداد اس کو واپس دلائی۔ اور اسے اپنا مصاحب اور ندیم بنا لیا۔ مامون اسی طرح تشیع کا اظہار کیا کرتا تھا۔ اور اللہ کی حمد ہر حال میں۔ احتجاج صہ ۱۹۶

(تذکرۃ الخواص سبط ابن جوزی صہ ۳۵) (کتاب عقلاء المجانین)

(۴۹) ـــــ دین کامل ہونے کا مطلب

ابو علی محمودی نے اپنے باپ سے روایت کی ہے۔ ان کا بیان ہے کہ میں نے ایک مرتبہ ابو ھذیل علاف سے کہا کہ میں آپ کے پاس چند باتیں پوچھنے کے لئے آیا ہوں۔ انھوں نے کہا پوچھو۔ اللہ مجھے اس کے جواب کی توفیق دے اور غلطی سے بچائے۔ راوی کا بیان ہے کہ میرے والد نے پوچھا کیا آپ کے دین میں یہ نہیں ہے کہ اللہ کی طرف سے عصمت اور توفیق انسان کو اسی وقت ملتی ہے جب وہ اپنے عمل سے اس کا مستحق بن جائے۔ ابو ھذیل نے کہا ہاں۔ میرے والد نے کہا پھر آپ کی اس دعا کے کیا معنی ؟ "عمل کیجئے اور لیجئے"۔ ابو ھذیل نے کہا اچھا بتاؤ تمہارا سوال کیا ہے۔ والد نے کہا میرے بزرگ مجھے قرآن کی اس آیت کا مطلب سمجھائیں۔ اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ سورہ مائدہ آیت ۳ " ابو ھذیل نے کہا مطلب صاف یعنی یہ کہ اللہ نے ہم لوگوں کے لئے دین کو کامل کر دیا ہے۔ والد نے کہا میرے بزرگ اگر میں آپ سے ایک مسئلہ ایسا پوچھوں کہ جس کا حل نہ آپ کو قرآن میں ملے نہ سنت رسول میں، نہ قول صحابہ میں اور نہ فقہا کے اجتہاد اور حیلہ میں تو پھر آپ کیا کریں گے۔؟ انھوں نے کہا بتاؤ تو وہ مسئلہ کیا ہے۔ والد نے کہا میرے بزرگ! وہ مسئلہ یہ ہے کہ دس نامردوں نے ایک عورت سے ایک ہی طہر میں زنا کیا مگر ان کی نوعیتیں مختلف تھیں۔ کسی نے نصف حد تک اپنی حاجت پوری کی اور کسی نے تا بحد امکان مقاربت کی۔ کیا دنیا میں اس وقت کوئی ایسی ہستی ہے جو یہ جانتا ہو کہ ان دس نامردوں میں سے ہر ایک کو اس کے ارتکاب جرم کے مطابق کتنی کتنی شرعی سزا ملنی چاہیئے تاکہ دنیا میں اس پر حد جاری کر دی جائے اور وہ آخرت کی سزا سے بچ سکے اور اب ہم دیکھتے ہیں آپ کیا کہتے ہیں کیا دین ہمارے لئے کامل ہو گیا۔ ابو ھذیل نے کہا افسوس اب معلوم ہوا کہ اس آیت کا آخری حصہ امامت کے متعلق ہے۔ (رجال کشی صہ ۴۷ نمبر ۴۴)

بحار الانوار

باب ۱۸

شہادت کے متعلق پیشینگوئیاں

(۱) ـــــــ شیطان کسی نبی یا امام کی شکل میں نہیں آسکتا

حضرت امام ابوالحسن علی ابن موسیٰ رضا علیہ السلام سے روایت ہے کہ اہلِ خراساں میں سے ایک شخص آپ کی خدمت میں آیا اور عرض کیا فرزندِ رسول میں نے خواب میں دیکھا کہ جیسے حضرت رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے ہیں کہ اس وقت تمہارا کیا حال ہوگا جب میرا ایک لختِ جگر تمہاری سرزمین میں دفن کیا جائے گا۔ میری امانت تمہارے سپرد ہوگی اور میرا ایک ستارہ تمہاری خاک میں غروب ہو جائے گا؟

حضرت امام رضا علیہ السلام نے فرمایا سنو۔ میں تمہاری سرزمین میں دفن ہوں گا۔ میں تمہارے نبی کا لختِ جگر ہوں۔ اس امانت اور اس ستارہ سے مراد میں ہوں۔ اور آگاہ رہو کہ جو شخص ہمارے اس حق کو پہچانتے ہوئے جو اللہ کی طرف سے واجب ہے اور میری اطاعت کا دم بھرتے ہوئے میری قبر کی زیارت کو آئے گا تو قیامت کے دن ہم اور ہمارے آبائے کرام اس کے شفیع ہوں گے اور جس کے ہم لوگ شفیع ہوں وہ نجات پا جائے گا خواہ اس پر گناہوں کا بوجھ دو عالم کے جن وانس کے بوجھ کے برابر کیوں نہ ہو۔ اور سنو میرے پدر بزرگوار نے میرے پدر سے اور انہوں نے اپنے پدر بزرگوار سے روایت کی ہے کہ حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:۔

جس شخص نے اپنے خواب میں مجھے دیکھا اس نے واقعاً مجھ ہی کو دیکھا اس لئے کہ شیطان کبھی میری صورت میں یا میرے اوصیاء کی صورت میں یا میرے کسی شیعہ صورت میں متمثل و متشکل نہیں ہو سکتا سچا خواب نبوت کے ستر حصوں میں سے ایک حصہ ہے۔

(عیون اخبار الرضا جلد ۲ ص ۲۵۷) (امامی شیخ صدوق ص ۶۴)

(۲) ـــــــ ہر امام قتل ہوگا یا شہید

ہروی سے روایت ہے کہ میں نے حضرت امام رضا علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سُنا کہ ہم (آئمہ) میں سے ہر ایک مقتول ہوگا یا شہید۔ تو عرض کیا گیا کہ فرزندِ رسول آپ کو کون قتل کرے گا؟ آپ نے فرمایا میرے زمانے کا بدترین شخص مجھے زہر سے قتل کرے گا اور مجھے دارِ مضیعہ میں اور مسافرت کے عالم میں دفن کر دے گا۔ آگاہ ہو کہ جو شخص میری غریب الوطنی میں میری قبر کی زیارت کو آئے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کے نامۂ اعمال میں ایک لاکھ شہیدوں۔ ایک

لاکھ صدیقین۔ ایک لاکھ حاجیوں اور عمرہ کرنے والوں اور ایک لاکھ مجاہدین کا ثواب تحریر کر دے گا۔ اور وہ ہمارے گروہ میں محشور ہوگا۔ اور اللہ تعالیٰ اسے جنت کے بلند درجات میں ہمارا رفیق بنا دے گا۔ (امالی شیخ صدوق علیہ الرحمہ ص ۶۳)

(عیون اخبار الرضا جلد ۲ ص ۲۵۶)

(۳) ——— ثواب زیارت روضۂ رضویہ

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے اپنے آبائے کرام سے روایت کی ہے کہ حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عنقریب میرا ایک لخت جگر سرزمین خراساں میں دفن ہوگا۔ جو بھی بندہ مومن اس کی قبر کی زیارت کو جائے گا اللہ تعالیٰ اس پر جنت کو واجب اور اس کے جسم پر جہنم حرام کر دے گا۔ (عیون اخبار الرضا جلد ۲ ص ۲۵۶، امالی شیخ صدوق علیہ الرحمہ ص ۶۲)

(۴) ——— قاتل کے بارے میں پیش گوئی

حسن بن جہنم کی روایت ہے کہ میں مامون کے دربار میں ایک دن پہنچا تو وہاں حضرت علی ابن موسیٰ رضا بھی تشریف فرما تھے اور وہاں فقہا متکلمین کا مجمع تھا اور پھر اس سلسلے میں راوی نے امام رضا علیہ السلام سے لوگوں کے اور مامون کے سوالات اور امام کی طرف سے ان سب کے جوابات کا ذکر کیا اس کے بعد کہا جب حضرت امام رضا علیہ السلام دربار سے اٹھے میں بھی آپ کے پیچھے ہو لیا آپ اپنے دولت سرا پر واپس پہونچے اور میں بھی وہیں پہونچا اور عرض کیا فرزند رسول خدا کا شکر ہے اس نے آپ کے متعلق امیرالمومنین کی اچھی رائے قائم کر دی میں دیکھتا ہوں کہ وہ آپ کا بے حد احترام کرتا ہے اور آپ کی بات مانتا ہے۔ آپ نے فرمایا اے ابن جہنم تم نے جو اس کو میرا اکرام کرتا ہوا اور میری بات سنتا ہوا دیکھا ہے اس سے دھوکہ نہ کھانا۔ یہ عنقریب مجھ کو زہر سے شہید کرے گا یہ میرا قاتل ہے میرے آبائے کرام نے میرے متعلق جو پیش گوئیاں کی ہیں وہ اس سے خوب واقف ہے مگر دیکھو جب تک میں زندہ ہوں یہ بات کسی سے نہ کہنا۔

حسن بن جہنم کا بیان ہے کہ میں نے یہ بات کسی سے نہ بتائی یہاں تک حضرت امام رضا علیہ السلام طوس میں زہر سے شہید کئے گئے۔ اور قحطبہ طائی کے گھر میں اس قبر کے نیچے جہاں ہارون رشید کی قبر ہے آپ دفن کر دیئے گئے۔ (عیون اخبار الرضا جلد ۲ ص ۲۰۲)

(۵) ——— ہروی سے ایک طویل روایت ہے جس میں حضرت امام رضا علیہ السلام نے ان لوگوں کے قول کو باطل کیا جو شہادتِ حسین سے انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وہ نہیں بلکہ

ان کی شبیہہ قتل ہوئی۔

آپ نے فرمایا خدا کی قسم حسین علیہ السلام شہید ہوئے بلکہ امام حسین علیہ السلام سے بھی بہتر اور افضل حضرت امیر المومنینؑ اور حضرت امام حسنؑ شہید ہو چکے۔ اور ہم آئمہ میں سے ہر ایک مقتول یا شہید ہوگا۔ خدا کی قسم میں بھی زہر سے شہید ہونگا۔ اور مجھے درپردہ وہ شخص قتل کرے گا جو میرے متعلق اللہ تعالیٰ کی بھیجی ہوئی ان خبروں کو جو بذریعہ وحی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہوئیں جانتا ہوگا۔ (عیون اخبار الرضا جلد ۲ صـ ۲۰۲)

(۶) ــــــ حضرت امام جعفر صادق کی پیش گوئی

حسین بن زید سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ میرے فرزند موسیٰ بن جعفر کی اولاد میں سے ایک فرد جس کا نام امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام کے نام پر ہوگا وہ یہاں سے نکل کر طوس یعنی خراسان جائے گا۔ جہاں وہ زہر سے شہید ہوگا اور وہیں عالمِ مسافرت میں دفن ہوگا۔ جو شخص اس کے حق کو پہچانتے ہوئے اس کی قبر کی زیارت کو جائے گا اللہ تعالیٰ اس شخص کو قبل فتح مکہ راہِ خدا میں مال خرچ کرنے والے اور جہاد کرنے والے کے برابر اجر دے گا۔ (عیون اخبار الرضا جلد ۲ صـ ۲۵۵)

(۷) ــــــ حضرت امیر المومنین کی پیش گوئی

نعمان بن سعد کا بیان ہے کہ حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ میری اولاد میں سے ایک شخص سرزمین خراسان میں زہر سے شہید ہوگا جس کا نام میرا نام اور جس کے باپ کا نام موسیٰ بن عمران کا نام ہوگا۔ آگاہ رہو جو شخص اس کی غربت میں جا کر اس کی قبر کی زیارت کرے گا اللہ اس کے سارے اگلے پچھلے گناہ معاف کرے گا۔ خواہ وہ تعداد میں ستاروں کے برابر یا بارش کے قطروں کے برابر یا درختوں کے پتوں کے برابر کیوں نہ ہوں۔

بحار الانوار

باب ۱۹

اسبابِ شہادت

(۱) ایک صوفی کی حکایت

محمد بن سنان سے روایت ہے کہ میں اپنے آقا حضرت امام رضا علیہ السلام کے پاس خراسان میں تھا اور مامون جب دوشنبہ اور پنجشنبہ کو دربارِ عام لگاتا تو آپ کو اپنے داہنے جانب مسند پر بٹھاتا تھا۔ مامون کو اطلاع دی گئی کہ صوفیوں میں سے ایک شخص نے چوری کی ہے۔ حکم دیا کہ اس صوفی کو حاضرِ دربار کیا جائے۔ جب وہ صوفی سامنے لایا گیا تو مامون نے دیکھا کہ اس کا لباس زاہدانہ اور پیشانی پر سجدے کا نشان ہے۔ تو بولا۔ تمہارا یہ حلیہ اور اس پر یہ کرتوت؟ دیکھنے میں زاہدانہ لباس سجدہ کا نشان اور چوری کا الزام؟ صوفی نے کہا ہاں یہ جرم مجھ سے سرزد ہوا مگر مجبوراً۔ اختیاراً نہیں۔ اس لئے کہ ہمارا حق مالِ خمس اور مالِ غنیمت آپ نے روک رکھا ہے۔

مامون نے کہا خمس اور مال (فئ) غنیمت میں تمہارا حق کیسا؟ صوفی نے جواب دیا کہ اللہ تعالےٰ نے خمس کو چھ حصوں پر تقسیم کیا ہے۔ اس کا ارشاد " وَاعْلَمُوٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِی الْقُرْبٰى وَالْیَتٰمٰى وَالْمَسٰكِیْنِ وَابْنِ السَّبِیْلِ اِنْ كُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا یَوْمَ الْفُرْقَانِ یَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ " سورۃ الانفال آیت ۴۱

اور اسی طرح اللہ نے مالِ فئ کو بھی چھ حصوں پر تقسیم کیا چنانچہ ارشاد ہے۔

مَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰى فَلِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِی الْقُرْبٰى وَالْیَتٰمٰى وَالْمَسٰكِیْنِ وَابْنِ السَّبِیْلِ كَیْ لَا یَكُوْنَ دُوْلَةًۢ بَیْنَ الْاَغْنِیَآءِ مِنْكُمْ سورۃ الحشر آیت ۷

تو بتائیں کہ آپ نے میرے حقوق جو اللہ کی طرف سے واجب ہیں کیوں نہیں دیئے جبکہ میں مسافر (ابن سبیل) بھی ہوں اور مسکین و خالی ہاتھ بھی ہوں مسلمان و اہلِ قرآن بھی ہوں۔

مامون نے کہا اچھا تو کیا تمہاری ان دلیلوں سے میں چور کے متعلق جو اللہ نے حکم دیا ہے اور سزا تجویز کی ہے اسے معطل کر دوں؟ صوفی نے جواب دیا اگر ایسا ہے تو پہلے تم اس سزا کو اپنی ذات سے شروع کرو پہلے خود کو پاک کرو اس کے بعد دوسرے کو پاک کرو پہلے خود اپنے پر حد جاری کرو پھر دوسرے پر حد جاری کرو۔

یہ سن کر مامون حضرت امام رضا علیہ السلام کی طرف متوجہ ہوا اور بولا۔ بتائیے آپ کیا فرماتے ہیں؟

امام رضا علیہ السلام نے فرمایا۔ یہ کہتا ہے کہ میں نے چوری کی ہے چوری تو چوری ہے اس میں الجھن کی کیا بات ہے۔

مامون غصہ میں آیا اور اس نے صوفی سے کہا خدا کی قسم میں سزا میں تیرے ہاتھ کاٹوں گا۔ صوفی نے کہا۔ کیا تو میرے ہاتھ کاٹے گا جبکہ تو میرا غلام ہے (غلام کو حق نہیں کہ مالک کا ہاتھ کاٹے) مامون نے کہا تیرا ستیا ناس جائے کمبخت! میں تیرا غلام کیسے ہو گیا؟ صوفی نے کہا۔ اس طرح کہ تیری ماں مسلمانوں کے مال سے خریدی گئی تھی لہذا مشرق و مغرب میں جس قدر مسلمان ہیں ان سب کا تو غلام ہے جب تک کہ یہ سب تجھ کو آزاد نہ کریں خواہ کسی نے تجھے آزاد کیا ہو یا نہ کیا ہو میں نے تو تجھے آزاد نہیں کیا ہی نہیں اس کے علاوہ تم مال خمس بھی نگل گئے اور نہ تم نے آلِ رسول کا حق دیا اور نہ ہم جیسے مستحقین کا حق دیا۔

دوسری بات یہ کہ جو خود نجس ہو گا وہ دوسرے کو پاک نہیں کر سکتا۔ ہاں طاہر دوسرے کو طاہر کر سکتا ہے اور جس شخص پر حد شرعی خود عائد ہو وہ دوسرے پر حد شرعی جاری نہیں کر سکتا۔ کیا تم نے اللہ کا یہ ارشاد نہیں سنا؟ اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَ تَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَ اَنْتُمْ تَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝ البقرہ آیت ۴۴

یہ سن کر مامون نے پھر حضرت امام رضا علیہ السلام کی طرف رخ کیا اور بولا۔ اس شخص کے معاملہ میں آپ کی کیا رائے ہے؟ آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے ارشاد فرمایا ہے " فَلِلّٰهِ الْحُجَّةُ الْبَالِغَةُ " سورہ الانعام آیت ۱۴۹ اور یہ حجۃ بالغہ وہ ہے کہ یہ جاہل باوجود اپنی جہالت کے اس تک پہونچ گیا جیسے ایک عالم اپنے علم کے ذریعہ پہونچتا ہے اور آخرت کا ہر کام حجۃ ہی پر قائم ہے۔ اس جاہل نے حجت و دلیل پیش کر دی۔

یہ سن کر مامون نے اس صوفی کو تو رہا کر دینے کا حکم دے دیا مگر دربار سے اٹھ کر چلا گیا۔ اور حضرت امام رضا علیہ السلام کی طرف سے اس کے دل میں ایسی کدورت بھر گئی کہ بالآخر اس نے آپ کو زہر دے کر شہید کر دیا۔ اور اس سے پہلے وہ فضل بن سہل اور شیعوں کی ایک خاصی تعداد کو قتل کر چکا تھا۔ شیخ صدوق علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ میں نے یہ حکایت تحریر تو کر دی ہے مگر میں اس کی صحت کا ذمہ دار نہیں ہوں۔ عیون اخبار الرضا جلد ۲ ص ۲۳۷،۲۳۸ علل الشرائع جلد ۱ ص ۲۲۸

(۲) ——— ابو صلت ہروی کا بیان

احمد بن علی انصاری کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے ابو صلت ہروی سے دریافت کیا کہ یہ بتائیں کہ مامون باوجودیکہ حضرت امام رضا علیہ السلام کا بڑا اکرام کرتا اور ان سے محبت کرتا تھا بلکہ اس نے ان کو اپنا جانشین اور ولی عہد بھی بنا دیا تھا پھر اس کا نفس کیسے امام رضا علیہ السلام کے قتل

پر آمادہ ہوگیا۔

ابوصلت نے جواب دیا۔ مامون آپ سے محبت اور آپ کا اکرام تو آپ کے فضل و شرف کیوجہ سے کرتا تھا اور آپ نے بعد کے لئے ان کو ولیعہد اس لئے بنایا تاکہ دنیا دیکھ لے کہ یہ دنیا کی طرف کس قدر مائل ہیں اور لوگوں کے دلوں میں ان کی کوئی منزلت نہ رہ جائے مگر لوگوں کے دلوں پر اس کا کوئی اثر نہ ہوا بلکہ لوگوں کی نگاہوں میں ان کی منزلت اور بڑھ گئی تو اس نے شہر شہر کے متکلمین کو بلا بلا کر آپ سے مباحثے کرائے کہ یہ شاید کسی سے شکست کھا جائیں اور علماء کی نگاہ میں ان کا وقار جاتا رہے اور ان کا نقص عوام میں مشہور ہو جائے۔ مگر آپ سے جو بھی بحث کرنے کے لئے آیا خواہ وہ یہودی ہو یا نصرانی، مجوسی ہو یا صابئی، برہمن ہو یا ملحد، دین والا ہو یا بے دین یا اسلام کے کسی بھی فرقہ سے تعلق رکھنے والا ہو۔ آپ نے اسے لاجواب کر دیا اور اپنی دلیل اس سے منوالی۔ اور لوگ یہ کہنے لگے کہ خدا کی قسم مامون سے زیادہ تو خلافت کے یہ حقدار ہیں اور مامون کے خبر رساں یہ خبریں مامون تک پہونچاتے رہے۔ اس لئے وہ ان سے حسد و رشک کی آگ میں جلنے لگا۔ حالانکہ حضرت امام علیہ السلام کبھی اپنے حق کے لئے اس سے ملتجی نہ ہوئے بلکہ اکثر مواقع پر اس سے تعاون ہی کرتے رہے۔ مگر اس کے باوجود وہ ان سے دل میں دشمنی رکھنے لگا۔ اور موقع کی تلاش میں رہا جب موقع مل گیا تو زہر سے ان کو شہید کر دیا۔ عیون اخبار الرضا جلد ۲ ص ۲۳۹

(۳) ابراھیم بن عباس کا بیان۔

قاسم بن اسماعیل کا بیان ہے کہ میں نے ابراہیم ابن عباس کو کہتے ہوئے سنا کہ جب مامون نے لوگوں سے حضرت امام رضا علیہ السلام کی ولیعہدی کے لئے بیعت لی تو حضرت امام رضا علیہ السلام نے اس سے کہا، یا امیر المومنین آپ کو نصیحت کرنا ہم پر واجب ہے اور کسی مومن کے لئے یہ مناسب نہیں کہ کسی کو دھوکہ میں رکھے۔ صاف بات یہ ہے کہ آپ نے جو کچھ کیا ہے عوام اس کو پسند نہیں کرتے اور آپ نے فضل بن سہل کے ساتھ جو کیا (وزارت دے دی۔) اس کو خواص پسند نہیں کرتے۔ میری رائے تو یہ ہے کہ آپ ہمیں اور فضل دونوں کو ہٹا دیں تاکہ لوگ آپ کی حکومت کو پسند کرنے لگیں اور امور سلطنت درست ہو جائیں۔

ابراہیم کا بیان ہے کہ خدا کی قسم آپ کا یہی مشورہ آپ کی شہادت کا سبب بن گیا۔

نوٹ: سبط ابن جوزی نے اپنی کتاب تذکرہ میں تحریر فرمایا ہے کہ مورخین کا بیان ہے کہ جب مامون نے حضرت امام رضا کی ولیعہدی کی بیعت لی تو بنی عباس اس کے اس قدر مخالف ہوئے کہ اس سے خلع خلافت کر کے ابراہیم بن مہدی کو خلیفہ بنا لیا۔ مامون اس

وقت مرو میں تھا اور بنی عباس کے سارے ماننے والے مامون سے جدا ہو گئے۔ تو اس وقت حضرت امام رضا علیہ السلام نے مامون سے کہا کہ اے امیر المومنین مجھ پر واجب ہے کہ میں آپ کو صحیح مشورہ دوں اور کسی مومن کو یہ زیب نہیں دیتا کہ وہ کسی کو دھوکہ میں پڑا رہنے دے۔ سچی بات یہ ہے کہ میرے ساتھ آپ نے جو یہ کیا اسے آپ کے عوام پسند نہیں کرتے اور فضل کے ساتھ جو آپ نے کیا اسے آپ کے خواص پسند نہیں کرتے۔ لہٰذا ہم دونوں کو ہٹا دیجئے تاکہ آپ کی حکومت مضبوط اور مستحکم ہو۔

بحار الانوار

باب ۲۰

شہادت اور تجہیز و تکفین
کی تفصیل

(۱) روایات دربارۂ شہادت

حضرت امام رضا علیہ السلام نے ماہ صفر ۲۰۳ھ میں بمقام طوس وفات پائی اس وقت آپ کا سن پچپن ۵۵ سال کا تھا۔ آپ کی والدہ ام ولد تھیں جن کو ام النبینؑ کے نام سے پکارا جاتا۔ اپنے پدر بزرگوار کے بعد آپ کی خلافت و امامت کا دور بیس ۲۰ سال رہا۔ الارشاد ص ۲۸۵

محمد بن سنان سے روایت ہے کہ حضرت امام رضا علیہ السلام نے انچاس ۴۹ سال چند ماہ کی عمر میں ۲۰۳ھ میں وفات پائی اپنے پدر بزرگوار کے بعد آپ دو یا تین ماہ کم بیس سال زندہ رہے۔

الکافی جلد ۱ ص ۴۹۳

ایک روایت میں ہے کہ آپ کی وفات ۱۷ صفر بروز سہ شنبہ ۲۰۳ھ کو ہوئی مامون نے آپ کو انگور میں زہر پیوستہ کرکے کھلا دیا تھا۔ اس وقت آپ کا سن اکیاون ۵۱ سال کا تھا۔

دوسری روایت میں ہے کہ آپ کی وفات بروز جمعہ ماہ رمضان ۲۰۳ھ ہوئی اس وقت آپ کا سن پچپن سال کا تھا۔ آپ کی مدت امامت وخلافت بیس سال رہی۔

تیسری روایت میں ہے کہ آپ کی وفات مقام طوس میں ۲۰۳ھ کے اندر ہوئی۔

چوتھی روایت میں ہے کہ حضرت ابوالحسن امام علی ابن موسیٰ رضا علیہ السلام کی وفات ۲۳ ذی القعد کو ہوئی اور کتاب موالید ائمہ میں سنہ وفات ۲۰۳ ہجری تحریر ہے۔ اور کتاب مناقب میں یوم جمعہ ۲۳ رمضان ۲۰۲ھ تحریر ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ سنہ وفات ۲۰۳ ہجری ہے۔ اور کتاب الدرّ میں تاریخ وفات بروز جمعہ یکم ماہ رمضان ۲۰۲ھ مرقوم ہے۔ اور کتاب الذخیرہ میں بھی یہی ہے۔ علامہ طبرسی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں کہ آپ کی وفات آخر صفر ۲۰۳ھ میں ہوئی اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپ کی وفات روز دوشنبہ ۱۴ صفر ۲۰۲ھ میں دور مامون میں انگور کے اندر زہر پیوست کرکے دینے سے مقام طوس میں ہوئی۔

(۲) جائے دفن

حضرت امام رضا علیہ السلام نے پچپن سال کی عمر میں ماہ صفر ۲۰۳ھ میں طوس کے ایک قریہ سناباد کے اندر وفات پائی اور وہیں دفن ہوئے۔ مامون رشید آپ کو مدینہ سے نکال کر

براستہ بصرہ و فارس مقام مرو میں لایا اور جب وہ مرو سے خود نکل کر بغداد چلا تو آپ کو بھی ساتھ لیا اور بغداد پہنچنے سے پہلے سناباد میں آپ نے وفات پائی۔

(الکافی جلد ا ص ۴۸۶)

ایک روایت میں ہے کہ آپ طوس کے ایک قریہ سناباد کے اندر حمید بن قحطبہ کے مکان میں دفن ہوئے اور اسی میں ہارون رشید کی بھی قبر ہے اس وقت آپ کی عمر پچپن سال کی تھی اور بعض کہتے ہیں انچاس سال چار ماہ۔ بعض کا قول ہے کہ آٹھ دن کم انچاس سال تھی۔ آپ نے اپنے پدر بزرگوار کے ساتھ ۲۹ سال چند ماہ بسر کئے اور ان کی وفات کے بعد چند ماہ کم بائیس سال زندہ رہے اور بعض کہتے ہیں کہ بیس سال زندہ رہے۔

(۲) ـــــ ہرثمہ کو ہدایات امام برائے تجہیز و تکفین

ہرثمہ بن اعین سے روایت ہے اس کا بیان ہے کہ ایک شب میں مامون کے پاس تھا جب رات کی چار ساعات گذر گئیں تو مجھے گھر واپسی کی اجازت ملی جب میں گھر واپس آیا تو نصف شب کے قریب کسی نے دروازہ کھٹکھٹایا میرا ایک غلام دروازے پر پہنچا آنے والے نے کہا کہ جا کر ہرثمہ سے کہہ دو کہ تمہارے آقا تم کو یاد کرتے ہیں۔ یہ پیغام سن کر میں فوراً اٹھا کپڑے پہنے اور تیزی کے ساتھ اپنے آقا حضرت امام رضا علیہ السلام کے پاس روانہ ہوا۔ آپ کا فرستادہ غلام آگے آگے تھا وہ پہلے اندر داخل ہوا اور اس کے پیچھے میں گھر کے اندر گیا تو دیکھا کہ میرے آقا اپنے گھر کے صحن میں تشریف فرما ہیں۔

آپ نے مجھے دیکھتے ہی فرمایا اے ہرثمہ میں نے عرض کیا لبیک فرمایا بیٹھ جاؤ۔ میں بیٹھ گیا فرمایا سنو اور غور سے سنو اور اچھی طرح یاد رکھو کہ وہ وقت آپہنچا ہے کہ میں رحلت کر کے اپنے آباؤ اجداد سے ملحق ہو جاؤں۔ کاتب تقدیر کا لکھا پورا ہوگا۔ اس سرکش (مامون) نے ارادہ کر لیا ہے کہ مجھے انگور اور انار میں زہر پیوست کر کے کھلائے۔ انگور میں زہر اس طرح پیوست کرے گا کہ زہر آلود دھاگے کو اس میں سے گذار دے گا۔ اور انار میں یہ ترکیب کرے گا کہ اپنے کسی غلام کے ہاتھوں میں زہر ملوائے گا اور اس کے انہی زہر آلود ہاتھ سے وہ اس انار کو تڑوائے گا تاکہ زہر تمام دانوں میں پیوست ہو جائے

اور اب وہ آئندہ دن (کل) مجھے بلائے گا اور میرے سامنے وہ انگور اور انار پیش کرے گا۔ اور مجھ سے اس کے کھانے پر اصرار کرے گا اور مجھے کھانا پڑے گا۔ پھر میری مدت حیات ختم ہو جائے گی اور قضا آپہنچے گی۔ جب میں انتقال کر جاؤں گا تو وہ کہے گا کہ میں اپنے ہاتھ سے ان کو غسل دوں گا۔ جب وہ یہ کہے تو تم اس سے کہنا کہ تم درمیان سے ہٹ جاؤ اس لئے کہ حضرت امام رضا علیہ السلام

تیرے سلئے فرما گئے ہیں کہ تو میرے غسل وکفن اور دفن سے دور رہ اور ہاتھ نہ لگا۔ اگر تو نے ایسا کیا تو وہ عذاب جو آخرت پر ٹال دیا گیا ہے وہ ابھی تجھ پر نازل ہو جائے گا اور تجھے فوراً اپنے کئے کی سزا مل جائے گی۔ ہرثمہ کا بیان ہے کہ میں نے کہا میرے مولا وآقا بہتر ایسا ہی کروں گا۔ آپ نے فرمایا کہ وہ یہ سن کر میرے غسل میں دخل نہ دے گا اور یہ کام تیرے حوالے کر دے گا مگر اپنے مکان کی بلند چھت پر بیٹھ جائے گا تاکہ دیکھ سکے کہ غسل کون دے رہا ہے اور کیسے دے رہا ہے۔

اور اے ہرثمہ تم بھی میرے غسل میں ہاتھ نہ لگانا اس لئے کہ تھوڑی ہی دیر میں تم خود دیکھو گے کہ میرے مکان کے ایک گوشہ میں ایک خیمہ خود بخود نصب ہو گیا۔ جب تم یہ دیکھو تو میری میت کو مع لباس وغیرہ کے خیمہ کے اندر پہنچا دینا پھر تم باہر نکل کر خیمے کے پیچھے کھڑے ہو جانا اور جو لوگ تمہارے ساتھ میت اٹھانے والے ہوں انہیں بھی ہٹا لینا۔ کوئی شخص خیمے کے اندر جھانک کر بھی نہ دیکھے کہ کیا ہو رہا ہے۔ اس لئے کہ جو اندر جھانک کر دیکھے گا وہ ہلاک ہو جائے گا۔ بہرحال اس کے بعد وہ خود آ کر تجھ سے کہے گا۔

اے ہرثمہ کیا تم لوگوں کا یہ اعتقاد نہیں ہے کہ امام کو امام ہی غسل دیتا ہے دوسرا نہیں دیتا اب بتاؤ کہ ابوالحسن علی ابن موسیٰ رضا کو کس نے غسل دیا۔ ان کے بیٹے محمد تو مدینہ میں ہیں جو ملک حجاز میں واقع ہے اور ہم لوگ اس وقت طوس میں ہیں؟

جب وہ یہ کہے کہ تم اس کو جواب دینا کہ ہم تو یہ کہتے ہیں کہ کسی امام کے لئے یہ واجب نہیں کہ جب اس کا انتقال ہو تو اس کو کوئی امام ہی غسل دے (ورنہ میت پڑی رہے) اب اگر زبردستی کوئی دوسرا شخص اس کو غسل دیتا ہے تو اس سے امام کی امامت باطل نہیں ہوتی اور نہ اس امام کی امامت باطل ہوگی جو اس کے بعد امام ہوگا محض اس بنا پر کہ اس کے باپ کو کسی دوسرے نے غسل دیدیا۔ ہاں اگر حضرت ابوالحسن علی ابن موسیٰ رضا مدینہ میں چھوڑ دئے جاتے اور وہاں آپ کا انتقال ہوتا تو دیکھ لیتے کہ کھل کر سب کے سامنے ان کے فرزند محمد ہی ان کو غسل دیتے لیکن اب انہوں نے غسل دیا مگر در پردہ دیا۔ غرض اب جب تم خیمہ کا پردہ اٹھاؤ گے تو دیکھو گے کہ میری میت کو غسل دے کر کفن وغیرہ سب پہنا دیا گیا ہے۔ اب تم میری میت کو اٹھا کر تابوت میں رکھنا اور دفن کے لئے جانا۔ جب میری قبر کھودنے کا موقع ہوگا تو وہ چاہے گا کہ اپنے باپ ہارون رشید کی قبر کو میری قبر کا قبلہ بنائے مگر یہ اس سے تا ابد ممکن نہیں ہوگا جب بھی کدال چلے گی زمین سے اُچٹ جائے گی اور ذرا بھی زمین نہ کھودے گی بلکہ ناخن برابر بھی نہیں ترشے گی۔ جب قبر کھودنے والے اپنی پوری کوشش کر لیں اور پھر بھی ان سے ممکن نہ ہو تو تم ان سے کہنا کہ تم لوگ دور ہٹو۔ میرے مولا نے مجھے حکم دیا ہے کہ تم اس کے باپ ہارون رشید کی قبر کے قبلہ کی جانب ایک کدال چلانا۔ جب ایسا کرو گے تو فوراً ایک قبر بالکل کھدی ہوئی تیار ظاہر ہو گی۔

اور مجھے قبر میں اس وقت تک نہ اتارنا جب تک یہ نہ دیکھ لو کہ اس قبر کی ضریح سے صاف و شفاف وسفید بُراق پانی اُبلا ہے اور پوری قبر پانی سے بھر گئی اور پانی زمین کی سطح تک آگیا ہے اور اس پانی پر ایک مچھلی طول قبر میں تڑپ رہی ہے۔ اس وقت تک ٹھہرے رہنا اور جب یہ دیکھ لینا کہ مچھلی غائب ہوگئی ہے اور پانی بھی زمین جذب کر گئی تو میری میّت کو قبر میں اتارنا اور ضریح میں رکھ دینا۔ اور میری قبر پر لوگوں کو مٹی نہ ڈالنے دینا اس لئے کہ میری قبر خود بخود مٹی سے پُر ہو جائے گی۔

راوی کا بیان ہے کہ میں نے عرض کیا میرے مولا و آقا بہتر ایسا ہی کروں گا۔ آپ نے فرمایا میری باتوں کو خوب یاد رکھنا، بھول نہ جانا اس پر عمل کرنا اور زنہار اس کے خلاف نہ کرنا۔ میں نے عرض کیا جی ایسا ہی ہوگا۔ خدا کی پناہ بھلا میں اپنے آقا کے حکم کے خلاف کر سکتا ہوں ؟ میری کیا مجال۔

ہرثمہ کہتا ہے کہ پھر میں آپ کی بارگاہ سے روتا ہوا نکلا اور اس طرح تڑپ رہا تھا جیسے جلتے ہوئے توے پر مچھلی۔ اس وقت میرے دل کا کیا حال تھا اس کو سوائے خدا کے کوئی نہیں جانتا۔

ہرثمہ کہتا ہے کہ دوسرے دن صبح کو مجھے مامون نے بلایا میں گیا اور اس کے پاس ظہر تک رہا۔ دوپہر کے بعد مامون نے مجھ سے کہا اے ہرثمہ ابوالحسن بن موسیٰ رضا کے پاس جاؤ میرا سلام کہو اور میری طرف سے یہ کہو کہ آپ میرے پاس آئیں گے یا میں ہی آپ کے پاس آجاؤں ؟ اور جب وہ کہیں کہ میں آؤں گا تو کہنا کہ پھر تشریف لائیں۔

ہرثمہ کہتا ہے کہ میں امام کی خدمت میں حاضر ہوا اور جوں ہی سامنے پہنچا آپ نے فرمایا اے ہرثمہ میں نے جتنی باتیں کہی ہیں وہ سب یاد ہیں ؟ میں نے کہا جی ہاں۔ آپ نے فرمایا میری نعلین لاؤ مجھے معلوم ہے کہ تمہیں مامون نے کیوں بھیجا ہے میں نے بڑھ کر آپ کی نعلین آپ کے سامنے پیش کی اور آپ مامون کے پاس تشریف لے گئے۔ جب آپ اس کی مجلس میں پہنچے تو مامون کھڑا ہوگیا بڑھ کر معانقہ کیا پیشانی پر بوسہ دیا اور اپنے تخت پر اپنے پہلو میں بٹھایا۔ اور تقریباً ایک ساعت آپ سے مختلف باتیں کرتا رہا۔ اس کے بعد اس نے اپنے کسی غلام سے کہا کہ انگور اور انار لاؤ۔

ہرثمہ کا بیان ہے کہ جب میں نے انگور و انار کا نام سنا تو مجھ سے برداشت نہ ہو سکا اور میرا پورا جسم کانپنے لگا اور میں نے مناسب نہ سمجھا کہ میرے جسم کی کپکپاہٹ کسی پر ظاہر ہو اس لئے میں باہر نکل آیا۔ اور وہیں ایک گوشہ میں جا کر گر پڑا۔ جب زوال کا وقت آیا تو میں نے محسوس کیا کہ میرے آقا مامون کے پاس سے نکلے اور اپنے گھر واپس پہنچے۔ پھر میں نے دیکھا کہ مامون نے حکم دیا کہ اطبا اور معالجین کو بلاؤ میں نے مامون سے پوچھا کہ یہ اطبا اور معالجین کیا ہوں گے ؟ اس نے کہا کہ ابوالحسنؑ یکبیک بیمار ہو گئے ہیں جو نہیں جانتا تھا اسے تو اس میں شک تھا مگر چونکہ مجھے معلوم تھا کہ اصل معاملہ کیا ہے اس لئے مجھے یقین تھا۔

جب رات ہوئی اور رات کے تین حصوں میں سے دو حصے گذر گئے اور صبح نمودار ہوئی تو مامون کے گھر سے ایک شور بلند ہوا۔ اور لوگوں کے ساتھ میں بھی دوڑا ہوا پہنچا تو دیکھا کہ مامون سر برہنہ گریبان چاک کھڑا ہوا ہائے واے کر رہا ہے اور رو رہا ہے۔ کچھ لوگ اور بھی کھڑے تھے میں بھی انہیں کے ساتھ کھڑا ہو گیا۔ ٹھنڈی سانسیں بھر رہا تھا الغرض جب بالکل صبح ہو گئی تو مامون تعزیت لینے کے لئے بیٹھ گیا۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد اٹھا جہاں میرے آقا کی میت تھی وہاں پہنچا اور کہا جائے غسل تیار کرو۔ چاہتا ہوں کہ میں خود اپنے ہاتھوں سے انہیں غسل دوں۔ جب میں نے یہ سنا تو قریب گیا اور جو کچھ آقا نے غسل اور تکفین و تدفین کے لئے کہا تھا وہ کہدیا۔ مامون نے جواب دیا اچھا اگر ان کی وصیت ہے کہ تم غسل کا اہتمام کرو مجھے اعتراض نہیں جاؤ تمہیں اہتمام کرو۔

ہرثمہ کا بیان ہے کہ میں مسلسل کھڑا رہا یہاں تک کہ میں نے دیکھا کہ ایک شامیانہ خود بخود نصب ہو گیا۔ میں جا کر اس شامیانہ کے باہر کھڑا ہو گیا اور سارے گھر والے میرے پیچھے کھڑے تھے میں سن رہا تھا کہ شامیانہ کے اندر سے تکبیر و تہلیل و تسبیح کی آوازیں اور برتنوں کی کھڑکھڑاہٹ اور پانی گرنے کی مسلسل صدائیں آ رہی تھیں۔ اور اندر سے ایسی خوشبو آ رہی تھی کہ میں نے ایسی خوشبو کبھی سونگھی ہی نہ تھی۔ اسی اثنا میں مامون نے اپنے گھر کی چھت سے گردن اٹھائی اور مجھے آواز دی اے ہرثمہ تم لوگوں کا تو یہ اعتقاد ہے کہ امام کو سوائے امام کے کوئی اور غسل نہیں دیتا بتاؤ ان کے فرزند محمد بن علی کہاں ہیں؟ وہ تو مدینہ میں ہیں اور ابوالحسن کی میت یہاں طوس میں ہے جو خراسان کے اندر ہے۔ ہرثمہ نے جواب میں کہا! امیرالمومنین ہم تو یہ کہتے ہیں کہ امام کے لئے یہ واجب نہیں ہے اس کو اسی جیسا امام غسل دے اگر کوئی زبردستی اور تعدی سے کام لے کر امام کو غسل دیتا ہے تو زبردستی کرنے والے کی زبردستی کی وجہ سے امام کی امامت میں کوئی فرق نہیں آتا اور نہ اس امام کی امامت ہی باطل ہوتی ہے جو اس کے بعد امام ہونے والا ہے محض اس بنا پر کہ اس نے اپنے باپ کو غسل نہیں دیا۔ ہاں اگر حضرت ابوالحسن علی ابن موسیٰ رضا کو مدینہ میں چھوڑ دیا گیا ہوتا اور وہ وہاں انتقال فرماتے تو لازم تھا ان کے فرزند محمد ان کو غسل ظاہر بظاہر دیتے۔ مگر اب ظاہر بظاہر نہیں تو غائبانہ سہی۔ میرا یہ جواب سن کر مامون خاموش ہو گیا۔

الغرض اس کے بعد خیمہ کا پردہ اٹھا تو میں نے دیکھا کہ آقا کی میت کفن میں لپٹی ہوئی ہے۔ میں نے بڑھ کر آپ کی میت کو تابوت میں رکھا اور آپ کا جنازہ لے چلے۔ مامون اور تمام حاضرین نے آپ کی نماز میت پڑھی اس کے بعد ہم لوگ جنازے کو لئے ہوئے مقام قبر تک آئے تو دیکھا کہ لوگ اپنے کدال لئے ہوئے ہارون کی قبر کے پیچھے قبر کھود رہے ہیں تاکہ ہارون کی قبر امام کی قبر کے قبلہ میں ہو۔ مگر کدال چلانے والے تھک کر چور ہو گئے اور زمین ذرہ برابر بھی نہ کھد سکی۔ تو مامون نے مجھ سے کہا

اسے ہرثمہ تم نے دیکھا کہ زمین بھی ان کی قبر کو قبول کرنے کے لئے تیار نہیں ہے۔ میں نے کہا یا امیرالمومنین حضرت ابوالحسنؑ نے مجھ سے فرمایا تھا کہ آپ کے والد ہارون رشید کے قبلہ کی جانب صرف ایک کدال مارا جائے لہٰذا میں ایک کدال ماروں گا۔ مامون نے پوچھا اگر تم نے وہاں ایک کدال مارا تو کیا ہوگا میں نے کہا۔ انھوں نے بتایا تھا کہ ان کی قبر کے قبلہ میں ہارون رشید کی قبر نہیں ہونی چاہئیے اور اگر میں ایک کدال ہارون کی قبر کے قبلہ کی جانب ماروں گا تو کھدی کھدائی ایک قبر نمودار ہوگی اور اس کے درمیان ضریح ہوگی۔ مامون نے کہا۔ سبحان اللہ کتنی تعجب کی بات ہے مگر ابوالحسن کے معاملہ میں یہ کوئی تعجّب کی بات بھی نہیں ہے۔ اچھا اے ہرثمہ وہاں کدال مارو میں بھی تو دیکھوں کہ واقعی یہ سچ ہے۔

ہرثمہ کا بیان ہے کہ میں نے کدال لیا اور ہارون رشید کی قبر کے قبلہ کے جانب ایک مرتبہ کدال مارا اور فوراً ایک کھدی ہوئی قبر نمودار ہوگئی اور اس قبر کے درمیان ضریح بنی ہوئی تھی اور لوگ اسے دیکھ رہے تھے۔ مامون نے کہا اچھا اب ان کی میت قبر میں اتار دو۔ میں نے کہا یا امیرالمومنین میرے آقا نے فرمایا تھا کہ انتظار کرنا جب قبر کے اندر سے پانی پھوٹ نکلے اور اور پوری قبر پانی سے لبالب ہو جائے اس میں ایک مچھلی نمودار ہو پھر وہ مچھلی غائب ہو جائے اور سارا پانی زمین میں واپس چلا جائے تب ان کی میت کو قبر میں اتاروں۔ مامون نے کہا اچھا جیسا انھوں نے کہا تھا ویسا ہی کرو۔

ہرثمہ کا بیان ہے کہ پھر میں نے پانی اُبلنے اور مچھلی ظاہر ہونے کا انتظار کیا۔ لوگوں نے دیکھا کہ پانی اُبلا اُس میں مچھلی ظاہر ہو کر غائب ہوگئی۔ پانی بھی اندر زمین میں بیٹھ گیا تو میں نے آپ کی میت کو قبر کے پہلو میں رکھا اور اس پر اور قبر پر ایک سفید چادر ڈال دی۔ میّت بغیر میرے ہاتھ لگائے یا کسی دوسرے کے ہاتھ لگائے قبر میں اتر گئی۔ مامون نے لوگوں سے کہا کہ آؤ اب قبر پر مٹی ڈالو۔ میں نے کہا یا امیرالمومنین ایسا نہ کریں مامون نے کہا پھر کیا قبر ایسی کھلی رہے گی پُر کیسے ہوگی۔ میں نے کہا مولا نے فرمایا تھا کہ میری قبر پر کوئی مٹی نہ ڈالے۔ بلکہ قبر خود بخود مٹی سے پُر ہو کر چوکور اور زمین کے برابر ہو جائے گی۔ تو مامون نے لوگوں سے کہا اچھا تو پھر مٹی نہ ڈالو۔ اور لوگوں نے جو اپنے ہاتھوں میں مٹی اٹھائی ہوئی تھی پھینک دی۔ قبر خود۔ بخود مٹی سے پُر ہوگئی اور زمین کی سطح کے برابر ہو کر چوکور ہوگئی۔ اب مامون بھی دفن کے بعد واپس ہوا اور میں بھی۔ اس کے بعد مامون نے مجھے تنہائی میں بلایا اور کہا اے ہرثمہ خدا کے لئے بتا کہ جو کچھ میں نے حضرت ابوالحسن قدس اللہ روحہ کے متعلق ہے تجھ سے سُنا ہے کیا یہ باتیں سچ ہیں اور واقعاً انھوں نے تجھے یہ سب بتایا تھا؟ میں نے کہا یا امیرالمومنین میں نے اپنی طرف کچھ نہیں کہا بس وہی کہا جو انھوں

نے بتایا تھا مامون نے کہا میرا مطلب یہ ہے جو کچھ تو نے مجھے بتایا ہے اس کے علاوہ اور تو کچھ نہیں کہا تھا؟ میں نے کہا یا امیر المومنین آپ کیا پوچھنا چاہتے ہیں؟ مامون نے کہا یعنی یہ کہ کوئی اور راز کی بات تو نہیں بتا گئے؟ میں نے کہا جی ہاں بتا گئے ہیں۔ مامون نے کہا وہ کیا؟ میں نے کہا وہ انگور اور انار والی بات۔ بس یہ سنتے ہی مامون کا رنگ کبھی زرد ہو جاتا کبھی سرخ اور کبھی بالکل سیاہ اور بالآخر وہ غش کھا کے گر پڑا اور اسی غشی کے عالم میں وہ بڑبڑانے لگا۔ مامون پر اللہ کی نفرین مامون پر رسول اللہ کی نفرین۔ مامون پر علی کی نفرین۔ مامون پر فاطمہ زہرا کی نفرین۔ مامون پر حسن و حسین کی نفرین۔ مامون پر علی ابن الحسین کی نفرین۔ اس پر محمد بن علی کی نفرین۔ اس پر جعفر بن محمد کی نفرین اس پر موسیٰ بن جعفر کی نفرین۔ اس پر علی ابن موسیٰ رضا کی نفرین۔ خدا کی قسم یہ کھلا ہوا صاف صاف خسارہ اور گھاٹا ہوا۔ اور یہی فقرات وہ بار بار دہرانے لگا۔

ہرثمہ کہتا ہے کہ جب میں نے اس کا یہ حال دیکھا تو اس کے پاس سے اٹھ کر ایک کنارے جا کر بیٹھ گیا۔ مگر تھوڑی دیر کے بعد وہ غش سے اُٹھ بیٹھا اور اس نے مجھے پھر بلایا اور اس کی حالت ایسی تھی جیسے کوئی نشہ میں چور کھڑا ہو۔ اور بولا۔ یاد رکھو۔ تمہاری اہمیت میرے نزدیک نہ ان سے زیادہ ہے نہ دنیا کی کسی اور چیز سے زیادہ ہے اگر میں نے سُن لیا کہ جو کچھ تم نے مجھ سے کہا ہے یا تم نے جو کچھ دیکھا وہ کسی اور سے بھی کہا ہے تو میں تجھے مار ڈالوں گا۔

میں نے کہا یا امیر المومنین میں کسی سے نہ کہوں گا اور اگر ثابت ہو جائے کہ میں نے ان میں سے کوئی بات کسی سے کہہ دی ہے تو میرا خون آپ پر حلال ہے۔ مامون نے کہا نہیں تم مجھ سے اس کا پختہ عہد کرو کہ اس راز کو چھپائے رکھو گے اور کسی سے نہ کہو گے۔ اس کے بعد اس نے مجھ سے پختہ عہد لیا اور اس کی پوری تاکید کر دی۔

ہرثمہ کہتا ہے کہ جب میں اس کے پاس سے پلٹا تو اس نے تالی بجائی اور قرآن کی یہ آیت پڑھی۔ يَسْتَخْفُونَ مِنَ النَّاسِ وَلَا يَسْتَخْفُونَ مِنَ اللَّهِ وَهُوَ مَعَهُمْ إِذْ يُبَيِّتُونَ مَا لَا يَرْضَىٰ مِنَ الْقَوْلِ وَكَانَ اللَّهُ بِمَا يَعْمَلُونَ مُحِيطًا۔ سورہ النساء ۱۰۸

(۴) امام محمد تقی علیہ السلام کا مدینہ سے آنا

یاسر خادم کا بیان ہے کہ ابھی ہمارے اور طوس کے درمیان سات منزلیں باقی رہ گئیں تھیں کہ وہیں سے حضرت امام رضا علیہ السلام کی طبیعت کچھ ناساز ہو گئی مگر سفر جاری رہا اور اسی حالت میں طوس پہنچے پھر بیماری اور شدید ہو گئی اس لئے ہم لوگ چند دنوں کے لئے طوس میں ٹھہر گئے اور مامون روزانہ دن میں دو مرتبہ آپ کی مزاج پرسی کو آیا کرتا۔ آخری دن جس میں آپ کی وفات ہوئی

کمزوری بہت آ گئی تھی۔ نماز ظہر ادا کرنے کے بعد آپ نے مجھ سے فرمایا۔ اے یاسر لوگ کھانے فارغ ہو چکے؟ میں نے کہا مولا آپ کا تو یہ حال ہے ایسے میں کھانا کون کھائے گا؟

یہ سن کر آپ بیٹھ گئے اور فرمایا اچھا دستر خوان بچھاؤ۔ اور آپ نے اپنے ایک ایک ملازم اور غلام کو تلاش کرا کے دستر خوان پر بٹھایا۔ اور جب سارے مرد کھا چکے تو فرمایا اب عورتوں میں کھانا پہنچاؤ۔ عورتوں میں کھانا گیا اور وہ سب بھی کھانے سے فارغ ہو چکیں تو آپ میں ضعف اور بڑھ گیا اور غشی طاری ہو گئی۔ یہ دیکھ کر سب میں رونے کی آواز بلند ہوئی جسے سن کر مامون کی کنیزیں اور عورتیں سر برہنہ دوڑی ہوئی آئیں اور پورے طوس میں ایک شور وغل برپا ہو گیا۔ اور خود مامون سر و پا برہنہ سر پیٹتا داڑھی پکڑتا افسوس کرتا روتا اور آنسو بہاتا حضرت امام رضا کے پاس آیا اور اس وقت آپ کو غش سے افاقہ ہوا تھا اور آکر کہنے لگا کہ اے میرے سید میں نہیں سمجھ سکتا کہ دو مصیبتوں میں سے میرے لئے کونسی مصیبت سب سے بڑی ہے۔ آپ کی جدائی اور فراق یا لوگوں کی تہمت کہ میں نے کسی حیلے سے آپ کو قتل کر دیا۔ یہ سن کر آپ نے مامون کی طرف نظر اٹھائی اور فرمایا یا امیر المومنین آپ ابو جعفر کے ساتھ حسن سلوک سے کام لیجئے گا کیونکہ آپ کی عمر اور ان کی عمر اس طرح ہے اور یہ کہہ کر آپ نے اپنی دونوں انگشت سبابہ ملا کر دکھایا۔

یاسر کا بیان ہے اسی شب کو اس کا ایک حصہ جاتے جاتے آپ نے انتقال فرمایا جب صبح ہوئی تو سارے لوگ جمع ہو گئے۔ اور ہر طرف سے یہ آواز بلند ہونے لگی کہ اسی نے (یعنی مامون نے) ان کو کسی حیلے سے قتل کیا ہے۔ افسوس فرزند رسول کو قتل کر دیا اور طرح طرح کی بہت سی باتیں ہونے لگیں اس وقت محمد بن جعفر بن محمد، مامون سے امان طلب کرنے خراسان آئے تھے یہ حضرت امام رضا علیہ السلام کے چچا تھے۔ مامون نے ان سے کہا اے ابو جعفر تم جا کر مجمع سے کہہ دو کہ آج ابوالحسن برآمد نہ ہوں گے مامون کو ڈر تھا کہ کہیں جنازہ برآمد ہوا اور انقلاب برپا ہو جائے۔ بہر حال محمد بن جعفر نے نکل کر مجمع سے کہا لوگو واپس جاؤ آج ابوالحسن کا جنازہ نہیں برآمد گا۔ مجمع متفرق ہو گیا اور رات ہی رات ابوالحسن علیہ السلام کو غسل دے کر دفن کر دیا گیا۔

علی بن ابراھیم کا بیان ہے کہ یاسر نے مجھ سے چند ایسی باتیں کیں کہ جن کا ذکر میں اس کتاب میں مناسب نہیں سمجھتا۔ عیون اخبار الرضا جلد ۲ صد ۲۴۲-۲۴۱

(۵) ابو صلت کی روایت

ابو صلت ہروی کا بیان ہے کہ میں ایک مرتبہ حضرت امام ابوالحسن علی ابن موسی رضا علیہ السلام کے سامنے کھڑا تھا کہ آپ نے فرمایا اے ابو صلت اس قبہ کے اندر جاؤ جس میں ہارون رشید

قبر ہے اور اس کی قبر کے ہر چہار جانب کی الگ الگ تھوڑی مٹی لاؤ میں اندر گیا اور چاروں طرف کی مٹی لایا۔ آپ نے دروازے کے سامنے والی مٹی کے لیے فرمایا یہ مٹی دینا۔ میں نے وہ مٹی پیش کی تو آپ نے اسے سونگھا اور پھینک دیا اور کہا میری قبر یہاں بھی کھودنے کی کوشش ہو گی مگر یہاں ایسی چٹان ہے کہ اگر خراسان کے سارے کدال چلانے والے بھی مل کر کدال چلائیں تو بھی اس کو نہیں کھود سکتے۔ پھر پاؤں کی طرف کی اور سر کی طرف کی مٹی کے لئے بھی آپ نے یہی فرمایا۔ اس کے بعد ارشاد ہوا اب وہ چوتھے طرف کی مٹی دو وہی میری قبر کی مٹی ہے۔

پھر آپ نے فرمایا لوگ میری قبر یہاں کھودیں گے تو ان سے کہہ دینا کہ سات زینے تک نیچے کھودیں وہاں ایک ضریح تیار ملے گی اور اگر وہ لوگ لحد کھودنا چاہیں تو کہہ دینا کہ لحد کو دو ہاتھ ایک بالشت چوڑی بنائیں اللہ تعالیٰ اس کو جس قدر چاہے گا وسیع کر دے گا۔ اور جب وہ ایسا کریں گے تو تمہیں مرے سر کی طرف کچھ نمی اور تری نظر آئے گی وہاں وہ پڑھ کر دم کرنا جو میں تمہیں بتاؤں گا۔ وہاں پانی کا ایک چشمہ ہے وہ چشمہ پھوٹے گا اور ساری لحد پانی سے بھر جائے گی اس میں تمہیں چھوٹی چھوٹی مچھلیاں نظر آئیں گی۔ میں تمہیں روٹی دوں گا تم اس روٹی کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے بنا کر اس میں ڈال دینا وہ مچھلیاں اس کو کھائیں گی اور جب وہ سارے روٹی کے ٹکڑے کھا کر ختم کر لیں گی تو ایک بڑی مچھلی نمودار ہو گی جو ان تمام چھوٹی چھوٹی مچھلیوں کو نگل جائے گی۔ اس کے بعد وہ غائب ہو جائے گی۔ جب وہ بڑی مچھلی غائب ہو جائے تو پھر تم پانی پر ہاتھ رکھ کر وہ چیز دم کرنا جو میں تمہیں بتاؤں گا۔ اور سارا پانی زمین کے اندر واپس چلا جائے گا اور کچھ نہ رہے گا اور یہ سارا کام تم مامون کی نظروں کے سامنے کرنا۔

پھر آپ نے فرمایا۔ اے ابوصلت یہ مرد فاجر کل مجھ کو اپنے پاس بلائے گا۔ اگر میں اس کے پاس سے اس طرح نکلوں کہ سر کھلا ہوا ہو تو پھر تو مجھ سے مخاطب ہونا میں جواب دوں گا۔ اور اگر میں اس طرح نکلوں کہ سر ڈھکا ہوا ہو تو پھر مجھ سے بات نہ کرنا۔

ابوصلت کا بیان ہے کہ جب دوسرے دن صبح ہوئی تو آپ نے اپنا لباس پہنا اور اپنی محراب عبادت میں بیٹھ کر انتظار کرنے لگے۔ تھوڑی دیر میں مامون کا غلام آیا اور اس نے کہا کہ امیرالمومنین آپ کو یاد کرتے ہیں۔ یہ سن کر آپ نے اپنی نعلین پاؤں میں پہنی اور ردا دوش پر ڈالی اور کھڑے ہو گئے اور روانہ ہوئے میں بھی آپ کے پیچھے پیچھے ہو لیا آپ مامون کے پاس پہنچے اس کے سامنے ایک طبق رکھا ہوا تھا جس میں انگور تھے اور اس کے ساتھ کچھ اور بھی طبق تھے جن میں مختلف پھل تھے اور مامون کے ہاتھ میں انگور کا ایک گچھا تھا جس میں سے وہ بعض دانوں کو توڑ کر کھا لیتا تھا اور بعض دانوں کو چھوڑ دیتا تھا۔

جب مامون نے حضرت امام رضا علیہ السلام کو آتے دیکھا تو اُٹھ کھڑا ہوا بڑھ کر گلے لگایا۔ پیشانی کو بوسہ دیا اور اپنے ساتھ بٹھا لیا۔ اور بولا فرزندِ رسول میں نے اس سے بہتر انگور آج تک نہیں دیکھا تھا۔

آپ نے فرمایا ہاں بعض انگور ایسے اچھے ہوتے ہیں کہ ویسے شاید جنت ہی میں ہوں۔ مامون نے آپ بھی نوش فرمائی۔ آپ نے فرمایا نہیں مجھے معاف کرو۔ مامون نے کہا نہیں یہ تو آپ کو کھانا ہی پڑے گا آپ اس لئے پرہیز کر رہے ہیں کہ آپ کو میری طرف سے بدگمانی ہے اور یہ کہہ کر اس نے وہ انگور اور اس میں سے چند دانے خود کھائے اور باقی گچھے میں اب وہ دانے رہ گئے جن میں زہر پیوست تھے وہ حضر امام رضا علیہ السلام کی طرف بڑھایا۔ آپ نے اس میں سے صرف تین دانے کھائے بقیہ پھینک دیئے اور ا ہوتے مامون نے پوچھا آپ کہاں جارہے ہیں۔ آپ نے فرمایا جہاں تو مجھے بھیج رہا ہے اور یہ فرما کر آپ نے ا سر کو ڈھانپ لیا۔ ابوالصلت کہتا ہے کہ جب میں نے یہ صورت دیکھی تو پھر کوئی بات نہ کی آپ سیدھے اپنے میں داخل ہوگئے اور مجھ سے فرمایا کہ دروازہ بند کردو اور آپ اپنے بستر پر لیٹ رہے اور میں گھر کے صحن میں مہموم و مغموم بیٹھ گیا۔

اور ابھی مجھے بیٹھے ہوئے تھوڑی دیر ہوئی تھی کہ ایک حسین و جمیل نوجوان۔ پُر پیچ و خم زلفیں شکل و صو میں حضرت امام رضا کے بالکل مشابہ مکان کے اندر داخل ہوا۔ میں فوراً اس کی طرف بڑھا اور کہا دروازہ تو بند ہے تم کدھر سے آگئے۔؟ اس نے جواب دیا جو ذات مجھے مدینہ سے اس وقت یہاں لائی ہے اسی نے مجھے گھر کے اندر داخل کر دیا دروازہ بند ہے تو ہوا کرے۔ میں نے پوچھا کون ہو تم؟ کہا ابوالصلت میں تم پر حجت خدا ہوں میرا نام محمد بن علی ہے۔ یہ کہہ کر آپ اپنے والد کی طرف بڑھے اندر داخل ہوئے اور مجھے بھی اندر داخل ہونے کی اجازت دی۔ جب امام رضا نے ان کو دیکھا فوراً گلے سے لگایا۔ سینے سے لگایا پیشانی پر بوسہ دیا اور انہیں اپنے بستر پر لٹا لیا۔ پھر حضرت محمد بن علی ان پر جھک گئے ان کے بوسے لئے اور رازدارانہ انداز سے آپس میں کچھ باتیں کرنے لگے جس کو میں نہیں سمجھا۔

اور میں نے دیکھا کہ حضرت امام رضا علیہ السلام کے لبہائے مبارک پر برف کے مانند کوئی سفید سی شئے تھی جیسے حضرت ابوجعفر علیہ السلام اپنے دہن اقدس میں رکھ لیا۔ پھر حضرت امام علیہ السلام نے اپنا دستِ مبارک اپنے لباس اور سینے کے درمیان ڈالا اور اس میں کوئی شئے جو عصفور (چڑیا) سے مشابہ تھی نکالا اور حضرت ابوجعفر علیہ السلام نے اسے بھی اپنے دہن مبارک میں رکھ لیا۔ اس کے بعد حضرت امام رضا علیہ السلام نے رحلت فرمائی تو حضرت ابوجعفر علیہ السلام نے فرمایا اے ابوالصلت اٹھو اور توشہ خانہ سے غسل کا برتن اور پانی نکال لاؤ۔ میں نے عرض کیا توشہ خانہ میں غسل کا برتن اور پانی تو نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا میں کہتا ہوں تم جاؤ تو سہی آپ کے فرمانے پر میں گیا تو دیکھا کہ توشہ خانہ میں غسل کا برتن اور پانی رکھا ہوا ہے میں اسے نکال لایا۔ اس کے بعد میں نے اپنے لباس سمیٹے تاکہ غسل دینے میں آپ کا ہاتھ بٹاؤں۔ تو آپ نے فرمایا اے ابوالصلت تم ہٹ جاؤ غسل دینے میں میری مدد کرنے والا موجود ہے۔ میں ہٹ گیا اور آپ نے غسل دیا۔

اس کے بعد فرمایا اے ابوالصلت توشہ خانہ میں جاؤ وہاں ایک ٹوکری ہے جس میں کفن اور حنوط رکھا ہوا ہے اٹھالاؤ میں اندر گیا تو دیکھا کہ واقعاً ایک ٹوکری رکھی ہوئی ہے جسے میں نے اس توشہ خانہ میں کبھی نہیں دیکھا تھا میں اٹھالایا۔ آپ نے خود اپنے ہاتھوں سے کفن پہنایا اور نمازِ جنازہ پڑھی۔ پھر مجھ سے فرمایا تابوت لاؤ۔ میں نے عرض کیا بہتر میں ابھی کسی نجار (بڑھئی) کے پاس جاکر بنوالاتا ہوں آپ نے فرمایا اٹھو اس توشہ خانہ میں تابوت بھی رکھا ہوا ہے۔ میں توشہ خانہ میں گیا تو دیکھا کہ اس میں ایک تابوت بھی رکھا ہوا ہے جسے میں نے وہاں کبھی نہیں دیکھا تھا بہر حال میں اسے بھی اٹھا لایا۔ آپ نے نمازِ جنازہ پڑھنے کے لئے میت کو تابوت میں رکھ دیا اور میت کے پاؤں وغیرہ برابر کر دیئے پھر دو رکعت نماز پڑھی اور نماز سے فارغ بھی نہیں ہوئے تھے کہ وہ تابوت خود بخود بلند ہوا۔ چھت شگافتہ ہوئی اور وہ تابوت روانہ ہو گیا۔

میں نے عرض کیا فرزندِ رسول ابھی ابھی مامون آئے گا اور مجھ سے حضرت امام رضا کی میت کا مطالبہ کرے گا تو میں کیا جواب دوں گا؟ آپ نے فرمایا خاموش رہو۔ تابوت ابھی واپس آئے گا۔ اے ابوالصلت اگر کوئی نبی مشرق میں وفات پائے اور اس کا وصی مغرب میں وفات پائے تو اللہ ان کے اجساد و ارواح کو لازماً جمع کر دیتا ہے۔ (یہ مدینہ میں روضۂ رسولؐ پر حاضری کے لئے گیا ہے) ابھی یہ گفتگو ختم نہیں ہوئی تھی کہ چھت دوبارہ شق ہوئی اور تابوت اتر کر آگیا۔ پھر آپ اٹھے اور حضرت امام رضا کی میت کو تابوت سے نکالا اور ان کے بستر پر اس طرح لٹا دیا جیسے غسل و کفن کچھ نہیں دیا گیا ہے۔

اس کے بعد آپ نے فرمایا اچھا اے ابوالصلت اب دروازہ کھول دو۔ میں نے دروازہ کھولا تو مامون اپنے غلاموں کے ساتھ گریبان چاک روتا سر پیٹتا اندر داخل ہوا۔ اور وہ یہ کہہ رہا تھا فرزندِ رسولؐ تمہارے مرنے کا مجھے بیحد افسوس ہے۔ پھر آکر میت کے سرہانے بیٹھ گیا اور حکم دیا کہ تجہیز و تکفین کا سامان کیا جائے اور قبر کھودی جائے۔ پھر اس کی بتائی ہوئی جگہ قبر کھودی گئی تو حضرت امام رضا کے ارشاد کے بموجب قبر نہ کھد سکی مجبوراً اس نے کہا کہ جانبِ قبلہ کھود۔ ابوالصلت کا بیان ہے کہ میں نے کہا کہ امام رضا نے مجھ سے فرمایا تھا کہ سات زینہ نیچے تک کھودی جائے تو ایک ضریح برآمد ہو گی۔ مامون نے کھودنے والوں سے کہا ابوصلت جس طرح کہتا ہے اس طرح کھودو مگر ضریح تک نہیں بلکہ اس میں بغلی لحد بنا دو۔

جب لحد کھودی گئی تو مامون نے اس میں نمی پانی کا چشمہ پھر اس میں مچھلیاں وغیرہ سب دیکھیں تو بولا۔ حضرت امام رضا علیہ السلام اپنی زندگی میں تو عجائبات دکھاتے ہی تھے مرنے کے بعد بھی وہی عجائبات دکھا رہے ہیں۔ تو اس کے ایک وزیر نے اس سے کہا۔ معلوم ہے ان مچھلیوں وغیرہ سے حضرت امام رضاؑ آپ کو کیا بتانا چاہتے ہیں؟ مامون نے کہا نہیں۔ اس نے کہا وہ آپ کو یہ بتا رہے ہیں کہ اے بنو عباس تمہاری سلطنت باوجود تمہاری کثرت اور طولِ مدت کے ان مچھلیوں کے مانند ہے جب اس کا وقت پورا

ہو جائے گا اور تمہاری سلطنت ختم ہونے والی ہو گی تو اللہ تعالیٰ ہم اہلبیت میں سے ایک فرد کو تم لوگوں پر مسلط کر دے گا اور وہ تم لوگوں میں سے ایک کو بھی باقی نہیں چھوڑے گا۔ (جس طرح بڑی مچھلی نے ساری مچھلیوں کو ختم کر دیا ہے) مامون نے کہا سچ کہتے ہو واقعاً اس کا مطلب یہی ہے۔

اس کے بعد مامون نے کہا کہ ابوالصلت مجھے وہ تمام باتیں بتاؤ جو تم سے حضرت امام رضاؑ نے کہی ہیں میں نے کہا خدا کی قسم میں تو وہ تمام باتیں بھول گیا اور واقعاً میں نے سچ کہا بھی تھا۔ مامون نے حکم دیا کہ اس کو لے جاؤ قید میں ڈال دو۔ اس کے بعد اس نے حضرت امام رضاؑ کو دفن کیا اور میں ایک سال تک قید میں پڑا رہا۔ جب میں قید سے تنگ آ گیا تو ایک رات کو جاگ کر اور محمد و آل محمد کا واسطہ دے کر اپنی رہائی کے لئے اللہ سے دعا مانگی۔

ابھی میری دعا ختم بھی نہ ہوئی تھی کہ دیکھا کہ حضرت ابوجعفر محمد بن علی علیہ السلام قید خانہ میں تشریف لائے۔ اور فرمایا ابوالصلت تم واقعاً اس قید سے تنگ آ چکے ہو؟ میں نے عرض کیا جی ہاں خدا کی قسم۔ آپ نے فرمایا، اچھا تو پھر اٹھو اور آپ نے ہتھکڑیوں اور بیڑیوں پر اپنا دستِ مبارک پھیرا اور وہ سب جدا ہو گئیں پھر میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے قید سے نکال لے گئے۔ میں گھر کے صدر دروازے سے نکلا سارے پہرے دار اور غلام دیکھتے رہ گئے مجھ سے کچھ نہ کہہ سکے۔ اس کے بعد آپ نے مجھ سے کہا جاؤ میں نے تمہیں خدا کے سپرد کیا اب وہ تا ابد تم کو گرفتار نہیں کر سکتا۔ چنانچہ آج تک اس کی گرفت سے باہر ہوں۔

(عیون اخبار الرضا جلد ۲ ص ۲۴۵-۲۴۲)

(۶) ـــــ کیا موت سبب مرض اسہال تھا؟

علی بن الحسین کاتب بقائ الکبیر کا بیان ہے کہ حضرت امام رضا علیہ السلام کو بخار آ گیا تو آپ نے فصد کھلوانے کا ارادہ کیا۔ یہ خبر مامون کو ملی تو اس نے اپنے غلام سے کہا کہ میں مٹی کی برنی میں سے ایک شئے نکال کر دیتا ہوں تم اسے چینی کے برتن میں اپنی انگلیوں سے خوب چور کرو۔ پھر بغیر ہاتھ دھوئے ہوئے میرے ساتھ آؤ الغرض دونوں حضرت امام رضا علیہ السلام کے پاس آئے اور اپنے سامنے آپ کی فصد کھلوادی۔ اور عبیداللہ کا بیان ہے کہ اس نے فصد کو تو ملتوی کر دیا اور اپنے غلام سے کہا جاؤ امام رضاؑ کے پائین باغ میں جو انار کا درخت ہے اس سے انار توڑ لاؤ۔ وہ توڑ لایا تو کہا اس کو توڑو اس نے اس کو ایک پیالے میں توڑا کہا کہ اس کو اپنے ہاتھ سے دھولاؤ۔ جب یہ سب ہو چکا تو امام رضا علیہ السلام سے کہا کہ لیجئے یہ آپ ہی کے درخت کے انار کے دانے ہیں اسے نوش کریں۔ آپ نے فرمایا اچھا رکھ دیجئے جب آپ چلے جائیں گے تو کھا لوں گا۔ مامون نے کہا نہیں اسے آپ میرے سامنے کھائیں اور اگر اس کا ڈر نہ ہوتا کہ میرا معدہ مرطوب ہو جائے گا تو میں بھی آپ کے ساتھ کھاتا۔ تو آپ نے چند چمچے اس میں

سے نوش فرمائیے اور مامون واپس چلا گیا۔ راوی کا بیان ہے کہ عصر کے وقت تک حضرت امام رضا علیہ السلام کو پچاس مرتبہ اسہال ہوا۔ مامون پھر آپ کے پاس آیا اور کہا کوئی بات نہیں میرا خیال ہے کہ آپ کے معدے میں جو فاضل و فاسد مادہ ہے وہ نکل رہا ہے اور رات تک تو اس اسہال میں اور زیادتی ہو گئی پھر صبح ہوتے ہوتے آپ نے انتقال فرمایا۔ اور انتقال سے پہلے آخری الفاظ جو آپ کی زبان پر جاری ہوئے وہ قرآن کی یہ آیات تھیں ۔ قُلْ لَّوْ كُنْتُمْ فِيْ بُيُوْتِكُمْ لَبَرَزَ الَّذِيْنَ كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقَتْلُ اِلٰى مَضَاجِعِهِمْ سورہ ال عمران آیت ۱۵۴ اور وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ قَدَرًا مَّقْدُوْرًا سورہ الاحزاب آیت ۳۸ ۔

جب مامون صبح کو سو کر اٹھا تو اس نے غسل و کفن کا حکم دیا اور آپ کے جنازے کے پیچھے سرو پا برہنہ چلا اور یہ کہتا ہوا چلا کہ ہائے میرے بھائی تمہاری موت سے اسلام کی دیوار میں شگاف پڑ گیا افسوس میرے مقدر ہی میں آپ سے جدائی تھی سو پوری ہوئی پھر رشید کی لحد کو کھولا اور اس کے ساتھ اس کے پہلو میں آپ کو دفن کر دیا اور کہا امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے قرب کی وجہ سے میرے باپ کو بھی رحمت سے نوازے گا۔ (عیون اخبار الرضا جلد ۲ صفحہ ۲۴۰)

(۷) خواب میں رسول خدا کا موت کی خبر دینا

وشا سے روایت ہے کہ حضرت امام رضا علیہ السلام نے مسافر سے کہا اے مسافر دیکھنا اس پانی کی نالی میں مچھلیاں ہیں؟ اس نے کہا جی ہاں میں آپ پر قربان۔ آپ نے فرمایا میں نے کل شب خواب میں جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا آپ فرما رہے تھے کہ اے علی تمہارے لئے وہ بہتر ہے جو میرے پاس ہے۔ (بصائر الدرجات صفحہ ۴۸۳)

(۸)

محمد بن عبداللہ بن الحسن الافطس کا بیان ہے کہ ایک دن میں مامون کے پاس تھا وہاں مجلس شراب جمی ہوئی تھی اور وہ مجھے چھوڑ کر اپنے تمام مصاحبین کو شراب انڈیل انڈیل کر دے رہا تھا پھر اس کی کنیزوں نے نکل کر گانا بجانا شروع کیا تو اس نے کسی کنیز سے فرمائش کی کہ ساکن طوس والا مرثیہ سناؤ۔ کنیز نے مرثیہ شروع کیا۔

"اللہ طوس کو اور عترت مصطفیٰ میں سے اس فرد کو اپنی رحمتوں سے سیراب کرے جو یہاں آکر ہمیشہ کے لئے ساکن ہو گیا اور ہم لوگوں کو رنج و غم میں مبتلا کر گیا یعنی امید گاہ خلق حضرت ابوالحسن علیہ السلام جن کی موت پر غم منانا ہر شخص کا فرض ہے۔"

محمد بن عبداللہ کا بیان ہے کہ اسے سن کر مامون رونے لگا اور ہم بھی رونے لگے۔ پھر بولا افسوس اے محمد تمہارے اور ہمارے اہل خاندان ہمیں صرف اس بات پر برا کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوالحسن کو اپنا ولیعہد بنایا۔ خدا کی قسم اگر یہ باقی رہ جاتے تو یقین کرو کہ میں حکومت و خلافت سے دست بردار ہو کر انہیں اپنی جگہ بٹھا دیتا۔ مگر کیا بتاؤں کہ موت نے جلدی کر دی۔ اللہ تعالیٰ عبیداللہ بن حسن اور حمزہ بن حسن پر لعنت کرے ان دونوں نے ان کو قتل کر دیا۔ پھر بولا۔ اے محمد بن عبداللہ میں تم سے ایک عجیب واقعہ بیان کرتا ہوں مگر اسے راز میں رکھنا۔ میں نے کہا اے امیرالمومنین وہ کیا واقعہ ہے بیان فرمائیں۔ مامون نے کہا کہ جب میری کنیز زاہریہ حاملہ ہوئی تو میں حضرت ابوالحسن کی خدمت میں پہنچا اور کہا میں آپ پر قربان میں نے سنا ہے کہ حضرت ابوالحسن موسیٰ بن جعفر و جعفر بن محمد و محمد بن علی و علی ابن الحسین اور حسین علیہم السلام رد بلاو آسیب کے لئے تعویذ دیتے تھے جو تیر بہدف ہوتا تھا۔ آپ ان کے وصی ہیں اور وہی علم آپ کے پاس بھی ہے جو ان لوگوں کے پاس تھا۔ زاہریہ میری ایسی پسندیدہ کنیز ہے کہ میں اس پر اپنی کسی کنیز کو ترجیح نہیں دیتا۔ وہ کئی بار حاملہ ہوئی مگر اسقاط ہو گیا کیا آپ کے پاس بھی کوئی ایسی شئے ہے جس سے فائدہ اٹھایا جائے۔ آپ نے فرمایا اسقاط سے نہ ڈرو حمل سلامت رہے گا اور اس کے لڑکا پیدا ہو گا جو اپنی ماں سے شکل و صورت میں بہت مشابہ ہو گا۔ اللہ نے اس کی خلقت میں اضافہ کر دیا ہے۔ یعنی اس کے داہنے ہاتھ میں ایک زائد چھنگلیا اور داہنے پاؤں میں بھی ایک زائد چھنگلیا ہو گی۔

میں نے اپنے دل میں کہا یہ اچھا موقع ملا اگر ان کی بات سچ نہ ہوئی تو اسی بہانے میں ان کو ولیعہدی سے ہٹا دوں گا پھر میں مسلسل اس وقت کا انتظار کرتا رہا یہاں تک کہ زاہریہ کو دردِ زہ عارض ہوا۔ میں نے دایہ (بچہ پیدا کرانے والی) سے کہا جب بچہ پیدا ہو جائے تو میرے پاس لانا خواہ لڑکا ہو خواہ لڑکی۔ تھوڑی دیر میں وہ دایہ لڑکا لے کر آئی اور آپ کے کہنے کے مطابق واقعاً اس کے ہاتھ اور پاؤں میں ایک ایک زائد انگلی تھی اور شکل و صورت سے معلوم ہوتا تھا کہ کوکب دُرّی ہے۔ یہ دیکھ کر میں نے اسی دن ارادہ کیا کہ میں خلافت و حکومت سے دستبردار ہو جاؤں اور اپنے قبضہ میں جو کچھ ہے وہ سب ان کے حوالہ کر دوں۔ مگر پھر میرا نفس اس پر راضی نہ ہوا۔ لہٰذا میں نے اپنی مہران کے حوالہ کر دی اور کہہ دیا کہ آپ جس طرح چاہیں حکومت چلائیں مجھے کوئی عذر نہ ہو گا۔ آپ کا حکم سب پر بالا ہو گا اور خدا کی قسم اگر وہ ایسا کرتے تو مجھے بھی کوئی عذر نہ ہوتا۔

(غیبۃ الشیخ صفحہ ۵۴-۵۳) (کتاب الجلاء والشفاء) (کتاب المناقب جلد ۲ صفحہ ۳۳۲)

(نوٹ) یہ روایت باب معجزات میں عیون اخبار الرضا کے حوالہ سے نقل کی جا چکی ہے۔

(۹) زہر دینے کے اسباب

حضرت امام رضا علیہ السلام اکثر تنہائی میں مامون کو نصیحتیں کیا کرتے اور خوفِ خدا دلایا کرتے تھے۔ اور جب کبھی اس سے شرع کے خلاف کوئی امر سرزد ہوتا تو آپ اسے ٹوک دیا کرتے اور مامون بظاہر تو اسے تسلیم کر لیتا کہ ہاں غلطی ہوئی مگر اس میں بُرا محسوس کرتا تھا۔ چنانچہ ایک دن حضرت امام رضا مامون کے پاس گئے تو دیکھا کہ وہ بیٹھا وضو کر رہا ہے۔ اور اس کا غلام اس کے ہاتھوں پر پانی ڈال رہا ہے۔ تو آپ نے فرمایا یا امیر المومنین اپنے رب کی عبادت میں کسی اور کو شریک نہ کیا کیجئے۔ مامون نے اس وقت غلام کو تو ہٹا دیا اور خود اس نے پورا وضو کیا مگر اس ٹوکنے پر اور جل بھُن گیا۔

نیز مامون سے جب فضل بن سہل اور حسن بن سہل کا ذکر آتا تو آپ مامون سے فرماتے کہ ان دونوں کی باتوں میں نہ آیا کریں ان میں یہ یہ خرابیاں ہیں۔ چنانچہ ان دونوں کو بھی اس کی خبر ہوگئی تو ان دونوں نے بھی آپ کے خلاف جھوٹ سچ کہنا شروع کر دیا اور ایسی باتیں کہنے لگے جس سے مامون حضرت امام رضا علیہ السلام سے دوری اختیار کرلے اس کو ڈرانے لگے کہ کہیں کسی دن یہ آپ کے خلاف لوگوں کو نہ ابھاریں۔ ایسا مسلسل کہنے کی وجہ سے مامون نے آپ کے متعلق اپنی رائے بدل دی اور بالآخر اس نے حضرت امام رضا کو قتل ہی کروا دیا۔

اور اتفاق کی بات یہ ہے کہ ایک دن حضرت امام رضا علیہ السلام اور مامون دونوں نے ایک ساتھ کھانا کھایا۔ حضرت امام رضاؑ تو کھاتے ہی بیمار پڑ گئے اور مامون جھوٹ موٹ بیمار بن گیا عبداللہ بن بشیر کا بیان ہے کہ مامون نے مجھ سے کہا کہ اپنے ناخن بڑھا لو مگر کسی پر ظاہر نہ ہو۔ میں نے ناخن بڑھا لئے تو اس نے مجھے بلایا اور املی (تمر ہندی) کی طرح کی ایک چیز مجھے دی اور کہا اسے اپنے ہاتھوں سے خوب ملو اور گوندھو میں نے ایسا ہی کیا پھر مامون امام رضا علیہ السلام کے پاس گیا اور پوچھا آپ کا کیا حال ہے؟ آپ نے فرمایا رو بصحت ہوں۔ مامون نے کہا میں بھی بحمداللہ آج خود کو صحیح محسوس کر رہا ہوں اچھا آج معالجین میں سے کوئی آپ کے پاس آیا تھا؟ آپ نے فرمایا نہیں۔ مامون نے غصّہ کا اظہار کیا اور اپنے غلاموں پر بگڑا اور کہا کہ آب انار تیار کرو اس وقت ان کو اس کی ضرورت ہے پھر مجھے بلایا اور کہا جاؤ ایک انار لاؤ جب میں لایا تو مجھ سے کہا اس کو اپنے ہاتھ سے نچوڑو اور عرق نکالو۔ جب میں عرق نکال چکا تو مامون نے وہ عرق انار اپنے ہاتھوں سے حضرت امام رضا کو پلایا اور یہی آپ کی موت کا سبب بنا۔ دو[2] ہی دن کے بعد آپ کا انتقال ہوگیا۔

ابوصلت ہروی کا بیان ہے کہ جب مامون آپ کو عرق انار پلا کر چلا گیا تو میں حضرت امام رضا کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا اے ابوالصلت لوگ کام کر گئے۔ اس کے بعد آپ کلمہ شہادتین

زبان پر جاری کرنے لگے۔

اور محمد بن جہنم کہتا ہے کہ حضرت امام رضا علیہ السلام کو انگور بے حد پسند تھے تو مامون نے آپ کے لئے کچھ انگور لئے اور اس کی جڑوں میں زہر آلود سوئیاں کئی دن تک پیوست رکھیں اس کے بعد ان سوئیوں کو نکال کر وہ انگور آپ کے پاس لایا ۔ آپ بیمار تو تھے ہی جیسا کہ پہلے بتایا جا چکا ہے آپ نے اس میں سے چند دانے کھائے اور اسی نے ان کی جان لے لی۔ کہا جاتا ہے کہ وہ سوئیاں کسی لطیف زہر میں بجھی ہوئی تھیں

اور جب حضرت امام رضا علیہ السلام کا انتقال ہوا تو مامون نے آپ کی موت کو ایک دن اور ایک رات چھپائے رکھا پھر محمد بن جعفر کے پاس اور جماعت طالبین میں سے جو لوگ اس کے ہمرکاب تھے آدمی بھیجا جب وہ لوگ آئے تو انہیں آپ کی موت کی اطلاع دی اور دکھاوے کے لئے رونے اور غم کا اظہار کرنے لگا اور ان لوگوں کو آپ کی میّت کا جسم دکھانے لگا کہ دیکھ لیں یہ بالکل صحیح اور درست حالت میں ہے اور پھر چیخ کر کہنے لگا اے برادر عزیز تمہیں اس حالت میں دیکھ کر مجھے بے حد صدمہ ہے، مجھے تو یہ اُمید تھی کہ میں تم سے پہلے مروں گا مگر اللہ کو یہی منظور تھا۔

پھر اس نے تجہیز و تکفین کا حکم دیا۔ اور آپ کے جنازے کے ساتھ اس مقام تک آیا جہاں آپ اس وقت دفن ہیں۔ اس نے آپ کو دفن کیا اور وہ جگہ حمید بن قحطبہ کا گھر ہے جو قریہ سناباد میں واقع ہے اور سناباد طوس میں ہے۔ وہیں ہارون رشید کی قبر کے قبلہ کی جانب حضرت ابوالحسن علیہ السلام دفن ہیں۔ اور جہاں تک ہمیں علم ہے حضرت امام رضا علیہ السلام نے سوائے امام محمد تقی کے اور کوئی فرزند نہیں چھوڑا۔ امام محمد تقی علیہ السلام کا سن اپنے والد کی وفات کے وقت صرف سات سال اور چند ماہ کا تھا۔

(ارشاد شیخ مفید صـ ۲۹۷-۲۹۶)

(۱۰) ـــــ مامون کی تشویش

ابوالصلت ہروی سے روایت ہے ان کا بیان ہے کہ جب مامون حضرت امام رضا علیہ السلام کی عیادت کے لئے آیا اور دیکھا کہ آپ عالم جانکنی میں ہیں تو رونے لگا اور بولا اے برادر عزیز یہ امر مجھ پر بہت گراں ہے کہ آج آپ کو اس حالت میں دیکھنے کے لئے میں زندہ ہوں کیونکہ ابھی تو یہ آپ کے مرنے کے نہیں جینے کے دن تھے۔ اور اس سے زیادہ گراں اور تکلیف دہ میرے لئے یہ امر ہے کہ لوگ یہ کہیں گے کہ میں نے آپ کو زہر پلایا ہے اور اللہ گواہ ہے کہ میرا اس سے کوئی تعلق نہیں۔ عیادت کر کے مامون واپس ہوا اور حضرت امام رضا علیہ السلام نے انتقال فرمایا۔ اور آپ کی قبر کھودنے سے پہلے مامون پھر آیا اور حکم دیا کہ میرے والد کے پہلو میں آپ کی قبر کھودی جائے۔ پھر ہم لوگوں سے مخاطب ہوا اور کہا حضرت امام رضا نے مجھ سے بھی بیان کیا تھا کہ جب ان کی قبر کھودی جائے گی تو اس میں سے پانی اور

مچھلی نکلے گی۔ قبر کھودو ہم بھی دیکھیں۔ لوگوں نے قبر کھودنا شروع کیا جب لحد تک پہنچے تو اس میں سے پانی اور مچھلی نمودار ہوئی پھر یہ دونوں چیزیں لحد میں دھنس گئیں۔ اس کے بعد آپ کی تدفین عمل میں آئی۔

(مقاتل الطالبین صـ ۳۷۴-۳۷۱)

(۱۱) حضرت امام محمد تقی کا باعجاز خراسان پہنچنا

دلائل حمیری میں منقول ہے کہ حضرت امام ابو جعفر (محمد تقی) علیہ السلام نے معمر بن خلاد سے (مدینہ میں) کہا اے معمر اپنی سواری لے لو اور میرے ساتھ چلو۔ میں نے کہا کہاں چلوں؟ فرمایا جہاں تم سے کہا جائے وہاں چلو۔ میں اپنی سواری پر سوار ہو کر چلا جب ایک وادی یا ایک نشیب میں پہنچا تو مجھ سے فرمایا تم یہیں ٹھہرو میں ابھی آتا ہوں یہ کہہ کر وہ آگے بڑھ گئے۔ جب واپس آئے تو میں نے پوچھا میں آپ پر قربان کہاں تشریف لے گئے تھے؟ فرمایا کہ میں ابھی ابھی اپنے پدر بزرگوار کو خراسان میں دفن کر کے آرہا ہوں۔

(کشف الغمہ جلد ۳ صـ ۲۱۶) (الخرائج والجرائح صـ ۲۳۷)

(۱۲) اہلِ خاندان کو گریہ و ماتم کا حکم

اُمیّہ بن علی کا بیان ہے کہ میں مدینہ میں حضرت ابو جعفر (امام محمد تقی) کے پاس برابر آیا جایا کرتا تھا۔ اور حضرت امام رضا علیہ السلام اس وقت خراسان میں تھے اور حضرت ابو جعفرؑ کے پاس ان کے اہلِ خاندان، ان کے والد کے چچا وغیرہ برابر آتے رہتے اور ان کو سلام کرتے رہتے تھے۔ ایک دن حضرت ابو جعفر نے ایک کنیز کو بلایا اور کہا۔ ان لوگوں سے کہہ دے کہ صف ماتم بچھانے کا انتظام کریں لوگ جب واپس ہوئے تو آپس میں کہنے لگے ہم نے یہ تو پوچھا ہی نہیں کہ کس کی صف ماتم؟ جب دوسرا دن ہوا تو آپ نے پھر صفِ ماتم کے لئے کہا لوگوں نے پوچھا آخر یہ کس کی موت پر صفِ ماتم ہے۔ آپ نے فرمایا اس کی صفِ ماتم جو روئے زمین پر سب سے بہتر تھا۔ پھر چند دنوں کے بعد یہ خبر آئی کہ حضرت امام رضاؑ کا اسی روز انتقال ہوا تھا۔

بحار الانوار

باب ۲۱

شہادتِ امامؑ پر شعراء کی
مرثیہ نگاری

(۱) ابو فراس اور دعبل خزاعی

ابو فراس نے آپ کی شہادت پر چند اشعار کہے۔

ترجمہ: ان لوگوں نے بیعت ولیعہدی کے بعد ان کو قتل کر دیا۔ افسوس یہ لوگ صحیح راستہ دیکھنے کے بعد پھر اندھے ہو گئے۔ یہ ایک گروہ ہے جو سعید ہونے کے بعد پھر شقی ہو گیا۔ یہ ایک جماعت ہے جو سلامتی پانے کے بعد پھر ہلاک ہو گئی۔ افسوس آلِ محمد کا خون بہانے سے ان لوگوں کو نہ بیعت ولیعہدی نے روکا نہ عہد و پیمان نے اور نہ خاندانی رشتۂ قرابت نے۔

دعبل خزاعی نے آپ کی شہادت پر سب سے زیادہ مرثیے کہے جو مختلف زمینوں میں ہیں۔

مرثیہ نمبر ۱ کا ایک شعر

ترجمہ: علی ابنِ موسیٰ بن جعفر بن محمد کی موت پر بار بار قلق ہوتا ہے اور آنسو ہیں کہ تھمنے کا نام ہی نہیں لیتے۔

مرثیہ نمبر ۲ کا ایک شعر

ترجمہ: علی ابن موسیٰ رضا کی موت کی بنا پر اللہ تعالیٰ ان لوگوں سے سخت ناراض ہے۔

مرثیہ نمبر ۳ کے چند اشعار

ترجمہ: ان آنکھوں کو کیا ہو گیا ہے کہ آنسو بہا رہی ہیں۔ اگر یہ اپنی تمام آنسوؤں کی رگوں کو نچوڑ دیں تب بھی آنسو کم پڑ جائیں گے۔

اس ذات پر رونا آسان نہیں جس پر زمین روئی۔ اور جس کی موت کی خبر سن کر بلند پہاڑوں کی چوٹیوں نے " اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ " کہا اور سرنگوں ہو گئیں۔ ان کی جدائی پر آسمان رو رہا ہے۔ ستارے نوحہ ماتم کر رہے ہیں۔ ان کی روشنی مدھم پڑ گئی ہے۔ پھر تو ہمیں ان پر بہت زیادہ رونا چاہیئے۔ اس لئے کہ یہ مصیبت ہمارے لئے ایک عظیم مصیبت ہے۔

مرثیہ نمبر ۴ کا ایک شعر

ترجمہ: اے وہ قبر جو ایک غریب و مسافر کی ہے اور جو طوس میں واقع ہے۔ تجھ پر گذرتے ہوئے بادل آنسو برسا کر گذر جاتے ہیں۔

(۲) —— ابنِ مشیع مرقی اور علی ابن ابی عبداللہ خوانی

ابنِ مشیع مرقی رضی اللہ عنہ نے حضرت امام رضا علیہ السلام کی وفات پر یوں مرثیہ کہا

ترجمہ: اے وہ خطۂ زمین جس میں میرے سید و آقا نے وفات پائی۔ واقعی ان جیسا سید و سردار تو پوری عالمِ انسانیت میں نہیں ہے۔ علی بن ابی عبداللہ خوانی مرثیہ یوں شروع کرتے ہیں۔

ترجمہ: اے طوس اللہ تجھے اپنے آبِ رحمت سے سیراب کرے تو نے کیا کیا خیرات و برکات اپنے دامن میں چھپا لئے۔

(۳) —— دعبل خزاعی کا ایک طویل مرثیہ

دعبل کا بیان ہے کہ جب حضرت امام رضا علیہ السلام کی خبر وفات آئی تو میں اس وقت قم میں تھا اور وہیں میں نے یہ مرثیہ کہا اس مرثیہ کے چند اشعار۔

ترجمہ: اگر بنی امیہ نے آلِ محمد کو قتل کیا تو ان کے پاس ایک طرح کا عذر بھی ہے کہ ان کے اسلاف ان کے ہاتھوں قتل ہوئے تھے لیکن بنی عباس کے پاس تو ان کے قتل کا کوئی عذر نظر نہیں آتا۔

اس مرثیہ میں آگے بڑھ کر کہتے ہیں۔

ترجمہ: طوس میں دو قبریں ہیں ایک قبر بہترین خلق کی ہے اور دوسری قبر بدترین خلق کی ہے اور یہ انتہائی عبرت کا مقام ہے۔

مگر ایک ناپاک کسی پاک کی قربتِ قبر سے کوئی فائدہ نہیں اٹھا سکتا اور نہ ایک پاک و طاہر کو ایک ناپاک کی قربتِ قبر سے کوئی ضرر پہونچ سکتا ہے۔

(۴) —— ابو محمد یزیدی اور محمد بن حبیب ضبی

ابو محمد یزیدی کہتا ہے۔

طوس کو کیا ہو گیا ہے خدا اس کا برا کرے۔ یہ آئے دن کسی نہ کسی بڑی ہستی کو لے لیتا ہے۔ اس نے پہلے رشید کو لیا اور اب علی ابن موسیٰ رضا کو لیا۔ علی ابن موسیٰ رضا فضل و شرف میں دیگر عام آئمہ کے مانند نہ تھے ان کی وفات سے زمانے کی سعادت نحوست سے بدل گئی۔

محمد بن حبیب ضبی کی کتاب میں ایک طویل مرثیہ مرقوم ہے چند اشعار کا ترجمہ:

: طوس میں ایک قبر ہے جس میں امام محو خواب ہیں اس کی زیارت کے لئے جمع ہونا حتمی اور ضروری ہے یہ وہ قبر ہے کہ جس کی روشنی سے اندھوں کی آنکھوں میں بھی بینائی آجاتی ہے یہ وہ قبر ہے جس کی خاک سے تمام اسقام و امراض رفع ہو جاتے ہیں۔ یہ وہ قبر ہے جس کو دیکھ کر محمدؐ اور ان کے وصی کی تصویر آنکھوں میں پھر جاتی ہے۔ یہ وہ قبر ہے کہ اس کی زیارت کیلئے لوگ جوق در جوق آتے ہیں اور جب واپس جانے لگتے ہیں تو ان کے تمام گناہ دُھلے ہوئے ہوتے ہیں۔

اور آخر میں کہتا ہے۔

اے آل محمد لوگوں کو تمہاری محبت بذریعہ تعلیم حاصل ہوئی اور مجھے تم لوگوں کی محبت بذریعہ حاصل ہوئی ہے۔

(۵) ـــــ مامون پر دعبل کے مرثیہ کا اثر

روایت ہے کہ دعبل خزاعی ایک مرتبہ مامون کے پاس آئے۔ مامون نے کہا۔ ذرا وہ اپنا طویل مرثیہ تو سناؤ جو تم نے حضرت امام رضا کے متعلق کہا ہے۔ دعبل نے کہا کیسا مرثیہ میں تو اسے جانتا بھی نہیں۔ مامون نے کہا نہیں ڈرو نہیں تمہیں ہر طرح کی امان ہے۔

دعبل نے قصیدہ سنانا شروع کیا اور جب اس شعر پر پہنچے کہ

اگر بنی امیہ نے آل محمد کو قتل کیا تو ان کے پاس ایک طرح کا عذر بھی ہے مگر بنی عباس کے پاس تو کوئی عذر بھی نظر نہیں آتا یہ سن کر مامون نے اپنا عمامہ سر سے زمین پر ٹپک دیا اور کہا دعبل تم نے سچ کہا واقعاً کوئی عذر نہیں ہے۔

(۶) ـــــ ابو العیناء

ابو العیناء نے حضرت امام رضا علیہ السلام کی وفات پر آپ کے فرزند حضرت ابو جعفر (امام محمد تقیؑ) علیہ السلام کے سامنے رسم تعزیت ادا کرتے ہوئے کہا۔

آپ حضرات ہماری تعریف و توصیف سے بالاتر ہیں۔ ہم آپ کی تعریف کیا کر سکتے ہیں۔ آپ کی تعریف کے لئے اللہ کافی ہے آپ کو مصائب پر صبر کا ثواب اللہ ہی دے گا۔

(۷) ـــــ عبداللہ بن ایوب خیریتی

حضرت امام رضا علیہ السلام کی وفات کے بعد عبداللہ بن ایوب خیریتی شاعر نے آپ کے فرزند

حضرت ابوجعفر علیہ السلام کو خطاب کرتے ہوئے یہ مرثیہ کہا۔
اے ذبیح کے فرزند اے اس شجرہ طیبہ کے فرزند جس کی جڑ اور شاخیں دونوں طیب و طاہر ہیں۔ اے افضل الرسل یعنی حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے وصی کے فرزند۔ اے ان آٹھ آئمہ طاہرین کے فرزند جو دنیا کو روشن کر کے غروب ہو گئے اور اے ان تین آئمہ کے پدر عالی مقدار جو آئندہ طلوع ہوں گے۔
درحقیقت مشارق و مغارب سے مراد آپ ہی لوگ ہیں اور خود قرآن اس کی تصدیق کرتا ہے۔

بحار الانوار

باب ۲۲

معجزات وکرامات در روضۂ
حضرت امام رضا علیہ السلام

(۱) روضۂ اقدس سے نور بلند ہونا اور مقفل دروازے کا کھلنا

عبداللہ بن بنان طائی کی روایت ہے کہ میں نے محمد بن عمر نوقانی کو بیان کرتے ہوئے سُنا کہ ایک مرتبہ میں شب تاریک میں اپنے بالاخانہ پر نوقان میں سویا ہوا تھا کہ اتفاقیہ میری آنکھ کھل گئی اور مشہد مقدس حضرت امام رضا علیہ السلام (سناباد) کی طرف جو نظر گئی تو دیکھا کہ آپ کے روضہ اقدس سے ایک نور بلند ہو رہا ہے جس سے سارا مشہد مقدس اس طرح روشن ہے جیسے دن۔ اس سے پہلے حضرت امام رضا علیہ السلام کی امامت کے بارے میں مجھے شک رہتا تھا اور میں نہیں جانتا تھا کہ آپ کی امامت حق ہے۔ میری ماں نے مجھ سے پوچھا کیا بات ہے؟ میں نے کہا کہ میں نے مشہد مقدس سے ایک نور بلند ہوتے ہوئے دیکھا ہے۔ میری ماں بھی مخالف تھی اس نے کہا یہ کچھ نہیں شیطانی خیالات ہیں۔

پھر دوسری شب کو جو پہلی سے بھی زیادہ تاریک تھی اس میں بھی میں نے ویسا ہی نور بلند ہوتے ہوئے دیکھا جس سے سارا مشہدِ مقدس منور ہو رہا تھا۔ میں نے جا کر اپنی ماں کو بتایا اور اس کو لے کر اس بالاخانہ پر آیا جہاں سے مجھے وہ نور بلند ہوتا ہوا نظر آیا تھا یہ دیکھ کر اسے بے حد تعجب ہوا وہ الحمد اللہ کی تسبیح پڑھنے لگی۔ حالانکہ وہ بھی میری طرح اُن پر ایمان نہیں رکھتی تھی۔ بہر حال میں اُسی وقت دوڑا ہوا مشہد پہونچا تو دیکھا کہ روضہ کا دروازہ بند ہے۔ میں نے اپنے دل میں کہا پروردگار اگر حضرت امام رضا علیہ السلام کی امامت واقعاً حق ہے تو میرے لئے اس روضہ کا دروازہ کھول دے یہ کہہ کر میں نے اپنے ہاتھ سے دروازے کو دھکا دیا تو دروازہ کھل گیا۔ میں نے اپنے دل میں کہا معلوم ہوتا ہے کہ اچھی طرح سے بند نہیں تھا اس لئے کھل گیا ہے یہ سوچ کر میں نے دروازے کو خوب اچھی طرح بند کر دیا اور پورا اطمینان کر لیا کہ اب یہ بغیر کنجی کے نہیں کھل سکتا۔ اس کے بعد میں نے پھر کہا کہ پروردگار۔ اگر حضرت امام رضا علیہ السلام کی امامت حق ہے تو میرے لئے اس دروازے کو کھول دے یہ کہہ کر میں نے دروازے کو پھر اپنے ہاتھوں سے دھکا دیا اور وہ دروازہ کھل گیا۔ میں اندر گیا زیارت کی وہیں نماز پڑھی اور حضرت امام رضا علیہ السلام کی امامت کا قائل ہو گیا۔ اس کے بعد اب تک میں ہر جمعہ کو نوقان سے مشہد مقدس زیارت کے لئے آتا ہوں اور وہاں نماز پڑھتا ہوں۔

(عیون اخبار الرضا جلد ۲ ص ۲۷۸)

(۲) روضۂ اقدس پر استجابتِ دُعا

ابو طالب الحسین بن عبد اللہ بن نبان طائی سے روایت ہے کہ ابو منصور بن عبد الرزاق نے حاکم طوس بیوردی سے دریافت کیا کہ کیا تمہارے کوئی لڑکا ہے؟ اُس نے کہا نہیں۔ ابو منصور نے کہا پھر تم مشہد مقدس روضہ امام رضا علیہ السلام پر جاکر اللہ سے کیوں دُعا نہیں کرتے کہ اللہ تعالیٰ لڑکا عنایت کرے؟ میں نے تو آپ کے روضہ پر جو دُعا مانگی وہ قبول ہوئی۔ حاکم طوس کا بیان ہے کہ ابو منصور کے مشورہ پر میں روضہ اقدس حضرت امام رضا علیہ السلام پر حاضر ہوا اور اللہ سے دُعا مانگی کہ مجھے لڑکا عطا کرے تو خدا نے مجھے فرزند عطا فرمایا پھر میں ابو منصور بن عبد الرزاق کے پاس گیا اور اس سے بتایا کہ میں نے روضۂ اقدس پر جاکر دُعا مانگی تھی میری دُعا قبول ہوئی اللہ نے کرم کیا اور مجھے فرزند عنایت کیا۔

صدوق علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ میں نے امیر سعید رکن الدولہ سے زیارتِ مشہد مقدس حضرت امام رضا علیہ السلام کی اجازت چاہی اور اُس نے مجھے ماہِ رجب ۳۵۲ھ میں اجازت دی اور جب میں اس سے اجازت لے کر پلٹا تو اُس نے مجھے پھر واپس بلایا اور کہا۔ یہ بہت بابرکت روضہ ہے۔ میں نے بھی وہاں کی زیارت کی ہے اور اللہ سے جو دُعا مانگی وہ قبول ہوئی ہے لہذا آپ وہاں جارہے ہیں تو میرے لئے دُعا اور میری طرف سے زیارت میں کوتاہی نہ کیجئے گا اس لئے کہ وہاں جو دُعا مانگی جاتی ہے وہ قبول ہوتی ہے۔ میں نے اُن سے وعدہ کیا اور وعدہ کو پورا کیا۔ پھر جب میں مشہد سے پلٹ کر آیا تو امیر سعید رکن الدولہ کے پاس گیا۔ اس نے پوچھا کیا آپ نے میرے لئے وہاں پر دُعا کی تھی اور میری طرف سے زیارت پڑھی تھی؟ میں نے کہا جی ہاں اُس نے کہا آپ نے مجھ پر احسان فرمایا اور میرے لئے اس امر کی تصدیق ہوگئی کہ واقعاً اس روضہ اقدس میں دُعا قبول ہوتی ہے۔

(عیونِ اخبار الرضا جلد ۲ ص ۲۷۹)

(۳) نشاندہیٔ مقامِ دفنِ امانت

مجھ سے ابو نصر احمد بن حسین ضبی نے بیان کیا اور یہ وہ شخص ہے کہ اس سے بڑا خارجی اور دشمن اہلبیت آج تک مجھے نہیں ملا۔ اس کی خارجیت کا یہ حال تھا کہ وہ درود میں صرف اَللّٰھُمَّ صلی علیٰ محمّد کہتا تھا وَعلیٰ آلہٖ نہیں کہتا تھا۔

بہر حال اس کا بیان ہے کہ مجھ سے ابو بکر حمامی الفرا نے سکۂ حرب نیشاپور

میں یہ واقعہ بیان کیا (اس کا شمار بھی اصحاب حدیث میں ہوتا تھا) وہ کہتا تھا کہ ایک شخص نے اپنی ایک امانت میرے سپرد کی میں نے اُسے زمین میں دفن کر دیا۔ اور اب بھول گیا کہ کہاں دفن کی ہے جب ایک مدّت گذر گئی تو وہ شخص آیا اور اس نے اپنی امانت واپس مانگی مگر میں دفن کی جگہ بھول گیا تھا اس لئے بہت پریشان تھا اور وہ مجھ پر بد دیانتی کا الزام لگا رہا تھا۔ اس پریشانی میں میں مغموم و رنجیدہ اپنے گھر سے نکلا دیکھا کہ ایک قافلہ روضہ امام رضا علیہ السلام کی زیارت کے لئے مشہد جا رہا ہے۔ میں بھی اس کے ساتھ مشہد کے لئے روانہ ہو گیا وہاں پہونچ کر زیارت کی اور اللہ سے دُعا کی کہ اس شخص کی امانت کے دفن کی جگہ کا کسی طرح پتہ چل جائے۔

رات کو میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک شخص میرے پاس آیا اور اُس نے کہا کہ تم نے وہ امانت فلاں مقام پر دفن کی ہے۔ بہر حال جب زیارت سے واپس آیا تو میں نے صاحب امانت سے خواب میں جو کچھ دیکھا تھا بیان کر دیا۔ مگر خود مجھے اپنے خواب پر اعتبار نہ تھا (اس لئے میں تو وہاں گیا نہیں) صاحبِ امانت خود گیا اور اُس نے اس جگہ کو کھودا تو اُس کی امانت مہر شدہ اس مقام پر مدفون مل گئی۔ اس کے بعد وہ شخص اپنے اس واقعہ کو سب سے بیان کیا کرتا اور مشہد مقدّس کی زیارت کا لوگوں کو شوق دلایا کرتا تھا۔

(عیون اخبار الرضا جلد ۲ ص ۲۸۰-۲۷۹)

(۴) دیوار پر معجزانہ تحریر

ابو جعفر محمد بن ابی القاسم بن محمد بن فضل تمیمی ہروی سے روایت ہے کہ میں نے ابو الحسن علی بن الحسن قہستانی سے سُنا۔ ان کا بیان ہے کہ میں مرد الرود میں تھا کہ ایک حمزہ نامی مصری شخص ادھر سے گذرا اس نے بتایا کہ میں مصر سے حضرت امام رضا علیہ السلام کے روضہ اقدس کی زیارت کے لئے طوس آیا ہوں۔ جب روضہ اقدس پر پہونچا تو آفتاب غروب کے قریب تھا اس نے زیارت کی اور نماز پڑھی اتفاق کی بات تھی کہ اُس دن اس مصری کے سوا اور کوئی زائر نہیں آیا تھا۔ غرض جب رات ہو گئی تو خادم قبر روضہ کا دروازہ بند کرنے کے لئے آیا تو اس مصری نے اس سے درخواست کی کہ وہ اس کو روضہ کے اندر ہی چھوڑ کر دروازہ بند کر لے یہ روضہ میں نماز وغیرہ پڑھتا رہے گا۔ اس لئے کہ یہ ایک دور دراز مقام سے آیا ہے اس کو باہر نکلنے کی ضرورت نہیں۔ خادم نے اس کو روضہ میں چھوڑ کر دروازہ بند کر دیا۔ وہ تنہا اس میں نماز پڑھتا رہا۔ جب تھک گیا تو اپنا سر گھٹنے پر رکھ کر بیٹھ گیا۔ تاکہ ذرا دم لے سکے۔ پھر جب اُس

نے گھٹنے سے سر اُٹھایا تو اس کے چہرے کے سامنے دیوار پر ایک رقعہ چسپاں تھا جس پر یہ دو شعر تحریر تھے۔

ترجمہ:۔ جو شخص چاہتا ہے کہ کسی ایسی قبر کو دیکھے کہ جس کی زیارت کرنے والے کی اللہ تعالیٰ تمام پریشانیاں دُور کر دیتا ہے تو اس پر لازم ہے کہ وہ اس قبر کی زیارت کرے جس میں اللہ تعالیٰ نے خاندانِ رسالت کی ایک منتخب ہستی کو ساکن کر دیا ہے۔

اس مصری کا بیان ہے کہ یہ پڑھ کر میں پھر اٹھا اور صبح تک نمازیں پڑھتا رہا پھر اپنا سر گھٹنوں پر رکھ کر بیٹھ گیا۔ پھر سر اُٹھایا، تو اب دیوار پر کچھ نہ تھا حالانکہ وہ تحریر تازہ لکھی ہوئی معلوم ہوتی تھی۔ جیسے کسی نے ابھی ابھی لکھی ہو۔ مصری کا بیان ہے کہ جب صبح نمودار ہوئی تو دروازہ کھلا اور میں روضہ سے نکلا۔ (عیون اخبار الرضا جلد ۲ صـ ۲۸۰-۲۸۱)

حاکمِ خراسان نے کتاب مقتضی میں تحریر کیا ہے کہ میں نے ایک مرتبہ خواب میں دیکھا کہ میں روضۂ اقدس حضرت امام رضا علیہ السلام میں ہوں کہ اتنے میں ایک فرشتہ آسمان سے نازل ہوا جو سبز لباس پہنے ہوئے تھا۔ اُس نے لوحِ قبر پر یہ دو اشعار لکھ دیئے۔

ترجمہ:۔ جو شخص یہ چاہتا ہے کہ کسی ایسی قبر کی زیارت کرے جس کی زیارت کے بعد اس کی تمام پریشانیاں دُور ہو جائیں تو وہ اِس قبر کی زیارت کرے۔ اللہ تعالیٰ نے اس میں آلِ رسولؐ کی ایک منتخب ہستی کو ساکن کر دیا ہے۔

⑤ احترامِ اسمِ امامؑ

ابوالحسن علی بن احمد بن علی نصری معدل کا بیان ہے کہ صالحین میں سے ایک شخص نے جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو خواب میں دیکھا اور عرض کیا یا رسول اللہؐ میں آپ کی اولاد میں سے کس کی زیارت کروں؟ آپ نے فرمایا۔ میری اولاد میں سے اُن لوگوں کی قبر کی زیارت کرو جو زہر سے شہید ہو کر میرے پاس آئے ہیں اور میری اولاد میں سے اُن کی قبر کی زیارت کرو جو قتل ہو کر میرے پاس آئے ہیں۔ اُس مردِ صالح نے کہا، یا رسول اللہؐ مگر اُن کی قبر تو مختلف مقامات پر ہیں اُن میں سے کس قبر کی زیارت کروں؟ فرمایا اُس کی قبر کی زیارت کرو جو تم سے قریب واقع ہوا اور عالمِ غربت میں مدفون ہو۔ اُس مردِ صالح نے کہا، یا رسول اللہؐ

کیا آپ کی مراد حضرت امام رضا سے ہے۔؟ آپ نے فرمایا (ارے خالی نام لے لیا) اُن کے نام کے ساتھ صلی اللہ علیہ وآلہ کہو۔ صلی اللہ علیہ وآلہ کہو صلی اللہ علیہ وآلہ کہو۔ یہ آپ نے تین مرتبہ فرمایا۔ (عیون اخبار الرضا جلد ۲ ص ۲۸۱)

⑥ بازگشتِ تلاوت

ابو عمرو محمد بن عبداللہ حکمی حاکم نوقان کا بیان ہے کہ میرے پاس دو شخص امیر نصر بن احمد بخاری کے نام کسی بادشاہ کا خط لے کر آئے ان میں سے ایک مقام رے کا باشندہ تھا اور ایک قم کا رہنے والا تھا۔ قمی شخص قم کے قدیمی مذہب خارجیت سے منسلک تھا اور رے والا یعنی رازی شیعیت سے متعلق تھا۔ جب دونوں نیشاپور پہونچے تو رازی نے قمی سے کہا ایسا نہ کریں کہ پہلے ہم حضرت امام رضا علیہ السلام کی زیارت کرلیں اس کے بعد بخارا چلیں؟ قمی نے کہا بادشاہ نے ہمیں خط دے کر بخارا بھیجا ہے جب تک ہم اس کام سے فارغ نہ ہولیں جائز نہیں کہ دوسرا کوئی کام کریں۔ الغرض دونوں بغیر زیارت بخارا روانہ ہو گئے اور بادشاہ کا خط پہونچا کر واپس ہوئے اور جب طوس کے قریب پہونچے تو مرد رازی نے اس قمی سے کہا ہم امام رضا علیہ السلام کی زیارت نہ کرلیں؟ اس نے جواب دیا۔ ہم رے سے چلے تھے تو مرجئہ مذہب پر تھے اب وہاں رافضی بن کر تو نہ پلٹیں گے۔

بہر حال اس مرد رازی نے اس شخص قمی کو اپنا سارا سامان اور سواری سپرد کردی اور ایک گدھے پر سوار ہو کر روضہ امام رضا علیہ السلام کی زیارت کو آیا۔ اور خدامِ روضہ سے کہا آج کی شب میرے لئے روضہ کا دروازہ کھول دو اور اُس کی کنجی مجھے دے دو۔ خدام نے ایسا ہی کیا۔ مردِ رازی کا بیان ہے کہ میں روضہ اقدس میں داخل ہوا اندر سے دروازہ بند کرلیا اور حضرت امام رضا علیہ السلام کی زیارت پڑھی پھر قبر کے سرہانے کھڑے ہو کر نمازیں پڑھیں اس کے بعد قرآن کی ابتدا سے تلاوت شروع کی۔ تو جس طرح میں پڑھ رہا تھا اسی طرح قرآن پڑھنے کی کوئی اور آواز بھی سنائی دینے لگی۔ اب میں نے قرات روک دی اور روضہ کے چاروں طرف پھر کر دیکھا تو کوئی نہ تھا لہذا پھر اپنی جگہ واپس آگیا اور قرآن کی قرات شروع کی تو پھر اُسی طرح قرات کی آواز آنے لگی تو میں تھوڑا خاموش ہو کر خوب غور سے سننے لگا معلوم ہوا کہ یہ آواز قبر کے اندر سے آرہی ہے۔ پھر میں اسی طرح قرات کرتا رہا اور اُسی کے ساتھ ساتھ جو میں پڑھتا اسی کی آواز سنتا رہا۔ یہاں تک کہ جب میں سورہ مریم کی اِس آیت پر

پہونچا کہ۔ یَوْمَ نَحْشُرُ الْمُتَّقِيْنَ اِلَى الرَّحْمٰنِ وَفْدًا ۝ وَنَسُوْقُ الْمُجْرِمِيْنَ اِلٰى جَهَنَّمَ وِرْدًا
(سورہ مریم آیت ۸۶-۸۵) تو قبر سے آواز آئی یَوْمَ یَحْشُرُ الْمُتَّقُوْنَ اِلَى الرَّحْمٰنِ وَفْدًا ۝
وَيُسَاقُ الْمُجْرِمُوْنَ اِلٰى جَهَنَّمَ وِرْدًا ۝ الغرض میں نے قرآن کی تلاوت ختم کی
اور اُدھر سے بھی تلاوت ختم ہوگئی۔

جب صبح ہوئی تو میں نوقان واپس آیا تو وہاں کے قاریانِ قرآن سے اس قرأت کے متعلق دریافت کیا تو اُنھوں نے کہا یہ قرأت لفظاً اور معناً تو درست ہے مگر ہمیں نہیں معلوم کہ سات قاریان قرآن میں سے کسی ایک کی بھی یہ قرأت ہو۔ راوی کا بیان ہے کہ پھر میں نیشاپور آیا اور وہاں کے قاریوں سے اس قرأت کے متعلق دریافت کیا کہ اس آیت کو یوم یحشر المتقون الی الرحمٰن وفداہ ویساق المجرمون الی جہنم وردا ہ سات مشہور قاریوں میں سے کس نے پڑھا ہے۔ وہاں کے قاریوں نے پوچھا تم یہ کہاں سے لے کر آرہے ہو؟ میں نے کہا ایک بات ہے اس لئے معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ یہ کس کی قرأت ہے۔ تو اُنھوں نے جواب یہ دیا کہ روایات اہلبیت کی بنا پر رسول اللہؐ کی قرأت ہے۔ اس کے بعد اُنھوں نے پوچھا آخر واقعہ کیا ہے کہ جس کی وجہ سے تم اس قرأت کو پوچھ رہے ہو۔ تو میں نے سارا قصہ بیان کیا اور ہماری قرأت صحیح ہوگئی۔ (عیون اخبار الرضا جلد ۲ صـ ۲۸۲)

اسی مثل کی ایک روایت کشف الغمہ جلد ۲ صـ ۹۱-۹۰ پر بھی مذکور ہے۔

(۷) غلام کی دُعا کی فوری قبولیت

ابوالحسن محمد بن شبیداللہ ہروی سے روایت ہے کہ بلخ کا ایک شخص مشہدِ مقدس حضرت امام رضا علیہ السلام کی زیارت کو آیا اس کے ساتھ اس کا غلام بھی تھا۔ دونوں نے حضرت امام رضا علیہ السلام کی زیارت پڑھی پھر مالک قبر کے سرہانے کھڑا ہو کر نماز پڑھنے لگا اور غلام پاؤں کی طرف مشغولِ نماز ہوا۔ جب دونوں نماز سے فارغ ہوئے تو دیر تک سجدہ میں رہے۔ مجھ سے پہلے مالک نے سجدے سے سر اُٹھایا اور غلام کو آواز دی تو غلام نے فوراً سجدے سے سر اُٹھایا اور کہا "لبیک یا مولای" سرکار حاضر۔ پوچھا آزادی چاہتے ہو؟ غلام نے کہا جی ہاں۔ مالک نے کہا اچھا جاؤ تم راہِ خدا میں آزاد ہو اور میری فلاں کنیز جو بلخ میں ہے اُس کو بھی میں نے آزاد کیا اور اُس کا نکاح تم سے اتنے مہر پر کیا اور تمہاری طرف سے مہر کی ادائیگی میں کروں گا اور میری فلاں جائیداد ہے اُسے میں نے تمہاری اولاد کے لئے بلکہ اولاد در اولاد کے لئے وقف کر دیا اور اس پر میں اس امام کو گواہ بناتا ہوں۔

یہ سُن کر غلام مارے خوشی کے زار وقطار رونے لگا اور اللہ کی اور امام رضا کی قسم کھاکر کہنے لگا کہ ابھی ابھی میں نے سجدہ میں یہی دُعا کی تھی اور اتنی جلد اللہ نے میری یہ دعا قبول کرلی۔ (عیون اخبار الرضا جلد ۲ صـ۲۸۲)

⑧ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کی کرامت

ابونصر موذن نیشاپوری کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں ایسا شدید بیمار ہوا کہ اس کے اثر سے میری زبان بند ہوگئی میں بالکل بات نہیں کرسکتا تھا۔ میرے جی میں آیا کہ چل کر حضرت امام رضا علیہ السلام کی زیارت کروں اور وہیں آپ کے روضہ پر اللہ سے دُعا کروں۔ اور آپ کو اپنا وسیلہ بناؤں تاکہ اللہ مجھے صحت دے اور میری زبان کھل جائے۔ یہ سوچ کر میں سواری پر سوار ہوا اور مشہد پہونچا امام رضا کی زیارت کی پھر قبر کے سر بالین کھڑے ہوکر دو رکعت نماز پڑھی پھر سجدہ میں گیا اور صاحبِ قبر کا واسطہ دے کر میں نے اللہ سے انتہائی تضرع کے ساتھ دعا مانگی کہ اے اللہ تو مجھے صحت دے اور میری بند زبان کھول دے۔ پھر میں وہیں سو گیا۔ تو خواب دیکھا کہ جیسے قبر شگافتہ ہوئی اور اس میں سے ایک بزرگ گندمی رنگ کے نکلے اور مجھ سے کہا اے ابونصر کہہ لا الہ الا اللّٰہ۔ میں نے اشارے سے جواب دیا کیسے کہوں میری زبان کو چلتی ہی نہیں بالکل بند ہے۔ ان بزرگ نے مجھ سے ڈانٹ کر کہا کیا تو قدرتِ خدا کا منکر ہے۔ کہہ لا الہ الا اللّٰہ۔ راوی کا بیان ہے کہ فوراً میری زبان چل پڑی میں نے لا الہ الا اللّٰہ کہا۔ اور پاپیادہ اپنی قیام گاہ پر آیا راستے بھر لا الہ الا اللّٰہ کہتا رہا اور میری زبان چلتی رہی اس کے بعد کبھی بند نہ ہوئی۔ (عیون اخبار الرضا جلد ۲ صـ۲۸۳)

⑨ سیلاب اور روضۂ اقدس

یہ بھی ابونصر موذن ہی کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ سناباد میں بہت زبردست سیلاب آیا۔ وہاں کی وادی روضہ اقدس سے بلند تھی اور پانی روضہ اقدس کے قریب تک پہونچ گیا تو اللہ کے حکم سے روضۂ اقدس اس وادی سے بھی بلند ہوگیا اور روضہ اقدس میں سیلاب کا کوئی اثر نہ ہوا۔ (عیون اخبار الرضا جلد ۲ صـ۲۸۳)

⑩ مسروقہ رقم کی برآمدگی

محمد بن احمد سنانی نیشاپوری کا بیان ہے کہ میں امیر ابو نصر بن ابی علی صفانی سردارِ فوج کی خدمت میں تھا۔ اور اس کی مصاحبت میرے لئے بہت اچھی تھی۔ اسی بنا پر اس کے دوسرے مصاحبین مجھ سے جلتے تھے کہ صفانی اس کی طرف اس قدر مائل کیوں ہے اور اس پر اتنا کرم کیوں کرتا ہے۔

ایک دن ابو نصر صفانی نے مجھے ایک تھیلی دی جس میں تین ہزار درہم تھے اس نے اس پر اپنی مُہر لگادی اور مجھے حکم دیا کہ اسے میرے خزانہ میں لے جاکر جمع کردو۔ میں وہ تھیلی لے کر اُس کے پاس سے اُٹھا اور جاکر وہاں بیٹھ گیا جہاں اس کے دربان وغیرہ بیٹھے تھے وہ تھیلی میں وہیں رکھ کر لوگوں سے باتیں کرنے لگا کہ اتنے میں وہ تھیلی چوری ہوگئی اور مجھے پتہ بھی نہیں چلا۔ امیر ابو نصر کا ایک غلام جس کا نام خطلخ تاش تھا وہ بھی اُس وقت وہاں موجود تھا جب میں نے نظر اُٹھائی تو دیکھتا ہوں کہ وہ تھیلی غائب ہے میں نے سب سے پوچھا سب نے یہی جواب دیا کہ ہمیں نہیں معلوم بلکہ وہ لوگ مجھے جھٹلانے لگے اور کہنے لگے کہ تم نے تھیلی یہاں رکھی ہی نہیں تھی۔ میں ان لوگوں کے حسد و بغض کو جانتا تھا سمجھ گیا ان لوگوں نے چال چلی ہے میں نے مناسب نہیں سمجھا کہ امیر ابو نصر سے اس کا تذکرہ کروں اس خیال سے کہ کہیں وہ مجھ پر ہی الزام نہ لگادے مگر میں بہت حیرت اور فکرمند تھا کہ آخر وہ تھیلی کون لے گیا اور میرے والد کا یہ دستور تھا کہ انہیں جب کوئی پریشانی لاحق ہوتی تو فوراً روضہ حضرت امام رضا علیہ السلام کا قصد کرتے زیارت کرتے اور اللہ سے دُعا کرتے آپ کی پریشانی دُور ہو جایا کرتی تھی۔

یہ خیال آتے ہی میں امیر ابو نصر کے پاس دوسرے دن گیا اور کہا ایہا الامیر مجھے طوس جانے کی اجازت مرحمت فرمایئے میرا وہاں ایک کام ہے اس نے پوچھا کیا کام ہے؟ میں نے جواب دیا کہ میرا ایک طوسی غلام تھا وہ بھاگ گیا اور وہ تھیلی غائب ہے اور میرا خیال ہے کہ وہی لے گیا ہے۔ امیر نے کہا دیکھو کہیں ایسا نہ ہو کہ تم ہمارے سامنے اپنے اعتبار کو کھو بیٹھو۔ میں نے کہا خدا کی پناہ بھلا کہیں ایسا ہوسکتا ہے۔ امیر ابو نصر نے کہا اچھا اگر تمہارے آنے میں تاخیر ہوئی تو میری تھیلی کا ضامن کون ہے؟ میں نے کہا اگر میں چالیس دن کے بعد نہ آؤں تو میری ساری ملکیت میرا مکان سب آپ کے سامنے ہے آپ ابو الحسن خزاعی کو لکھ دیں کہ وہ طوس میں میرے سارے اثاثے پر قبضہ کرلے۔ یہ سُنکر اس نے مجھے

طوس جانے کی اجازت دے دی۔

اور میں منزل بہ منزل کرایہ پر سواری لیتا رہا یہاں تک کہ میں مشہد مقدس پہونچ گیا وہاں میں نے حضرت امام رضا علیہ السلام کی زیارت کی اور قبر کے سرہانے کھڑے ہو کر اللہ سے دُعا کی کہ جہاں وہ تھیلی رکھی ہوئی ہے اُس جگہ سے مجھے مطلع کر دے۔ اس دُعا کے بعد مجھے نیند آگئی اور میں وہیں سو گیا۔ تو جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ وہ مجھ سے فرما رہے ہیں کہ اٹھو اللہ نے تمہاری دُعا قبول کی۔ یہ خواب دیکھ کر میں اٹھا دوبارہ وضو کیا اور نمازیں پڑھیں اور دُعائیں مانگیں۔ دُعا مانگتے مانگتے مجھے دوبارہ نیند آگئی تو پھر حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھا آپ فرماتے ہیں کہ وہ تھیلی خطلخ تاش نے چرائی ہے اور اپنے گھر میں آتشدان کے نیچے دفن کئے ہوتے ہے۔ وہ وہیں ہے اور اُس پر ابونصر صفانی کی مہر بھی ہے۔

یہ خواب دیکھ کر میں تین ہی دن کے اندر مقررہ مدّت سے پہلے ہی واپس آگیا اور اپنا لباس تبدیل کر کے امیر ابونصر کے پاس گیا اُس نے کہا وہ تھیلی کہاں ہے؟ میں نے کہا وہ خطلخ تاش کے پاس ہے پوچھا تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ اُس کے پاس ہے؟ میں نے کہا مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عالم خواب میں حضرت امام رضا علیہ السلام کے روضہ اقدس کے اندر بتایا ہے۔ یہ سُنکر وہ کانپنے لگا۔ اور حکم دیا کہ خطلخ تاش کو بلا لاؤ اور اس سے کہا وہ تھیلی کہاں ہے جو تم چوری کر کے لے گئے ہو اس نے انکار کیا۔ خطلخ تاش اُس کا بہت پسندیدہ غلام تھا۔

ابونصر نے حکم دیا کہ اس کی پٹائی کی جائے تب یہ بتائے گا۔ میں نے کہا ایہا الامیر پٹائی کی ضرورت نہیں جناب رسولؐ خدا نے یہ بھی بتا دیا ہے کہ اس نے وہ تھیلی کہاں رکھی ہے۔ امیر ابونصر نے پوچھا اس نے کہاں رکھی ہے؟ میں نے کہا وہ تھیلی اس کے مکان کے اندر آتشدان کے نیچے مدفون ہے جس پر امیر کی مہر بھی ثبت ہے۔ اس نے اپنے ایک موثق آدمی کو اس کے گھر بھیجا اور کہا کہ آتشدان کی جگہ کو کھود کر دیکھو۔ اس شخص نے جا کر وہ جگہ کھودی اور وہ مہر شدہ تھیلی نکال کر لایا اور امیر ابونصر کے سامنے رکھ دی۔

جب امیر ابونصر نے تھیلی کو دیکھا اور اس پر اپنی مہر دیکھی تو مجھ سے کہا اے محمد بن احمد سنانی میں آج تک تمہارے فضل اور مرتبہ کو نہیں پہچان سکا تھا اب میں تمہارے تقرب و مرتبہ میں اور اضافہ کروں گا۔

محمد بن احمد سنانی نیشاپوری کا بیان ہے کہ اس واقعہ کے بعد میں ان

ترکوں سے ڈرا کہ کہیں یہ ہمیں کسی اور مصیبت میں نہ پھنسا دیں اس لئے میں نے امیر سے اجازت لی اور نیشاپور آگیا اور وہاں ایک دوکان لے کر اب تک وہاں بیٹھ کر انجیر فروخت کرتا ہوں۔ ولاحول ولاقوۃ الّا باللہ۔ (عیون اخبار الرضا جلد ۲ ص ۲۸۵-۲۸۴)

(۱۱) احاطۂ امامؑ پناہ گاہِ وحوش

ابوالفضل محمد بن احمد بن اسماعیل سلیطی رحمۃ اللہ کا بیان ہے کہ میں نے ابوجعفر عتبی کے مصاحب حاکم رازی کہتے ہوئے سُنا ہے کہ مجھے انھوں نے اپنا پیغامبر بنا کر ابومنصور بن عبدالرزاق کے پاس بھیجا چونکہ پنجشنبہ کا دن تھا میں نے ان سے زیارت روضہ حضرت امام رضا علیہ السلام کی اجازت چاہی تو اُنھوں نے کہا تم اس روضہ اقدس کی بات مجھ سے سنو۔ میں اپنے ایام جوانی میں اس روضہ کے ساتھ عقیدت رکھنے والوں کے ساتھ بہت تعصب رکھتا تھا۔ یہاں آنے والے زائرین کو راہ میں روک کر اُن کے لباس اور اُن کا سامان وغیرہ سب چھین لیا کرتا تھا۔

ایک دن میں شکار کی تلاش میں نکلا اور ایک چیتے کو ایک ہرن کے پیچھے چھوڑا اس چیتے نے ہرن کا پیچھا کیا۔ اس ہرن نے مسجد کے احاطے میں پناہ لی اور کھڑا ہو گیا۔ اور چیتا بھی باہر اُس کے سامنے کھڑا ہو گیا اس کے قریب نہیں گیا۔ میں نے ہرچند کوشش کی کہ چیتا آگے بڑھے مگر وہ آگے نہیں بڑھا۔ مگر جب بھی ہرن اس احاطے سے باہر نکلتا تو چیتا اُسکا پیچھا کرتا اور جب وہ اس احاطے میں داخل ہو جاتا تو چیتا باہر کھڑا ہو جاتا اندر نہیں جاتا تھا بالآخر وہ ہرن اس مشہد کے احاطے کے اندر ایک حجرہ میں داخل ہو گیا تو میں نے اندر داخل ہو کر ابونصر سنقری سے دریافت کیا کہ ابھی اس میں ایک ہرن داخل ہوا تھا وہ کہاں ہے؟ اس نے جواب دیا کہ میں نے تو یہاں کسی ہرن کو نہیں دیکھا۔ پھر میں اس حجرہ میں داخل ہوا جس میں ہرن داخل ہوا تھا۔ تو میں نے اس میں ہرن کی مینگنی اور پیشاب تو دیکھا لیکن ہرن نظر نہیں آیا۔

اس کے بعد میں نے اللہ سے عہد کیا کہ آج کے بعد میں کسی زائر کو نہیں ستاؤں گا اور جب بھی کوئی زائر ملے گا اس کے ساتھ بھلائی سے پیش آؤں گا۔ اور آئندہ جب بھی مجھے کوئی مشکل پیش آتی میں اسی روضہ پر آتا زیارت پڑھتا اور اللہ سے دُعا کرتا طلبِ حاجت کرتا اللہ میری حاجت پوری کر دیتا۔

ایک مرتبہ میں نے اس روضہ میں اللہ سے دُعا کی کہ مجھے ایک فرزند عطا کر اُس

اُس نے مجھے فرزند عطا کیا مگر جب وہ لڑکا بالغ ہوا تو قتل کر دیا گیا۔ میں دوبارہ اس روضہ میں اُس مقام پر آیا جہاں میں نے دُعا مانگی تھی۔ یہاں کھڑے ہو کر میں نے پھر دعا مانگی کہ پروردگار مجھے ایک فرزند عطا کر میری دعا قبول ہوئی اور اللہ نے مجھے دوبارہ فرزند عطا کیا۔ اور اس روضہ میں جب کبھی کوئی دعا مانگی اللہ نے میری وہ دعا قبول کر لی۔ تو یہ ہے وہ فیض اور برکت جو اس روضۂ اقدس سے مجھے حاصل ہوئی (عیون اخبار الرضا جلد ۲ صـ ۲۹۶-۲۸۵)

(۱۲) ـــــ حمویہ کی خراسان کی حکومت کیلئے دُعا

ابو طیب محمد بن ابی الفضل سلیطی کا بیان ہے کہ سردار لشکر خراسان حمویہ ایک دن نیشا پور میں میدان حسین بن زید پر آیا تاکہ ان سرداروں کے مکان کو دیکھے جو اس کے ساتھ باب عقیل پر تھے اور جس کی تعمیر کا اس نے حکم دیا تھا اور یہ بھی حکم دیا تھا کہ وہاں ایک بیمارستان (شفاخانہ) تعمیر کیا جائے۔ الغرض وہ گھوم پھر کر دیکھ ہی رہا تھا کہ اس کے سامنے سے ایک شخص گذرا۔ حمویہ نے اپنے غلام سے کہا جاؤ اس شخص کو لے کر میرے گھر پہونچو میں تھوڑی دیر میں آتا ہوں۔

الغرض جب حمویہ اپنے گھر واپس آیا اور اپنے ساتھ کے سرداران کے ساتھ دستر خوان پر بیٹھا تو غلام سے پوچھا وہ شخص کہاں ہے۔ غلام نے کہا وہ دروازے پر ہے حکم دیا اُس کو بھی اندر بلا لو۔ جب وہ اندر آیا تو کہا اس کے ہاتھ دھلاؤ اور میرے ساتھ اسے بھی دستر خوان پر بٹھاؤ۔ جب سب لوگ کھانے سے فارغ ہو چکے تو حمویہ نے اس شخص سے پوچھا کیا تمہارے پاس سواری کے لئے گدھا ہے؟ اس نے کہا نہیں۔ اس نے حکم دیا کہ اسے ایک گدھا دیدو۔ پھر پوچھا کیا تمہارے پاس خرچ اخراجات کے لئے کچھ نقد رقم بھی ہے؟ اس نے کہا نہیں۔ حکم دیا کہ اس کو ایک ہزار درہم اور دو عدد خوزستانی ٹوکرے اور ایک سفرہ اور فلاں فلاں آلات دے دو۔ وہ سب لا کر اُس کو دے دیا گیا۔

اس کے بعد حمویہ اپنے سرداروں کی طرف متوجہ ہوا اور کہا جانتے ہو یہ شخص کون ہے؟ لوگوں نے کہا نہیں اُس نے کہا اچھا سنو۔ جب میں جوان تھا تو حضرت امام رضا علیہ السلام کی زیارت کو گیا میرے جسم پر بیحد بوسیدہ اور پھٹے پرانے کپڑے تھے۔ وہاں میں نے اس شخص کو دیکھا میں قبر کے پاس کھڑا ہوا دُعا مانگ رہا تھا کہ پروردگار تو مجھے خراسان کی حکومت عطا کر دے اور میں نے سُنا کہ یہ شخص اُن چیزوں کے لئے دُعا مانگ رہا تھا جو

ابھی میں نے دینے کا حکم دیا ہے۔ جب میں نے یہ دیکھا کہ اللہ نے میری دُعا اس روضہ اقدس کی برکت سے قبول کی تو میں نے چاہا کہ اس کی دعا بھی میرے ہاتھوں اللہ قبول کرے۔ مگر اس شخص کے ذمہ میرا ایک قصاص ہے۔ لوگوں نے پوچھا قصاص کیسا؟ حمویہ نے کہا اس شخص نے جب مجھے پھٹے پرانے کپڑوں میں حکومت خراسان کے لئے دُعا مانگتے سنا تو مجھے نفرت سے دیکھا اور ایک لات ماری اور کہا اپنی حالت اور حیثیت نہیں دیکھتا اور چلا ہے حکومت خراسان اور سرداری فوج کی دعا مانگنے۔ سرداروں نے کہا ایہاالامیر مگر اب آپ اسے معاف کر دیں اور بے چارے کو چھوڑ دیں تاکہ اس کے ساتھ آپ کا حسنِ سلوک مکمل ہو جائے۔ حمویہ نے کہا اچھا میں نے اسے اپنا قصاص معاف کیا۔

اس کے بعد حمویہ برابر اس روضہ اقدس کی زیارت کرتا رہا۔ اس نے اپنی لڑکی کا عقد زید بن محمد بن زید علوی سے جرجان میں ان کے والد کے قتل کے بعد کر دیا۔ اور اُن کو اپنے قصر میں منتقل کر لیا۔ اور اُن کے سپرد بہت کچھ نعمت و دولت کی۔ اور یہ سب اس روضہ اقدس کی برکات کو دیکھتے ہوئے کیا۔

نیز جب ابوالحسین محمد بن زیاد علوی رحمۃ اللہ نے خُروج کیا اور نیشاپور میں بیس ہزار افراد نے ان کی بیعت کر لی تو خلیفہ نے ان کو گرفتار کر کے بخارا بھیجدیا۔ حمویہ وہاں پہونچا اور انہیں قید سے آزاد کرانے کی کوشش کی اور امیر خراسان سے کہا کہ یہ لوگ اولادِ رسول ہیں اور بھوکے ہیں مناسب یہ ہے کہ ان کے اخراجات پورے کئے جائیں تاکہ طلب معاش سے بے نیاز ہو جائیں۔ اس کے بعد ہر ماہ ان کا وظیفہ مقرر ہو گیا وہ چھوڑ دے گئے اور انہیں نیشاپور واپس بھیجدیا گیا (سادات بخارا کو جو وظیفہ ملتا تھا وہ اسی بنا پر تھا) اور یہ سب کچھ اس روضہ اقدس کی برکت کی وجہ سے ہوا۔ (عیون اخبار الرضا جلد ۲ ص ۲۸۶)

(۱۳) گم شدہ فرزند کی بازیابی

ابو العباس احمد بن محمد بن احمد بن الحسین حاکم کی روایت ہے کہ میں نے ابو علی عامر بن عبداللہ بیروردی حاکم مرو رود کو بیان کرتے سُنا اور یہ بھی اصحاب حدیث میں سے تھے کہ میں نے طوس میں حضرت امام رضا علیہ السلام کے روضہ اقدس پر حاضری دی تو دیکھا کہ ایک مرد ترکی داخل قبہ اقدس ہوا اور سرہانے قبر کھڑے ہو کر رونے لگا اور دُعا مانگنے لگا کہ پروردگار اگر میرا لڑکا زندہ ہے تو مجھے اس سے ملادے اور اگر وہ مرگیا ہے تو مجھے اس کا صحیح علم تو ہو جائے کہ واقعی وہ مرگیا ہے۔ راوی کا بیان ہے کہ میں ترکی زبان سے ناواقف تھا

میں نے اُس سے پوچھا تمہارا کیا معاملہ ہے؟ اس نے کہا میرا ایک لڑکا تھا جو جنگ اسحاق آباد میں گم ہوگیا تھا آج تک مجھے اس کی خبر نہیں ملی کہ وہ مرگیا یا زندہ ہے اس کی ماں جدائی میں مسلسل روتی ہے۔ میں اس کے لئے یہاں دُعا مانگ رہا ہوں اس لئے کہ سُنا ہے کہ اس روضہ میں دُعا مستجاب ہوتی ہے۔

راوی کا بیان ہے کہ یہ سُن کر مجھے اس بیچارے پر ترس آیا اور میں نے اُس کا ہاتھ پکڑا تاکہ اسے لے جا کر اس دن اُس کی ضیافت اور مہمانی کروں جونہی ہم روضہ اقدس سے نکلے ایک طویل القامت شخص گدڑی پوش نظر آیا۔ جب اس مرد ترکی نے اس کو دیکھا تو فوراً اس کی طرف بڑھا اسے گلے لگایا اور رونے لگا۔ انہوں نے ایک دوسرے کو پہچان لیا۔ یہ اس کا وہی لڑکا تھا جس کے لئے یہ ترکی روضہ اقدس امام رضا علیہ السلام میں دُعا مانگ رہا تھا۔

میں نے اس لڑکے سے پوچھا تم یہاں تک کیسے پہونچے تو اس نے بیان کیا کہ میں جنگ اسحاق آباد کے بعد طبرستان پہونچ گیا وہاں میری پرورش ایک حبشی دیلمی نے کی جب وہاں بڑا ہوا تو اپنے باپ اور ماں کی تلاش میں نکلا اس لئے کہ مجھے ان دونوں کا کوئی پتہ نہ تھا۔ میں وہاں ڈاکوں اور رہزنوں کے گروہ میں شامل تھا۔ اور انہیں کے ساتھ یہاں پہونچا۔

اس مرد ترکی نے کہا اس روضہ اقدس کی برکات وکرامت صاف ظاہر ہوگئیں۔ میں عہد کرتا ہوں کہ جب تک زندہ رہوں گا اس روضہ کے در کو نہ چھوڑوں گا۔

(عیون اخبار الرضا جلد ۲ صـ۲۸۸-۲۸۷)

(۱۴) ـــــ مسجدِ زرد

مرو کے مضافات میں ایک مسجد ہے جو مسجد زرد کے نام سے موسوم ہے وہاں جس مقام پر حضرت امام رضا علیہ السلام نے نماز پڑھی تھی لوگوں نے وہاں ایک مسجد کی تعمیر کرلی پھر وہیں حضرت امام رضا علیہ السلام کے ایک صاحبزادے مدفون ہوئے وہاں کی کئی بہت سی کرامات مشہور ہیں۔ (مناقب آلِ ابی طالب جلد ۴ صـ۳۶۲)

NAJAFI BOOK LIBRARY
Shop No. 11
M.L. Heights
Soldier Bazar #2
KARACHI
PH. 7211795